تاریخ نفاذِ حدود

یعنی شرعی حدود کے نفاذ کی عہد بعہد تاریخ
اور پاکستان میں ان کے نفاذ کا جائزہ

◆

تحقیق ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

تاریخ نفاذِ حدود

یعنی

شرعی حدود کے نفاذ کی عہد بعہد تاریخ
اور
پاکستان میں اِن کے نفاذ کا جائزہ

تحقیق

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
اردو بازار ۔ کراچی

marfat.com

Tareekh Nifaz-e-Hudood
by
Dr. Noor Ahmed Shahtaz

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

پیشکش و اہتمام
طارق رحمٰن فضلی
اشاعت اول: 1998

ناشر و طابع
فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
اردو بازار۔ کراچی

تقسیم کار
فضلی بک سپر مارکیٹ
مٹھا پاری بلڈنگ اردو بازار کراچی

Phones: 2629720-5 Fax: 9221-2633887
Email: fazlee@cyber.net.pk

marfat.com

انتساب

میں اپنی اس تحقیقی کاوش کو!

مدرسہ عربیہ اسلامیہ عالیہ، فتح پوری (دہلی) کے فارغ التحصیل، درویش منش ممتاز عالم دین، (اپنے والد گرامی) حضرت علامہ عبدالرحمٰن مہری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزندِ اکبر، (برادرِ بزرگ) جناب نور اکبر شاہباز صاحب (ایم اے ایل ایل بی) کے نام معنون کرتا ہوں،

جنہوں نے تمام خاندانی معاملات و مسائل کا بار اپنے سر لے کر مجھے تمام جھمیلوں سے آزاد کر کے خدمت دین کے لیے وقف کیا۔

(نور احمد شاہتاز)

marfat.com

فہرست مضامین

مقدمہ ۱
سبب انتخاب موضوع مذکور ۱
ترتیب مباحث ۵
تمہید۔ حدود کی لغوی بحث اور لفظ حد کے مفاہیم ۱۰
حد کا اصطلاحی مفہوم ۱۵
لفظ حد قرآن کریم میں ۲۰
لفظ حد سنت میں ۲۴
تعداد جرائم حدود (فقہاء کے نزدیک) ۲۸
اسلام کا نظام جرم وسزا اور فلسفہ نفاذ حدود ۳۱
اسلام میں سزا کا تصور ۳۶
اسلامی تصور جرم وسزا اور دیگر اقوام کے تصور
جرم سزا کا تقابلی جائزہ ۳۸
کیا اسلامی سزائیں غیر انسانی اور وحشیانہ ہیں ۳۹
بائیبل میں سزائے موت ۴۱
بائیبل میں کوڑوں کی سزا ۴۲
بائیبل میں رجم (سنگسار کرنے کی سزا) ۴۲
بائیبل میں آگ میں جلا کے سزا دینے کا طریقہ ۴۳
ہندومت میں سزاؤں کا نظام ۴۳
ہندو دھرم میں چور کی سزا ۴۴
ہندو دھرم میں ڈکیتی (حرابہ) کی سزا ۴۴
بدھ مت میں زانی کی سزا ۴۴
اسلامی سزاؤں کا مغربی سزاؤں سے تقابل ۴۵
انگریزی نظام جرم وسزا میں کوڑوں کی سزا ۴۵
جرائم حدود تمدن ہائے قدیم میں ۴۶
قدیم بابلی تمدن میں سزاؤں کا نظام ۴۹
قدیم بابلی تمدن میں زنا کی سزا ۵۱

marfat.com

قدیم مصری تمدن میں سزاؤں کا نظام	54
قدیم مصری تمدن اور جرائم حدود	55
قدیم مصری معاشرہ میں جرم سرقہ وحرابہ	56
قدیم ہندی تمدن میں سزاؤں کا نظام	57
قدیم ہندی تمدن اور جرائم حدود	57
قدیم ہندی تمدن میں چور کی سزا	58
منوسمرتی میں زنا بالجبر کی سزا	60
قدیم ایرانی تمدن اور جرائم حدود	63
ساسانی دور حکومت میں سزائیں	64
قدیم یونانی تمدن اور سزائیں	65
قدیم رومن تمدن اور جرائم حدود	67
قدیم چینی تمدن اور جرائم حدود	68
حدود اور شرائع سابقہ	**70**
جرم زنا شریعت موسوی میں	71
جرم سرقہ سابقہ شریعتوں میں	73
جرم زنا شریعت مسیحی میں	75
جرائم حدود دیگر انبیاء کے مذاہب میں	77
جرائم حدود زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) میں	79
شریعت مصطفوی میں جرائم حدود	**84**
حد زنا میں مقدار سزا	86
زانی محصن (شادی شدہ) کی سزا	87
حد قذف اور قذف کے معنی	88
مقدار حد قذف	89
حد سرقہ (چوری کی سزا)	90
مقدار حد سرقہ	91
حد حرابہ (ڈکیتی)	93
مقدار حد حرابہ	94
شروط محاربہ	96

marfat.com

حد شرب خمر (مے نوشی) ۹۷
جرائم حدود کے ثابت کرنے کے طریقے ۹۸
سزا میں شک کا فائدہ ۱۰۱
شبہ یا اشباہ کی تعریف ۱۰۲
جرم ثابت ہونے کے بعد اس کا سقوط ۱۰۶
شرائط اجرائے حد ۱۰۸
حد لگانے میں اعتدال کا حکم ۱۰۹

باب اول
فصل اول۔ عہد رسالت میں نفاذ حدود کے واقعات ۱۱۰
عہد رسالت کے قاضی ۱۲۸
عہد خلافت راشدہ میں نفاذ حدود کے واقعات ۱۲۹
عہد صدیقی (۱۱۔ ۱۳ھ) ۱۲۹
عہد فاروقی (۱۳۔ ۲۳ھ) ۱۳۷
عہد عثمانی (۲۴۔ ۳۵ھ) ۱۳۹
عہد علوی (۳۵۔ ۴۰ھ) ۱۵۱
فصل دوم۔ بنو امیہ و بنو عباس کے دور میں نفاذ حدود کے ثبوت ۱۵۴
عہد بنی امیہ (۴۱۔ ۱۳۲ھ) ۱۵۴
فصل سوم عہد بنی عباس (۱۳۲۔ ۶۵۶ھ) ۱۶۹
اندلس بعہد بنی عباس ۱۷۸
ہندوستان بعہد بنی عباس ۱۷۹
فصل چہارم۔ خلافت عباسیہ کا انحطاط
اور خود مختار اسلامی ریاستیں ۱۸۰
اندلس (مسلم اسپین) کا نظام جرم و سزا اور حدود ۱۸۳
جزائر سقیلہ (سسلی) ۱۸۳
اندلس کے پہلے دور کا نظام جرم و سزا اور حدود ۱۸۳
اندلس کے دوسرے دور کا نظام جرم و سزا اور حدود ۱۸۸
اندلس کے تیسرے دور کا نظام جرم و سزا اور حدود ۱۹۰

marfat.com

المرابطون والموحدون کے دور میں نفاذ حدود ۱۹۱
جزائر سسلی میں نفاذ حدود ۱۹۵
افریقہ میں نفاذ حدود ۱۹۸
مصر وشام میں نفاذ حدود ۲۰۳
بنی طولون وبنی اخشید کی حکومتوں میں نفاذ حدود ۲۰۴
سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا دور ۲۰۷
عصر ممالیک (دور غلاماں) ۲۱۱
مصر عہد سلطنت عثمانیہ میں ۲۱۵
جدید مصری دور کا نظام جرم وسزا اور حدود ۲۱۶
ماوراء النہر ایران۔ افغانستان ۲۱۷
ایران میں نفاذ حدود ۲۲۰
انیسویں صدی عیسوی کا ایران ۲۲۳
ایران جدید ۲۲۶
افغانستان میں نفاذ حدود ۲۲۸
اسلام سے قبل افغانستان کا نظام جرم وسزا ۲۲۸
افغانستان از ظہور اسلام تا چنگیز خان ۲۳۱
خلافت عثمانیہ (ترکی) میں نفاذ حدود ۲۳۵

فصل پنجم

اسلامی دور کا ہندوستان ۲۴۲
سندھ پر مسلمان (ہباریوں کی) حکومت ۲۴۶
عہد سلاطین کا ہندوستان اور نفاذ حدود ۲۵۰
ہندوستان میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں قاضی ابن بطوطہ کی شہادت ۲۵۴
علاء الدین خلجی کے دور میں نفاذ حدود ۲۵۵
ہندوستان کی دیگر آزاد اسلامی ریاستوں میں نفاذ حدود کا حال ۲۵۷
مغلیہ دور کا ہندوستان ۲۵۹
جہانگیر کے زمانہ کا نظام عدل ۲۶۳
اورنگ زیب عالمگیر کا دور ۲۶۵
انگریزی عہد کا ہندوستان اور نفاذ حدود ۲۷۰

marfat.com

جدید اسلامی دنیا میں نفاذ حدود ۲۷۶
سعودی عرب میں نفاذ حدود ۲۸۱
سعودی عرب میں نفاذ حدود کے اثرات ۲۸۳
ایران میں نفاذ حدود ۲۸۳
آزاد کشمیر میں نفاذ حدود ۲۸۵
دولت قطر میں نفاذ حدود ۲۸۶
شریعت کورٹ قطر کے مقدمات حدود کے اعداد وشمار ۲۸۷
سوڈان میں نفاذ حدود ۲۹۱
بعض دیگر اسلامی ممالک میں نفاذ حدود کی صورت حال ۲۹۴
باب دوم
فصل اول۔ پاکستان میں نفاذ حدود کا جائزہ ۳۰۳
مقاصد قیام پاکستان وپس منظر ۳۰۳
قائدین تحریک آزادی کا موقف ۳۰۷
مقصد تخلیق پاکستان فرمودات قائداعظم کی روشنی میں ۳۱۰
فصل دوم۔ پاکستان میں نفاذ حدود کے اقدامات کا جائزہ ۳۱۶
نفاذ حدود کی کوششیں ۱۹۴۷ء تا حال ۳۱۶
پاکستان میں نفاذ حدود کی آئینی وقانونی تاریخ ۳۱۷
ایوب خان اور یحیی خان کا دور ۳۲۴
دوسرا دور ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۷ء ۳۲۵
جنرل محمد ضیاء الحق کے دس سال اور نفاذ حدود ۳۲۸
شریعت بنچز کا قیام ۳۲۹
شریعت بل ۳۳۰
فصل سوم۔
نفاذ حدود بعد ضیاء الحق کا تنقیدی جائزہ ۳۳۴
نفاذ حدود کے اداروں کی کارکردگی ۳۳۴
سینٹ کا کردار ۳۳۵
متفقہ ترمیمی شریعت بل ۱۹۸۶ ۳۴۰
سینٹ کا منظور کردہ شریعت بل ۳۴۴

marfat.com

قومی اسمبلی کا کردار	۳۵۳
قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد	۳۵۴
آٹھواں ترمیمی بل	۳۵۵
آٹھویں ترمیم اور نفاذ حدود	۳۵۷
ادارہ تحقیقات اسلامی کا کردار	۳۶۱
اسلامی نظریاتی کونسل کی کارگزاری	۳۶۹
جامعہ اسلامیہ اسلام آباد	۳۷۸
شریعت اکیڈمی	۳۸۰
عدلیہ کا کردار	۳۸۲
وفاقی شرعی عدالت	۳۸۳
اعداد و شمار مقدمات حدود	۳۸۸
لاء کمیشن	۳۹۰
وزارت قانون وپارلیمانی امور	۳۹۲
پولیس	۳۹۲
نفاذ حدود کے خاطر خواہ نتائج کیوں بر آمد نہ ہوسکے۔	۳۹۳
نفاذ حدود کا عمل موثر کیسے ہو؟	۴۰۱
خلاصہ بحث	۴۱۲
نتائج	۴۱۵
کتابیات	۴۱۹

marfat.com

ب

تاثرات

شیخ الحدیث علامہ ابوالطاہر محمد رمضان صاحب

"لکل فن رجال" اللہ تعالیٰ نے دین خالص (اسلام) کی حفاظت و سربلندی کی خاطر ہر دور میں ایسے مردان کار پیدا کئے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کر کے دفاع و تحفظ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔

آج کے پرفتن دور میں جبکہ اسلامی نظام کو ناقابل عمل اور شرعی سزاؤں کو فرسودہ و ناکارہ کہا جا رہا ہے اور دین کی ہمہ گیریت و آفاقیت کا انکار کیا جا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دفاع کی ذمہ داری اپنے بعض بندوں پر عائد کی ہے۔ فاضل نوجوان علامہ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب ان خوش نصیب افراد میں سے ایک ہیں۔ اور یہ اللہ کا فضل عظیم ہے وہ جسے چاہے خدمت دین کے لیے منتخب فرمالے۔

رواں صدی میں عالم اسلام کے مختلف ممالک میں نفاذ حدود و تطبیق شریعت کی تحریکوں نے خاصی ہلچل پیدا کی جس کے نتیجہ میں کفر لرزہ براندام ہوا اور لادین سیکولر عناصر نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ اسلام کا قانون جرم و سزا اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں۔ بعض نے اسلامی سزاؤں کو سخت اور بعض نے وحشیانہ تک کہہ دیا والعیاذ باللہ عن ذلک۔ کچھ اسلام دشمن یہ شوشے چھوڑنے لگے کہ اسلام کا نظام جرم و سزا عہد رسالت و خلافت راشدہ کے بعد کبھی کسی ملک میں کامیابی سے نہیں چل سکا۔

علامہ موصوف نے زیر نظر کتاب میں تاریخی حوالوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ نظام گزشتہ چودہ صدیوں میں ہر ملک و ہر خطہ اسلامی میں نہایت کامیابی سے نافذ رہا اور اس کی برکات سے طویل عرصہ تک نسل انسانی نے استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں فاضل مولف نے تمدن ہائے قدیم و شرائع سابقہ میں مقرر سزاؤں کا اسلامی سزاؤں سے تقابلی جائزہ پیش کر کے معترضین و معاندین کے منہ بند کر دیئے ہیں اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ تمام شرائع سماویہ و ادیان ارضیہ و عارضیہ میں اسلامی سزاؤں کے مماثل یا ان سے بھی سخت سزائیں بہت معمولی جرائم پر دینے کا رواج رہا۔

میں نے کتاب کا مسودہ بغور دیکھا اور اس کا دلچسپی سے مطالعہ کیا' ڈاکٹر صاحب نے

marfat.com

مستقبل میں نفاذ حدود کو کامیاب بنانے کے حوالہ سے نہایت مفید تجاویز پیش کی ہیں۔ تاریخ پاکستان کے حوالہ سے انہوں نے جو جائزہ مرتب کیا ہے اور نفاذ اسلام کے راستہ میں پیدا کی جانے والی رکاوٹوں اور ریشہ دوانیوں کا جس جرات و بے باکی سے تجزیہ کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔

یہ کتاب اب ایک تاریخی دستاویز ہے جو آیندہ نسلوں کو اس موضوع پر مزید تحقیق و جستجو کے سلسلہ میں رہنمائی فراہم کرتی رہے گی۔ اس موضوع پر اتنی جامع کتاب اس سے قبل نہیں لکھی گئی۔ یہ صرف گزشتہ چودہ صدیوں کی تاریخ ہی نہیں بلکہ درحقیقت از آدم تاایں دم رائج نظام ھائے جرم و سزا کا ایک جائزہ بھی ہے جس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قدیم متمدن کہلانے والی اقوام اور جدید ترقی یافتہ و مہذب کہلانے والی اقوام۔ سبھی کے ہاں حدود سے مماثل سزائیں رائج تھیں'

اللہ رب العزت عزیز القدر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی اس سعی و خلوص کو مقبول و منظور فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علی آلہ و اصحابہ اطیب الصلوۃ والتسلیم۔

ابو الطاہر محمد رمضان
خادم الحدیث
دارالعلوم حنفیہ غوثیہ کراچی

marfat.com

پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب (رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق "من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین" اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور وہ فقیہ ہو جاتا ہے۔ جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا۔ انہوں نے حدود شرعی کے سلسلہ میں جو کاوش کی ہے وہ قابل ستائش ہے' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دراصل ایمان کا دار و مدار' اور بنیادی باتوں کے علاوہ جزا اور سزا کے تصور پر ہے۔ یوم آخرت پر ایمان لانا اسی لیے ضروری ہے۔ ویسے بھی دنیاوی زندگی میں ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لیے یہ لازمی ہے کہ نیکی اور بدی کا ایک ایسا معیار قائم ہو جو ان دونوں میں تفریق کر کے انسانی معاشرہ کو جنگلی معاشرہ سے ممیّز کر سکے۔ مجرم اور نیک کو ایک ہی پلڑے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ جرم کی سزا اور نیکی کی جزا ملنی ضروری ہے۔ اگر اچھائی اور برائی میں امتیاز قائم نہ رکھا جائے تو پھر انسان کو اشرف المخلوقات گردانے کا جواز ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' یہ اخروی زندگی کی بہتری کے ساتھ دنیاوی زندگی کی بھی بہتری چاہتا ہے۔ اگر جزا و سزا کا تصور صرف قیامت کے لیے مخصوص کر دیا جائے تو پھر دنیاوی زندگی افراتفری اور خرافات کا ڈھیر بن جائے گی۔

انسانی معاشرہ میں ابتداء سے جزا و سزا کا تصور موجود ہے۔ اسلام نے مکمل اور جامع طور پر اس تصور کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ حدود وہ سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں مخلوق کو ان سزاؤں پر انگشت نمائی کرنا اس لیے زیب نہیں دیتا کہ وہ خود خالق نہیں ہے' خلق کرنے والے کو یہ بات بطور احسن معلوم ہے کہ کسی جرم کی سزا کیا ہونی چاہیے تاکہ انسانی معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ بن سکے۔

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے بڑے شرح و بسط سے حدود شرعی کا ایک جائزہ تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ پاکستان میں جو مسلمانوں کا ملک ہے اور اسلام کے نام پر ہی وجود میں آیا ہے شرعی حدود کا نفاذ بطریق احسن کیا جا سکتا ہے۔ اور پاکستانی معاشرہ کے بگاڑ پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

جستہ جستہ میں نے ان کی کتاب کے اقتباسات پڑھے ہیں۔ ان کا طرز استدلال پسند آیا۔ میں

marfat.com

انھیں اس کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے نیز پاکستان کے کارپردازوں کو صحیح معنوں میں حدود شرعیہ نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس تحقیقی کتاب نے بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ شرعی حدود کا ایک تقابلی جائزہ پیش کیا ہے اس طرح اسلامی سزاؤں پر لعن طعن کرنے والوں کا منہ بند کر دیا ہے۔

ڈاکٹر شاہناز صاحب کی یہ کاوش شرعی حدود کے نفاذ میں یقیناً" ممد اور معاون ثابت ہو گی۔

احقر
(پروفیسر) شاہ فرید الحق
سینیر نائب صدر جمعیت علماء پاکستان
و رکن اسلامی نظریاتی کونسل

marfat.com

جناب جسٹس ڈاکٹر غوث محمد صاحب
(جج سندھ ہائی کورٹ)

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کے نفاذ اور نظام اسلام کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے اور عبادات و معاملات میں مصطفوی افکار پر آزادانہ عمل کرنے کی غرض سے معرض وجود میں لائی گئی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ایک طویل عرصے تک یہاں اللہ کا دین بتمام و کمال طریقہ سے رائج کرنے کا کام معرض التواء میں رہا جس کی تفصیل زیر نظر کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل نظام اسلام کی بعض زیر نظر کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل نظام اسلام کی بعض جزئیات کے نفاذ کا اعلان اور ان پر عملدر آمد کی کوشش کی گئی، مگر اس کے خاطر خواہ اثرات عام انسانی زندگی پر مرتب نہیں ہو سکے۔ اس کی وجوہات میں سے منجملہ دیگر کے یہ بھی ہے کہ ایسے رجال کار میسر نہ تھے جو دینی و دنیوی علوم پر بیک وقت دسترس رکھتے ہوں اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی احکام کی تعبیر و تشریح کرتے ہوئے اسے عوام الناس کے لیے عام فہم اور نفاذ کے لیے سہل تر بنا سکیں۔ اسلامی شریعت ہمہ گیر ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط بھی، اس کے تکمیل نفاذ سے ہماری دینی و دنیوی فلاح و بقا وابستہ ہے مگر اس کے نفاذ کے لئے جس اجتہادی تحقیق اور محنت شاقہ کی ضرورت ہے اس کی طرف ہمارے اسکالرز کی توجہ اتنی نہیں جتنی اس دور کا تقاضا ہے۔ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرون اولیٰ و وسطیٰ کے مسلمانوں نے جہاں جہاں شریعت کو اپنا رہنما بنایا اور اسے اپنے اپنے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے نیز اس کے سنہری اصولوں کی تعبیر و تشریح کا کام انجام دیتے ہوئے اسے اپنی عملی زندگیوں میں نافذ کیا وہاں امن و آشتی کی فضا قائم ہوئی اور معاشرہ سے جرائم کے خاتمہ میں حدود کے نفاذ نے موثر کردار ادا کیا۔ اور جہاں کہیں ان اصولوں سے صرف نظر کیا گیا اور اپنی پسند کے قوانین کی تقنن و ترویج کو ترجیح دی گئی وہاں کا امن بالاخر تہہ و بالا ہوا اور جرائم کی بڑھتی ہوئی تعداد نے بہت جلد معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر زندگی اجیرن بنا دی۔ ماضی قریب کی مہذب اقوام اس کی مثال ہیں اور حال کے ترقی یافتہ ممالک اس کی نظیر۔

marfat.com

زیر نظر کتاب میں خلوص دل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام کا نظام عدل ہر دور کے تقاضوں اور رہتی دنیا تک لوگوں کی ضروریات امن کو پورا کرنے کی مکمل استعداد رکھتا ہے اور اس نظام کے تحت دی جانے والی سزاؤں کو سخت اور ناقابل عمل کہنا صحیح نہیں۔ مولف کتاب نے عربی مصادر و مرجع کے حوالے سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان اول سے بعثت نبویؐ تک ہر دور اور شریعت میں جرائم حدود کے لیے مقرر کی جانے والی سزاؤں کی بنسبت اسلامی سزائیں قطعاً" شدید نہیں اور نہ ہی قدیم تہذیبوں اور متمدن اقوام کے قوانین میں مندرج سزاؤں سے زیادہ سخت سزائیں اسلام نے مقرر کی ہیں۔

پاکستان میں نفاذ حدود کے امکانات اور ان کی کامیابی کے عنوان سے بحث کرتے ہوئے فاضل مولف نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ان سزاؤں کا عملی نفاذ اور ان کے ثمرات کا حصول سو فیصد ممکن ہے بشرطیکہ نفاذ سے قبل "ہوم ورک" مکمل کرلیا جائے۔ مارسل لاء کے دور میں نافذ کی جانے والی سزاؤں کے ثمرات ظاہر نہ ہونے کی وجوہات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نفاذ حدود کے اداروں کے کردار پر گفتگو کرتے ہوئے بعض اصلاحات تجویز کی گئیں ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں نفاذ حدود کا عمل مختصر مگر جامع انداز میں اس طرح کسی نے احاطہ نہیں کیا۔ مستقبل کے محققین کے لیے یہ کتاب بلاشبہ مشعل راہ اور قابل تقلید نمونہ ہے۔

پڑھے لکھے طبقے، وکلاء، علماء، دانشوروں، اسلامیات اور قانون کے طلبہ کے لیے اس کتاب میں خاصا مواد ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عوام الناس کی دلچسپی کا سامان اور معلومات کا ایک ذخیرہ بھی مولف کی تحقیق و محنت کے نتیجے میں اس کتاب میں جمع ہوگیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ قانون و اسلام کے طلبہ آگے بڑھیں اور اس موضوع پر مزید تحقیق و جستجو کر کے قدیم و جدید کے ایسے امتزاجات پیش کریں اور اپنی قوم کی نفاذ اسلام کے سلسلہ میں رہنمائی کا فریضہ ادا کریں۔

جسٹس ڈاکٹر غوث محمد

marfat.com

جناب مولانا محمد طاسین صاحب
مجلس علمی کراچی

عزیز محترم مولینا ڈاکٹر نور احمد شاہتاز (حال لیکچرر شیخ زید اسلامک سنٹر جامعہ کراچی) کا مقالہ ڈاکٹریٹ بعنوان "شرعی حدود کے نفاذ کی عہد بعہد تاریخ اور پاکستان میں ان کے نفاذ کا امکانی جائزہ " پوری توجہ اور دلچسپی کے ساتھ از اول تا آخر پڑھنے کا موقعہ ملا۔ اس پر بطور تبصرہ اور اظہار رائے یہی کہہ سکتا ہوں کہ ڈاکٹریٹ کا یہ ایک نہایت وقیع مقالہ ان تمام خوبیوں سے آراستہ اور مزین ہے جو ایک اعلیٰ درجے کے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں موجود ہونی چاہئیں بلاشبہ اس میں تحقیق و ریسرچ کا پورا حق ادا کیا گیا ہے' علمی مواد کے لحاظ سے بڑا جامع ہے موضوع سے متعلق سینکڑوں کتابوں میں بکھرا ہوا مواد نہایت محنت و کاوش اور بڑی عرق ریزی سے یکجا جمع کر دیا گیا ہے' اس کا کچھ اندازہ مصادر و مراجع کی اس طویل فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہے جن کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے جو عربی' فارسی' اردو اور انگریزی میں ہیں' مواد اور مشمولات کی جامعیت کے ساتھ مقالے کی دوسری خوبی یہ ہے کہ مواد کو جس ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے وہ بڑی عمدہ اور قابل تحسین ہے ہر بحث اپنے اس محل و مقام میں ہے جہاں عقلی طور پر اس کو ہونا چاہیے گویا گلدستے کا ہر گل اپنی صحیح جگہ سجا ہوا ہے' نیز اسلوب بیان فصیح و بلیغ اور پیرایہ اظہار عام فہم اور سلیس ہے ایک معمولی لکھا پڑھا شخص بھی اس سے باسانی مستفید ہو سکتا ہے' اور پھر اس میں جو بات بھی لکھی گئی ہے مستند حوالے سے لکھی گئی ہے جو ایسے تحقیقی مقالے کے لیے علمی طور پر ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح اس میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے جو جائزے اور تجزیے تحریر فرمائے ہیں معروضی حالات اور حقائق کے صحیح شعور پر مبنی اور اسلامی سوچ کے آئینہ دار ہیں لہٰذا بڑے مفید اور چشم کشا ہیں' علاوہ ازیں آخر میں ڈاکٹر شاہتاز موصوف نے اصلاح احوال کے لیے جو تجاویز پیش فرمائی ہیں وہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ موصوف اپنے دل میں اسلام اور ملت اسلامیہ کی ہمدردی و خیر خواہی کا سچا جذبہ رکھتے اور چاہتے ہیں کہ امت

marfat.com

مسلمہ کو بالعموم اور مسلمانان پاکستان کو بالخصوص دنیا میں عظمت و برتری اور ہر لحاظ سے قابل رشک وہ مقام و مرتبہ حاصل ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومن نیکو کار بندوں کے لیے وعدہ فرمایا ہے اور جو اس وقت ضرور حاصل ہوتا ہے جب مومن بندے اللہ کے پورے دین پر اخلاص کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ تجاویز پر صحیح اور پورے طریقہ سے عمل ہو تو اس سے موجودہ بگڑے حالات کی کافی اصلاح ہو سکتی ہے۔

محمد طاسین عفی عنہ

10-5-97

marfat.com

پروفیسر سید سلمان ندوی ابن علامہ سید سلیمان ندویؒ
یونیورسٹی آف ڈربن ساؤتھ افریقہ

جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے اس کتاب کے تعارف میں مذکور اغراض و مقاصد کو بڑی کامیابی سے پورا کیا ہے۔ اور انہوں نے بنیادی و ثانوی مراجع و مصادر کا بھرپور اور تیکنیکی استعمال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ انہیں تحقیق کے اصولوں سے مکمل طور پر آگاہی ہے اور ان اصولوں کو استعمال کرنے کا انہیں ملکہ ہے۔

میں ان کے تجزیات اور حقائق کو خوبصورتی سے پیش کرنے کے انداز سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

میری رائے میں اس کتاب کا بہت جلد انگریزی میں ترجمہ بھی شائع ہونا چاہیے تاکہ اس سے استفادہ کرنے والوں میں صرف پاکستانی لوگ ہی نہ ہوں بلکہ بیرون پاکستان خصوصاً یورپ اور امریکہ میں بھی اس کتاب سے استفادہ کیا جا سکے۔ اگرچہ یہ ایک مشکل کام ہے مگر ناممکن بھی نہیں۔

(پروفیسر) سید سلمان ندوی
یونیورسٹی آف ڈربن
ساؤتھ افریقہ

marfat.com

ک

پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق قاضی

ڈپٹی ڈین شعبہ معارف اسلامی

(انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائیشیا)

سب سے پہلے تو میں جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے شرعی حدود کے نفاذ سے متعلق مواد کو یکجا کر کے ایک ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا ہے اور انہوں نے تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے عصر حاضر تک کے مختلف ادوار اور پھر پاکستان میں حدود کے حوالہ سے ہونے والے کام کا بڑا تفصیلی احاطہ کیا ہے۔ انہیں اس عظیم جدوجہد اور کامیابی پر مبارک باد پیش کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے۔

انہوں نے اس موضوع پر مواد کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے جس پر آئندہ ادوار کے محققین کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

جناب شاہتاز صاحب نے موضوع پر تحقیق کا حق ادا کیا ہے اور ایک معیاری اور علمی کام سامنے لائے ہیں مجھے ان کی یہ کتاب (مسودہ) دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق قاضی

انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائشیا

marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد
(سابق ڈین کلیہ معارف اسلامی جامعہ کراچی)

جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی زیرِ نظر کتاب' ان کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر انہیں جامعہ کراچی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی ہے۔ میں نے اس مقالہ کی تیاری میں جناب شاہتاز کی ہر ممکن تکنیکی مدد کی ہے اور تحقیق نگاری کے سلسلہ میں جو رہنمائی مجھ سے ممکن تھی وہ میں نے فراہم کی۔ موضوع خاصا دشوار اور وسیع تھا مگر اتنا ہی دلچسپ اور اہم بھی۔ اس مقالہ کی کتابی صورت میں اشاعت سے اہل اسلام کی ایک اہم ضرورت پوری ہوگی اور خصوصاً" اردو خواں طبقہ کو پہلی بار اس موضوع پر کوئی تحقیقی کتاب ملے گی۔ ویسے بھی عالم اسلام میں "نفاذ حدود کی تاریخ" پر اب تک کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا اور نہ کسی جامعہ نے اس پر کوئی تحقیقی کام کروایا۔ اس اعتبار سے جامعہ کراچی کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اسلامی دنیا میں اس اچھوتے موضوع پر اس نے تحقیق و ریسرچ کرانے کا اہتمام کیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جامعہ کراچی یا شیخ زاید اسلامک سنٹر اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کرتے' مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہو سکا۔ تاہم جناب شاہتاز مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے طور پر اس کی اشاعت کا انتظام بھی کر لیا۔

میری طویل تدریسی و تحقیقی زندگی میں جو مقالات لکھے یا لکھوائے گئے' اور بالخصوص میرے زیرِ نگرانی جن موضوعات پر کام ہوا ان میں یہ ایک مثالی مقالہ ہے' اس میں اس قدر مواد ہے اور تحقیق کے اصولوں کے مطابق اسے اس حسن و خوبی سے مرتب کیا گیا ہے کہ آئندہ نسلیں تادیر اس سے استفادہ کرتی رہیں گی۔

قانون و اسلامیات کے میدان میں تحقیق کرنے والوں اور اسلامائزیشن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک بیش قیمت و گراں قدر تحفہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد
حال مقیم۔ دار السلام برونائی

marfat.com

مقدمہ

زیر نظر کتاب کا موضوع ہے "شرعی حدود کے نفاذ کی عہد بعہد تاریخ اور پاکستان میں ان کے نفاذ کا امکانی جائزہ۔"

یوں اس موضوع کے بدیہی طور پر دو حصے ہیں:

1- تاریخ نفاذ حدود

2- پاکستان میں نفاذ حدود کا امکانی جائزہ

سبب انتخاب موضوع مذکور:-

1- اس موضوع پر کام کرنے کا سبب دراصل شرعی حدود کے نفاذ کے مخالفین کی طرف سے ایک عرصہ سے ہونے والے بعض اعتراضات ہیں جن میں اسلام کے نظام عدل کو نشانہ بنایا گیا ہے ان اعتراضات کی ایک مختصر سی فہرست حسب ذیل ہے:-

یہ فرسودہ نظام ہے

یہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے مخصوص حالات کے پیش نظر وضع کیا گیا تھا

آج کی مہذب دنیا کے لیے یہ ناقابل عمل نظام ہے

یہ موجودہ دور کے تقاضوں سے غیر ہم آہنگ نظام ہے

یہ بربریت پر مبنی ظالمانہ نظام ہے۔ "1"

اس قسم کے اعتراضات صرف پاکستان ہی میں نہ نہیں بلکہ اسلامی دنیا کے ہر اس ملک میں سامنے آئے ہیں جہاں حدود کے نفاذ کا مطالبہ ہوا اور جہاں انہیں نافذ کرنے کی کوشش کی گئی۔"2"

- اگر بات صرف اتنی ہوتی کہ اسلامی سزاؤں کی سختی کی وجہ سے انہیں نشانہ تنقید بنایا جاتا تو اس کے مقابلہ میں یورپ، جسے مہذب دنیا کا نام دیا جاتا ہے کے بہت سے ایسے قوانین و ضوابط بطور مثال پیش کئے جاسکتے تھے جن میں سزائیں اسلامی "حدود" سے بھی سخت رکھی گئیں یا دی گئی ہیں، لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ معترضین نے تاریخی حقائق کو بڑی دیدہ دلیری سے جھٹلاتے ہوئے مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لیے یہ راگ بھی الاپنا شروع کر دیا کہ عہد رسالت و خلافت راشدہ کے بعد کبھی بھی یہ نظام جرم و سزا دنیا کے کسی خطے میں رائج نہیں رہا۔ اور نہ کبھی کسی مسلم حکومت نے اسے بنظر استحسان دیکھا ہے۔"3"

اس تاریخی مغالطہ آفرینی کی کوشش نے نفاذ اسلام کے حامی مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑا دی اور انہوں نے رد عمل کے طور پر دعویٰ کیا کہ اسلام کا نظام عدل ہر دور میں دنیا بھر کے

---

1. Rubya Mehdi, The Islamization of the law in pakistan (U.K. Curzen Press, 1994, page: 9 &10

2- ابراہیم احمد الوقفی، تلک حدود اللہ (بیروت: مطبعہ الحرمین للنشر، 1988ء) ص 6

3- مناظر احسن گیلانی، مقالات احسانی (کراچی: مجلس علمی، 1959ء) ص 63،62

marfat.com

مسلم علاقوں میں کامیابی سے نافذ رہا ہے' ثبوت دعویٰ کے لیے اسلام پسند نوجوان لائبریریوں کا رخ کرنے لگے تاکہ تاریخی سرمایہ سے یہ ثابت کر سکیں کہ شرعی حدود نہ صرف یہ کہ عہد رسالت میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نافذ رہی ہیں بلکہ چودہ صدیوں پر محیط اسلامی تاریخ میں یہ نظام عدل ہر جگہ اور ہمیشہ نافذ رہا' لیکن مسلم نوجوانوں کو اس وقت مایوسی ہوئی جب "علم کے مخزن" ایسی کوئی جامع تحریر پیش نہ کر سکے جو ان کے اس دعویٰ کو سچا اور معترضین کے اعتراضات کو رفع کر سکتی' اہل علم' تاریخ کے اساتذہ اور قانون کے ماہرین سے رجوع کیا گیا مگر بات اس سے آگے نہ بڑھ سکی کہ بکھرے ہوئے تاریخی سرمائے کو کھنگالے بغیر ثبوت دعویٰ پیش نہیں کیا جا سکتا اور یہ کام ظاہر ہے ہر شخص کے بس کی بات نہ تھی۔

راقم الحروف بھی اپنے ہم عصر نوجوانوں کی طرح ثبوت دعویٰ کے لیے سرگرداں تھا اور ماہرین علم و محافظین آگہی تاریخ کے مطالعہ کا مشورہ دیتے تھے' ابن جریر طبری کی "تاریخ طبری" - اور علامہ ابن اثیر کی الکامل سے لے کر عماد الدین ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ تک بیشمار کتابیں دیکھ ڈالیں مگر "اسلامی تاریخ قضاء" یا نفاذ حدود شریعہ کے حوالہ سے کوئی مرتب و مدون مواد یکجا دستیاب نہ ہو سکا' مختلف کتابوں کی ورق گردانی کے دوران جناب پروفیسر عبدالحفیظ صدیقی صاحب کی کتاب برصغیر پاک و ہند میں اسلامی عدل گستری نظر سے گزری' تو معلوم ہوا وہ اس دشت کی سیاحی ہم سے بہت پہلے کر چکے ہیں اور موضوع مذکور سے متعلق اپنی جچی تلی رائے ان الفاظ میں دے چکے ہیں:-

"..... یہ عجیب اتفاق ہے کہ عربی زبان میں تاریخ قضاء پر کوئی کتاب نہیں ملتی..."[1]

پھر اپنی انتھک محنت پر مایوسی کے امڈے ہوئے بادلوں کو یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ:

"... فاطمی دور کے بعد مصر کے کتب خانے بھی اجڑ گئے' قیاس یہ ہے کہ جس طرح مسلمان علماء نے تمام موضوعات پر قلم اٹھایا ہے' اس موضوع پر بھی لکھا ہو گا لیکن وہ سرمایہ موجود نہیں جس میں کسی مقام کے عدالتی نظام کی نشو و نما اور ارتقائی کیفیت کا حال درج ہو۔

1934ء میں محمود بن محمد عرنوس' قاضی عدالت ہائے شرعیہ مصر نے "تاریخ القضاء فی الاسلام" لکھی اور غالباً" یہ کتاب اس موضع پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے..."[2]

مندرجہ بالا سطور پڑھ کر خیال ہوا کہ مسئلہ کا حل مل گیا' جناب محمود بن محمد بن عرنوس نے موضوع پر خاصا کام کیا ہو گا جو آج مسلمانوں کے لیے بالعموم اور تاریخ قضا سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بالخصوص باعث اطمینان ہو گا مگر اگلی ہی سطروں میں محقق مذکور نے اس خیال کو

1، 2: صدیقی' محمد عبدالحفیظ' برصغیر پاک و ہند میں اسلامی عدل گستری' اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی' 1969ء' ص 11/10

marfat.com

وہم ثابت کر دیا' جناب عزنوس کی مذکورہ کاوش کے بارے میں وہ کہتے ہیں :-

"۔۔ لیکن اس میں ایک بات تو یہ ہے کہ کتاب کی بحث زیادہ تر مصر سے مختص ہے اور دوسری بات یہ کہ اس میں مسلمانوں کے مختلف مذاہب یا مکاتب خیال کی کشمکش اور ان قاضیوں کے تذکرے بھرے ہوئے ہیں جو مصر سے تعلق رکھتے تھے۔۔""1"

اسلام کے نظام قضاء اور خصوصاً" شرعی حدود کے نفاذ کی تاریخ پر جامع مواد کی عدم دستیابی کا تذکرہ جناب عبدالحفیظ ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

"۔ تاریخ قضاء تو نہیں البتہ عربی میں قاضیوں کے تذکرے ضرور مل جاتے ہیں' جو مختلف علاقوں میں قضاء کے فرائض انجام دیتے تھے' مثال کے طور پر "اخبار قضاۃ" میں ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب کندی المتوفی 350ھ نے مصر کے قاضیوں کے حالات قلمبند کئے ہیں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م 852ھ) نے "رفع الاصر عن قضاۃ مصر" لکھی جس کو کندی کا تتمہ سمجھنا چاہیے' علامہ عسقلانی نے اپنی تصنیف میں ان تمام قاضیوں کے حالات درج کر دیئے ہیں جو مصنف کے زمانے تک فائز خدمت ہوئے' اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے "حسن المحاضرۃ" میں ان تمام قاضیوں کا حال لکھا ہے جو فتح مصر سے لے کر مصنف کے زمانے تک قضاء کی خدمت پر مامور تھے۔

ان کے علاوہ جن علماء نے اس موضوع پر لکھا ہے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

ابو عبید اللہ محمد بن الربیع الجیزی'

ابو العباس احمد بن مختار الواسطی

ابو الحسن الموسوی الرضی' اور جمال عبداللہ البشبشی نے مصری قاضیوں کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

قاضی ابوبکر بن حیان "وکیع" کی تاریخ القضاۃ' امام حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (م 804ھ) کی کتاب اخبار قضاۃ دمشق' شیخ محمد جمیل آفندی الشطی (جو 664ھ میں دمشق کے قاضی مقرر ہوئے) کی "الفتح الجلی فی القضاء الحنبلی" ابوالحسن علی الساعی البغدادی (م 674ھ) کی "اخبار قضاۃ بغداد" ابو عبیدہ معمر بن المثنی کی" کتاب اخبار قضاۃ البصرۃ "ابو عبداللہ بن حارث الخشنی الاندلسی کی "القضاۃ بقرطبہ" اور امام خلف بن عبدالملک المعروف بابن بشکوال (م 587ھ) کی "کتاب اخبار قضاۃ قرطبہ" قابل ذکر ہیں۔ "2" مگر یہ سب قاضیوں کے حالات و تذکرے ہیں نہ کہ تاریخ قضاء یا تاریخ نفاذ حدود شرعیہ'۔

1۔ صدیقی' محمد عبدالحفیظ' برصغیر پاک و ہند میں اسلامی عدل گستری' ص 11/10

2۔ صدیقی' محمد عبدالحفیظ' برصغیر پاک و ہند میں اسلامی عدل گستری' ص 11/10

marfat.com

ہندوستان میں مولانا عبدالسلام ندوی نے القضاء فی الاسلام کے نام سے اور حاجی محمد بن عبداللہ نے "النجم الثاقب فی اقضیۃ علی بن ابی طالب" کے نام سے قضاء کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔

علاوہ ازیں واحد حسین کی "ایڈمنسٹریشن آف جسٹس ڈیورنگ دی مسلم رول ان انڈیا" (1937ء)، محمد اللہ یسین جنگ کی "ایڈمنسٹریشن آف جسٹس آف مسلم لا" (1926ء)، بشیر احمد کی "ایڈمنسٹریشن آف میڈی ایول انڈیا" اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی "ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی" قابل ذکر ہیں لیکن ان میں اسلام کے قانون فوجداری یا شرعی حدود کے نفاذ کی تاریخ نہیں بلکہ عام نظم و نسق پر تبصرہ ہے تاہم "ضمناً" شرعی حدود کے نفاذ کی بات بھی کہیں کہیں آگئی ہے۔

برصغیر کے ممتاز اسکالر جناب ڈاکٹر حمید اللہ کی زیر سرپرستی اسلامی نظام عدل گستری پر کام کرنے والے محقق جناب عبدالحفیظ صدیقی نے 1945ء میں اپنے کام کا آغاز کیا تھا مگر انہوں نے اپنے کام کو مغلیہ دور سے قبل سلاطین دہلی کے نظام عدل اور پھر سلاطین دکن کے عہد میں رائج نظام عدل گستری تک محدود کر لیا۔

2- یوں بھی اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلام کے نظام عدل گستری کی تاریخ کے حوالہ سے علمی دنیا میں موجود خلا کو پر کیا جائے اور اس کے اہم شعبہ "فوجداری نظام" سے متعلق تاریخ مرتب کی جائے اور یہ جائزہ لیا جائے کہ گزشتہ چودہ صدیوں میں حدود شرعیہ واقعی بقول معترضین کہیں نافذ نہیں رہیں یا بصورت دیگر تاریخی حوالہ جات سے ان کے نفاذ کا ثبوت فراہم کیا جائے۔

3- پاکستان میں عرصہ دراز سے یہ صدا بلند ہوتی رہی ہے کہ یہ ملک جس نظام حیات کی تجربہ گاہ بنانے کے لیے حاصل کیا گیا تھا اسے اس میں جلد نافذ کیا جائے، مگر یہ صدا، طویل عرصہ تک صدا بصحراء ثابت ہوتی رہی اور اس کے نفاذ کی بجائے اس کے التواء کی نت نئی تدبیریں کی جاتی رہیں، اسی عرصہ میں اسلام دشمن عناصر کو یہ کہنے کا موقع بھی ملا کہ حدود شرعیہ انتہائی ظالمانہ، وحشیانہ اور بربریت پر مبنی نظام کی عکاسی کرتی ہیں۔ "1" اور یہ موجودہ ترقی یافتہ معاشرہ سے جرائم کے خاتمہ کا مناسب ذریعہ نہیں رہیں، دوسری طرف بعض اسلام پسند یہ کہتے سنائی دیئے کہ شرعی حدود کے نفاذ کے لیے پاکستان کے حالات سازگار نہیں، جبکہ عوام کے ایک طبقہ کا خیال یہ رہا کہ ملک سے جرائم کا خاتمہ اسلام کے نظام حدود و تعزیرات کے نفاذ کے بغیر ممکن ہی نہیں اور اس تیسرے طبقے کو وطن عزیز کے بیشتر علماء اور عوام کی پرزور تائید و حمایت بھی حاصل رہی

1- کمیٹی برائے منسوخی حدود آرڈیننس، کراچی، روزنامہ جنگ (6 فروری 1988ء) اشتہار، صفحہ اول

ہے۔ چنانچہ ملک میں نفاذ حدود کے لیے کچھ نہ کچھ کام بھی اسی طبقہ کے دباؤ کی وجہ سے کسی نہ کسی صورت جاری رہا۔ اور ہر آنے والی برسرِ اقتدار پارٹی اسلام کے نفاذ کے وعدے کی بنا پر ہی اس اکثریتی طبقہ کے ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی رہی۔

زیر نظر کتاب میں نفاذ حدود کی تاریخی حیثیت متعین کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی جانچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ۔

1- کیا واقعی پاکستان اسلام کے مکمل نظام بشمول نظام عدل کے قیام کی خاطر حاصل کیا گیا تھا؟ یا دنیا کے نقشہ میں محض ایک مزید مسلم ریاست (Muslim State) کا اضافہ کرنا ناقائدین تحریک آزادی و مسلمانان ہند کا مطمع نظر تھا؟

2- اگر قیام پاکستان کا مقصد ایک مکمل اسلامی ریاست کا قیام تھا تو پھر حصول وطن کے بعد "حصول مقصد" کی طرف پیش رفت' تاریخی اعتبار سے کیا رہی؟

3- کیا پاکستان میں نفاذ حدود ممکن ہے؟ اگر ہاں تو پھر ضیاء الحق دور میں نافذ کیا جانے والا نظام حدود "ناکام" کیوں ہوا اور اس کے متوقع ثمرات حاصل کیوں نہیں ہوئے۔

4- موجودہ دور میں پاکستان نفاذ حدود شرعیہ کو موثر بنانے کے لیے کیا کرنا ہو گا؟

مذکورہ بالا اہداف کے حصول اور نتیجہ تک پہنچنے کے لیے زیر نظر کتاب کو مقدمہ' تمہید' دو ابواب اور (8) فصول میں تقسیم کیا گیا ہے' آخر میں تتمہ کی صورت میں خلاصہ بحث شامل ہے' تفصیل حسب ذیل ہے:-

مقدمہ میں وجہ انتخاب موضوع' ترتیب ابواب اور مطالعہ کتاب کے سلسلہ میں ضروری معلومات درج ہیں۔

تمہید میں شرعی حدود کی تعریف' قرآن میں لفظ حد کے مختلف استعمالات' حدیث نبوی میں کلمہ "حد" و "حدود" کا استعمال' حدود کی لغوی بحث اور اس کے مختلف معانی و مفاہیم' اسلام میں جرم و سزا کی تعریف' فلسفہ نفاذ حدود' دیگر اقوام و ملل کے نظام جرم و سزا اور اسلامی نظام جرم و سزا کا تقابلی جائزہ' اسلامی سزاؤں کے غیر انسانی اور وحشیانہ ہونے کے الزام کی تحقیق' جرائم حدود تمدنہائے قدیم میں' شرائع سابقہ اور نظام جرم و سزا' اسلام کی نظر میں جرائم قابل حد کی تعداد اور اس میں فقہی اختلافات اور تعریفات حدود کا ذکر ہے جبکہ دیگر مباحث کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

باب اول: شرعی حدود کی عہد بعہد تاریخ
اس باب کو پانچ فصول پر تقسیم کیا گیا ہے۔

marfat.com

فصل اول: عہد رسالت و خلافت راشدہ
فصل دوم: عہد بنی امیہ
فصل سوم: عہد بنی عباس
فصل چہارم: خود مختار اسلامی ریاستیں (اندلس، مصر و شام، افریقہ، ایران، افغانستان، ماوراء النہر)
فصل پنجم: ہندوستان (اسلامی ہند و عہد انگریزی کا ہندوستان)
باب دوم: اس باب کو تین فصول پر تقسیم کیا گیا ہے۔
فصل اول: قیام پاکستان کا مقصد، وپس منظر قائد اعظم محمد علی جناح
و قائدین تحریک آزادی کے بیانات و خیالات کی روشنی میں
فصل دوم: پاکستان میں نفاذ حدود کی کوششیں
فصل سوم: نفاذ حدود بعہد ضیاء الحق کا تنقیدی جائزہ
(حدود آرڈیننس، آٹھویں ترمیم، شریعت بل، اور نفاذ حدود کے اداروں کی کارکردگی)
نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے کی امکانی صورتیں / تجاویز، تمہ / خلاصہ بحث

موضوع پر کام شروع کیا تو خیال تھا کہ اہل علم کی رہنمائی اور مکتبات تک رسائی اس کام میں بہت حد تک معاون ثابت ہوگی اور بہت جلد کام مکمل ہو جائے گا مگر میدان میں اترے تو تمام اندازے غلط ثابت ہوئے۔

اہل علم سے موضوع کے سلسلہ میں مشورہ و رہنمائی کے لئے رابطہ شروع کیا تو معلوم ہوا کہ ہم نے اس موضوع پر کام شروع کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، ملکی سطح کے بعض معروف اسکالرز اور علماء کرام نے پذیرائی کی بجائے حوصلہ شکنی کی، اکثر نے موضوع بدلنے کا مشورہ دیا، بعض نے اپنے مشاہدات و تجربات بیان کئے کہ فلاں فلاں صاحب نے اس موضوع پر کام شروع کیا تھا مگر کامیاب نہیں ہوئے۔

اسی عرصہ میں مصر، لیبیا اور سعودی عرب کا سفر پیش آیا اور تینوں ملکوں کی معروف جامعات کے اساتذہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، موضوع پر بات ہوئی، اکثر نے تحسین کی اور موضوع کو انتہائی اہم قرار دیتے ہوئے زبردست حوصلہ افزائی کی، بعض نے تو یہاں تک پیش کش کی کہ اگر عربی میں لکھا جائے تو وہ اس کی طباعت کا پیشگی ذمہ لیتے ہیں، مگر موضوع پر مواد کے سلسلہ میں وہاں سے بھی کوئی قابل ذکر رہنمائی نہ مل سکی، تاہم جامعہ ازہر مصر، جامعہ ام القری مکہ المکرمہ، کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ، امام محمد بن سعود یونیورسٹی دمام اور جامعہ عین شمس قاہرہ کے علاوہ لیبیا کی جامعہ الفاتح اور کلیۃ الدعوۃ کی ریسرچ لائبریریز دیکھنے کا موقع ملا اور حیرت ہوئی

marfat.com

کہ ان تمام جامعات میں حدود کے فقہی مباحث پر تو بیشمار مقالہ جات لکھوائے گئے ہیں مگر تاریخ حدود پر کوئی کام نہیں ہوا' چنانچہ یہ جان کر مزید ہمت بندھی کہ موضوع زیر بحث واقعی اچھوتا اور قابل تحقیق ہے اور اسلامی دنیا میں اب تک اس موضوع کے حوالہ سے اس نوعیت کا کام نہیں ہوا لہٰذا اسے بطور چیلنج قبول کرتے ہوئے اس پر کام ہونا چاہیے۔

مجھے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ میں نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے موضوع پر انتہائی جامع مانع کتاب لکھی ہے اور تاریخ کا کوئی گوشہ میری نظروں سے اوجھل نہیں رہا' چودہ صدیوں کی تاریخ کھنگال کر نفاذ حدود کے وقائع کو قلمبند کرنے کا کام ایسا ہی ہے جیسے دریا کو کوزہ میں بند کرنا' چنانچہ میں نے دستیاب مواد سے صرف نفاذ حدود کے تاریخی ثبوت فراہم کئے ہیں اور اجرائے حد کے واقعات جمع کرنے کا کام' گائیڈ لائن مہیا کر کے' مستقبل کے محققین کے لیے چھوڑ دیا ہے' موضوع اس قدر وسیع ہے کہ اس کی ہر ہر فصل مستقل تحقیقی مقالات کا موضوع بن سکتی ہے۔ میں نے اہم ترین قدیم و جدید مراجع و مصادر سے انتہائی عرق ریزی سے مواد اخذ کیا ہے اور جدید ترین قواعد تحقیق کی پابندی کے ساتھ اسے ترتیب دینے کی پوری پوری کوشش کی ہے' اور یوں اسلامی کتب میں ایک نئی تحقیقی کاوش کا اضافہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

میں اللہ رب العزت کے حضور سر بسجود ہوں کہ اس کی رحمت بے پایاں نے مجھے تاریخ کا یہ قرض چکانے کی توفیق بخشی۔

انتخاب موضوع' مواد کی فراہمی' مقالہ کی تیاری اور تسوید و تبییض مسودہ کے مراحل میں جن مشفق احباب کا تعاون حاصل رہا ان کا شکریہ ادا نہ کرنا "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" کے مصداق شکر پروردگار میں دانستہ کمی کا باعث ہو گا' لہٰذا میں پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد سابق ڈین کلیہ معارف اسلامی و مدیر مرکز الشیخ زاید الاسلامی جامعہ کراچی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے موضوع کے انتخاب سے کتاب کی طباعت تک ہر ہر مرحلہ پر میری رہنمائی فرمائی۔ قابل صد احترام ڈاکٹر احمد حسن' سے موضوع کی پذیرائی اور استاذ محترم ڈاکٹر عبدالجواد خلف' کی مسلسل حوصلہ افزائی نے موضوع پر قائم رہنے اور مواد کے سلسلہ میں شدید دشواریوں کے باوجود ثابت قدم رہنے کی ہمت بخشی۔

فراہمی مواد کے سلسلہ میں سب سے زیادہ احسان مند ہوں محسن علم و آگہی جناب حکیم محمد سعید صاحب کا کہ جن کے بیت الحکمۃ نے کروڑوں روپے مالیت کی کتابیں بلا معاوضہ استفادہ کے لیے فراہم کر کے مجھ ایسے تلاشوں کے لیے بھی علم و حکمت کے ہفت ابواب وا کر رکھے ہیں' میں جناب حکیم نعیم الدین زبیری' جناب رشید الدین (مرحوم)' جناب اختر علی' منتظمین بیت

marfat.com

الحکمہ' ومولانا فضل القدیر ندوی شعبہ تحقیق مدینہ الحکمت کا بھی ممنون ہوں کہ جن کا "ہمہ روانہ" تعاون بیت الحکمتہ کے پرسکون ماحول میں باعث تسکین و روح افزاء رہا۔

تحریک پاکستان اور حضرت قائداعظم کے حوالہ سے تحقیقی مواد کی فراہمی جناب خواجہ رضی حیدر' ڈپٹی ڈائریکٹر قائداعظم اکیڈمی کراچی کے تعاون سے ممکن ہوئی۔ فقہی مباحث سے متعلق رہنمائی کے سلسلہ میں' منبع علم و دانش' جناب مولانا محمد طاسین صاحب کی "علمی مجلس" میں آغاز کار ہی سے حاضری رہی اور موصوف نے ہمیشہ انتہائی شفقت و محبت سے نوازا۔

محقق عصر استاذ گرامی قدر علامہ حافظ مفتی سید شاہ حسین گردیزی کے در علم سے وابستگی نے ہمیشہ محو پرواز رہنے کی قوت عطا کی اور حقیقت تو یہ ہے کہ:

"جمال ہم نشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"

ممدوح محترم کا شکریہ الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش شکریہ کی مستحق ہیں کہ ان کے مجموعہ مقالات "اردو میں اصول تحقیق-" - "1" اور "اصول تحقیق" - "2" مرتبہ برائے ایم فل اسلامیات' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے تکنیکی معاملات میں میری بھرپور مدد کی' علاوہ ازیں مندرجہ ذیل تحقیقی مقالات سے بھی فنی امور میں رہنمائی ملی:

1- برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ'ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

2- احکام الجریہ والعقوبتہ فی الشریعۃ الاسلامیۃ (دراستہ مقارنہ)
ڈاکٹر محمد ابو حسان' جامعہ القدیس یوسف' بیروت۔

The Significance of Sunnah and Hadith and their early documentation - 3

ڈاکٹر امتیاز احمد (سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ کراچی)

Early Development of Zakat Law And Ijtihad during the first century A.H - 4

ڈاکٹر اختر سعید صدیقی' (ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ کراچی)

5- صدر اسلام کے سیاسی و اجتماعی اداروں پر عرب جاہلیت کے سیاسی و اجتماعی نظام کے اثرات'
ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی (اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور)

1- ایم سلطانہ بخش' اردو میں اصول تحقیق' (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان 1986ء)

2- ایم سلطانہ بخش' اصول تحقیق' برائے ایم فل اسلامیات' (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' سن ندارد)

marfat.com

6- فارابی غزالی اور ابن خلدون کے تعلیمی نظریات کا تنقیدی و تقابلی جائزہ' ڈاکٹر عاشق مصطفیٰ' پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

میں ان تمام اساتذہ کرام و احباب کا مشکور ہوں جنھوں نے مجھے مذکورہ بالا مقالات عنایت کئے۔

بحث و تحقیق کے پانچ سال سے زائد عرصہ میں جن جن مکتبات سے میں نے رجوع کیا میں ان سب کی انتظامیہ و امناء کا شکر گزار ہوں اگرچہ ان سب کا احاطہ یہاں ممکن نہیں تاہم بعض مکتبات جن سے مواد کا قابل ذکر حصہ دستیاب ہوا وہ حسب ذیل ہیں:-

مکتبہ مرکز الشیخ زائد الاسلامی' جامعہ کراچی
مکتبہ خالد اسحاق ایڈووکیٹ۔ کراچی
مکتبہ انجمن ترقی اردو۔ کراچی
مکتبہ قائداعظم اکیڈمی' کراچی'
مکتبہ قائداعظم' دی مال لاہور
مکتبہ جامعہ الاسلامیہ العالمیہ اسلام آباد'
مکتبہ اسلامی نظریاتی کونسل' اسلام آباد
مکتبہ مرکزیہ' جامعہ کراچی
مکتبہ موتمر العالم السلامی' کراچی
مکتبہ دار العلوم کورنگی' کراچی
مکتبہ دیال سنگھ مرکز تحقیق' لاہور
مکتبہ جامعہ پنجاب۔ لاہور
مکتبہ وفاقی شرعی عدالت' اسلام آباد

مرکز الملک فیصل للبحوث الاسلامیہ' الریاض' کے سیکرٹری جنرل جناب ڈاکٹر زید' عبدالمحسن الحسین' مکتبہ البنک الاسلامی للتنمیہ کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر حلمی محمد فودہ کا بطور خاص مشکور ہوں کہ انہوں نے بعض انتہائی اہم مصادر و مراجع کی نقول مہیا کر کے تحقیقی عمل میں علمی معاونت کی۔ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے ڈائریکٹر جناب محمد نعیم اشرف اور جناب محمد فہیم اشرف کے تعاون کے بغیر اس کتاب کا فنی اخراج دشوار تھا' فجزاھما اللہ خیرا۔

جناب طارق رحمٰن ڈائریکٹر فضلی سنز کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کو (جو دراصل میرا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے) طباعت کے مراحل سے بحسن و خوبی گزار کر قارئین و اہل علم تک پہنچانے کا احسان کیا ہے۔

آخر میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا بھی فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے ہر ہر گام پر میری حوصلہ افزائی کی' اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا اور دعاؤں سے نوازا۔

واللھم لک الشکر فی اولہ و آخرہ وانت الذی لا نستطیع ان نودی حق شکرک مھما شکرنالک یارب ......

نور احمد شاہتاز

دسمبر 1997ء

marfat.com

تمہید

Hudood-حدود

(حد کی لغوی بحث اور اس کے مفاہیم)

حد کا لغوی مفہوم:

حدود عربی زبان کا لفظ ہے یہ جمع ہے اور اس کا مفرد حد ہے' حد کا مادہ "ح-د-د" ہے یعنی حد "1" یہ ایک کثیر المعنی لفظ ہے' عربی لغت میں حد کے معنی ہیں' الفصل' الحاجز' منتہیٰ الشئ' الطرف' رق الشفرہ' الدفع' المنع' تمیز الشئ' عن الشئ' "2" وغیرہ۔

یعنی سرحد' باڑھ' کسی شی کی انتہا' طرف' کنارہ' سرا' دھار' مانع' کسی چیز کا دفع کرنا' اس سے بچنا' کسی شی کو دوسری شی سے الگ کرنا' پہچاننا' وغیرہ۔

انگلش میں حد کے معنی ہیں:

An Impediment, Hinderance, withholding, A Restraint, A debaring, Inhibition, Prevention, Forbiddance, Prohibition, or Interdiction, Definition

فرانسیسی میں حد کے معنی ہیں:

Terme اور, Definition, Limite,

لاطینی میں حد کے معنی ہیں:

Limits اور Definition, Terminus

"3" Limes, و

---

1. ابن منظور' ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی المصری' لسان العرب' (قم' ایران: نشر ادب الحوزة 1405ھ) ص 2: 709 - (نیز- لوئس معلوف' المنجد' (بیروت: المطبعہ الکاثو لیکیہ' 1956ء) ص 170

2. الزبیدی' مرتضیٰ حسین حنفی تاج العروس' (مصر: مطبعہ الخیریہ' 1306ھ) ص 2: 331

3- E.W Lane مدالقاموس Lexicon (لاہور: سن ندارد)' ص 2: 524

و جمیل صلیبا' المعجم الفلسفی' (بیروت: دار الکتاب اللبنانی' 1982ء) ص 1: 446' 1: 450

marfat.com

تیز دھار آلہ یا چھری چاقو یا تلوار وغیرہ کی دھار کو بھی حد کہا جاتا ہے "1"
شراب کی تیزی بھی حد کہلاتی ہے جیسا کہ اعشیٰ کے اس شعر میں لفظ حد انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وکأس کعین الدیک باکرتُ حدھا   بفتیان صدق والنواقیس تُضرب "2"

یعنی شراب سے بھرے ہوئے بہت سے جام جو مرغ کی آنکھ کی مانند سرخ تھے' ان کی تیزی و تندی کو سب سے پہلے میں نے ہی اپنے سچے رفقاء کے ساتھ ملکر توڑا جبکہ ناقوس بج رہے تھے۔

حد کے معنی روکنے اور منع کرنے کے بھی ہیں (الحد : المنع) "3" اگر یہ کہا جائے کہ " حددت فلانا عن الشر" تو اس کے معنی ہونگے:

I Prevented or Saved such a Person from falling into evil.

یعنی میں نے فلاں کو برائی سے روک دیا' یا منع کر دیا "أی مَنَعته عَنه"

نابغہ ذبیانی نے اپنے ایک شعر میں مادہ حد کو انہی معنوں میں استعمال کیا ہے:۔

الا سلیمان اذ قال الالٰہ لہٗ   قم فی البریۃ فَاحدُدھا عن الفند "4"

چونکہ حد کے معنی، رکنے منع کرنے یا منع ہونے کے ہوتے ہیں' اس لئے عدت گزارنے والی عورت کو "المحدمن النساء" یا "المحدۃ المعتدہ" کہا جاتا ہے کہ اس نے عدت کی وجہ سے اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے روک لیا ہوتا ہے یا دنیاوی نعمتوں کا استعمال وہ اپنے لئے (حرام) منع کر لیتی ہے "5" حدیث نبوی (ﷺ) میں مادہ حد رکنے یا منع ہونے کے معنی میں اس طرح استعمال ہوا ہے:۔

1- بطرس البستانی' قطر المحیط' (بیروت: مکتبہ لبنان ساحہ ریاض الصلح' سن ندارد)' ص 370

2- ابن منظور' لسان العرب' ص 2: 801

3- ایضاً - ص 2: 799' ولوئس معلوف' المنجد' ص 120

4- ایضاً - ص 2: 801

5- اللسان' ج 2: ص 801

marfat.com

"..... لا یحل لِاَحدان تحد علی میت اکثر من ثلاثۃ ایام الا المراۃ علی زوجھا فانھا تحد اربعۃ اشھر..." "1"

قید خانہ (Jail . Prison) کے دربان (Jailor) کو حداد کہا جاتا ہے کہ وہ عام لوگوں کو قید خانہ میں داخل ہونے سے اور قیدیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے "2" اس شعر میں حداد بمعنی داروغہ ہے:-

یقول لی الحداد وھو یقودنی الی السجن لا تجزع فما بک من باس "3"

جیل کا داروغہ مجھے جیل خانہ کی طرف یہ کہتے ہوئے لے جا رہا ہے کہ روؤ نہیں، تمہیں جیل میں کوئی تکلیف نہ ہوگی' داروغہ جیل کے علاوہ عام دربان' چوکیدار Gate Keeper کو بھی حداد کہا جاتا ہے۔

امام سرخسی کہتے ہیں:-

"..... املاء الحد فی اللغۃ ھو المنع و منہ سمی البواب حداداً لمنعہ الناس من الدخول......" "4"

لغت میں حد کے ایک معنی "الحاجز بین الشیئین اور الفصل بین الشیئین لئلا یختلط احدھما بالاخر او لئلا یتعدی احدھما علی الآخر" بیان ہوئے ہیں۔ "5" یعنی دو چیزوں کے مابین فاصلہ قائم کرنے والی یا رکاوٹ پیدا کرنے والی چیز تاکہ دونوں ایک دوسرے سے مل نہ جائیں یا ان میں کی ایک دوسری پر غالب نہ آجائے یا تجاوز نہ کرے' یا دونوں آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں' اور حد کے یہ معنی زیادہ مشہور و متداول ہیں۔
معجم کے مطابق لوہا بھی چونکہ اپنی سختی کی وجہ سے روک بن جاتا ہے اس لئے اسے بھی حدید کہتے ہیں "الحدید معدن معروف سمی بہ لانہ منیع"۔ "6"

1۔ بخاری' الجامع الصحیح البخاری' باب 202 حدیث 308؛ نیز' علی متقی' کنز العمال 9/27815، 27816

2۔ ابن منظور' لسان العرب 2:802' و تاج العروس' ص 331

3۔ ایضاً۔

4۔ السرخسی' شمس الدین محمد بن احمد' المبسوط (بیروت' دار المعرفۃ' 1398ھ) ص 9:36۔

5۔ تاج العروس' ص 331

6۔ احمد رضا دمشقی' معجم متن اللغۃ' (بیروت' دار مکتبۃ الحیاۃ' 1985ء) ص 2:42

marfat.com

گویا حد ایسی رکاوٹ یا روک کا نام ہے جو دو چیزوں کو ایک دوسرے سے ملنے اور مخلط ہونے نہ دے' زمین و مکان کی حدود کو اس لئے حدود کہا جاتا ہے کہ وہ دو یا دوسے زاید افراد' اشخاص' ممالک اور مالکین کی ملکیت کی ابتداء و انتہاء کو ظاہر کرتی ہیں اور ایک کو دوسرے کی ملکیت میں مداخلت و تصرف سے باز رکھتی ہیں' چنانچہ اسی سے حدود الارض یا حدود الحرم کے الفاظ عبارت ہیں۔

حد پڑوس کے معنی میں بھی مستعمل ہے جیسے "فلان حدید فلان" اذا کان دارہ الی جنب دارہ او ارضہ الی جنب ارضہ "1" "فلاں شخص فلاں کا پڑوسی ہے جبکہ اس کا گھر اس کے پڑوس میں ہو یا اس کی زمین اس کی زمین سے متصل ہو۔

"داری حدیدة دارہ" کے معنی ہوتے ہیں "حدھا الی حدھا" یعنی میرا گھر اس کے گھر کے پڑوس میں ہے' یا اس کی حد اس کی حد سے ملتی ہے "2"

حد کے ایک معنی پھیر دینے کے بھی ہوتے ہیں یعنی خیر و شر کا پھیر دینا (ٹال دینا) جیسا کہ حَدّاللہ عَنّا شر فلان حداً کے معنی ہوں گے:۔

May God repel evil from us or the evil or mischief of such a One From US. (3)

کہ اللہ ہم سے فلاں کا شر پھیر دے' ٹال دے یا دفع کر دے یا ہٹا دے۔

عرب جب یہ کہتے ہیں کہ ھذا امر حدود تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ یہ کام ممنوع ہے یا حرام ہے اور اس کا کرنا جائز یا حلال نہیں (ای لا یحل ارتکابہ) "4"

زید بن عمرو بن نفیل نے کہا ہے کہ:۔

لَا تعبدنّ الٰھاً غیر خالقکم وان دُعیتم فقولوا : دونہ حدد "5"

---

1 - الزبیدی' تاج العروس' 331:2' و ابن منظور - لسان العرب' 799:2

2 - ابن منظور - لسان' 799:2

3 - مد القاموس' E.W.Lane, Lexicon Vol:2P. 524

4 - ابن منظور' لسان العرب' 2: 81

5 - ایضاً

marfat.com

(اپنے خالق کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' اور اگر تمہیں غیراللہ کی پرستش کی دعوت دی جائے تو کہو کہ اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا ممنوع ہے' حرام ہے)

مجرم کی سزا کو بھی حد اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مجرم کو' اور عمل اطلاق سزا کا مشاہدہ کرنے والوں کو آئندہ جرم کرنے سے روکتی ہے۔ "1"

سنگین جرائم میں ماخوذ مجرم کو جرم قتل حد کی سزا دینا اقامۃ الحد کہلاتا ہے' یعنی اگر یوں کہا جائے کہ اقمت علی السارق الحد تو اس کے معنی ہوں گے:۔

Inflicted upon the theif the castigation or punishment و

کہ میں نے چور کو حد لگا دی یعنی اسے سزا دے دی' حد لگانے والے کو "حداد" کہا جاتا ہے۔ "2"

کسی جامع و مانع لفظ کو بھی حد کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں صرف اسی شی کے معنی موجود ہوتے ہیں جس کے لئے وہ استعمال ہوا' اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کے معنی اس میں داخل نہیں ہوتے' جیسا کہ امام سرخسی نے بھی لکھا ہے کہ:۔

"....وسمی اللفظ الجامع المانع حداً لانہ یجمع معانی الشیء ویمنع دخول غیرہ فیہ..."3"

کسی جامع مانع لفظ کو حد اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کسی چیز کے تمام معانی جمع ہوتے ہیں اور وہ کسی اور لفظ کو اپنے اندر داخل نہیں ہونے دیتا۔

1۔ الکاسانی' بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع' مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری' لاہور' 1987ء' ص 33:7

2۔ الزبیدی' تاج العروس' 331:2 ؛ E.W.Lane: Lexicon, Vol:2 P:524

3۔ السرخسی' المبسوط' ص 36:9

marfat.com

حد کا اصطلاحی مفہوم

جیسا کہ حد کے لغوی مفہوم سے واضح ہے کہ حد وہ Dead Line' انتہا یا رکاوٹ ہے کہ جس سے تجاوز کرنا منع ہو' چنانچہ حدود اللہ کی اصطلاح ایسے ہی امور کے لیے وضع شدہ ہے کہ جن سے تجاوز کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ بوضاحت حدود اللہ سے مراد وہ امور ہیں کہ جن کی حلت و حرمت اللہ رب العزت نے بیان فرمادی ہے' اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ہے کہ:-

"... تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا..."1" "... تلک حدود اللہ فلا تقربوھا..."2"

یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو' یا یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کی خلاف ورزی کے قریب بھی مت جاؤ لہٰذا یہ طے ہوا کہ جو ان حدود سے تجاوز کرے گا وہ مستوجب سزا ہو گا' اور ایسے امور جن سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا ہے اور بصورت تجاوز ان کی سزا بھی اللہ نے مقرر کر دی ہے وہ قابل حد ٹھہریں گے۔

قدیم لغت نویس الازھری کہتے ہیں کہ حدود اللہ دو طرح کی ہیں:-

1- ایک تو حلال و حرام کی وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے کھانے پینے اور ازدواجی معاملات کے سلسلہ میں مقرر فرمائی ہیں اور ان کے بارے میں اس کا حکم ہے کہ ان سے تجاوز نہ کرو۔

2- دوسری سزا کی وہ مقداریں جو بعض جرائم پر مقرر کر دی گئی ہیں' جیسے حد قذف اسی کوڑے اور حد سرقہ' قطع ید۔ "3"

فلاسفہ نے حد (Definition) کی جو تعریف کی ہے وہ اس طرح ہے:-

"... الحد فی اصطلاح الفلاسفة هو القول الدال علی ماهية الشئ' وهو تعريف كامل او تحليل تام لمفهوم اللفظ المراد تعريفه..."4"

1- القرآن' 229:2

2- القرآن' 187:2

3- ابن منظور' لسان العرب' ص 800:2

4- جمیل صلیبا' المعجم الفلسفی' ص 447:1

marfat.com

یعنی حد ایک ایسا قول ہے جو شی کی ماہیت پر دلالت کرے اور جس لفظ کی تعریف کرنا مقصود ہو اس کی مکمل تعریف یا اس کی کامل تحلیل کرے۔

منطقیوں کی اصطلاح میں حد (Term) کی تعریف یوں ہے :-

"...الحد ما تنحل الیہ القضیة..." "1" یعنی جس کی طرف قضیہ کا انحلال ہو' فقہا کی اصطلاح میں حدود سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ وہ خاص سزائیں (Specified Punishments) ہیں جو اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے پر بطور تادیب دی جاتی ہیں۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں ھدایہ وغیرہ کے حوالہ سے ہے:

"وعند الفقہاء عقوبة مقدرة تجب حقا للہ تعالی۔ فلا یسمی القصاص حدا" لانہ حق العبد والتعزیر لعدم التقدیر" (2)

علامہ شوکانی کہتے ہیں :-

"...فی الشرع عقوبة مقدرة لاجل حق اللہ فیخرج التعزیر لعدم التقدیر والقصاص لانہ حق آدمی..." "3"

شریعت میں حد اس مقررہ سزا کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر متعین کی گئی ہو' تعزیر اس سے خارج ہے کیونکہ تعزیری سزا "مقرر" (Fixed) نہیں اور قصاص بھی اس سے خارج ہے کیونکہ قصاص حق العبد ہے حق اللہ نہیں ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں حد کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ سرخسی لکھتے ہیں :-

"...وفی الشرع" الحد اسم لعقوبة مقدرة تجب حقاً للہ تعالی' ولهذا لا یسمی بہ التعزیر لانہ غیر مقدر ولا یسمی بہ القصاص لانہ حق العباد..."4"

1۔ جمیل صلیبا' المعجم الفلسفی' ص 4491

2۔ کشاف اصطلاحات الفنون ج 2 ص 23

3۔ الشوکانی' محمد بن علی' نیل الاوطار' (بیروت: دار صادر' 1981ء) ج 7' ص 93

4۔ السرخسی' المبسوط' ج 9' ص 36

marfat.com

یعنی شریعت میں حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے، اسی لئے تعزیر کو اسم حد سے موسوم نہیں کرتے کہ وہ غیر مقررہ سزا (Unspecified Punishment) ہے اور نہ ہی قصاص کو حد کا نام دیا جاتا ہے کہ وہ حق اللہ نہیں حق العبد ہے۔"1"

ابن الھمام کہتے ہیں:- "...ان الحد ھو العقوبۃ المقدرۃ شرعاً..."-"2"
کہ حد: شریعت کی مقرر کردہ سزا ہے۔

1- حق اللہ اور حق العبد کا مفہوم:
بعض جرائم کی سزاؤں کے حق اللہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ایسے جرائم کی سزائیں ہیں جن سے انسانی معاشرے میں تباہی پھیلتی ہے، بربادی رنگ لاتی ہے، نسل انسانی کی اٹھان ماری جاتی ہے، بنی نوع انسان اخلاقی زوال میں مبتلا ہو جاتی ہے، اور انسانیت سماجی ابتری کا نشانہ بن جاتی، یعنی یہ جرائم اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قدر بھیانک اور بدترین جرائم ہیں کہ ان سے صرف ایک فرد یا چند افراد متاثر نہیں ہوتے بلکہ پوری سوسائٹی ان کی زد میں آتی ہے اور پورے معاشرے کو ان سے نقصان پہنچتا ہے اور پھر جس قوم میں یہ جرائم جڑ پکڑ لیتے ہیں اسے گھن کی طرح چاٹ کر کھا جاتے ہیں۔
سزائے حد کے حق اللہ ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سزا نہ معاف ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمی بیشی یا رد و بدل ممکن ہوتا ہے، چونکہ قصاص میں مقتول کے ورثاء کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ قاتل کو معاف کر دیں اسی لئے قصاص کو حدود میں شامل نہیں کیا گیا۔
جرائم حدود کے حق اللہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں حق العبد قطعاً موجود نہیں ہوتا، بلکہ جرائم حدود میں حق اللہ کے ساتھ ساتھ حق العبد بھی موجود ہوتا ہے، مثال کے طور پر حد قذف و حد سرقہ کو لیجئے ان میں حق اللہ کے ساتھ ساتھ حق العبد بھی موجود ہے اگرچہ دونوں میں حق العبد کی تاثیر مختلف ہے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ سرقہ میں ابتداء حق العبد ہوتا ہے اور انتہاء حق اللہ، یعنی جب تک دعوی و خصومت نہ ہو تب تک یہ حق العبد ہے لیکن دعوی اور اثبات جرم کے بعد یہ خالصتاً حق اللہ بن جاتا ہے اسی لئے کسی کو معافی کا حق نہیں پہنچتا، اسی طرح حد قذف میں حق العبد جب تک دعوی نہ ہو موجود ہے مگر عدالت میں معاملہ پیش ہو جانے کے بعد درگزر کی گنجائش نہیں رہتی، جبکہ زنا، حرابہ اور شرب خمر میں صرف حق اللہ ہی ہے اسی لئے ان کی سزاؤں میں شخصی اور ذاتی پہلو مدنظر نہیں رکھا جاتا، چنانچہ اگر شراب پینے والا یوں شراب پیئے کہ اس کی مے نوشی سے کسی کو کوئی تکلیف نہ بھی پہنچے تب بھی یہ جرم قابل سزا رہتا ہے۔
مغربی فلسفہ قانون میں حق اللہ کو Public Right اور حق العبد کو private Right کہا جاتا ہے اصطلاح شریعت میں حق اللہ اس سزا کو کہا جائے گا جو مصلحت عامہ کے پیش نظر مقرر کی گئی ہو، اور ایسے جرائم کے لئے ہو کہ جن کی وجہ سے پیدا ہونے والا فساد عوام الناس کے لئے نقصان دہ ہو جبکہ اس جرم کی سزا دینے سے مجموعی طور پر معاشرے کو فائدہ پہنچتا ہو۔
عبدالقادر عودہ حق اللہ اور حق العبد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-
حق اللہ سے مراد یہ ہے کہ ایسی سزا جس کا منشا تحفظ جماعت ہو اور اس کا معاف کرنا یا اس میں تخفیف کرنا یا اس کا نفاذ روک دینا صحیح نہ ہو۔ جبکہ حق العبد سے مراد ایسی سزا جس میں فرد کو معاف کر دینے کا حق ہو۔

2- ابن ہمام، فتح القدیر، (القاہرۃ: المطبعۃ الامیریۃ، 1315ھ)، ج 5، ص 3

marfat.com

علامہ کاسانی کہتے ہیں:-

"... الحد فی الشرع عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقاً لله تعالی عز شانه بخلاف التعزير فانها ليس بمقدر قد يكون بالضرب و قد يكون بالحبس وقد يكون بغيرهما وبخلاف القصاص فانه وان كان عقوبته يجب حقاً للعبد حتى يجرى فيه العفو والصلح... "1"

یعنی، "شرعاً" حد کے معنی ہیں مقرر شدہ سزا جو اللہ تعالی کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے۔ تعزیر حد سے مختلف ہے کیونکہ وہ غیر مقرر شدہ ہوتی ہے جو کبھی تو درے مارنے "Whipping" کی صورت میں ہوتی ہے، کبھی جیل میں بند کرنے "Imprisonment" کی صورت میں اور کبھی ان دونوں صورتوں کے علاوہ، اور یہ قصاص سے بھی مختلف ہے، کیونکہ قصاص اگرچہ مقرر شدہ سزا ہے تاہم یہ حد نہیں، کیونکہ یہ بندے کا حق ہے (نہ کہ اللہ کا) اسی لئے قصاص میں معافی تلافی اور صلح روا ہیں۔

عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:-

"... حدود الشرع موانع و زواجر عن ارتكاب اسبابها والحد فی اصطلاح الفقهاء عقوبة مقدرة وجبت حقا لله تبارك و تعالى... "2"

(شرعی حدود موانع و زواجر ہیں جو ان جرائم سے باز رکھتے ہیں، جن کی یہ حدود ہیں اور فقہی اصطلاح کے لحاظ سے حد وہ مقرر امر استعین سزا ہے جو بطور حق اللہ لازم کی گئی ہو)

فقہائے حنفیہ کے علاوہ جمہور فقہاء کی اصطلاح میں حد کی تعریف یوں ہے:

"... عقوبة مقدرة شرعاً سواء اكانت حقاً لله ام للعبد... "3"

1۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، ص 33:7

2۔ الجزیری، عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، (بیروت، دار الفکر 1411ھ 1990) ج 5: ص 7

3۔ ایضاً

marfat.com

شیعہ مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ نجم الدین جعفر الحلی نے حد کی تعریف میں کہا ہے:-

"۔ کل مالہ عقوبۃ مقدرۃ یسمی حدواً وما لیس کذلک یسمی تعزیراً..."

ہر ایسا جرم جس کی سزا مقرر ہے وہ حد ہے اور جس کی سزا مقرر نہیں وہ تعزیر ہے۔

استاذ محمد ابو زہرۃ مصری کہتے ہیں:-

"۔ ان بعض ہذہ الحدود کحد الزنا و شرب الخمر حق خالص للہ تعالیٰ ای حق للمجتمع و بعضہا الآخر مثل حد القذف فیہ حق للہ و حق للعبد' ای انہ یشترک فیہ الحق الشخصی والحق العام۔" (1)

(بعض حدود جیسے حد زنا اور شرب خمر تو خالص حق اللہ' یعنی سوسائٹی کا حق ہیں لیکن بعض دیگر جیسے حد قذف تو اس میں حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی' کہ اس میں حق شخصی اور حق عام شامل ہے)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار جناب A.M.Goichon تعریف حد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"_ In a narrow meaning Hadd has become the technical-term of the punishment of certain acts which have been forbiddin or sanctioned by punishment of the kuraan and have thereby become crimes against religion_" (2)

مختصر الفاظ میں حد مختلف نوعیت کے جرائم کی سزا کے لئے ایک تکنیکی اصطلاح ہے جو کہ قرآنی نص سے مشروط ہے' لہٰذا یہ جرائم خلاف مذہب میں شمار ہوتی ہے۔ آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہیں:-

"_ The hadd is a right or claim fo Allah, therefore no pardon or amicable settlement is possible once the case has been brought before the Kadhi_" (3)

1- ابو زہرہ مصری' الجریمہ والعقوبہ فی الفقہ الاسلامی' (کراچی: ادارۃ القرآن' 1407ھ / 1987ء) ص 64

2- A.M. Goichon, Encyclopaedia of Islam Vol.iii, P.20.

3- A.M. Goichon. Encyclopaedia of Islam. Vol: III. P.20

marfat.com

یعنی حد حق اللہ ہے لہٰذا جب ایک بار مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش ہو جائے تو پھر اس میں کسی قسم کی صلح یا معافی نہیں ہو سکتی۔

لفظ حد قرآن کریم میں:

قرآن کریم میں لفظ حد جمع (حدود) کی صورت میں آیا ہے اور چودہ مرتبہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے'

سورہ بقرہ میں ہے:

"...ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا "1"

(اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو' یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا)

اس آیہ طیبہ میں لفظ حد "الحاجز بین الشیئین" کے معنی میں ہے' امام فخرالدین رازی کہتے ہیں:-

"...من کان فی طاعۃ اللہ والعمل بشرائعہ فھو منصرف فی حیز الحق' فنھی ان یتعداہ لان من تعداہ وقع فی حیز الضلال' ثم بولغ فی ذلک فنھی ان یقرب الحد الذی ھو الحاجز بین حیز الحق والباطل۔" "2"

(یعنی: جو اللہ کی اطاعت میں ہو گا اور اس کے اوامر (قوانین) پر عمل پیرا ہو گا تو وہ تو حق کے دائرہ کار میں ہے' چنانچہ اسے اس دائرہ سے تجاوز کرنے اور باہر آنے سے منع کیا' کیونکہ جو کوئی حق کے دائرہ سے تجاوز کرے گا' تو وہ گمراہی کی حدود میں داخل ہو گا' پھر اس میں مبالغہ کرتے ہوئے سختی سے منع کیا کہ اس حد کے قریب بھی نہ جانا جو حق و باطل کے مابین حائل ہے۔)

1۔ القرآن 2: 187

2۔ رازی' فخرالدین الامام' تفسیر کبیر' (بیروت: سن ندارد) 126:5

marfat.com

سورہ بقرہ میں دوسری جگہ ایک ہی آیت میں لفظ حد چار مرتبہ استعمال ہوا ہے:-

"...الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولا یحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموھن شیئاً الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ، تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون..." "۱"

(طلاق دو مرتبہ ہے پھریا تو عورت کو روک لیا جائے یا بہتر طریقے سے اسے فارغ (رخصت) کر دیا جائے، اور رخصت کرتے وقت تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو، البتہ یہ صورت اس سے مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کا حکم قائم نہ رکھ سکنے کا اندیشہ ہو، ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں (زوجین) حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرلے، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں)

اس آیت طیبہ میں لفظ حد، مانع، روک Dead Line اور Limit کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسی سے متصل آیت میں لفظ حدود، دو مرتبہ یوں مذکور ہے:-

"...فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ، فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللہ، وتلک حدود اللہ یبینھا لقوم یعلمون..."2"

یعنی، پھر اگر دوبارہ طلاق دینے کے بعد شوہر نے تیسری بار طلاق دے دی تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دے دے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ وہ حدود اللہ پر قائم رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کی ہدایت کے لئے واضح کر رہا ہے جو (اس کی حدوں کو توڑنے کا) انجام جانتے ہیں۔

1۔ القرآن: 229:2

2۔ القرآن: 230:2

marfat.com

اس آیت میں بھی لفظ حدود احکام' "Limits" موانع اور Dead Lines ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سورۃ النساء میں لفظ حدود' دو آیتوں میں مذکور ہے' پہلی آیت ہے:۔

"... تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یُدخلہ جنّات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا و ذلک الفوز العظیم..." "1"

یعنی: یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں' جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا' اسے اللہ ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہے گا' اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اسی سے متصل آیت یوں ہے:۔

"...ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ'
یُدخلہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین..." "2"

(اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کر جائے گا تو اسے اللہ تعالیٰ آگ میں ڈلوائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن سزا ہے۔)

اس آیت مبارکہ میں بھی حدود سے مراد اللہ کی مقرر کردہ Dead Lines، Limits احکام یا موانع ہیں کہ جن سے تجاوز کرنا باعث عذاب قرار دیا گیا ہے۔

سورہ التوبہ میں لفظ حدود آیت نمبر 97 میں ہے:۔

"...الاعراب اشد کفراً و نفاقاً و اجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ واللہ علیم حکیم" "3"

(یعنی: یہ عرب گنوار کفر و نفاق میں زیادہ سخت (پختہ) ہیں اور اس امر کے امکانات زیادہ ہیں کہ وہ اس دین کی حدود سے ناواقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ وسلم پر نازل کیا ہے اور اللہ جاننے والا صاحب حکمت ہے)

1۔ القرآن 13:4

2۔ القرآن 14:4

3۔ القرآن 97:9

marfat.com

یہاں بھی لفظ حدود بمعنی Limits استعمال ہوا ہے۔"

اسی سورۃ التوبہ ہی کی آیت نمبر112 میں لفظ حدود یوں آیا ہے:۔

"اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ "1"

(یعنی: اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے اس کی بندگی بجا لانے والے' اس کی تعریف کے گن گانے والے اور اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے' اس کے آگے رکوع کرنے والے' بدی سے روکنے والے' اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے بیع کا معاملہ کرتے ہیں) اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مومنوں کو خوشخبری دے دو)

سورۃ المجادلہ میں لفظ حدود اس طرح آیا ہے:۔

"۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔" "2"

یعنی' اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بیوی) ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں' اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے' یہ حکم اس لئے ہے کہ تم خدا اور رسول کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ خدا کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے درد ناک عذاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں اور سابقہ آیت میں لفظ حدود 'احکام' موانع یا رکاوٹ اور Limits کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سورۃ الطلاق میں لفظ حدود اس آیت طیبہ میں ہے:۔

"۔ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔" "3"

1۔ القرآن: 112:9

2۔ القرآن: 4:58

3۔ القرآن: الطلاق: 1

marfat.com

یعنی: نہ تم ان کو گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں' یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں' اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر خود ظلم کرے گا۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں یہاں حدود اللہ کے معنی فرائض اللہ لکھے ہیں (دیکھئے تفسیر قرطبی 3/153) جبکہ علامہ ابن کثیر نے حدود اللہ کے معنی شرائع اللہ بیان کیے ہیں۔

لفظ حد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی احادیث مبارکہ میں کئی مقامات پر لفظ حد مفرد و جمع دونوں طرح سے استعمال ہوا ہے' وہ تمام احادیث جن میں لفظ حد استعمال کیا گیا ان کا بیان یہاں بیجا تطویل کا باعث ہوگا' تاہم ان میں سے بعض ایسی احادیث جن میں لفظ حد یا حدود معروف اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے' ذکر کی جاتی ہیں۔ تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ حدود کا اصطلاحی' فقہی و قانونی مفہوم عہد رسالت میں بالکل واضح تھا۔

۱- "... عن عائشة رضی الله عنها ان قریشا اهمهم شان المخزومية التی سرقت فقالوا من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم' فقالوا ومن يجترى عليه الا اسامة حب رسول الله صلى الله عليه وسلم' فكلمه اسامة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم" اتشفع فی حد من حدود الله ثم قام فاختطب فقال:

"ايها الناس انما هلک الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه' واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد' والله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها۔"1

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش نے اس مخزومیہ عورت کے معاملہ کو بہت اہمیت دی جس نے چوری کی تھی' انہوں نے آپس میں کہا کہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا؟ اس پر کسی نے کہا کہ یہ ہمت سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اسامہ کے کون کر سکتا ہے' چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی' آپ نے فرمایا: کیا تم حدود اللہ میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:۔

1۔ صحیح البخاری' 16:7 الحدود' کراہیۃ الشفاعۃ فی الحد
وصحیح مسلم' 3:115-1 النہی عن الشفاعۃ فی الحدود
وسنن ابی داؤد' 2:222- الحد یشفع فیہ

marfat.com

"اے لوگو! تم سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک کی گئیں کہ ان میں سے اگر کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے' قسم بخدا اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا)

2- "... عن ابن عباس رضی الله عنهما ان هلال ابن امية قذف امرأته عند النبی صلی الله علیه وسلم بشریک ابن سحماء فقال النبی صلی الله علیه وسلم البینة او حد فی ظهرک فقال یا رسول الله اذا رای احدنا علی امرأته رجلا ینطلق یلتمس البینة؟ فجعل رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول 'البینة' والا حد فی ظهرک..."''1''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہلال ابن امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اپنی بیوی پر شریک بن سماء کے ساتھ ملوث ہونے کی تہمت لگائی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثبوت لاؤ' یا اپنی پشت پر حد لگواؤ' انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھ کر بھی ثبوت کی تلاش میں نکل جائے؟ مگر آپ نے یہی فرمایا کہ ثبوت لاؤ یا اپنی پشت پر حد (قذف) لگواؤ۔

3- "... عن عبدالله ابن عمرو بن العاص رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب..." "2"

(حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں حدود کے بارے میں در گزر کرو کیونکہ جب حد (کا جرم) مجھ تک پہنچ جائے تو حد (سزا) واجب ہو گئی۔)

4- "... عن ابی بردة ابن نیار' رضی الله عنه قال' قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

1- صحیح البخاری' 3 :160' الشہادات' باب اذا ادعی او قذف فلہ ان یلتمس البینۃ'

نیز سنن ابی داود' 1 :352' الطلاق' باب فی اللعان۔

نیز الجامع الترمذی 5 :331

2- سنن ابی داود 2 :223 العفو عن الحدود مالم تبلغ الحدود السلطان

marfat.com

لا يجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود الله۔" "1"

(ابو بردة بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں دس سے زائد کوڑے نہ مارے جائیں)

5۔ "۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه يقول' قال رسول الله صلی الله عليه وسلم حد يعمل فی الارض خير لاهل الارض من ان يمطروا ثلاثين صباحاً" "2"

(حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کسی حد پر عمل کیا جانا اہل زمین کے لئے تیس دن کی بارش سے زیادہ باعث خیر ہے)

6۔ "۔ عن زيد بن خالد الجهنی رضی الله عنه قال سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يامر فيمن زنی ولم يحصن جلد مائة و تغريب عام۔" "3"

(حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زانی کے بارے میں جو محصن نہ ہو یہ حکم فرماتے ہوئے سنا کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔)

7۔ "... عن البراء ابن عازب رضی الله عنه قال: مر علی النبی صلی الله عليه وسلم يهودی محمما مجلوداً فدعاهم صلی الله عليه وسلم فقال:

"هكذا تجدون حد الزانی فی كتابكم؟"

قالوا نعم'

فدعا رجلا من علمائهم فقال: انشدك بالله الذی انزل التوراة علی موسی (عليه السلام)' اهكذا تجدون حد الزانی فی كتابكم؟

قال لا' ولو لا انك نشدتنی بهذا لم اخبرك نجده الرجم' ولكنه كثر فی اشرافنا فكنا اذا اخذنا الشريف تركناه' واذا اخذنا الضعيف اقمنا عليه الحد' قلنا تعالوا فلنجتمع علی

1۔ الجامع الترمذی' 63:4' ما جاء فی التعزیر'
نیز صحیح البخاری' 8:118' التعزیر والادب'
نیز صحیح مسلم 1333:3 باب اسواط التعزیر
2۔ مسند احمد بن حنبل 2:2 362، 402
3۔ صحیح البخاری 8:28' الحدود

marfat.com

شئی نقیمه علی الشریف والوضیع فجعلنا التحمیم والجلد مکان الرجم' فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم:

اللھم انی اول من احیا امرک اذا ماتوہ' فامر بہ فرجم' فانزل الله عزوجل:

"۔ یاایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر الی قوله تعالی: ان اوتیتم ھذا فخذوہ (المائدۃ :۴۱) یقول ائتوا محمدا صلی الله علیه وسلم فان امرکم بالتحمیم والجلد فخذوہ' وان افتاکم بالرجم فاحذروا۔

فانزل الله تعالی: ومن لم یحکم بما انزل الله فاؤلئک ھم الکافرون (المائدۃ ۴۴)

ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک ھم الظالمون (المائدۃ ۴۵)

ومن لم یحکم بما انزل الله فاؤلئک ھم الفاسقون (المائدۃ :۴۷)

فی الکفار کلھا۔" ۔ "۱"

(حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک یہودی پر نظر پڑی جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور اسے کوڑے لگائے گئے تھے' آپ نے یہودیوں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ کیا تم اپنی کتاب میں زنا کی حد اسی طرح پاتے ہو؟

انہوں نے کہا جی ہاں' آپ نے ان کے ایک عالم کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات نازل کی' کیا تمہاری کتاب میں زانی کی حد یہی ہے' اس نے کہا نہیں' اور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا' درحقیقت ہماری کتاب میں رجم ہے'

لیکن جب ہمارے معزز لوگوں میں اس جرم کی زیادتی ہو گئی تو جب ہم کسی معزز شخص کو پکڑتے تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد جاری کرتے' پھر ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم ایک سزا طے کر لیں جو معزز اور کمزور سب کو دے سکیں' چنانچہ ہم نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنا اور کوڑے مارنا سزا مقرر کر لی۔

اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ میں پہلا شخص ہوں کہ جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وہ اسے فراموش کر چکے تھے پھر آپ نے حکم دیا اور رجم کیا گیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی ......

یا ایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر ...... سے " ان اوتیتم ھذا فخذوہ "تک (المائدۃ :۴۱) یعنی انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلو اگر وہ کوڑے مارنے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیتے ہیں تو درست' اور اگر رجم کا حکم دیتے ہیں تو اس سے احتراز کریں گے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو جاری نہیں کرتے وہ کافر' ظالم' اور فاسق ہیں (المائدہ ۴۴ - ۴۵ - ۴۷)

۱- صحیح مسلم' کتاب الحدود' باب 557: 4326

marfat.com

مذکورہ بالا احادیث میں حد اور حدود سے متعلق وارد تصریحات سے یہ بات عیاں ہے کہ دور نبوت میں حد کا یہ مفہوم بالکل واضح تھا کہ :

حد کسی جرم کی وہ سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر اور متعین کی ہو' حد کی سزا قابل معافی نہیں اور نہ اس میں کسی کی سفارش قابل قبول ہے' نیز حد کے مرتکب کی سماجی عزت و وقار اور مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر حد کی سزا ہر اس شخص پر جاری ہو گی جو اس کا ارتکاب کرے گا۔ حد کا جرم ثابت کرنے کے لیے مقررہ بینہ (گواہی) لازمی ہے اور حد کا جرم جب عدالت میں ثابت ہو جائے تو اس سے درگزر یا چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔

تعداد جرائم حدود:

فقہاء نے بالعموم پانچ جرائم کو جرائم قابل حد قرار دیا ہے۔ "1" اور وہ درج ذیل ہیں:

1- حد زنا
2- حد قذف
3- حد سرقہ
4- حد حرابہ
5- حد شرب خمر

جرائم حدود کی تعداد کے سلسلہ میں فقہاء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے' بعض علماء کے نزدیک قابل حد جرائم کی تعداد صرف تین' بعض کے نزدیک چھ' بعض کے نزدیک سات' بعض کے نزدیک آٹھ اور بعض نے گیارہ اور بعض نے سترہ جرائم کو' جرائم حد قرار دیا ہے۔ "2"

1۔ ابراہیم آفندی اسرار الشریعۃ الاسلامیہ' (مصر: مطبعہ بولاق' سن ندارد) ص 227

نیز محمد متین ہاشمی' اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز' 1988) ص 29

نیز محمد ابو حسان' احکام الجریمۃ والعقوبۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ' (الزرقاء' اردن: مکتبۃ المنار) ص 228 - 230

2۔ جرائم قابل حد کی تعداد کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے' مذاہب مختلفہ کے نزدیک جرائم حدود کی تعداد کا یہ اختلاف ان کی حسب ذیل آراء میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مذہب حنفی:

(1) مذہب حنفی کے معروف فقیہ امام کاسانی (ابوبکر بن مسعود) کہتے ہیں' فتقول الحدود خمسۃ انواع:-

حد السرقۃ' وحد الزنا' وحد الشرب' وحد السکر' وحد القذف

marfat.com

(2) - امام عبداللہ ابوالفضل مجد الدین الموصلی اپنی کتاب الاختیار لتعلیل المختار میں پانچ جرائم کو قابل حد قرار دیتے ہیں اور وہ پانچ جرائم یہ ہیں:

الشرب' السرقہ الزنا' القذف ' اور قطع الطریق۔

(3) - علاء الدین طرابلسی حنفی نے "معین الاحکام فیما -تردد بین الخصمین من الاحکام" میں جرائم قابل حد کی تعداد آٹھ لکھی ہے' ان کے نزدیک درج ذیل جرائم قابل حد ہیں:

الشرب' السرقہ' الزنا' القذف' الحرابہ' قطع الطریق' البغاۃ' الردۃ

مذہب مالکی:

مذہب مالکی کے معروف عالم' ابن رشد "بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد" میں حسب ذیل جرائم کو جرائم حدود قرار دیتے ہیں' زنا قذف' سرقہ' شرب خمر' حرابہ۔

اسی مذہب کے ایک اور نامور بزرگ ابن جزی' نے القوانین الفقہیہ میں حسب ذیل جرائم حدود شمار کئے ہیں: زنا' قذف' سرقہ' شرب خمر' حرابہ' بغی' ارتداد۔

مذہب مالکی کے ایک اور فقیہ' الشیخ محمد محمد مسعد "دلیل السالک لمذہب الامام مالک "میں درج ذیل جرائم کو قابل حد مانتے ہیں:

البغی' الردۃ' الزنا' القذف' السرقہ' الحرابہ' شرب الخمر'

مذہب شافعی:

مذہب شافعی کے نامور عالم علامہ ماوردی نے "الاحکام السلطانیہ" میں صرف پانچ جرائم کو حدود قرار دیا ہے: 1- زنا' 2- سرقہ' 3- شرب خمر' 4- قذف - 5- الحرابہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "الوجیز فی فقہ الامام الشافعی" میں جرائم قابل حد کی تعداد اس طرح بتائی ہے:۔ البغی' الردہ الزنا' القذف' شرب الخمر' قطع الطریق' السرقہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی سترہ جرائم کو قابل حد شمار کرتے ہیں:۔ چوری' رہزنی' زنا' قذف' شراب خوری' ارتداد' بغاوت' ہم جنس پرستی' حیوانات سے جماع' ترک نماز' ترک صوم

مذہب حنبلی:۔

مذہب حنبلی کے امام ابو یعلی نے "الاحکام السلطانیہ" میں جرائم حدود' زنا' سرقہ' شرب خمر' اور قذف کو قرار دیا ہے

ابن تیمیہ "السیاسۃ الشرعیہ" میں درج ذیل جرائم کو قابل حد لکھتے ہیں:۔

الحرابہ' قطع الطریق' الزنا' القذف' شرب الخمر' السرقہ۔

المقدسی نے "العدۃ شرح العمدہ" میں جرائم قابل حد کی تعداد و ترتیب یوں بیان کی ہے:۔

marfat.com

فقہ حنفی میں چونکہ پانچ جرائم کو قابل حد تسلیم کیا گیا ہے اور راقم بھی حنفی المذہب ہے لہٰذا راقم نے صرف پانچ حدود کو موضوع بحث بنایا ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں صرف مندرجہ ذیل پانچ حدود پر ہی گفتگو ہو گی' فقہاء کی بیان کردہ تعداد جرائم حد پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں چار جرائم تو ایسے ہیں جن کی سزا صراحتاً" قرآن میں مذکور ہے'

یعنی:

حد زنا

حد قذف

حد سرقہ

اور حد حرابہ

چنانچہ ان کے حد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اور فقہاء نے بھی ان چاروں کو حد تسلیم کیا ہے' رہا معاملہ پانچویں حد' شرب خمر کا تو وہ سنت نبوی اور باجماع صحابہ ثابت ہے' ان کے علاوہ دیگر جرائم (ماسوا قتل کے) میں تعزیری سزا دی جاتی ہے۔ "1"

الزنا' القذف' السکر' السرقہ' الحرابہ' البغی' الردۃ۔

مذہب شیعہ امامیہ:

مذہب شیعہ امامیہ کے معروف عالم' جعفر بن حسن بن ابی زکریا بن سعید الحلی نے "شرائع اسلام" میں جرائم قابل حد مندرجہ ذیل جرائم کو قرار دیا ہے:۔

زنا (اور اس کے متعلقات) قذف' نشہ (سکر) سرقہ (اور اس کے متعلقات) حرابہ' اور ردہ۔

مذہب شیعہ زیدیہ:

مذہب شیعہ زیدیہ کے امام مہدی احمد بن یحیی المرتضی نے "عیون الازھار فی فقہ الائمہ الاطہار" میں درج ذیل جرائم کو حدود کہا ہے۔

الزنا' القذف' شرب الخمر' السرقہ' الحرابہ۔

1۔ مفتی محمد شفیع' معارف القرآن' ج 3 ص 136

marfat.com

اسلام کا نظام جرم و سزا اور فلسفہ نفاذ حدود

اسلام میں جرم کی تعریف:

1- "اتیان فعل محرم معاقب علی فعله او ترک فعل واجب معاقب علی ترکه"

یعنی ایسے فعل محرم کا ارتکاب جس کا کرنا قابل سزا ہو یا ایسے لازمی فعل کا ترک کر دینا جس کا ترک کرنا قابل سزا ہو۔

2- "الجرائم هی محظورات شرعیة زجر الله عنها بحد او تعزیر ..."[1]

یعنی جرائم وہ شرعی ممانعتیں (Prohibitions) ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے حد یا تعزیر کے ذریعہ منع کر دیا ہو۔

ابو زہرہ مصری کہتے ہیں:-

"... لا یمکن معرفة غایة العقاب الا اذا عرفنا موضوعه وهو الجریمة' فهما مثلا زمان فی البیان تلازم بیان الحکم لبیان موضوعه' وبعبارة علیه تلازم بیان الدواء لبیان الداء' لان العقوبة هی الدواء' والجریمة هی الداء۔

وان الجریمة فی الشریعة الاسلامیة هی عصیان اوامر الله تعالی ونواهیه' فعصیان النواهی جرائم ایجابیة' لانها فعل مانهی الله تعالی عنه'

وعصیان اوامره جرائم سلبیة فی ذاتها لانها امتناع عن اداء ما اوجبه الله سبحانه و تعالی' و علی هذا تکون الجریمة والمعصیة بمعنی واحد' لان کلتیهما عدم اطاعة لاوامر الشرع ..."[2]

1- الماوردی' الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ' (بیروت: دار الکتاب العلمیۃ - 1982ء) ص 219

نیز- ابو یعلیٰ' الاحکام السلطانیہ' (مطبع انصار السنۃ المحمدیہ مصر' 1357ھ 1938ء) ص 257

2- ابو زہرۃ مصری' نظرۃ الی العقوبۃ فی الاسلام' ص 14

marfat.com

(یعنی: سزا کی غرض اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک اس کا موضوع نہ سمجھ لیا جائے جو کہ جرم ہے' یہ دونوں (یعنی جرم و سزا) کا ایک ساتھ بیان لازم و ملزوم ہے ایسا لازم جیسا کہ کسی امر کے حکم کا بیان اس کے موضوع کے بیان کے لئے' دوسرے الفاظ میں انکا لزوم یوں ہے جیسے بیماری کے ساتھ ساتھ دواء کا' کیونکہ سزا ایک طرح سے دواء ہے اور جرم مرض ہے۔

جرم' شریعت اسلامیہ میں اللہ کے اوامر و نواہی کی خلاف ورزی کا نام ہے' نواہی کی خلاف ورزی جرائم ایجابیہ میں سے ہے کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس سے اللہ نے منع کیا ہے' جبکہ اللہ کے اوامر کی خلاف ورزی جرائم سلبیہ میں سے ہے' کیونکہ یہ رکنا ہے ان واجبات کی ادائیگی سے جن کے ادا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے' اس طرح جرم اور معصیت ایک ہی شی کے دو نام ہیں' کیونکہ دونوں ہی اللہ کے احکامات کی عدم اطاعت ہیں۔)

اسلامی نقطہ نگاہ سے جرم گویا ایک معصیت ہے اور یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کردہ ممانعتوں کے ارتکاب سے جنم لیتی ہے' چنانچہ اسلامی شریعت میں جرم کا مفہوم اوامر و نواہی کی خلاف ورزی ہے' اگرچہ شریعت اسلامیہ نے ہر امر و نہی کی خلاف ورزی کی دنیاوی سزا بیان نہیں کی تاہم بعض جرائم ایسے ہیں جن کی سزائیں بیان کر دی گئی ہیں' جبکہ باقی جملہ اوامر و نواہی کی خلاف ورزی پر تعزیری سزاؤں کا تعین اولی الامر پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ حالات و زمانہ کی رعایت اور جرم و مجرم کے حالات کے پیش نظر ایسی مناسب اور موزوں سزائیں جاری کر سکیں جو معاشرہ میں امن و سلامتی کے قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوں اور معاشرہ ان کی بدولت فساد و انتشار سے محفوظ رہ سکے۔

امام غزالی کے مطابق اسلامی نظام جرم و سزا کا فلسفہ دراصل یہ ہے کہ اسلام انسانی مصالح کا سب سے بڑا محافظ ہے' چنانچہ شریعت اسلامیہ نے انسانی مصالح کے تحفظ کی غرض سے کچھ سزائیں مقرر کی ہیں وہ کہتے ہیں:-

"۔۔ ان جلب المنفعت و دفع المضرة من مقاصد الخلق و صلاح الخلق فی تحصیل مقاصدھم' لکنا نعنی بالمصلحة المحافظة علی المقصود الشرع' ومقصود الشرع من الخلق خمسة:

وھو ان یحفظ علیھم دینھم' وانفسھم' وعقلھم' ونسلھم' ومالھم' فکل ما یتضمن حفظ ھذه الاصول الخمسة فھو مصلحة' وکل ما یفوت ھذه الاصول فھو مفسدة ودفعھا مصلحة' وھذه الاصول الخمسه حفظھا واقع فی رتبة الضرورات' فھی اقوی المراتب فی المصالح' و مثاله قضاء الشرع بقتل الکافر المضل و عقوبة المبتدع الداعی الی

marfat.com

بدعته' فان هذا يفوت على الخلق دينهم' وقصاؤه بايجاب القصاص' اذبه حفظ النفوس' وايجاب حد الشرب' اذبه حفظ العقول التى هى ملاك التكليف' وايجاب حد الزنى' اذ به حفظ النسب والانساب' زجر الغصاب والسراق' اذبه يحصل حفظ الاموال التى هى معايش الخلق وهم مضطرون اليها' و تحريم تفويت هذه الامور الخمسة' والزجر عنها يستحيل الا تشتمل عليه ملة من الملل' و شريعة من الشرائع التى اريد بها اصلاح الخلق ولذا لم تختلف الشرائع فى تحريم الكفر والقتل والزنى والسرقة و شرب المسكر۔"[۱]

(یعنی: جلب منفعت اور دفع مضرت مقاصد خلق میں سے ہیں' مخلوقات کی صلاح ان کے مقاصد کے حصول میں وابستہ ہے' مصلحت سے مراد شریعت کے پیش نظر مخلوقات کے پانچ مقاصد ہیں' تحفظ نفس' تحفظ عقل' تحفظ نسل اور تحفظ مال۔ جو امر ان اصول خمسہ کی حفاظت کرنے والا ہو وہ مصلحت ہے اور جس سے ان اصولوں کو نقصان پہنچتا ہو وہ مفسدہ ہے اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے۔

ان اصول خمسہ کا تحفظ ضرورت کے درجہ میں ہے اور یہ مصالح کے درجات میں قوی ترین درجہ ہے۔ گمراہ کافر (مرتد) اور بدعتی لوگوں کے دین کو تباہ کرتا ہے اس لئے شریعت نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور جرم قتل پر قصاص مقرر کیا ہے تاکہ تحفظ نفس کے مقصود کو حاصل کیا جا سکے۔ عقل انسان کے ملف ہونے کی اساس ہے' اس عقل کے تحفظ کے لئے مے نوشی کی سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ لوگوں کے مال کو اور ان کی معیشت کو تحفظ فراہم کیا جائے' یہ ناممکن ہے کہ کوئی شریعت ان پانچ اصولوں کی پامالی کو جائز قرار دے اور ان کی حفاظت کے لئے ان کو پامال کرنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کا سامان نہ کرے' ہر شریعت کا مقصود چونکہ انسانوں کی صلاح اور فلاح ہوتا ہے اس لئے کفر' قتل' زنا' سرقہ اور نشہ آور اشیاء کا استعمال ہر شریعت میں حرام قرار دیا گیا۔۔۔")

امام غزالی کے بیان سے معلوم ہوا کہ شریعت کے جملہ اوامر و نواہی کلیتہً انسانی مصالح پر مبنی ہیں اور ان انسانی مصالح کی اساس مندرجہ ذیل پانچ امور ہیں:۔

۱۔ الغزالی' المستصفیٰ' مصر' مطبعہ امیریہ 1294ھ' ج ۱' ص 287

marfat.com

1- حفظِ دین
2- حفظِ نفس
3- حفظِ عقل
4- حفظِ مال
5- حفظِ نسب۔

اگر ان پانچ بنیادی مصالح کا ذرا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اسلامی فلسفہ جرم و سزا سمجھنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے'

1- دین انسان کی خصوصیت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انسان کو مذہبی آزادی حاصل ہو اور اس کے دین و مذہب پر کسی طرف سے کسی قسم کی تعدی نہ ہو' لیکن چونکہ دین و مذہب پر تعدی کا قوی امکان موجود ہے لہٰذا اسے اس سے تحفظ فراہم کرنا ضروری ہے۔ مذہبی آزادی کے بارے میں قرآن کی یہ تصریح کافی و وافی ہے کہ:-

"... لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ..." (1)

مزید غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ دین میں یا مذہبی آزادی میں تعدی کی شدید مذمت کی گئی ہے' ارشاد باری ہے:-

والفتنۃ اشد من القتل (فتنہ قتل سے بھی شدید تر ہے)

چنانچہ فتنہ پیدا کرنے اور اعتقاد سلیم کی مخالفت کو قتل کے جرم سے بھی شدید قرار دیا گیا ہے' کہ اس کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے کوئی سزا تجویز ہو تاکہ حفظ دین جو انسانی مصالح میں سے ایک ہے اس کا اہتمام ہو سکے۔

2- حفظ نفس انسانی مصالح میں سے ایک ہے اور اس میں انسانی زندگی کے جملہ لوازمات کا تحفظ داخل ہے' حفظ نفس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی جان اور اس کے اعضاء کی سلامتی کے تحفظ کی ضمانت دی جائے' اس کے مقام انسانیت کے پیش نظر اسے ہر طرح کی اہانت و توہین سے بچایا جائے اور اسے آزادی تحریر و تقریر اور آزادی قیام و رہائش فراہم کی جائے' اور اس کے علاوہ انسانی زندگی کو وہ تمام تحفظات فراہم کئے جائیں جو انسان کی آزادی سے متعلق ہوں۔

3- حفظ عقل انسانی مصالح میں سے ایک اور ہے اور تحفظ عقل اس لئے ناگزیر ہے کہ انسانی عقل کا شر و تکلیف سے محفوظ رہنا اور اس کا پوری طرح اور ہمہ وقت کار آمد رہنا انسانی معاشرہ کی اہم ضرورت ہے' چنانچہ ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی عقل و شعور کی حفاظت کرے

1- القرآن، البقرہ، 256

marfat.com

اور اس کو کسی خارجی عنصر سے متاثر نہ ہونے دے۔ منشیات و دیگر مضر عقل اشیاء کے استعمال سے اجتناب کرے کہ وہ معاشرہ کا ایک فرد ہے' اس کی عقل زائل ہونے سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو گا' اسی طرح معاشرہ کا یہ فرض ہے کہ وہ تحفظ عقل انسانی کی خاطر موثر احکام جاری کرے اور معاشرہ کے جمیع افراد کو ان کا پابند بنائے۔

4۔ مال و دولت کسی بھی معاشرہ میں انسانی زندگی کے قیام و بقاء کا ذریعہ ہے اور ہر شخص اپنی صلاحیتوں سے قومی دولت میں اضافہ کی جدوجہد کرتا ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ انسان کے مال و دولت کو تحفظ فراہم کیا جائے تاکہ اس کا مال چوری و غصب سے محفوظ رہ سکے۔

5۔ نسل انسانی کی حفاظت انسانی معاشرہ کے ارتقاء کے لئے بے حد ضروری ہے' چنانچہ ازدواجی زندگی کو ہر قسم کی تعدی سے' فواحش و اخلاق فاحشہ سے محفوظ رکھنا ضروری ہے' انسانی زندگی جب ہر طرح کی فحش' تہمت' اور قذف سے محفوظ ہو گی تو معاشرہ میں نکھار آئے گا' چنانچہ تحفظ نسل انسانی کے لئے معاشرہ کو ایسے قوانین درکار ہوں گے جن پر عمل کر کے نوع انسانی کی نسل کا صحیح تحفظ ممکن ہو۔

حفظ نسب انسانی مصالح میں سے ایک ہے اور اس کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسانی معاشرہ میں بے راہروی فروغ نہ پائے اور انسان اپنی آفاقی قدر و منزلت کو برقرار رکھتے ہوئے نسب کے معاملہ میں کسی پستی کا شکار نہ ہونے پائے' حفظ نسب کے لئے ضروری ہے کہ ایسے ضوابط ہوں جن پر چل کر انسانی معاشرہ اختلاط نسب سے محفوظ رہ سکے۔

مذکورہ بالا پانچ مصالح انسانی پر اعتداء سے تحفظ فراہم کرنا اسلامی جرم و سزا کی اصل روح ہے۔ بالفاظ دیگر مسلم معاشرہ کے افراد کو اعتداء علی المال' اعتداء علی النسل اعتداء علی العقل' اعتداء علی الدین اور اعتداء علی النفس کے جرائم سے پاک رکھنا اسلامی نظام حدود و تعزیرات کا حقیقی مقصد ہے۔ "[۱]

۱۔ امام شاطبی، الموافقات ج 2: بحوالہ صدیقی، ساجد الرحمٰن، سہ ماہی منہاج، جلد 8 شمارہ 4 (لاہور، اکتوبر 1990ء)

marfat.com

اسلام میں سزا کا تصور:

اسلامی نقطہ نظر سے سزا کا تصور دراصل دفع مفاسد اور حصول مصالح پر مبنی ہے چنانچہ سزا یا عقوبت کی تعریف یہ ہے کہ:

"... العقوبة فی الشریعة هی الجزاء لمن خالف اوامر الله و نواهیه والعقوبة شرعت داعیة الی فعل الواجبات و ترک المحرمات۔ "1" ای ان العقوبات (زواجر وضعها الله تعالی عن ارتکاب ماحظر و ترک مامر)۔ "2"
والاساس التی نقوم علیه العقوبة و درء المفاسد وجلب المصالح و هذا هو الاساس العام التی نقوم علیه احکام شرعیة۔ "3"

(عقوبت دراصل شریعت میں اس شخص کی سزا کا نام ہے جس نے اللہ کے اوامر و نواہی کی مخالفت کی ہو اور سزا اس لئے مقرر کی گئی ہے تاکہ یہ واجبات کے انجام دینے اور محرمات کے ترک کرنے پر آمادہ کرے۔ (گویا سزائیں اللہ کی طرف سے مقرر کردہ زواجر ہیں تاکہ کوئی اس کے احکامات کی خلاف ورزی اور اس کے منہیات کا ارتکاب نہ کرنے پائے) اور سزا کی اساس جس بات پر قائم ہے وہ ہے مفاسد کا روکنا اور مصالح کا حاصل کرنا۔ اور یہی وہ بنیاد ہے کہ جس پر شرعی احکام کا دارو مدار ہے۔)

شریعت اسلامیہ میں عقوبت یا سزا کا مقصد لوگوں کی ایذا رسانی ہرگز نہیں بلکہ مخلوق خدا کو شرپسند عناصر کی شرانگیزیوں سے محفوظ رکھنا ہے'

علامہ کاسانی کے مطابق عقوبت نام ہے الا نزجار عما یتضرر بہ العباد "کا۔ "4"

کیونکہ اسلام فساد فی الارض اور اسلامی معاشرہ میں فتنہ کو نہایت ناپسند کرتا ہے' سزا کا دوسرا مقصد انسان کی اپنی اصلاح بھی ہے تاکہ مجرم میں میلان جرم راسخ نہ ہوتا چلا جائے جیسا کہ علامہ نے کہا ہے' "... کی لا تصیر ملکات فیفحش و یستدرج الی ماهو اقبح ... "5"

1۔ ابن تیمیہ' السیاسة الشرعیة' (کراچی، ترجمہ داس رود' کلام کمپنی' سن ندارد) ص 120

2۔ الماوردی' الاحکام السلطانیة' ص 221

3۔ محمد ابوحسان' احکام الجریمة والعقوبة فی الشریعة الاسلامیة' الزرقا اردن' مکتبہ المنار' 1408ھ (1987ء)۔ ص 179

نیز۔ ابوزھرة مصری' نظرة الی العقوبة فی الاسلام' ص 10

4۔ الکاسانی: بدائع الصنائع' ص 4: 111

5۔ ایضاً' ص 4: 211

marfat.com

جہاں تک اصلاح کا تعلق ہے اس مقصد میں مسلم او رغیر مسلم دونوں شریک ہیں لیکن شرعی عقوبت سے مسلمان کی عاقبت بھی درست ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے تطہیر عن الذنوب بھی ہوتی ہے چنانچہ یوم حساب اس سے اس کے متعلق باز پرس نہ ہو گی یہی وجہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں اگر کسی مسلمان سے گناہ سرزد ہو تا تھا تو اعتراف جرم کر کے از خود سزا کا مطالبہ کرتا تھا۔ قصاص و تعزیر میں عقوبت کا ایک فائدہ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ انسان کی فطرت میں جو انتقامی جذبہ ہوتا ہے اس کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، لیکن اس انتقامی جذبہ کو عفو میں تبدیل کر کے اسلام نے مکارم اخلاق کی طرف بڑا اہم اقدام کیا ہے۔ غرضیکہ اسلامی نظام عقوبات کے پیش نظر بیک وقت تین اہم مقاصد ہیں:-

1- انتقامی (Retributive)

2- امتناعی (Deterrent)

3- اصلاحی (Reformative)

یوں اسلامی تصور جرم و سزا دیگر نظاموں کے تصور جرم و سزا سے منفرد اور ممتاز ہے۔

marfat.com

اسلامی تصورِ جرم و سزا و دیگر اقوام و ملل کے تصورِ جرم و سزا کا تقابلی جائزہ

جرم و سزا کے باہمی تعلق پر آج کل دنیا میں بہت زور دیا جاتا ہے اور اسلامی سزاؤں کو بے رحمانہ اور ظالمانہ بلکہ وحشیانہ (Barbarous) کہا جاتا ہے۔"1" لیکن اسلام نے جرم و سزا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بہتر تصور آج تک کسی نظام نے پیش نہیں کیا' ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کے خالق نے جو سزا تجویز فرمائی ہے اور پھر اس کی جو حکمت بیان کی ہے اس کے مقابلہ میں خود مخلوق کی تجویز کردہ سزاؤں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے' یہ تو انسان کی نادانی ہے کہ وہ اپنی تجویز کردہ سزاؤں کو اپنے پیدا کرنے والے اور معبود کی تجویز کردہ سزاؤں سے بہتر سمجھے'

شارح صحیح مسلم مولانا غلام رسول سعیدی نے اس ضمن میں ایک بڑی خوبصورت بات کہی ہے وہ کہتے ہیں:

"... اس بحث میں پڑنا کہ کس جرم کی سزا کیا ہونی چاہیے یہ ہمارا کام ہی نہیں اور نہ یہ فیصلہ کرنا ہمارا منصب' بلکہ جس کی معصیت اور جرم کیا ہے سزا متعین کرنا بھی اسی کا منصب ہے' اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور ہم اس کے مملوک مطلق ہیں' پس یا تو ہم اپنے آپ کو اس کا بندہ اور مملوک نہ مانیں اور اگر ہم اپنے آپ کو بندہ اور مملوک مانتے ہیں تو پھر ہمیں اس کے کسی فیصلہ پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔"2"

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:-

"اعلم ان المعاصی ما شرع اللہ فیہ الحد و ذلک کل معصیۃ جمعت وجوھاً من المفسدۃ بان کانت فساداً فی الارض واقتضاباً علی طمانینۃ المسلمین' وکانت لھا داعیۃ فی نفوس بنی آدم لا تزال تھیج فیھا' ولھا ضراوۃ لا یستطیعون الإقلاعَ منھا بعد ان اشربت قلوبھم بھا'.

وکان فیہ ضرر لا یستطیع المظلوم دفعہ عن نفسہ فی کثیر من الاحیان' وکان کثیر الوقوع فیما بین الناس' فمثل ھذہ المعاصی لا یکتفی فیھا الترھیب بعذاب بالآخرۃ بل لا بد من اقامۃ ملامۃ شدیدۃ علیھا وایلام لیکون بین اعینھم ذلک فیردعھم

1۔ تنزیل الرحمن' جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ' (راولپنڈی مطبوعات حرمت' ستمبر 1982ء)- ص 9

2۔ غلام رسول سعیدی' شرح صحیح مسلم' کتاب الحدود (لاہور فرید بکسٹال' 1991ء) جلد 4' ص 738

marfat.com

(ترجمہ : "۔ بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے یہ وہ معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا ہے' نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا ہے اور مسلم معاشرہ کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا ہے' دوسری بات یہ کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ دو چار بار ان کا ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے اور پھر ان سے پیچھا چھڑانا دشوار ہو جاتا ہے' اس طرح کے معاصی میں محض آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرتناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب ساری زندگی معاشرہ میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کے لئے سامان عبرت بنا رہے اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرات کریں)

اسلامی سزاؤں کے غیر انسانی اور وحشیانہ ہونے کے الزام کی تحقیق اور ایک مغالطہ آفرینی کا تجزیہ

اسلامی نظام حدود کے بارے میں بعض لوگ مغربی پروپیگنڈہ کی وجہ سے بدظن دکھائی دیتے ہیں اور وہ قرآن و سنت کی مقرر کردہ سزاؤں کو سنگین قرار دیتے ہیں' لیکن جن لوگوں کی نظر ان سزاؤں کی سنگینی پر جاتی ہے اگر ان میں انسانیت کی کوئی رمق ہو تو انہیں اس پر بھی نظر ثانی کرنی چاہئے کہ جس فعل پر یہ سزائیں مقرر کی گئی ہیں وہ فعل کس قدر گھناؤنا' اور انسانیت سوز ہے' آج وہ لوگ جو اسلامی سزاؤں کو غیر مہذب وحشیانہ اور ظالمانہ بتلا رہے ہیں' اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں غیر مرد کے پاس دیکھ لیں تو غیرت مند ہونے کی صورت میں دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں گے' اس لئے کہ یہ فطرت انسانی ہے' مگر تعجب ہے کہ جب شریعت (شادی شدہ) زانی مرد اور زانی عورت کی وہی سزا (موت بطریق رجم) مقرر کرتی ہے تو کچھ لوگ ناک بھوں چڑانے لگتے ہیں' جبکہ اسلام نے سزا کے جاری کرنے میں انتہائی احتیاط کا حکم بھی صادر کیا ہے' اور نفاذ حدود کے لئے سخت سے سخت شرائط مقرر کی ہیں بلکہ شک کا فائدہ پہنچنے کی صورت میں حد ساقط کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

ا۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ' (لاہور: مکتبہ سلفیہ' سن ندارد) ج 2 ص 158

marfat.com

زنا جو کہ ایک بڑا گھناؤنا جرم ہونے کے علاوہ پوری انسانیت کے لئے تباہی کا باعث بھی ہے نیز خاندانی شرافت اور نسب کے لئے باعث ذلت بھی' تو اسلام اگر زانی مرد و عورت (غیر شادی شدہ) کو سو کوڑے مارنے اور شادی شدہ مرد و عورت کو رجم کرنے کی سزا مقرر کرتا ہے تو کیا یہ عین فطرت نہیں' تاکہ معاشرہ اور پوری انسانیت فساد سے بچ جائے' عجیب بات ہے کہ کوئی شخص خود تو اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر اسے اور مشتبہ شخص کو قتل کرنے پر تل جائے اور اگر شریعت کسی زانی و زانیہ کو واضح شہادتوں کے بعد رجم کرنے کا حکم صادر کرے تو اسے یہ اقدام وحشیانہ نظر آنے لگے۔

یہی حال چوری کا ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ ایک چور سارے گھر کو لوٹ کر جا رہا ہو اور اسی اثناء میں مالک مکان آجائے اور اس کے ہاتھ میں اسلحہ بھی ہو تو کیا وہ اس چور کو یونہی چھوڑ دے گا؟ اس کا فطری جواب تو ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ یقیناً" وہ شخص اس چور پر فائر کھول دے گا' جان سے نہ بھی مارے تب بھی کم از کم اسے اس قدر زخمی تو کرنا ہی چاہے گا کہ وہ اس کا مال لے کر فرار نہ ہو سکے۔ یہی کام اگر جرم ثابت ہونے پر شریعت کردے کہ چور کو جان سے مارنے کی بجائے اس کا ہاتھ کاٹ دے تاکہ وہ چلتا پھرتا اشتہار ہو اور لوگ عبرت پکڑیں تو یہ سزا کچھ لوگوں کو وحشیانہ نظر آنے لگتی ہے۔

اسی طرح قذف کا معاملہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی پاکدامن بیٹی پر زنا کی تہمت دھر دے تو کیا ایک غیرت مند شخص اپنی بیٹی کی عصمت و عفت کو داؤ پر لگا کر اس کی زندگی کو تلف کرنے پر آمادہ ہو گا؟ فطرت کا تقاضا ہے کہ ایسا آدمی قابل معافی نہیں' تو پھر یہی جرم ثابت ہونے کے بعد اسلام تہمت لگانے والے پر اسی درے لگانے کا حکم صادر کرتا ہے تو کیا یہ وحشیانہ سزا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی رشرعی حدود عین فطرت کے مطابق ہیں اور کسی مجرم سے سرزد ہونے والے جرم کی سختی کے' مقابلہ میں وہ ضرر جو مجرم کو پہنچائی جاتی ہے کسی صورت بھی سخت نہیں۔

اسلامی سزاؤں کو سخت کہنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اعتراض کرنے والے مغرب سے مرعوب ہیں اور مغرب میں زنا اور شراب نوشی کا رواج اب اسقدر عام ہے کہ یہ معمولات میں شامل ہیں اور انہیں برائی سمجھا ہی نہیں جاتا' چند سال قبل برطانوی پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا تھا جس کی رو سے اگر کوئی اجنبی مرد اور عورت چار برس تک ایک ساتھ رہیں تو وہ قانونی شوہر اور بیوی متصور ہونگے' اس قسم کے معاشرہ کے لوگ جہاں غیر قانونی جنس پرستی کو قانونی تحفظ حاصل ہو جائے اور مرد و عورت کا بغیر نکاح بیاہ کے طویل مدت تک ایک ساتھ رہنا

marfat.com

معیوب نہ ہو وہاں کے لوگ اگر اسلامی قوانین حدود کو سخت کہیں تو اس میں حیرت و استعجاب کی بات نہیں۔

شرع اسلامی کی مقرر کردہ سزاؤں کو سخت' سنگین اور وحشیانہ بتانے والے دراصل یورپ (یہود و نصاریٰ) کے اسلام دشمن پروپیگنڈہ کا شکار ہوئے ہیں۔ (۱) اور اسی لئے وہ نفاذ حدود کی راہ میں مسلسل رکاوٹ بنتے رہے ہیں' حالانکہ اگر انہوں نے اہل مغرب (یہود و نصاریٰ) کے مذاہب ہی کا مطالعہ کیا ہوتا تو انہیں اندازہ ہوتا کہ اسلام نے سنگین نوعیت کے جرائم میں جو سزائیں مقرر کی ہیں اس سے کہیں زیادہ سخت سزائیں ایسے ہی بلکہ اس سے بھی کم تر درجہ کے جرائم میں اسلام سے قبل کے آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں رائج رہ چکی ہیں' لطف کی بات تو یہ ہے کہ اہل یورپ یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل میں ہزارہا تحریفات کیں اس کے باوجود ابھی تک بائیبل کے صفحات ایسی سزاؤں کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں جو اسلامی حدود سے یا تو مطابقت رکھتی ہیں یا ان سے بھی بڑھ کر سخت ہیں' بائیبل کے حوالہ سے چند سزاؤں کا ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا'

کتاب مقدس کے مروجہ مجموعہ بائیبل کی پہلی پانچ کتابیں اسفار خمسہ (۔ تکوین' ۔ خروج' ۔ احبار' ۔ عدد یا گنتی' ۔ تثنیہ۔) تورات کہلاتی ہیں۔ یہودی ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور قابل عمل سمجھتے ہیں' تورات میں مذکور سزاؤں کا ایک اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے:۔

بائیبل (تورات) میں سزائے موت

۱۔ قاتل کا مارا جانا با آسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ (احبار ۲۴:۱۸) (۲)

۲۔ لیکن زنا اور لواطت کی سزا بھی موت ہی ہے۔ (احبار باب ۲۰) (۳)

۳۔ جانور سے جماع کرنے والا بھی جان سے مارا جائے۔ (احبار ۲۰:۴۵) (۴)

۴۔ اگر کوئی شخص کاہن (یہودی مولوی) سے گستاخی سے پیش آئے یا قاضی کا کہنا مانے تو اسے بھی قتل کردیا جائے۔ (استثناء ۷:۱۲) (۵)

۱۔ تنزیل الرحمن' جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ' ص ۹

نیز۔ تمین ہاشمی' اسلامی حدود' (لاہور' سنگ میل پبلیکیشنز' 1988) مقدمہ' ص ک

2۔ کتاب مقدس احبار 18:24

3۔ ایضاً' احبار' باب 20

4۔ ایضاً' احبار 20:45

5۔ ایضاً' استثناء 7:12

marfat.com

بائیبل (تورات) میں کوڑوں کی سزا

اگر لوگوں میں کسی طرح کا جھگڑا ہو اور وہ عدالت میں آئیں تاکہ قاضی ان سے انصاف کریں تو وہ صادق کو بے گناہ ٹھرائیں اور شریر کے خلاف فتوی دیں اور اگر وہ شریر پٹنے کے لائق نکلے تو قاضی اسے زمین پر لٹوا کر اپنی آنکھوں کے سامنے اس کی شرارت کے مطابق اسے گن گن کر کوڑے لگوائے، وہ چالیس کوڑے لگائے اس سے زیادہ نہ مارے۔ (استثناء ۲۵:۱۔۳) (1)

بائیبل (تورات) میں سنگساری (رجم) کی سزا

تورات میں کئی جرائم کی سزا سنگساری ہے۔

۱۔ جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے، ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے۔ (احبار ۲۴:۱۶) (2)

۲۔ جو شخص اور معبودوں سورج، چاند، یا اجرام فلکی کی پوجا کرے اس کی سزا پھاٹکوں سے باہر لے جا کر ایسا سنگسار کرنا ہے کہ وہ مرجائے۔ (استثناء ۱۷:۶) (3)

۳۔ وہ مرد یا عورت جس میں جن ہو یا وہ جادوگر ہو تو وہ ضرور جان سے مارا جائے ایسوں کو لوگ سنگسار کریں۔ (احباز ۲۰:۲۸) (4)

۴۔ ماں باپ کے نافرمان بیٹے کو شہر کے سب لوگ سنگسار کریں کہ وہ مرجائے۔ (استثناء ۲۱:۲۱) (5)

۵۔ صحرانوردی کے دنوں میں ایک یہودی سبت کے دن لکڑیاں اکٹھی کرتے پکڑا گیا جماعت نے اسے پکڑ کر حوالات میں بند کردیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی اسے لشکر گاہ سے باہر لے جا کر خود سنگسار کردیا او وہ مرگیا۔ (گنتی ۱۵:۳۶) (6)

---

1 - کتاب مقدس، استثناء 25 : 1-3

2 - کتاب مقدس احبار 16:24

3 - ایضا" استثناء 6:17

4 - ایضا" احبار 27:20

5 - ایضا" استثناء 21:21

6 - ایضا" گنتی 36:15)

marfat.com

بائیبل (تورات) میں آگ میں جلانے کی سزا

۱۔ اگر کوئی شخص بیوی اور ساس دونوں کو رکھے تو تینوں جلادئے جائیں۔ (احبار ۲۰: ۱۴) (1)

۲۔ کپڑا جتنا سفید ہوگا اس پر داغ اتنا ہی برا لگے گا' چنانچہ اگر کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کر اپنے آپ کو ناپاک کرے تو وہ عورت آگ میں جلائی جائے' کیونکہ وہ اپنے باپ کو ناپاک ٹھہراتی ہے۔ (احبار 21 9) "2"

بائیبل (انجیل) میں سنگساری (رجم) کی سزا:

1- حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی زنا کی سزا سنگساری تھی (انجیل یوحنا باب 8) "3"

2- سٹفنس (STEPHENS) کو شریعت کی مخالفت اور موسی (علیہ السلام) کی رسموں کو بدلنے کے الزام میں سنگسار کیا گیا تھا۔ (کتاب اعمال باب 6) "4"

ہندومت میں سزائیں

ہندو دھرم میں زانی کی سزا اسلام کی مقرر کردہ سزا (حد) سے کہیں زیادہ سخت ہے' بلکہ صرف ایسے عوامل جن سے زنا میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہو یا مشتبہ بنانے والی حرکات پر سخت سزا دی جاتی تھی۔

عہد برہمنی کے قوانین کے مطابق تیرتھ کے موقع پر جنگل میں یا دریاؤں کے سنگم پر کسی کی بیوی سے گفتگو کرنا' اسے پھول یا عطریات بھیجنا' اس کے کسی زیور یا کپڑے کو چھونا' یا اس کے بستر پر بیٹھنا جرم تھا' اور اس کی سزا جلا وطنی کی صورت میں دی جاتی تھی' نیز جلا وطن کرنے سے قبل مجرم کے جسم پر اس قسم کے نشانات لگا دیئے جاتے تھے جن سے شناخت ہو سکے کہ یہ اس جرم کا پاپی ہے "5"۔

ہندو دھرم میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا' تاکہ وہ اسے پھاڑ کھائیں' اور زانی کو لوہے کا پلنگ آگ سے تپا کر اس پر ڈال دیا جاتا تھا۔ "6"

---

1 - کتاب مقدس' احبار 14:20

2 - کتاب مقدس' احبار 21 : 9

3 - ایضا'' انجیل یوحنا باب 8)

4 - ایضا'' کتاب اعمال باب 6

5 - عہد برہمنی حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے 800 سال قبل کا دور ہے' ہندو مذہب نے اس دور میں زبردست ترقی کی۔

6- امداد صابری' قدیم ہندوستان کی تاریخ جرم و سزا (دہلی : بمبئی پریس ' 1945ء) ج ا ص 47

marfat.com

ہندو دھرم کے بعض اشلوک اس قسم کے بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچی ذات کے ہندوؤں کے لئے زنا کی سزا پانچ سو سے ایک ہزار پانہ تک جرمانہ کی صورت میں بھی دی جاتی تھی، زنا کے مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ زانیہ کس حیثیت کی عورت ہے' اگر کوئی سپاہی یعنی چھتری کسی برہمنی عورت سے زنا کرتا تو اسے بہت سخت سزا دی جاتی تھی بی سوکھی گھاس یا نرسل اس پر ڈال کر اس کو جلا دیا جاتا تھا۔ "1"

ہندو دھرم میں چور کی سزا

عہد برہمنی میں معمول کی اشیاء کی چوری پر چوروں کو معمولی سا جرمانہ کیا جاتا تھا لیکن بڑی رقم کی چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا تھی۔

اور اگر کسی چور سے گرفتار کئے جانے پر مال مسروقہ برآمد ہو جاتا تو ایسے چور کو سزائے موت دی جاتی تھی۔

چوری کا مال لینے والوں اور چوروں کو پناہ دینے والوں کو بھی وہی سزا دی جاتی تھی جو چوروں کو دی جاتی تھی۔ "2"

ہندو دھرم میں ڈاکہ زنی (حرابہ) کی سزا

عہد برہمنی میں ڈاکہ زنی کے مرتکب مجرموں کے ہاتھ کاٹے جاتے تھے اور اگر ڈاکہ زنی کے دوران ڈاکوؤں کے ہاتھوں کوئی قتل ہو جاتا تو اس صورت میں ڈاکوؤں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ "3"

جو لوگ ڈاکوؤں کو پناہ دیتے یا انہیں خوراک پہنچاتے تو ان کی سزا موت تھی۔ "4"

بدھ مت میں زنا کی سزا

بدھ مت میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زانی زنا کرتا ہوا جہاں پکڑا جائے وہیں اسے قتل کر دیا جائے۔

1۔ امداد صابری' قدیم ہندوستان کی تاریخ جرم و سزا (دہلی: بمبئی پریس '1945ء) ج 1 ص 47

2۔ ایضاً" ج 1 ص 48

3۔ امداد صابری' قدیم ہندوستان کی تاریخ جرم و سزا

4۔ ایضاً"

marfat.com

سا ئیر کے زمانہ میں قانون یہ تھا کہ اگر کوئی غیر شخص ایسی حالت میں پکڑا جاتا جس سے شادی شدہ عورت سے زنا کرنا ثابت ہوتا تو اس شخص کو سزا دینے کا اختیار زانیہ عورت کے شوہر کو دے دیا جاتا تھا اور وہ جس قسم کی سزا دینا چاہتا دے سکتا تھا۔

دیگر مذاہب میں مختلف جرائم کی سزاؤں کے بارے میں "تمدن ہائے قدیم" کے عنوان سے ایک مستقل بحث اس کتاب میں شامل ہے۔

اسلامی سزاؤں کا مغربی سزاؤں سے تقابل

انگریزی نظام جرم و سزا کا حال بیان کرتے ہوئے جناب غلام کبریا خان کہتے ہیں:

"... شاہ ولیم دوم کے عہد میں انسان کے اعضاء بطور سزاء کاٹ دیئے جاتے تھے شاہ چارلس دوم کے عہد میں بدعت مذہبی کی پاداش میں لوگ زندہ جلائے دئے جاتے تھے' چھوٹے چھوٹے جرائم کی پاداش میں اسٹوکس (شکنجہ) کی سزا دی جاتی تھی 1770 عیسوی تک بعض جرائم کی سزا میں بدن کے ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے' بعض ممالک یوروپ میں اور سزائیں مثلاً پہاڑ پر سے لڑھکا دینا بھی دی جاتی تھی' تقریباً" دو سو جرائم ایسے تھے کہ جن کی پاداش میں سزائے موت مقرر تھی..." "1"

انگریزی نظام جرم و سزا میں کوڑوں کی سزا

سزاؤں کا جو نظام ہندوستان میں انگریزوں نے نافذ کیا تھا اس میں بھی کوڑوں کی سزا کو باقی رکھا گیا تاہم کوڑوں کی سزا دینے کے لئے جرائم کی نوعیت کا کوئی تعین نہ تھا خود انگریز مورخ اس بات کے قائل ہیں کہ معمولی نوعیت کے جرائم کے لئے بھی کوڑے مارنے کی سزا عام تھی' اور کوڑے کھلے عام لگائے جاتے تھے' کوڑے لگاتے وقت جنس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا اور عورتوں کو اتنی ہی طاقت سے کوڑے لگائے جاتے تھے جتنی کہ مردوں کو' شکنجے میں کسنے کی سزا بھی اس وقت عام تھی' "2"

عام طور پر تیس کوڑے مارنے کی سزا مناسب سمجھی جاتی تھی' سنگین جرائم کے لئے تیس کوڑے دو یا تین بار لگتے تھے' عدالتی اندراجات میں بعض مقدمات ایسے بھی ملتے ہیں جن میں کبھی کبھی سو کوڑے تک بھی لگانے کی سزا دی جاتی تھی۔ "3"

1۔ غلام کبریا خان۔ کتاب الحدود' (کوئٹہ: ڈسٹرکٹ کورٹ' سن ندارد) ص 1

2 ایم بی بھین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' ترقی اردو بیورو' (نئی دہلی انڈیا: 1982ء) ج 1 ص 62

3۔ ایضاً" ج 1: ص 77

marfat.com

بحری قزاقی کو سنگین جرم سمجھا جاتا تھا جس کے لئے موت کی سزا مقرر تھی' قزاقی کے جرم کی تعریف بڑی غیر معین اور لچیلی تھی اور کسی کو بھی سنگین سزا دینے کے مقصد سے قزاق قرا دیا جا سکتا تھا' رہزنی کی سزا موت تھی' چوری کے لئے غلام بنانے کی سزا مقرر تھی' ایک ہندوستانی ہندو کو جس کے خلاف کسی دھوبی کے کپڑے چرانے کا الزام تھا' غلام کی حیثیت میں سینٹ ہیلینا بھیج دیا گیا۔ "1"

کوڑہ زنی' غلام سازی اور سزائے موت ہی پر اکتفا نہیں بلکہ کبھی کبھی ملزموں کو گرم لوہے کی سلاخوں سے داغنے کا اصول بھی "اصول پسند" انگریزی حکومت کے دور میں کار فرما تھا۔ "2" "انصاف پسند" انگریز سرکار کے قوانین یوروپ کے لیے ایشیا سے مختلف تھے' ہندوستان میں معمولی چوری پر غلام بنانے' کوڑے لگانے اور شکنجوں میں کسنے کی سزا تجویز کی جاتی تھی جبکہ انگلستان میں چالیس شلنگ یا اس سے کچھ زیادہ سامان کی چوری کو سنگین نہیں سمجھا جاتا تھا' ہندوستان میں قتل عمد اور انسانی قتل کے جرائم' بغاوت اور عصمت دری کے جرائم پر سخت سزائیں مقرر تھیں اور ڈاکوؤں کو پہلے کوڑے لگائے جاتے تھے اور بعد میں گرم سلاخوں سے ان کو داغ دیا جاتا تھا۔ "3"

جرائمِ حدود تمدن ہائے قدیم میں

جرم و سزا کا سلسلہ کسی بھی تمدن میں اہم حیثیت رکھتا ہے' بلکہ کوئی بھی قوم نظام جرم و سزا کو قائم کئے بغیر متمدن نہیں بن سکتی کیونکہ یہ تو ناممکنات میں سے ہے کہ کسی معاشرہ میں مجرموں کو کھلی چھٹی دے دی جائے اور ان کی من مانی کاروائیوں سے معاشرہ میں کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو' متمدن قوم یا معاشرہ وہی ہے جس میں بگاڑ کم سے کم ہو اور جرائم کو کنٹرول کرنے یا کم سے کم سطح پر لانے کے لئے لازمی طور پر نظام جرم و سزا قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ "4"

زیر نظر عنوان میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ معروف تمدنوں میں نظام جرم و سزا کی کیا کیفیت تھی' اس نظام میں قابل سزا (قابل حد) جرائم کیا کیا تھے اور ان کی سزا کی نوعیت کیا تھی؟

1۔ ایم بی جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' ج 1 ص 61

2۔ ایضاً' ج 1 ص 77

3۔ ایضاً

4۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ

marfat.com

ماہرین عمرانیات کا خیال ہے کہ اب تک دریافت ہونے والے آثار قدیمہ سے جس قدیم ترین تمدن کے نظام قضاء کا علم ہو سکا ہے وہ سومری (Sumerians) تمدن ہے۔
تاریخ تمدن کے ایک نامور تاریخ نگار، ول ڈیورانٹ کہتے ہیں:۔

"... Written History is at least six thousand years old, Duringhalf of this peroid the centre of Human Affairs so far as they are now Known to us, was in the near east...> (1)

یعنی، تحریر شدہ تاریخی سرمایہ زیادہ سے زیادہ چھ ہزار سال قدیم ہے، اس پورے عرصہ کا کم از کم نصف حصہ ایسا ہے جس کے بارے میں حالیہ معلومات کے مطابق، انسانی امور کا مرکز مشرق قریب رہا ہے۔
انسائیکلو پیڈیا آف امریکانا میں Civilization کے حوالہ سے ولیم ایچ مکنیل (Wiliam H.Mcneill) لکھتے ہیں:۔

"..Scholars nearly all agree that the earlier civilization of which we have knowledge arose among the SUMARIANS in the Mesopotamia. The Archaeological record uncovered in the 1920,s and 1930's shows that a dozen or more places near the mouth of Tigris an Eu pharates rivers saw ordinary large village grow into walled cities between about 3500 AND 3000B.C.." "2"

تقریباً" سبھی محققین اس بات پر متفق ہیں کہ قدیم ترین تہذیب جس کے بارے میں ہمیں علم ہو سکا ہے وہ میسوپوٹیما میں سمیریوں کی ہے، 1920ء اور 1930ء میں دریافت ہونے والے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ فرات کے دہانے پر درجنوں دیہات اور شہر آباد تھے جن کا تعلق 3500 سے 3000 قبل مسیح سے ہے۔

1- Will Durant, The Storyof Civilization Part-I (Our Oriental Herigate), Simon and Schuster, New York-1954. P: 116

2- W.H.Mcneill, Encyclopaedia Americana, Vol:7 P.3

marfat.com

سومری اور بابلی تمدن کے بعد دوسرے نمبر پر مصری اور پھر ہندی تمدن کو قدیم مانا گیا ہے انسائیکلو پیڈیا آف امریکانا کے مقالہ نگار بسلسلہ Civilization کا کہنا ہے کہ :-

"...Civilization similar to the Sumarian in sturcture but completely different in style arose in the Nile and Indus Valleys not long afterward, unmistakable evidence of trade connections between Sumar and early Egypt have been discovered and circumstantial evidence suggests that the Indus people too, may have trade with Sumer at the Time when their civilization first took shape_" (1)

وادی نیل اور وادی سندھ میں بھی تمدن نے سمیریوں کے تمدنی اسٹرکچر کی طرح لیکن یکسر مختلف انداز میں سمیرین تہذیب کے جلد ہی بعد جنم لیا' اس بات کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں کہ سومیریوں اور قدیم مصریوں کے مابین تجارتی روابط تھے' اور امکاناتی شواہد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وادی سندھ میں ابتدا" جب تمدن نے سر ابھارا تو سندھیوں اور سمیریوں کے مابین بھی تجارتی مراسم تھے۔

رواں صدی کے اوائل تک مورخین کا خیال تھا کہ مصری تمدن ہی سب سے قدیم ترین تمدن ہے اور بعض معاصرین بھی وادی نیل کے تمدن ہی کو نوع انسانی کا اولین گہوارہ خیال کرتے ہیں۔ "2" لیکن تاریخ نگاروں کی اکثریت نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ ان کا خیال ہے کہ تمدن کی داغ بیل عراق میں ڈالی گئی اور اس پہلو سے سمیریوں کو شرف اولیت حاصل ہے' وہ سامی الاصل نہیں تھے بلکہ سامیوں سے بہت پہلے تمدن کی برکات سے روشناس ہو چکے تھے' ان کا تمدن پانچ ہزار سال قبل مسیح تک کا پرانا ہے "3"۔

مندرجہ بالا تاریخی شہادت کے پیش نظر قدیم تمدنوں کے نظام جرم و سزا کا جائزہ لیتے ہوئے زیر نظر کتاب میں بابلی تمدن کو سرفہرست رکھا گیا ہے۔

1- W.H. Meneill, Encyclopaedia Americana, Vol. 7 P. 3

2- کرم شاہ الازھری، پیر محمد' ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز' 1418ھ) ج 1 ص 145

3- علی عباس' روایات تمدن قدیم' (جہلم: مکتبہ خرد افروز' 1991ء) ص 12

marfat.com

1- قدیم بابلی تمدن:

قدیم بابلی تمدن میں نظام جرم و سزا کیا تھا اور کن کن جرائم کو اس وقت بھی قابل سزائے سخت سمجھا جاتا تھا' اور ان کے لئے کیا سزائیں مقرر تھیں؟ اس کا اندازہ اس دور کے قانون کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے' بابلی تمدن کے مجموعہ قانون کا جو حصہ اب تک منظر عام پر آیا ہے وہ دسمبر 1901ء جنوری 1902ء کے دوران ایران کے ایک قدیم شہر "سوس" کی کھدائی کے دوران دریافت ہوا جسے "قانون حمورابی" کہا جاتا ہے۔ "1"

قانون حمورابی جو پتھر کے ٹکڑوں پر کندہ تحریری شکل میں دستیاب ہوا' یہ ایک قدیم قانونی دستاویز ہے' جس کے بارے میں ماہرین آثار قدیمہ کا کہنا ہے کہ حمورابی بادشاہ نے پتھر کے مینار پر یہ قوانین کندہ کرائے تھے۔ "2"

حمورابی حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے کوئی دو ہزار سال قبل عراق (بابل) کا بادشاہ گزرا ہے' عہد نامہ قدیم میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

معروف مصری اسکالر عبدالسلام الترمانینی کہتے ہیں:-

"... وضع هذا القانون الملک حمورابی اشهر ملوک بابل (وهو سادس ملوک بابل) عام 2000 ق.م. وهو مجموعة لتقلیدهم ترجع الی عهد اقدم بکثیر من العهد الذی وضع فیه' وقد اکتشفته بعثة فرنسیة اثریة فی مدینة" سوس" (SUS) (الایرانیة) عام 19.2 م و وجد منقوشاً علی مسلة حجریة اسطوانیة الشکل محفوظة فی متحف اللوفر بباریس ..." - "3"

(یہ قانون حمورابی بادشاہ نے بنایا تھا جو بابل کے مشہور بادشاہوں میں سے ایک ہے (بابل کا چھٹا بادشاہ ہے) جو ۲۰۰۰ ق م میں ہوا ہے۔ یہ قانون ان کے رسوم و رواج کا مجموعہ ہے جن کا تعلق اس دور سے بہت پہلے سے ہے جس میں اسے مرتب کیا گیا' فرانس کی آثار قدیمہ کی تلاش کرنے والی پارٹی نے اسے ایران کے شہر سوس کی کھدائی کے دوران ۱۹۰۲ء میں دریافت کیا جو ستونوں کی شکل کی پتھر کی سطحوں پر کندہ تھا اور اسے پیرس کے لوور میوزیم میں رکھا گیا تھا۔

1- فوزی رشید' الشرائع العراقیة القدیمة (الجمهوریة العراقیة: وزارة الاعلام' سن ندا) ص 13

2- عبدالقیوم جالندھری' قوانین اسلامی ممالک' (لائل پور: مکتبہ فکر و عمل 1958) 50

3- عبدالسلام الترمانینی' محاضرات فی تاریخ القانون' (سوریا: جامعة حلب' کلیة الحقوق' 1964ء) ص 52 نیز- فوزی رشید' الشرائع العراقیة القدیمة' ص 81

marfat.com

عراقی عالم آثار' احمد سوسہ نے اپنی کتاب "العرب والیہود فی التاریخ" میں تعین کے ساتھ حمورابی بادشاہ کا دور 1750 - 1792 ق - م لکھا ہے۔ (واللہ اعلم)

قانون حمورابی میں (زیر بحث جرائم حدود میں سے) جن جرائم کا ذکر ہے ان میں سرقہ' زنا' حرابہ' اور قذف شامل ہیں "1" - بابلی تمدن کے قوانین سے متعلق دریافت ہونے والی تحریروں میں سے یہ مفصل ترین تحریر ہے' "2" ماہرین کا کہنا ہے کہ قانون حمورابی سے قبل بھی قدیم (عراق) بابل میں قوانین کا وجود تھا' "3" چنانچہ قدیم بابلی قوانین میں سے جو کچھ اب تک دریافت ہو سکا ہے ان میں "اور نمو" کے قانون کو قدیم ترین مانا گیا ہے'
فوزی رشید کہتے ہیں:-

"۔ الملک اور نمو یعتبر موئسس سلالۃ اور (UR) الثالثہ (2111 - 2... 2 ق م) والذی بداء حکمہ (2111 - 2002 ق م) وشریعتہ تعتبر فی الوقت الحاضر اقدم شریعۃ معروفۃ لدی الانسان۔۔۔" "4"

(ارنمو بادشاہ کو تیسرے خاندان ار (2111 - 2002) ق م) کا بانی سمجھا جاتا ہے جس کا دور اقتدار 2111 ق م سے شروع ہوا' اور موجودہ دور میں دنیائے انسانیت میں اسی کے مجموعہ قوانین کو سب سے قدیم ترین مانا گیا ہے)

علاوہ ازیں قدیم بابلی تہذیب میں قانونی ارتقاء کی ایک شکل قانون "ایشنونا" ہے جو بغداد کے قرب و جوار کی کھدائی کے دوران 1945ء میں دریافت ہوا' فوزی رشید لکھتے ہیں:-

"۔۔ فی عام 1945 م قامت مدیریۃ الآثار العامۃ بتنقیبات فی موقع حرمل الواقع فی مدینۃ بغداد' ووجدا لوحان مدونان بقانون ایشنونا وھذان اللوحان باللغۃ السامیۃ البابلیۃ۔۔۔" "5"

---

1 - فوزی رشید' الشرائع العراقیۃ القدیمۃ' ص 81

2 - ایضاً"

3 - ایضاً"

4 - ایضاً"

5 - فوزی رشید' 59

نیز - American Journal of Archaeolgy V: II No.3 (July - Setp 1948)

marfat.com

(1945ء میں ڈائرکٹریٹ جنرل آثار قدیمہ' نے بغداد میں واقع ایک مقام "حرل" کی کھدائی کے دوران دو ایسی تختیاں دریافت کیں جو قانون ایشونا پر مشتمل تھیں' اور یہ دونوں تختیاں بابل کی سامی زبان میں تھیں۔

2017 ق م سے 1794 ق م کے عرصہ میں بابلی تہذیب جس قانون کے تابع تھی وہ "لبت عشتار" (LIPT ISHTAR) کے نام سے موسوم ہے لبت عشتار "اسن" فیملی کا پانچواں بادشاہ گزرا ہے' امریکن جورنل آف آرکیولوجی کے حوالہ سے فوزی رشید لکھتے ہیں:۔

"۔۔لبت عشتار هو خامس ملوك سلالة ایسن (2017 - 1794 ق-م) و حکم من 1934 ق-م- 1924 ق. م ۰ اما اللغة التی کتبت بها الشریعة هی اللغة السومریة رغم ان مقننها سامی الاصل ولیس سومریا' وفی عام 1947 م کشف النقاب عن شریعة لبت عشتار ۔"[1]

(لبت عشتار خاندان اسن 2017 - 1794 ق. م کا پانچواں بادشاہ ہوا ہے' اس نے 1934 ق م سے 1924 ق م تک حکومت کی' قوانین کا دریافت شدہ مجموعہ سومارین زبان میں ہے' باوجودیکہ اس کا بنانے والا اصلاً" سامی نسل کا ہے اور سومری نہیں ہے' 1947ء میں لبت عشتار کا قانون منظر عام پر آیا)

محولہ بالا مجموعہ قوانین میں جرائم حدود اور ان کی سزائیں مذکور ہیں' چونکہ یہ مجموعہ ھائے قوانین مکمل نہیں مل سکے بلکہ ان میں سے بعض کے بعض حصے ہی دریافت ہو سکے ہیں اس لئے اس دور کے جرائم حدود کی مکمل تفصیلات سامنے نہیں آسکیں' تاہم دستیاب مواد سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ اس دور قدیم میں بھی کم و بیش یہی جرائم قابل مواخذہ شدیدہ متصور ہوتے تھے' اور ان کی کڑی سزائیں مقرر تھیں۔ ذیل میں ان کا ترتیب وار تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

حد زنا اور قدیم بابلی تمدن

فعل زنا' قدیم بابلی تمدن میں قبیح خیال کیا جاتا تھا اور زانی و زانیہ کے لئے حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے سزا مقرر تھی تاہم فعل زنا کی انتہائی سخت سزا "قتل" یعنی سزائے موت مقرر تھی قدیم بابلی قانون' قانون "اور نمو" میں زنا کی سزا کا ذکر ملتا ہے۔ قانون "اور نمو" کا ضابطہ نمبر 4 اور 5 جو کہ زنا سے متعلق تھا (کا عربی ترجمہ) حسب ذیل ہے:۔

---

1 - فوزی رشید' الشرائع العراقیہ القدیمہ' ص 38

marfat.com

"... اذا غوت زوجة رجل بمفاتنها رجلا آخر بحيث انه جامعها فللزوج الحق فی ان یقتل المرأۃ (زوجته) ولکن یجب اطلاق سراح الرجل الذی اغوته تلک المرأۃ۔" "1"

(اگر کسی کی بیوی کسی غیر شخص کو اپنے دامن فریب میں اس طرح گرفتار کر لے کہ وہ اجنبی شخص اس سے جماع کر بیٹھے تو' اس عورت کے شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی (اس بدکار) بیوی کو قتل کر ڈالے' جبکہ اس زانی شخص کو جسے اس عورت نے پھسلایا ہو چھوڑ دیا جائے گا)

زنا بالجبر کی سزا اس سے بھی مختلف تھی' لونڈی سے زنا کرنے والے پر پانچ شیقل چاندی جرمانہ لگایا جاتا تھا۔

"... اذا ازال رجل بکارۃ امۃ رجل آخر بالا کراہ' علیه ان یدفع (کغرامة) خمسة شیقلات من الفضة..."2"

(یعنی اگر کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی لونڈی کی بجبر بکارت زائل کر دے تو اس پر لازم تھا کہ وہ چاندی کے پانچ شیقل جرمانہ ادا کرے)

جبکہ آزاد لڑکی سے زنا بالجبر کی سزا موت تھی (ضابطہ نمبر130)

شادی شدہ عورت اگر مرتکب زنا ہوتی تو اسے باندھ کر دریا میں ڈال دیا جاتا تھا' تاہم اگر اس کا شوہر یا بادشاہ معاف کرنا چاہتا تو اسے معافی کا اختیار تھا' قانون حمورابی کا ضابطہ نمبر126 اس سلسلہ میں یوں ہے:-

"...اما المرأۃ المتزوجة التی تزنی فتلقی مقیدة فی النهر الا اذا عفا عنها زوجها او یخلی الملک سبیلها..."3"

(یعنی: شادی شدہ زانیہ عورت کو باندھ کر دریا میں ڈالا جاتا' ہاں اگر اس کا شوہر اسے معاف کر دیتا یا بادشاہ اسے چھوڑ دیتا تو خلاصی ممکن تھی)

قانون ایشنونا میں بھی زنا کی سزا موت مقرر تھی جیسا کہ اس قانون کے ضابطہ نمبر29 میں ہے:

1۔ فوزی رشید' الشرائع العراقیہ القدیمہ' ص 17

2۔ فوزی رشید' الشرائع العراقیہ القدیمہ' ص 17

3۔ سامی سعید' المدخل الی التاریخ العالم القدیم' (العراق: مطبعۃ الجامعۃ' جامعہ بغداد۔ 1983ء) ج 2 ص 252

marfat.com

"... اذا قبض علی الزوجة فی حضن رجل آخر فیجب ان تقتل..." [1]

(اگر کوئی بیوی کسی دوسرے شخص کے چرنوں سے پکڑی جائے تو اسے قتل کرنا چاہیے۔)

زنا کے الزامات کا تدارک کرنے کی غرض سے قانون ایشنونا میں زواج شرعی کی تعریف درج تھی تاکہ شرعی اور غیر شرعی جوڑوں میں تمیز ہو سکے' قانون کا ضابطہ نمبر 28 اس کی وضاحت اس طرح کرتا ہے:

"... اذا تزوج رجل امرأة بدون سوال ابیها وامها ولم یقم بولیمة لیلة الزفاف ولم یکتب (بذلک) عقداً مختوماً مع ابیها وامها فلا تکون هذه المرأة زوجة شرعیة حتی لو عاشت فی بیتة سنة کاملة (المادة الثامنة والعشرون من قانون ایشنونة)۔ "2"

یعنی جب کوئی شخص کسی لڑکی سے بغیر اس کے والدین کی رضامندی کے شادی کر لے اور شب زفاف کے بعد ولیمہ کا اہتمام نہ کرے اور نہ ہی لڑکی کے والدین کا دستخط شدہ یا مہر کردہ کوئی وثیقہ نکاح لکھوائے' تو ایسی لڑکی اس کی شرعی (قانونی) بیوی متصور نہ ہو گی اگرچہ وہ سال بھر اس کے گھر میں پڑی رہے۔

اسی سے متصل ضابطہ نمبر 29 میں ہے کہ:

اگر ولیمہ شب زفاف کا اہتمام کیا جائے اور لڑکی کے والدین سے وثیقہ نکاح لکھوالیا جائے تو اس صورت میں یہ لڑکی اس کی قانونی بیوی ہو گی' اور جب بھی کسی دوسرے شخص کے پہلو میں پائی جائیگی تو اسے سزائے موت دی جائے گی' اسے زندہ نہ چھوڑا جائے گا۔ اس ضابطہ کے (عربی ترجمہ کے) الفاظ یوں ہیں:۔

"... ولکن اذا اقام ولیمة لیلة الزفاف و کتب العقد مع ابیها وامها' و دخل بها فانها (فی هذه الحالة) زوجة شرعیة' یوم یقبض علیها فی حضن رجل آخر یجب ان تموت ولا تستمر فی قید الحیاة..." (المادة التاسعة والعشرون من شریعة و قانون ایشنونة) "3"

اس طرح قدیم بابلی تمدن کے قوانین میں زنا بالتراضی' زنا بالجبر' زانی محصن' زانی غیر محصن' زنا بالحرۃ اور زنا بالامتہ کی سزائیں مقرر تھیں۔

1۔ سامی سعید' المدخل الی التاریخ العالم القدیم' ج 2 ص 252

2۔ فوزی رشید' الشرائع العراقیہ القدیمہ' ص 99

3۔ فوزی رشید' الشرائع العراقیہ القدیمہ' ص 66

marfat.com

قدیم مصری تمدن:

قدیم مصری تمدن میں نظام عقوبات کیا تھا اس کے بارے میں تاریخ کے صفحات مصدقہ معلومات بہت کم فراہم کر سکے ہیں، جو کچھ فراعنہ مصر کے دور سے متعلق مواد قدیم تاریخی دستاویزات سے محفوظ کیا جا سکا ہے اس سے کسی مدون و مرتب مجموعہ قوانین کا پتہ نہیں چلتا، اس صورت حال پر گفتگو کرتے ہوئے مصر کے ایک معروف ماہر قانونیات محمد بیومی مہران لکھتے ہیں:-

"... ومن اسف ان معلوماتنا عن شؤون القضاء فی مصر قلیلة وبینما دون الناس قوانینهم فی بابل، لم تصل الینا صورة واحدة لای قانون مصری کتب علی بردیة من عصر الدولة القدیمة، ولیس معنی هذا ان المصریین لم یعرفوا القانون، بل اننا لا زلنا نعتقد هذه الوثیقة التی لا بدوانها کانت موجودة ولم نصل الینا بعد۔"[1]

(افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ (قدیم) مصر میں رائج نظام قضاء کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں، جس زمانہ میں بابل میں لوگوں نے اپنے قوانین مرتب کئے اس دور قدیم کے کسی مصری نسخہ قانون تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ عہد قدیم میں مصر کے لوگ کسی قانون سے نابلد تھے، بلکہ ہمارا اب بھی یہ خیال ہے کہ اس دور کا کوئی نہ کوئی مرتب شدہ قانون ہو گا اور اس کی باقاعدہ تحریری دستاویز بھی ہو گی جو اب تک ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی۔)

قدیم مصری قانون کے بارے میں کچھ اس طرح کے خیالات کا اظہار دیگر مورخین نے بھی کیا ہے، مثلاً" اکبر شاہ خان نجیب آبادی کہتے ہیں کہ:

"... مصر قدیم کا کوئی مجموعہ قوانین بائیبل یا منوسمرتی کی طرح مرتب و مدون اگرچہ موجود نہیں تاہم مصر کے حالات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چودہ سو سال قبل کی تاریخوں کے ذریعہ معلوم ہو سکے ہیں ان سے کچھ نہ کچھ اندازہ قوانین مصر قدیم کا کیا جا سکتا ہے...."[2]

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ قدیم مصر کے بادشاہوں کی حیثیت دیوتاؤں کی تھی اور وہ پورے ملک کے مختار کل تصور کئے جاتے تھے۔ تاہم نظام حکومت چلانے کے لئے بہت سے عہدیدار مقرر تھے، متحدہ مصر میں کوئی تحریری قانون نہ تھا بلکہ بادشاہ مات (Maat) کے اصولوں

1۔ محمد بیومی مہران، تاریخ الشرق الادنی القدیم، (مصر: دار المعرفۃ الجامعیہ، مدینۃ النصر، 1984ء) ص 325

2۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی، مقدمہ تاریخ ہند (یوپی الہند: مکتبہ عبرت، نجیب آباد، مارچ 1935ء) ج 2 ص 89

marfat.com

کے مطابق حکم صادر کرتا تھا "1" مات کے اصولوں کی روشنی میں دیوانی و فوجداری قوانین بھی تھے' زنا قابل سزا جرم تھا اور اس کی سزا بہت سخت تھی بعض مجرموں کو کوڑے بھی مارے جاتے تھے' ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان کاٹنے کا قانون بھی رائج تھا' جلا وطنی کی سزا بھی تھی زندہ جلا دینا' سولی دینا اور گلا گھونٹنا اور گردن مارنے کا بھی رواج تھا سب سے سخت سزا زندہ ممی بنا دینے کی تھی' جان و مال کی حفاظت اور قانون پر عمل در آمد کرنا فرعون کے اہم ترین فرائض میں سے تھا۔ "2"

ذیل میں جرائم حدود کے حوالہ سے دستیاب بعض تاریخی شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔

قدیم مصری تمدن اور جرائم حدود

1- جرم زنا:

زنا مصری تمدن میں جرم قابل سزائے سخت تھا' اور زانی و زانیہ کو دریا برد یا نذر آتش کر دیا جاتا تھا' گویا انتہائی اذیت ناک طریقہ سے سزائے موت دی جاتی تھی' محمد بیومی مہران کہتے ہیں

"...وصلننا بعض احکام من قانون العقوبات فی بردیة وسنکار حیث کان یکتب علی الزانیة والزانی الموت غرقاً او حرقاً ففی روایتها عن علاقة الشاب بامراة کاهن' ان الشاب قد افترسه تمساح من صنع الکاهن نفسه' وان المرأة للعرب انما قد اقتیدت الی ساحة شمالی القصر حیث احرقت علناً' والقی برمادها فی النهر' ولعل ذلک کان عقاب الزانیة المحصنة' وعلی ای حال من الاحوال فهناک ما یشیر الی تخفیف هذه العقوبة فیما تلا ذلک من العصور' فاصبحت جدع الانف..." "3"

(بعض قوانین سے پتہ چلتا ہے کہ زانی اور زانیہ کو دریا برد کر کے یا نذر آتش کر کے سزائے موت دی جاتی تھی' اس سلسلہ میں ایک روایت یوں ملتی ہے کہ ایک نوجوان کا کسی کاہن کی بیوی سے ناجائز تعلق قائم ہو گیا' چنانچہ کاہن نے اس نوجوان کو مگرمچھ کے منہ میں ڈلوا دیا' جبکہ اپنی فاحشہ بیوی کو محل کے شمالی میدان

1- (مات سے کیا مراد تھی اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا تاہم ایک عمومی خیال یہ ہے کہ اس سے مراد دیوتاؤں کے احکامات ہوں گے) سراج الاسلام' سید' عہد قدیم و جدید' (کراچی: اورینٹ پبلشرز' 1559ء) ص 64

2- ایضاً-

3- محمد بیومی مہران' تاریخ الشرق القدیم' ص 226

marfat.com

میں جلوا دیا اور اس کی راکھ کو دریا میں ڈال دیا گیا۔ غالباً" یہ زانیہ محصنہ کی سزا تھی، تاہم بہت سے شواہد اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس جرم کی سزا میں بعض کے زمانوں میں تخفیف ہوتی چلی گئی تا آنکہ صرف ناک کاٹنے پر اکتفا کیا گیا۔)

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس کے مطابق، مصر کے ایک شخص ابانیر کا واقعہ ہے کہ اس کی بیوی نے کسی دہقانی سے زنا کرایا، چنانچہ دہقان مگرمچھ کو کھلا دیا گیا اور عورت کو پبلک کے سامنے زندہ جلا کر اس کی راکھ دریا میں بہادی گئی۔ "1"

اسی طرح ایک اور واقعہ میں ایک عورت کے اپنے دیور سے زنا کرنے کی خواہش کا اظہار کرنے اور دیور کے انکار پر عورت کی طرف سے اس پر تہمت لگانے اور عورت کے خاوند کی طرف سے، عورت کو کتوں کے آگے ڈلوانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ "2"

علاوہ ازیں قدیم مصری تہذیب میں ایک دستور یہ بھی رہا کہ اگر کسی عورت کے پاس اس کے گھر میں کسی اکیلے غیر مرد کو پایا جاتا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا، کبھی بدکار عورتوں کی زبانیں گدی سے کھینچ لی جاتی تھیں، اور زنا بالجبر کے مجرم کو بدھیا آختہ کر دیا جاتا تھا، الغرض قدیم مصری معاشرہ میں مختلف اوقات و اماکن میں مختلف النوع سزائیں رائج تھیں، تاہم قدیم مصری تہذیب میں زنا ناقابل مواخذہ جرم کبھی نہیں رہا۔

2- جرم سرقہ اور حرابہ:

چوری، قدیم مصری معاشرہ میں ناسور کی شکل اختیار کر چکی تھی اور اس کے نت نئے طریقے ایجاد کئے جاتے تھے، بعض تاریخی مصادر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قدیم دور میں چوری کو کوئی بڑا جرم نہیں سمجھا جاتا تھا، اکبر شاہ خان نجیب آبادی کے بقول:

"... مصر میں چوری کوئی بڑا جرم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ وہاں چوری کا ایسا عجیب و غریب طریقہ رائج تھا کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی ملک اور کسی قوم میں تلاش نہیں کی جاسکتی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص پولیس کا افسر اعلیٰ ہوتا وہی چوروں کا سب سے بڑا سرغنہ بھی ہوتا تھا، جو شخص چوری کا پیشہ اختیار کرتا وہ اپنا نام اور پتہ مذکورہ افسر اعلیٰ کے دفتر میں درج کرا دیتا اور جب چوری کرتا تو اس کی پوری کیفیت یعنی چوری کرنے کا وقت اور مال مسروقہ کی مالیت وغیرہ

1۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس، ج 1، ص 127

2۔ ایضاً۔

marfat.com

بھی آکر درج کرا دیتا، اب جس کا مال چوری کیا گیا ہے وہ شخص جب پولیس افسر کے یہاں آکر چوری کی اطلاع کرتا اور سراغرسانی کی التجا کرتا تو وہ پولیس افسر چوری کے مال کی چوتھائی قیمت بطور تاوان اصل مالک سے وصول کر کے مال اس شخص کو دلا دیتا۔ وصول شدہ تاوان میں سے کچھ حصہ چور کو مل جاتا اور کچھ سرکاری خزانہ میں داخل ہوتا گویا چوری کو ایک جائز پیشہ قرار دیا گیا تھا۔"1"

عموماً ڈکیتی اور چوری کی سزائیں معمولی ہوتی تھیں، تاہم کسی مستند ذریعہ سے ان کی کیفیت کا علم نہیں ہو سکا۔

جرائم قذف و شرب خمر کے سلسلہ میں تاریخی و قدیم مصری مصادر خاموش ہیں۔

مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے بعد قانونی ارتقاء کا عمل شروع ہوا اور بہت سے قدیم قوانین کی جگہ الھامی قوانین نے لے لی، چنانچہ زنا، سرقہ، قذف، حرابہ وغیرہ کی سزائیں تورات میں مذکور ہیں جنکا ذکر "حدود شرائع سابقہ میں" کے عنوان سے شامل کتاب ہے۔

4-قدیم تمدن ہند اور جرائم حدود

ہندوستان کی ہندو اقوام وید اور منوسمرتی کو بائیبل کی طرح اپنے قدیم صحیفے خیال کرتی ہیں، ایرانیوں کے مہر آبادی صحائف موجود نہیں، ژند و اوستا کے جو اجزاء موجود ہیں، وہ بہت مشتبہ اور ناکافی ہیں، جن سے یہ اندازہ کرنا خاصا دشوار ہے کہ اس دور میں نظام حدود (جرم و سزا) کیا تھا۔ "2"

تمدن ہند کی قدامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مورخین نے اس کی اساس منوسمرتی کو ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں سال قدیم کہا ہے۔

کلیات آریہ سافر صفحہ 9 کالم 2 کے مطابق منوسمرتی بارہ کروڑ سال قبل کی تصنیف ہے، ایک سابق گورنر بمبئی مسٹر الفنسٹن اپنی کتاب تاریخ ہند میں منوسمرتی کو 900 ق م کا بتاتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ منوسمرتی کا مصنف منوجی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نو سو برس قبل گزرا ہے۔

ڈبلیو ڈبلیو ڈاکٹر ہنٹر، جو کہ امپیریل گزٹ آف انڈیا کے ڈائریکٹر تھے، اپنی کتاب تاریخ ہند میں کہتے ہیں کہ منوسمرتی 500 ق م میں تصنیف ہوئی جبکہ زردشت کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ یہ 1200 ق م یا اس سے بھی پہلے ہوئے ہیں۔"3"

1- نجیب آبادی، اکبر شاہ خان، مقدمہ تاریخ ہند، ج 2 ص 91

2- نجیب آبادی، اکبر شاہ خان، مقدمہ تاریخ ہند، ج 2 ص 77

3- ایضاً، ج 2 ص 78

marfat.com

تمدن ہند کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں' میکڈونلڈ کا خیال ہے کہ یہ تمدن سمیریا کی فرع تھا جبکہ ہال کے خیال میں سمیریا کا تمدن بذات خود ہڑپائی تمدن کی ایک شاخ ہے' تاہم یہ بات یقینی ہے کہ وادی سندھ کے جہازراں بحری سفر کرکے سمیر' یا بابل تک جایا کرتے تھے اور اس بات کے شواہد بھی موجود ہیں کہ جب مصر میں بڑا اہرام تعمیر کیا گیا اس وقت ہڑپا اور موئن جو داڑو کا تمدن عروج پر تھا۔ وادی سندھ کا تمدن جس کے آثار موئن جو داڑو اور ہڑپا سے ملے ہیں جناب مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے تین ہزار برس پہلے موجود تھا۔"1"

قدیم ہندی تمدن اور جرم سرقہ

منوسمرتی میں جسے ہندو اپنی تہذیب کا سرمایہ قانون و تمدن اور دھرم شاستر بتاتے ہیں' بعض تعزیرات کا ذکر ہے' سرقہ کے بارے میں منوسمرتی میں مختلف النوع سزائیں پائی جاتی ہیں' مثلاً:۔

"۔ خاندانی عورت یا عمدہ جواہر کو اگر کوئی چرالے تو اسے قتل کرڈالنا چاہیے۔۔۔"2"

"۔ جو چور نقب زنی کرکے رات میں چوری کرتے ہیں ان کے دونوں ہاتھ کاٹ کر ان کو تشہیر کرنا چاہیے' جو چور اول مرتبہ گرہ کاٹے اس کی انگوٹھے کے پاس کی انگلی کاٹنا چاہیے' دوسری مرتبہ ارتکاب جرم ہو تو ہاتھ یا پاؤں کاٹنا چاہیے' اور تیسری مرتبہ قتل کرنا مناسب ہے۔۔۔"3"

"۔ برہمن کی گائے چرانے والے کا آدھا پاؤں کاٹ لینا چاہیے۔۔۔""4"

"۔۔ منو نے یہ تجویز کیا کہ اگر کوئی شودر چوری کرے تو وہ بطور جرمانہ مال مسروقہ کی قیمت کا آٹھ گنا ادا کرے جبکہ ویشیوں کشتریوں اور برہمنوں کے لئے بھی جرمانہ مال مسروقہ کی مالیت کا علی الترتیب سولہ گنا' بتیس گنا' اور چونسٹھ گنا تجویز کیا گیا ہے۔۔۔"5"

البیرونی ہندوستان کے جرم و سزا کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"۔۔ اما السرقة فعقوبة السارق بمقدارها فانها ربما اوجبت التنكيل بالغراط والتوسط و ربما اوجبت التاديب والتغريم و ربما اوجبت الاقتصار على الفضيحة والتشهير' فان كان المقدار عظيماً سمل الولاة البرهمن او قطعوه من خلاف و قطعوا كشنو ولم يسملوه وقتلوا غيرها۔۔""6"

1۔ علی عباس' روایات تمدن قدیم' ص 184

2۔ نجیب آبادی' اکبر شاہ خان' مقدمہ تاریخ ہند' ج 2 ص 123 (بحوالہ: منوسمرتی 323/8)

3۔ ایضاً" (بحوالہ: منوسمرتی 237/9، 274)

4۔ ایضاً" (بحوالہ: منوسمرتی 325/8، 414)

5۔ اے ایل باشم Al-Bashem' ہندوستان کا شاندار ماضی (نئی دہلی' ترقی اردو بیورو' 1982ء)' ص 169

6۔ البیرونی' تحقیق ما للھند (دہلی: انجمن ترقی اردو' 1942ء) ص 475

marfat.com

(رہی چوری، تو چور کی سزا مال مسروقہ کی مقدار کے لحاظ سے ہوتی تھی۔ کبھی تو اس میں شدید اور متوسط سزا دی جاتی اور کبھی صرف معمولی سرزنش اور جرمانہ کیا جاتا۔ اور کبھی صرف بے آبرو کر کے اس کی تشہیر کی جاتی' اگر مال مسروقہ کی مقدار زیادہ ہوتی تو راجا' برہمن چوروں کو اندھا کرا دیتا یا الٹے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا' اسی طرح کشتری کو بھی سزا دی جاتی مگر اسے نہ اندھا کیا جاتا اور نہ قتل کیا جاتا جبکہ دیگر قوموں کے چوروں کے ساتھ قتل و اندھا کرنے کا معاملہ بھی ہوتا)

گویا چوری کی سزا مال مسروقہ کی مالیت کے پیش نظر اور ذات پات کی تقسیم کے لحاظ سے ہوتی تھی' اگر مالیت بہت زیادہ ہوتی تھی تو راجا برہمن چور کو اندھا کر دیتا تھا اور اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیتا تھا' کشتری چور صرف اندھا نہیں کیا جاتا تھا باقی پوری سزا اسے دی جاتی تھی۔

ہندستان میں چوروں کی سزا کے مختلف طریقے مختلف اوقات میں رائج رہے' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک لمبی لکڑی کے دونوں کناروں کو تیز کر کے اس کی دھار بنا دی جاتی تھی اور چور کو اس پر بٹھادیا جاتا تھا' تاکہ لکڑی اس کے جسم میں گھس جائے' نیز رہزنوں کو قتل کرنے کا رواج بھی تھا۔ "1"

قدیم ہندی تمدن اور جرم زنا:

جرم زنا میں ماخوذ افراد کے لئے جسمانی سزائیں نافذ تھیں' گویا زنا کو جرم قابل عقوبت شدیدہ تصور کیا جاتا تھا' یوں بھی ہندوستان میں زنا کے علاوہ دیگر بعض جرائم میں قطع اعضاء کی سزائیں رائج تھیں' الباشم نے اس پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے' وہ کہتے ہیں:۔

"۔ قطع اعضاء اور جسمانی اذیتیں بہت سے جرائم کے لئے عام سزائیں تھیں اور قانون کے موضوع پر لکھنے والوں نے سزا کی متعدد دوسری شکلوں کا بھی ذکر کیا ہے' ان سزاؤں کو ایک طرح کی عقوبت نفس تصور کیا جاتا تھا' اور جرائم کی سزا پر غور کرتے وقت سمرتیوں کے لکھنے والوں کے ذہن سے مذہبی عقوبت نفس کا تصور کبھی بھی مکمل طور پر اوجھل نہیں رہا' عام طور پر یہ یقین تھا کہ اس زندگی میں سزا بھگت لینے کے بعد مجرم اپنے جرم کے سلسلہ میں دوسری دنیا کی شدید عقوبتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے "2"

---

1 - مناظر احسن گیلانی' ہزار سال پہلے' (کراچی: نفیس اکیڈمی 1964) ص 60,59

2- اے ایل باشم AL-Bashem ہندوستان کا شاندار ماضی' ص 169

marfat.com

منوسمرتی میں زنا بالجبر کی سزا قطع عضو تناسل ہے لیکن چونکہ برہمنوں کو جسمانی سزا دینے کی ممانعت ہے اس لئے اسی میں سفارش کی گئی ہے کہ برہمنوں کو یہ سزا نہ دینی چاہیے۔ "1"

تاہم زنا کے مختلف طریقوں کے لحاظ سے سزا کی مختلف صورتیں مقرر کی گئی ہیں' منونے جنسی جارحیت کے مرتکب افراد' بغاوت اور غداری کی سزا' سزائے موت بطرق مختلفہ تجویز کی ہے۔ "2"

یہی صورت حال ہندوؤں کے فیاض اور خیرپسند اشوک کے ہاں بھی ہے' وہ باوجودیکہ سزائے موت کو سخت ناپسند کرتے ہیں' زنا کے معاملہ میں سزائے موت کو انہوں نے بھی ختم نہیں کیا۔ "3"

زنا بالجبر کی صورت میں اگرچہ منوسمرتی میں قطع عضو تناسل کی سزا تجویز کی گئی ہے تاہم ہندوستانی معاشرہ میں ایسے زانی کو قتل کرنے کا نظام بھی رائج رہا ہے ہاں البتہ اگر زنا شوئی کا عمل عورت کی رضامندی سے ہوا ہو تو اس صورت میں زانی اور زانیہ دونوں واجب القتل ٹھہرتے' زانی محصن کو قتل کرنے کی سزا تو قدیم ہندوستان میں کم و بیش ہر حکومت میں رائج رہی ہے۔ "4" "سزائے موت کے لئے زانی کو بر سر عام لوہے کے تپتے ہوئے پلنگ پر لٹا کر جان سے مار دینے اور زانیہ کو جیتے جی کتوں سے پھڑوا دینے کا طریقہ بھی اختیار کیا جاتا تھا۔ "5"

قرون وسطیٰ میں ہندوستان میں جلا وطنی و جرمانہ' قید' قطع اعضاء جیسی سزائیں دی جاتی تھیں تاہم برہمن سخت قسم کی سزاؤں سے محفوظ رہتے تھے۔ صیغہ انصاف کے لئے الگ افسر ہوتا اور اس کے ماتحت مختلف مقامات اور صوبہ جات میں اہلکار ہوتے جو نظام جرم و سزا کے قائم کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے تھے۔ "6"

البیرونی کہتا ہے کہ ہندوستان میں بدکار عورت کو خاوند کے گھر سے نکال کر ملک بدر کر دیا جاتا۔ "7" اور شرابخوری پر سزا دی جاتی تھی' وہ کہتا ہے:-

---

1۔ نجیب آبادی' اکبر شاہ خان' مقدمہ تاریخ ہند' ج 2' 124 (بحوالہ۔ منوسمرتی 364/8)

2۔ علی عباس' روایات تمدن قدیم' ص 229۔

3۔ اے ایل باشم Al - Bashem ہندوستان کا شاندار ماضی' ص 167

4۔ مناظر احسن گیلانی' ہزار سال پہلے ص 61

5۔ علی عباس' روایات تمدن قدیم' ص 229۔

6۔ منشی پریم چند' قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب (الہ آباد' انڈیا ہندوستانی اکیڈمی' 1931ء) ص 186

7۔ البیرونی' ہند' ج 2 ص 162

marfat.com

"... عقوبة الزانية ان تخرج من بيت الزوج و تنفی و کنت اسمع ان من يهرب من المماليک الهنديين عائد الی بلادهم و دينهم يفرض عليه كفارة صيام و ينقع فی احشاء البقر وابوالها والبانها اياماً معدودات حتی يختمر فيها و يخرج من النجاسة ويطعم مايشبه ماهو فيه و امثال ذلک..."[1]

زانیہ کی سزا یہ تھی کہ اسے گھر سے نکال دیا جاتا اور شہر بدر کر دیا جاتا اور میں نے یہ سنا کہ ہندی غلاموں میں سے جو بھاگ نکلتا اور اپنے وطن کو لوٹ جاتا اور اپنا مذہب اپنا لیتا اس پر روزوں کا کفارہ لازم ہوتا اور اسے گائے کے گوبر و پیشاب میں چند دن رکھا جاتا اور اسے گوبر و پیشاب پلایا اور کھلایا جاتا اور اس طرح کی دیگر سزائیں تھیں۔

۱۔ البیرونی، التحقیق ما للهند (تاریخ الهند قدیم)، ص 475

marfat.com

قدیم تمدن ایران اور جرائم حدود:

ایرانی تمدن کا آغاز نویں صدی قبل مسیح سے ہوتا ہے' جب آریا نسل میڈیا کے علاقوں میں آباد ہوئی' یہ لوگ ماد کہلائے ان کی حکومت کا پایہ تخت سوسہ تھا جو دریائے فرات کے مشرق اور خلیج فارس کے شمال میں واقع تھا' 546 ق م یا بعض مورخین کے بقول 555 ق م میں اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا' ان کا آخری بادشاہ آستیاکس (Astyages) تھا جس پر ہخامنشی خاندان کے خورس یا قورش اعظم (سائرس) نے فتح پائی۔ "1"

کوروش اعظم (549 - 529 ق م) عہد ہخامنشی کا مؤسس مانا جاتا ہے' جبکہ 336 - 323 ق م ہخامنشی عہد کے عروج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے' اس عہد میں ایران 24 سے 30 صوبوں پر مشتمل تھا'

اس زمانہ میں بادشاہ' قوانین سلطنت' امرائے سلطنت کے مشورہ سے بناتا تھا' جرائم کی سزائیں بہت سخت تھیں' قتل' زنا اور بغاوت جیسے جرائم کی سزا موت تھی۔ دیگر سزاؤں میں کوڑے مارنا زہر دینا' اندھا کرنا' قید کر دینا' داہنا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دینا اور اسی قسم کی دوسری سزائیں شامل تھیں' کوڑوں کی سزاؤں میں ہر کوڑے کے بدلے چھ روپے ادا کرنے پر کمی ہو سکتی تھی۔ "2"

عدل و انصاف کے لیے مملکت میں اہل دیانت افراد کو داد ور کے عہدہ پر فائز کیا جاتا تھا' داد ور سے اوپر دیوان عالی تھا جو بادشاہ یا اس کے کسی نائب کے ماتحت ہوتا تھا۔ (3)

1۔ قاسم محمود' اسلامی انسائیکلوپیڈیا' (کراچی۔ شاہکار بک فاؤنڈیشن' 1984ء) ص 268

2۔ سراج الاسلام' عہد قدیم مشرق و مغرب' ص 251

3۔ مقبول بیگ بدخشانی' تاریخ ایران' (لاہور۔ مجلس ترقی ادب' سن ندارد) ج 1 صفحہ 190' 191' 198

marfat.com

ساسانی عہد سے قبل کے قدیم تمدن ایران کی ایک جھلک مذکورہ بالا بیانات میں ملتی ہے' ایران کے معروف مورخ عبداللہ رازی' ساسانی عہد حکومت "1" کے نظام جرم و سزا سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"۔ مرتکب جرم دو قسم مجازات داشتہ' مجازات دنیوی و مکافات اخروی' مجازات دنیوی عبارت بود از اعدام (مرگ ارزان) یا تازیانہ (تعداد ضربت بر حسب نوع جرم یا خلاف متفاوت بودہ) زنجیر' زندان' اعمال شاقہ' داغ و مثلہ ہم در موارد مخصوص اجراء میگشت۔" "2"

یعنی' مجرم کو دو طرح کی سزا ملے گی' ایک دنیاوی اور دوسری اخروی' دنیاوی سزا کا تعلق ۔سزائے موت یا درہ زنی وغیرہ سے ہے' (کوڑوں کی تعداد جرم کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف اور کم و بیش مقرر ہے)' علاوہ ازیں قید و بند اور قید بامشقت یا داغنا یا مثلہ کرنا وغیرہ ہے' جو کہ مخصوص حالات میں دی جاتی ہے۔

---

1 - ساسانی سلطنت کی بنیاد 226ء میں رکھی گئی اور یہ ایران میں مسلمانوں کی آمد تک قائم تھی' (نجیب آبادی ۔ ص 159) ایران میں اس سے قبل پارتھیائی شہنشاہیت قائم تھی' ساسانی سلطنت کا بانی مبانی اردشیر کو سمجھا جاتا ہے' اردشیر ایک عدل پسند شہنشاہ تھا اس کے نزدیک عدل ہی سے حکومت طاقتور اور خوشحال ہو سکتی ہے۔ اس کا ایک مقولہ عدل کے سلسلہ میں مشہور ہے' کہ فوج کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہو سکتی' پیسے کے بغیر فوج نہیں رکھی جا سکتی' زراعت کے بغیر پیسہ نہیں مل سکتا' انصاف کے بغیر زراعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔

"There can be no power without an army, no army without money no money without agriculture & no agriculture without Justice" (History of Persian P.397-

تیسری صدی سے چھٹی صدی عیسوی تک کا ایران مندرجہ ذیل اہم علاقوں پر مشتمل تھا' افغانستان' بلوچستان' سوویانہ (Sogdiana) بلخ' عراق اور پرشیا (فارس) (Will Durrant, The Age of Faith P.136)

بعض مورخین نے مندرجہ ذیل علاقے تیسری صدی سے چھٹی صدی عیسوی کے عرصہ میں ایرانی علاقے شمار کئے ہیں:۔

بلوچستان' کیچ' مکران' خراسان' کرمان' غور' بامیان' ہندوکش' سیستان' زابلستان' خراسان' ماوراء النہر' رشت' اصفہان' مازندران' فارس' خوزستان' افغانستان' کابلستان' پنجاب' بابل' موصل اور دیار بکر وغیرہ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج 3, 1968ء)

2 - عبداللہ رازی' تاریخ کامل ایران (فارسی) (ایران: بہار 1347ھ) ص 124

marfat.com

ساسانی دور حکومت میں مجرموں کو قید و کوڑوں کی سزاؤں کے علاوہ قطع اعضاء کی سزا کا قانون موجود تھا' اگر کوئی سارق کسی کا مال چراتا تو چور سے بجائے ایک درہم کے دو درہم یعنی مال مسروقہ سے دو گنا وصول کرنے کا قانون تھا' علاوہ ازیں چور کے کان کی لو بھی کاٹ دی جاتی تھی اور دس کوڑے بھی لگائے جاتے تھے' اگر چور دوبارہ چوری کرتا تو اسے پہلے سے دو گنا جرمانہ کیا جاتا اور پورا کان کاٹ دیا جاتا تھا' بیس کوڑے لگائے جاتے اور قید کی سزا بھی دی جاتی' یہ صرف ایک درہم کی چوری کی سزا تھی' اور اگر سارق تین یا چار درہم کی چوری کرتا تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا' اور پانچ سو درہم کی چوری پر سزائے موت دی جاتی تھی۔ اس طرح کے قوانین چار سو سال سے زاید عرصہ تک ایران میں رائج رہے۔ "1"

ساسانی عہد میں اوستا اور اس کی تفاسیر اور اجماع نیکاں' یعنی فقہاء کے فتاوی قانون کے ماخذ تھے اور مجموعہ قوانین کی کوئی خاص کتاب موجود نہ تھی' تاہم محققین نے ایک قانونی دستاویز کا ذکر کیا ہے جسے فرخ مردنے "مادیگان ہزار دادستان" کے نام سے تالیف کیا اس کے صرف چند صفحات ہی دستیاب ہو سکے ہیں' جن میں قوانین کی کوئی تفصیل نہیں ملتی' تاہم قدیم قانون جرم و سزا میں تین طرح کے جرائم قابل مواخذہ قرار دیئے گئے تھے۔ (2)

1- جرائم خلاف مذہب و خدا

2- جرائم خلاف بادشاہ یا حکومت

3- جرائم خلاف عامتہ الناس

تیسری قسم کے جرائم میں چوری' ڈکیتی وغیرہ شامل تھے جن میں سے بعض میں جسمانی سزائیں اور بعض میں سزائے موت دی جاتی تھی۔

زنا اور شراب نوشی جرائم میں شمار نہ ہوتے تھے بلکہ حد تو یہ کہ ایک دور ایران پر ایسا بھی گزرا جب قدیم "متمدن ایران" میں زنا کی اجازت سرکاری طور پر دے دی گئی' مزدک نے جو ایرانیوں کا روحانی پیشوا خیال کیا جاتا تھا یہ اعلان کر دیا کہ ' صرف دو چیزیں انسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کرنے کا باعث ہیں' جائیداد اور عورت۔ اور چونکہ سب انسان برابر ہیں اس لئے کسی خاص انسان کو کسی خاص جائداد کے حقوق ملکیت حاصل نہیں ہونا چاہئیں اور کوئی عورت کسی ایک شخص کی منکوحہ بن کر نہیں رہ سکتی' لہٰذا ہر شخص ہر قسم کی جائیداد اور ہر

1- نجیب آبادی' اکبر شاہ خان مقدمہ تاریخ ہند' ج 2 ص 159

2- آرتھر کرسٹن' ایران بعہد ساسانیاں' (دہلی: انجمن ترقی اردو' 1941ء) ص 400,399

marfat.com

عورت سے استفادہ کر سکتا ہے "1" یہ اس زمانہ کی بات ہے جب ایران پر نوشیروان کے باپ کیقباد کی شہنشاہیت قائم تھی۔ علامہ ابن اثیر کے مطابق مزدک کے نظریات کو پروان چڑھانے میں کیقباد کا حصہ زیادہ ہے جس نے ملک کے طول و عرض میں مزدک کی تعلیمات کو فروغ دینے کے وسائل مہیا کئے اور خود اس کا حد درجہ معتقد تھا۔ "2"

اس دور میں زنا اور بدکاری گویا عام تھی اور شراب کھلے بندوں پی جاتی تھی' مذہبی تقریبات میں شراب پلانے کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ تاجداران آل ساسان کا دربار شراب نوشی کی بڑی آماجگاہ تھی۔ "3"

قدیم یونانی تمدن:

یونانی قوم جس نے سقراط' افلاطون اور ارسطو جیسے فلاسفر پیدا کئے ایک مہذب و متمدن قوم ہونے کا شہرہ رکھتی ہے' مگر جرم و سزا کے حوالہ سے اس قوم کے تہذیب و تمدن کا مطالعہ کیا جائے تو صورت حال کچھ عجیب سی بنتی نظر آتی ہے' فلسفہ کی موشگافیوں میں دنیا کو مات دینے کا دعوئی رکھنے والی قوم کے عظیم سپوت جرائم کے بارے میں کیا نقطہ نظر رکھتے تھے' افلاطون کا بیان اس کی وضاحت کے لئے کافی ہے' وہ کہتا ہے:۔

"..... شہر کے باشندوں کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے' حکام' لشکر اور عوام الناس۔ پہلے دو طبقے اس مثالی شہر کے نگہبان ہیں' داخلی انتشار اور بیرونی حملوں سے بچانا ان کی ذمہ داری ہے اس لئے ان دو طبقوں کی طرف خصوصی توجہ دی جائے اور ان کو مالی پریشانیوں سے بچانا حکومت کا فرض ہے اس طرح حکومت پر لازم ہے کہ ان کے دلوں سے خاندانی جذبات کی بیخ کنی کر دے اور انہیں اپنا علیحدہ خاندان بنانے سے قانونی طور پر روک دے۔ حکومت کو خوشگوار اوقات میں ایسے مذہبی تہوار منعقد کرنے چاہئیں جن میں یہ چنے ہوئے مرد صحت و جمال میں ہر طرح ممتاز عورتوں کے ساتھ وقتی طور پر رشتہ ازدواج قائم کر سکیں۔ اور اس کا مقصد صرف حکومت کے لئے بہترین بچوں کا پیدا کرنا ہو۔ جب وہ عورتیں بچے جنیں تو ان بچوں کو ان سے لے لیا جائے اور تمام بچوں کو ایک مکان میں رکھا جائے وہ عورتیں آکر انہیں دودھ پلائیں اور کوئی عورت یہ امتیاز نہ کرے کہ یہ کس کا بچہ ہے اور نہ ان کو پہچان سکے۔ اس طرح اس طبقہ میں کوئی مخصوص رشتہ داری نہیں پائی جائے گی وہ سب ایک خاندان کے افراد شمار ہوں گے

1- بریگیڈیر پرسی' ہسٹری آف پرشیا' (لندن: 1949ء) ج 1 ص 442

2- ابن اثیر' الکامل (حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ' 1938ء) ج ص

3- (Will Durrant, The Age of Faith, (Siomn and Schouster, New York - 1954) P.149

marfat.com

سب کے ساتھ یکساں نوعیت کی قرابت داری ہو گی۔""1"

یونانی تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے عموماً" یونان کی دو معروف ریاستوں اسپرٹا اور ایتھنز کا حوالہ دیا جاتا ہے' حالانکہ ان دو ریاستوں کے باشندے ہمیشہ طبقاتی تقسیم کا شکار رہے اور دونوں ریاستوں نے دو مختلف نظام ہائے حکومت کو جنم دیا' سپارٹا کے شہریوں کو عسکری تربیت سختی سے دی جاتی تھی اور چشم بد دور تہذیب اس قدر عروج پر تھی کہ جو لوگ جسمانی اعتبار سے عیب دار ہوتے تھے انہیں ایک غار یا پہاڑ کے ویرانے میں چھوڑ آتے تھے تاکہ وہ سردی سے مر جائیں یا درندے انہیں کھا جائیں یا کوئی رحم دل غلام انہیں اپنا بچہ بنالے۔ تندرست بچوں کو دیگر فنون کے ساتھ ساتھ چوری کے فن میں بھی تربیت دی جاتی تھی' اور انہیں یہ سکھلایا جاتا تھا کہ وہ چوری کرتے ہوئے اپنے آپ کو گرفتاری سے کس طرح بچائیں اور اگر گرفتار ہو جائیں تو کسی صورت بھی اعتراف سرقہ نہ کریں۔ سپارٹا کے ایک چوری کرنے والے بچے کی کہانی یوں بیان کی جاتی تھی کہ اس نے لومڑی چرائی اسے اپنے کپڑے میں چھپالیا۔ اکابر اس سے پرسش کرتے رہے اس اثنا میں لومڑی بچے کا پیٹ کاٹ کاٹ کر کھاتی رہی یہاں تک کہ بچے نے جان دے دی مگر چوری کا اعتراف نہ کیا' چنانچہ اس بچہ کو ہیرو کی حیثیت حاصل ہو گئی۔"2"

محولہ بالا عبارات سے یہ اندازہ لگانا چنداں دشوار نہیں کہ یونانیوں کے ہاں نظام عدل' مساوات کے اصول پر قائم نہ تھا بلکہ ہندی تمدن کی طرح ذات پات اور طبقاتی اونچ نیچ کا شکار تھا۔ خود یونانی فلاسفر اس تقسیم کے محرک اور موید تھے' ارسطو کا بیان اس حقیقت کو اور بھی آشکارا کرتا ہے' وہ لکھتا ہے:

"... ان القانون لا ینبغی ضرورۃ ان یطبق الا علی افراد متساوین بالمولد وبالملکات غیر ان القانون لم یشرع قط لهولاء الناس الا فاذا انهم هم انفسهم القانون و ومن السخریۃ ان یحاول اخضاعهم للدستور..."3"

یعنی تمام قانون تمام اہل ملک کے لئے یکساں نہیں ہوتا بلکہ اس کا مساویانہ انطباق صرف ان افراد پر ہو گا جو نسب اور قابلیت کے لحاظ سے مساوی ہیں' رہا حکمران طبقہ تو ان لوگوں کے لئے قانون نہیں بنایا جاتا بلکہ یہ لوگ بذات خود قانون ہیں اور یہ کھلا مذاق ہے کہ ان اکابر کو دستور کی پابندی پر مجبور کیا جائے..."4"

1۔ کرم شاہ" الازھری' پیر محمد' ضیاء النبی' ج ا ص ۱۱۱ (بحوالہ البیرنمری نادر' مقدمہ کتاب الجمع بین رای الحکیمین)
2۔ ایضاً" ۔ ص ۔ ۱۰۹
3۔ کرم شاہ الازھری' ضیاء النبی ج ا ص ۱۱۱ (بحوالہ السیاسہ الشرعیہ' ص 217)
4۔ ایضاً" (ایضاً" ص ٦٦4)

marfat.com

ارسطو نے اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے ایک حکایت بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ:

خرگوشوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں ایک قرار داد منظور کی گئی کہ تمام حیوانات میں مساوات کا قاعدہ جاری ہونا چاہیے۔ جب شیروں نے یہ ریزولوشن سنا تو انہوں نے کہا کہ پہلے ہمارے جیسے طاقت ور پنجے اور تیز دانت لاؤ پھر ہمارے ساتھ مساوات کا مطالبہ کرو۔ "1"

جس تمدن میں عدل کا دوہرا معیار ہو اور مساوات کے اصول کے قوم کے ہیرو نفی کر رہے ہوں وہاں کے نظام جرم و سزا میں افراط و تفریط کا اندازہ کرنا چنداں دشوار نہیں'

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ یونانی تمدن میں مے نوشی اور زنا جرائم کی فہرست میں نہ آتے تھے بلکہ انہیں افلاطون جیسے شہرہ آفاق فلاسفر کی سرپرستی حاصل تھی' سرقہ کو بھی جرم نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ اس کی تربیت دی جاتی تھی' اگرچہ یہ بات عجیب سی لگتی ہے لیکن تاریخی مراجع کو صرف اس بناء پر جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ کوئی بات خلاف عقل ہے۔

3- قدیم تمدن روما اور جرائم حدود:

رومن تہذیب قدیم تہذیبوں میں سے ایک ہے' اس کا اپنا ایک مجموعہ قوانین ہے جسے بارہ الواح کا قانون کہا جاتا ہے' اس قانون میں سرقہ اور رہزنی (حرابہ) کا ذکر ملتا ہے' سرہنری سمیز مین قدیم قانون روما کے بارے میں لکھتے ہیں:

"۔ قدیم اقوام کا قانون فوجداری' قانون جرائم نہیں بلکہ وہ قانون افعال ناجائز ہے' اگر اس کے لئے انگریزی اصطلاح استعمال کی جائے تو یہ ٹارٹ (Tort) یعنی قانون ہرجہ کہلائے گا' قانون روما کی ابتداء سرقہ سے ہوتی ہے اور وہ خلاف ورزیاں جنہیں ہم خالص جرائم سمجھنے کے عادی ہیں افعال قابل ہرجہ متصور ہوتے ہیں' مقننین نے صرف سرقہ ہی کو نہیں بلکہ حملہ اور سخت رہزنی (حرابہ) کو بھی مداخلت بیجا' ازالہ حیثیت عرفی اور غلط الزام کے ساتھ ملا دیا ہے۔..." "2"

گویا رومن تہذیب میں جرائم حدود قابل سزائے سخت نہیں بلکہ معمولی جرائم سمجھے جاتے تھے اور ان کی سزائیں جرمانوں تک محدود تھیں۔

بارہ الواح کے قانون کے مطابق سرقہ کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے'

1- سرقہ .Furtum

2- سرقہ بالجبر (حرابہ) .Ropina

اگر چور سرقہ ظاہرہ کرتا یعنی سرقہ کے وقت مقام سرقہ سے گرفتار کر لیا جاتا تو اسے

1- کرم شاہ الازہری' ضیاء النبی' ج 1 ص 111 (بحوالہ السیاسہ الشرعیہ' ص 217)

2- سرہنری سمیز مین' قدیم قانون' (حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ' 1933) ص 304

marfat.com

سزائے تازیانہ دی جاتی بشرطیکہ وہ مال مسروقہ سمیت جائے واردات سے گرفتار ہو' اور اگر مال مسروقہ لے کر اپنے گھر پہنچ جائے تو یہ سرقہ غیر ظاہرہ سمجھا جاتا تھا' سرقہ ظاہرہ میں تازیانہ لگانے کے بعد سارق مالک مال کا غلام بنا لیا جاتا' اور اگر کوئی غلام سرقہ کرتے ہوئے پکڑا جاتا تو اسے پہاڑی پر سے گرا دیا جاتا اور گرانے سے قبل سزائے تازیانہ دی جاتی' بعد میں اس میں تخفیف کر دی گئی اور آزاد یا غلام دونوں کو مال مسروقہ کا چار گنا لے کر چھوڑ دیا جاتا۔" "1"

قدیم رومن ایمپائر 754 سے 212 ق م میں رائج قانون رومانی کے مطابق سزائیں حکام کے جذبہ تسکین کی خاطر دی جاتی تھیں اور وہاں مقصود مجرم کی اصلاح یا معاشرہ کی فلاح نہیں ہوتا تھا۔ "2"

شراب نوشی عام تھی اور زنا پر کوئی پابندی نہ تھی' ول ڈیورانٹ تمدن روما کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "قانونی طور پر ایک سے زائد شادی کرنے پر پابندی تھی مگر جنسی خواہشات کی تسکین کا مکمل سامان موجود رہتا تھا۔ "3"

ول ڈیوران کہتے ہیں کہ پروکوپیوس Procopius نے اپنی کتاب Secret History میں لکھا ہے کہ "اس کے زمانہ کی تمام عورتیں عملاً" بدکار تھیں' قحبہ خانے عام تھے اور زناکاری کا کاروبار کھلے بندوں جاری تھا" جسٹینین اور اس کی ملکہ نے عصمت فروشی کو ختم کرنا چاہا انہوں نے عصمت فروشی کا دھندا کرنے والے مرد و زن کو قسطنطنیہ سے نکل جانے کا حکم دیا لیکن انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ "4"

قدیم تمدن چین (چینی تمدن) اور جرائم حدود:

چین کے تمدن میں سات ہزار برسوں کا تسلسل ہے اور اس کا شمار دنیا بھر کے قدیم تمدنوں میں ہوتا ہے' علماء آثار قدیمہ کے خیال میں یہ تمدن 3500 ق م سے بھی پہلے کا ہے۔

لیکن قدیم چینی تمدن میں جرائم قابل سزائے سخت (مقابل حدود) کیا تھے اس کا کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہو سکا۔ "5"

1۔ احمد عبداللہ المسعودی' قانون روما' (کراچی: مکتبہ خدام ملت' 1964ء) ص 165

2۔ فرید وجدی' دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر العشرین' (بیروت، دار المعرفہ' 1967ء) ج 3 ص 378

نیز: سمیع عاطف الزین' لمن الحکم' (بیروت: دار الکتاب اللبنانی 1985ء) ص 207

3۔ کرم شاہ' الازہری' پیر محمد' ضیاء النبی' ج 1 ص 140 (بحوالہ The Age of Faith)

4۔ ایضاً

5۔ علی عباس' روایات تمدن قدیم' ص 249

marfat.com

کیونکہ دنیا سے الگ تھلگ رہنے اور شی ہوانگ ٹی کے عہد میں تمام قدیم تحریری ریکارڈ کے تباہ و برباد ہو جانے کی وجہ سے نظام جرم و سزا پر 'پردہ پڑا ہوا ہے۔' قدیم زمانہ کے حالات اکثر قصوں اور کہانیوں کی صورت میں ملتے ہیں' ہوانگ ٹی نے 2697 ق م سے 2597 ق م تک حکومت کی اس کے بعد جس معروف چینی بادشاہ کے عہد کا پتہ چلتا ہے وہ کینفوشس ہے جس نے پانچ چنگ یا کتابیں چھوڑیں جو شرعی کتابوں کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ "1"

قدیم چینی تمدن میں فوجداری سزاؤں کے سخت ہونے کا پتہ چلتا ہے' جس میں بال کاٹنے' کوڑے مارنے شہربدر کرنے اور سزائے موت تک شامل تھی' چوری' ڈکیتی اور شراب نوشی' فوجداری جرم تھے یا نہیں اور ان جرائم پر کس قسم کی سزائیں دی جاتی تھیں ان کے بارے میں کوئی حتمی بات تاریخی شواہد سے ثابت نہیں' تاہم یہ بات طے شدہ ہے کہ زنا اور ہم جنس پرستی کا کاروبار سرکاری سرپرستی میں ہوتا تھا' قحبہ خانے اور بیسواؤں کے کوٹھے موجود تھے جہاں مرد اپنی جنسی بھوک مٹایا کرتے' اس ہم جنسی مباشرت کو جائز تصور کیا جاتا تھا' بیسواؤں کو اپنا دھندا چلانے کے لئے حکومت سے اجازت نامہ ملتا تھا۔ حسین و جمیل بیسوائیں بیرونی سفراء کو بھی پیش کی جاتی تھیں۔ دارالسلطنت میں حسین و جمیل بیسواؤں کی کافی تعداد ہو گئی تھی۔ "2"

۱- سراج الاسلام' عہد قدیم مشرق و مغرب' ص 184، 185

2- سراج الاسلام' عہد قدیم مشرق و مغرب' ص۔ 230

marfat.com

حدود اور شرائع سابقہ

اسلام نے جن جرائم کو قابل حد قرار دیا ہے وہ جرائم شرائع سابقہ میں بھی قابل سزا جرم تھے یا نہیں "اگر وہ ان شرائع میں بھی قابل سزا تھے تو ان کی سزائیں کیا تھیں؟ یہ وہ بنیادی سوال ہے جو اسلام اور شرائع سابقہ کے نظام حدود کا تاریخی جائزہ پیش کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" فرماتے ہیں:۔

"... واعلم انه كان من شريعة من قبلنا القصاص في القتل' والرجم في الزنا' والقطع في السرقة' فهذه الثلاث كانت متوارثة في الشرائع السماوية و اطبق عليها جماهير الانبياء والامم۔" "1"

"شرائع سابقہ میں قتل کی سزا قصاص' زنا کی سزا سنگساری اور سرقہ کی سزا عضو کا کاٹنا تھی' پس یہ تین سزائیں شرائع سماویہ میں متوارث چلی آتی ہیں اور تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں میں انہی پر عمل ہوتا رہا ہے۔)

شرائع سابقہ میں سے جن مشہور شرائع کے نظام جرم و سزا سے متعلق ہمیں قرآن یا دیگر تاریخی شواہد سے معلومات ملتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

1- شریعت موسوی
2- شریعت مسیحی

حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ پہلے پیغمبر ہیں جن پر کوئی مکمل شریعت نازل کی گئی' ان سے قبل انبیاء پر آسمانی صحیفے نازل ہوتے رہے جن کا حال محفوظ نہیں' شریعت موسوی کا نظام جرم و سزا کیا تھا' اس کے متعلق تورات کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے لیکن موجودہ دور میں تورات کا اصل صورت میں (غیر محرف شدہ) دستیاب ہونا ممکن نہیں' تاہم تورات کے جو نسخے دستیاب ہیں وہ مروجہ بائیبل کی ابتدائی پانچ کتابوں میں شامل ہیں۔ "2" علماء اسلام نے ان کی صحت کو چیلنج کیا ہے تاہم یہود ان کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور قابل عمل سمجھتے ہیں' عیسائیوں کے نزدیک یہ کتابیں اگرچہ واجب التعظیم ہیں تاہم ان کی شرعی حیثیت کچھ بھی نہیں' بائیبل کے مطالعہ سے

1- شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ' ج 2 ص 158

2- سید قاسم محمود' اسلامی انسائیکلو پیڈیا' ص 544' ذکر تورات' (تکوین' خروج' احبار' گنتی' استثناء)

marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ شریعت موسوی میں بعض حدود مقرر تھیں۔

جرم زنا شریعت موسوی میں:

توراۃ میں زنا کو قابل سزا جرم کہا گیا ہے' اور اس کی سزا بھی مقرر ہے' جس کی تصدیق اس تاریخی روایت سے ہوتی ہے جو موطا امام مالک میں اس طرح مذکور ہے:-

"عن عبدالله بن عمرانه قال: جاء ت اليهود الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا له ان رجلاً منهم وامراةً زنيا فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ماتجدون فى التوراة فى شان الرجم؟

فقالوا: نفضحهم ويجلدون'

فقال عبدالله بن سلام: كذبتم' ان فيها الرجم' فاتوا بالتوراة' فاتواها فنشروها' فوضع احدهم يده على آية الرجم ثم قرأما قبلها وما بعدها'

فقال له عبدالله بن سلام: ارفع يدك' فرفع يده فاذا فيها آية الرجم' فقالوا صدق يا محمد ان فيها آية الرجم فامر بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فرُجِمَا قال عبدالله بن عمر فرأيت الرجل يحنى على المراة ويقيها الحجارة ـ"[1]

(عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بیان کیا کہ ہم میں سے ایک مرد و عورت نے زنا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تورات میں رجم کے متعلق کیا حکم ہے؟ یہودیوں نے کہا کہ ہم میں جو کوئی زنا کرے اس کو ہم رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں' عبداللہ بن سلام نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو' تورات میں رجم ہے لاؤ تورات پڑھو' انہوں نے تورات کو کھولا اور ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ لیا اور اس کے اول و آخر کی آیتیں پڑھیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا اپنا ہاتھ اٹھا' اس نے جو ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت نکلی' تب سب یہودی کہنے لگے کہ یا رسول اللہ عبداللہ بن سلام نے سچ کہا' آیت رجم موجود ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ بحکم رسول رجم کئے گئے' عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ مرد اس عورت کو پتھروں سے بچانے کے لئے اس پر جھکتا تھا۔)

موجودہ بائبل کے نسخہ سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ شرع موسوی میں زنا کو

۱۔ مالک بن انس بن مالک' موطا الامام مالک' کتاب الحدود' باب ماجاء فی الرجم' حدیث ۱

(لاہور: اسلامی اکیڈمی 1402ھ)

marfat.com

قابل حد جرم تسلیم کیا گیا تھا اور اس کی سزا رجم، درہ زنی اور قتل تجویز کی گئی تھی، بائیبل میں ہے کہ:

"... اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا شخص اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور تم ان کو سنگسار کر دینا تاکہ وہ مر جائیں، لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنی ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا..."[1]

مذکورہ بالا دونوں شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ رجم کرنا شریعت موسوی میں زانی محصن کی سزا تھی جبکہ غیر شادی شدہ زانی کی سزا درہ زنی مقرر تھی جیسا کہ توراۃ کی کتاب "استثناء" کی آیت نمبر 23 اور 24 باب 22 میں مذکور ہے:۔

"... زانی اور زانیہ کے کوڑے لگاؤ..."[2]

کسی کی بیوی یعنی شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کی سزا قتل مقرر تھی جیسا کہ بائیبل میں ہے:۔

"... جو شخص دوسرے کی بیوی کے ساتھ زنا کرے تو زنا کرنے والا اور زنا کرانے والی دونوں قتل کئے جائیں، مرتکب لواطت قتل کیا جائے، جو شخص اپنی بیوی اور بیوی کی ماں دونوں کو رکھے اس کو جلایا جائے تاکہ تم میں بے حیائی نہ پھیلے..."[3]

شریعت موسوی میں ہر غیر قانونی و غیر شرعی جنسی ملاپ کو قابل حد جرم قرار دیا گیا تھا اور مختلف النوع جنسی ملاپ پر مختلف سزائیں بھی مقرر تھیں جیسا کہ قاموس الکتاب المقدس میں مذکور ہے:۔

زنا: المعنی الموسوی، کل اتصال جنسی غیر شرعی، کان یضاجع رجل امرأۃ غیرہ او فتاۃ مخطوبۃ لرجل آخر، او فتاۃ حرۃ غیر مخطوبۃ... الخ، وکان عقاب ھذہ الخطیۃ الرجم والموت"[4]

۱۔ عہد نامہ قدیم، بائیبل، کتاب استثناء، باب 22 آیت 24،23

2۔ ایضاً

3۔ عہد نامہ قدیم (بائیبل) کتاب احبار، باب 2، آیات 13،12،11

4۔ بطرس، عبدالملک، جون الکساندر، لمسن، ابراہیم مطر، قاموس الکتاب المقدس، طبع دوم، (بیروت: مجمع الکنائس فی الشرق الادنی، 1971ء) ص 437

نیز۔ عہد نامہ قدیم (بائیبل) کتاب استثناء باب 22:22

marfat.com

(شریعت موسوی میں زنا سے مراد ہر غیر شرعی جنسی ملاپ ہے' خواہ وہ کسی شادی شدہ خاتون سے کیا گیا ہو' کسی شخص کی منگیتر سے ہو' یا غیر منگنی شدہ لڑکی سے ...... الخ' اور اس جرم کی سزا رجم اور قتل ہے)

دھوکہ دے کر یا بہلا پھسلا کر یا زبردستی زنا کرنے پر سزائے رجم یا موت نہیں دی جاتی تھی بلکہ اس کے لئے الگ سے ضابطہ مقرر تھا جیساکہ کتاب مقدس (بائیبل) میں مذکور ہے:

"۔ اگر کوئی کسی لڑکی کو دھوکہ دے کر اور پھسلا کر اس سے مباشرت کرے تو وہ اسے مہر دے کر اس سے نکاح کرے' اگر اس کا باپ ہرگز راضی نہ ہو کہ اسے اس (زانی) کو دے تو وہ کنواریوں کے مہر کے موافق اسے نقدی دے ..." "1"

جانوروں سے مباشرت کرنے والے کے لئے سزا موت مقرر تھی' جیساکہ کتاب مقدس کی اس آیت سے ظاہر ہے:۔

"۔ جو کوئی چوپائے سے مباشرت کرے جان سے مارا جائے ..." "2"

جرم زنا میں ماخوذ عام لوگوں کی سزا تو رجم' جلد اور قتل وغیرہ مقرر تھی ہی مگر مذہبی پیشواؤں کاہنوں وغیرہ کے لیے یہ سزا اور بھی سخت تھی' اگر کسی کاہن یا اس کی اولاد سے جرم زنا سرزد ہوتا تو اسے آگ میں جلائے جانے کا حکم تھا' جیساکہ تورات کی "کتاب الاحبار" میں ہے کہ:

"۔ کپڑا جتنا سفید ہوگا اس پر داغ اتنا ہی برا لگے گا' چنانچہ اگر کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کر اپنے آپ کو ناپاک کرے تو وہ عورت آگ میں جلائی جائے کیونکہ وہ اپنے باپ کو ناپاک ٹھہراتی ہے ..." "3"

جرم سرقہ شرائع سابقہ میں:

شریعت موسوی میں سرقہ ایک قابل حد جرم تھا اور سارق کو اشیائے مسروقہ کی مقدار و مالیت کے لحاظ سے سزا دی جاتی تھی' سرقہ کی سخت ترین سزا قطع ید تھی' جیساکہ قاموس الکتاب المقدس کے حسب ذیل بیان سے ظاہر ہے:۔

1۔ عہد نامہ قدیم' (بائیبل) کتاب خروج' باب 22' آیت 17،16

2۔ عہد نامہ قدیم' (بائیبل) کتاب احبار' باب 20' آیت 15

3۔ عہد نامہ قدیم' (بائیبل) کتاب الاحبار' باب 21' آیت 9

marfat.com

"... كانت السرقة عند اليهود من الجرائم التي يعاقب مرتكبوها عقاباً صارماً وفي البلاد التي تعيش عيشة بدائية يعاقب السارق بقطع يده اليمنى' وقد ذكرت شريعة موسى (عليه السلام) شيئاً عن سرقة المواشي و سرقة الناس' وكانت سرقة المواشي أكثر شيوعاً۔ "1" و في "الوصايا العشر" وصية تنهى عن السرقة عموماً" والحكم على السارق في الشريعة الموسوية ان يرد خمسة اضعاف ماسرق من بقر او اربعة اضعاف اذا كان المسروق غنماً" ويتحتم تنفيذ الحكم ولو بياع السارق نفسه' وكان التعويض يصل احياناً الى سبعة اضعاف" "2" ولو اعطى في ذلك كل قنية بيته۔ " "3"

چوری' یہود کے ہاں ان قابل سزا جرائم میں سے ایک جرم تھا کہ جس کی سزا سخت دی جاتی تھی' اور ان شہروں میں جہاں بآسائش شہری زندگی کے وسائل ہوں' چوری کرنے والوں کے دائیں ہاتھ کاٹے جاتے تھے' شریعت موسوی میں مویشیوں کی چوری اور انسانوں کو چرانے کی سزاؤں کا کچھ ذکر ملتا ہے' اس دور میں مویشی چرانے کی وبا عام تھی' دس وصیتوں میں سے ایک وصیت چوروں کو چوری سے باز رکھنے کے لئے بھی تھی' شریعت موسوی میں (مویشی) چور کی سزا یہ تھی کہ اگر اس نے گائیں چرائی ہیں تو وہ پانچ گنا گائیں لوٹا کرے' اور اگر اس نے بکریاں چرائی ہیں تو چار گنا ادا کرے' اور نفاذ سزا کا حکم لازمی اور حتمی تھا' اگرچہ چور کو فروخت کر کے ہی نقصان پورا کیوں نہ کرنا پڑے۔

اور یہ سزا (یعنی نقد یا جرمانہ بالمثل) کبھی کبھی سات گنا تک بھی پہنچ جاتا تھا خواہ سارق کو اپنے گھر کی ساری پونجی ہی کیوں نہ بیچنی پڑے۔

مویشی چور کی سزا کے سلسلہ میں توراۃ میں مزید حکم اسطرح مذکور ہے:۔

"... اگر چوری کی چیز چور کے ہاتھ میں زندہ پائی جائے خواہ وہ بیل ہو' خواہ وہ گدھا ہو' خواہ وہ بھیڑ ہو تو وہ ایک ایک کے دو دو دے.... " "4"

انسانوں کو چرانے (اغوا کرنے) اور غلام بنا کر بیچ ڈالنے والے کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی ہے تورات کا درج ذیل اقتباس اس بات کی نشاندہی کرتا ہے:۔

"... اور جو کوئی کسی آدمی کو چرائے خواہ وہ اسے بیچ ڈالے یا وہ اسی (چور) کے ہاں ملے تو چرانے والا قطعی مار ڈالا جائے... " "5"

1۔ قاموس الکتاب المقدس' ص 465 و عہد نامہ قدیم (بائیبل) کتاب الخروج' باب 22 آیت 1-4)

2۔ ایضا" ۔ و عہد نامہ قدیم (بائیبل) کتاب الامثال' باب 6 آیت 31)

3۔ ایضا" و۔ ایضا" کتاب لاویین' باب 6 آیت 1-5)

4۔ عہد نامہ قدیم (بائیبل)۔ کتاب الخروج باب 22 آیت 1-4

5۔ ایضا" ۔ کتاب الخروج باب 21 آیت 16

marfat.com

یہی حکم کتب استثناء میں یوں مذکور ہے:

"۔ اگر کوئی شخص اپنے اسرائیلی بھائیوں میں سے کسی کو غلام بنانے یا بیچنے کی نیت سے چراتا ہوا پکڑا جائے تو وہ مار ڈالا جائے۔"" [1]

جرم زنا شریعت مسیحی میں:

انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا شریعت مسیحی میں قابل حد جرم قرار دیا گیا ہے' لیکن مسیحی لغت میں زنا کا مفہوم وسیع ہے' قاموس الکتاب المقدس میں زنا کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں:

"۔ الزنا: (المعنی المسیحی) کل نجاسة فی الفکر والکلام والاعمال' کل مایشتم منه شی من ذلک' ولعل هذا المعنی ماخوذ من الوصیة السابقة بتفسیر المسیح فی موعظته علی الجبل۔"" [2]

(زنا مسیحی شریعت میں نجاست کا نام ہے' یہ نجاست فکری ہو' کلام میں ہو' یا اعمال میں' ہر وہ شی جس سے نجاست کی بو محسوس ہو' زنا کے یہ "معنی غالباً" وصیت سابقہ سے لئے گئے ہیں اور مسیح علیہ السلام کے پہاڑ پر وعظ (خطبہ) سے متعلق ہیں)

شرع مسیحی میں زنا کی سزا رجم مقرر ہے' اور قاموس الکتاب المقدس میں رجم کی تعریف یوں مذکور ہے:

"۔ رجم نوع من انواع العقاب الشدید التی فرضها الناموس' وکان الرجم عادة قدیمة لم تقتصر علی الیهود بل استخدمها ایضاً المقدونیون والفرس۔ وکان الرجم یتم خارج المدینة وکان الشهود یضعون ایدیهم علی رأس المجرم اشارة الی ان الجریمة استقرت علیه وکانوا یخلعون من ثیابهم ما یعطلهم من عملیة الرجم وفی حالات الزنا و حالات اخری کان الشهود یلقون الحجارة الاولی۔"" [3]

---

1. قاموس الکتاب المقدس' کتاب استثناء باب 24 آیت 7
2. قاموس الکتاب المقدس' ص 417
3. قاموس الکتاب المقدس' ص 400

marfat.com

(رجم سخت سزاؤں میں سے ایک طریقہ سزا ہے جسے ناموس (اللہ) نے فرض کیا ہے اور رجم قدیم طریقہ سزا ہے جو نہ صرف یہودیوں کے ہاں بلکہ مقدونیوں اور اہل فارس کے ہاں بھی رائج رہا ہے اور رجم کی سزا (مجرم کو) شہر سے باہر (لاکر) دی جاتی تھی' گواہ مجرم کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی تصدیق و توثیق کرتے تھے کہ جرم ثابت ہو چکا' پھر مجرم کے غیر ضروری کپڑے جو عمل رجم میں رکاوٹ پیدا کرنے والے ہوں اتار دیئے جاتے تھے' اور زنا یا دیگر جرائم میں رجم کی سزا نافذ کرتے وقت گواہ ہی سب سے پہلا پتھر مارتے تھے۔)

کتاب مقدس (بائیبل) نے زنا کی ایک مجرمہ کا واقعہ یوں بیان کیا ہے:۔

<_ And the scribes and pharisees brought unto him a woman taken in adultery.

and when they had set her in the midst, they say unto him, Master!

this woman was taken in adultery, in the very act.

Now Moses in th law commanded us, that such should be

stoned, but what sayest thou?

This they said tempting him, that they might have to accuse him.

But Jesus Stooped down, and with his finger wrote on the ground,

as though he heard them not.

So when they continued asking him, he lifted up himself,

and said unto them,

"He that is without sin among you.

let him first cast a stone at her_" <1>

یعنی: فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا اے استاد! یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے' توراۃ میں موسیٰ (علیہ السلام) نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں' پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ انہوں نے اسے آزمانے کے لئے یہ کہا تاکہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں' مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا' جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا جو تم میں سے بے گناہ ہو وہی پہلے اس کو پتھر مارے۔ "2"

---

1 - Holly Bible, The New Testament, P.77

2۔ کتاب مقدس (بائیبل) کتاب یوحنا باب 8 آیت (3-8)

marfat.com

کتاب مقدس کے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے ہاں بھی زانیہ کی سزا رجم مقرر ہے۔

جرائم حدود-دیگر انبیاء (علیہم السلام) کے ادوار میں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں اور ان کا یہ قول ہم پہلے بھی نقل (Quote) کر چکے ہیں کہ:

"... واعلم انہ کان من شریعۃ من قبلنا القصاص فی القتل' والرجم فی الزنا' والقطع فی السرقۃ' فھذہ الثلاث کانت متوارثۃ فی الشرائع السماویۃ واطبق علیھا جماھیر الانبیاء والامم۔"[1]

(شرائع سابقہ میں قتل کی سزا قصاص' زنا کی سزا سنگساری اور سرقہ کی سزا عضو کا کاٹنا تھی' پس یہ تین سزائیں شرائع سماویہ میں متوارث چلی آتی ہیں اور تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں میں انہی پر عمل ہوتا رہا ہے۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

بائیبل کی کتاب پیدائش سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں زانیہ کی سزا زندہ جلانا تھی اور جو عورتیں زنا کرتی تھیں انہیں زندہ جلا دیا جاتا تھا بائیبل میں ہے کہ: "یہودا بولا کہ اسے باہر لاؤ تاکہ اسے جلایا جائے""2"

بابل میں زانی کو سزا کے طور پر دریا میں ڈبو دیا جاتا تھا لیکن اگر کسی پر زنا کا شبہ کیا جاتا تو اس سے قسم لی جاتی تھی اور اگر پھر بھی شبہ برقرار رہتا تو اسے دریا میں سے گزرنا پڑتا تھا۔"3"

چور کی سزا یہ تھی کہ اسے مال مسروقہ کے عوض غلام بنالیا جاتا تھا"4"

1- حجۃ اللہ البالغۃ' ج 2 ص 158

2- کتاب مقدس (بائیبل)' پیدائش 38

Encyclopaedia of Religion & Ethics, Ethics, Vol : 1 / P.135 - 3

4- ابن کثیر' عماد الدین' حافظ ابوالفدا' تفسیر ابن کثیر' (بیروت: دارالقرآن الکریم' سن ندارد) ج 2 ص 257

marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام:

حضرت یعقوب علیہ السلام کا دور دراصل شریعت ابراہیمی کا تسلسل ہے' چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہ دستور تھا کہ جو شخص چوری کرتا تھا اسے چوری ثابت ہونے پر سزا کے طور پر غلام بنالیا جاتا تھا' چنانچہ اس پر قرآن کریم سے حسب ذیل دلیل موجود ہے:

"... فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية فى رحل اخيه ثم اذن موذن ايتها العير انكم لسارقون' قالوا واقبلوا عليهم ماذا تفقدون' قالوا نفقد صواع الملك ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم' قالوا تالله ما جئنا لنفسد فى الارض وما كنا سارقين قالوا فما جزاءه ان كنتم كاذبين قالوا جزاء من وجد فى رحله فهو جزاه كذلك نجزى الظالمين... "1"

اس آیت مبارکہ میں واقعہ یہ ہے کہ "جب یوسف علیہ السلام نے ان لوگوں کا سامان ان کی روانگی کے لئے مہیا کیا تو اپنے بھائی کی بوری میں اپنا کٹورا رکھ دیا پھر ایسا ہوا کہ ایک پکارنے والے نے پکارا' اے قافلہ والو' ہو نہ ہو تم ہی چور ہو' وہ پکارنے والے کی طرف پھرے اور پوچھا تمہاری کونسی چیز کھوئی ہے؟ کہا ہمیں شاہی پیمانہ نہیں مل رہا جو شخص اسے لا کر دے اس کے لئے ایک بار شتر (غلہ) انعام ہے' اور میں اس کا ضامن ہوں' انہوں نے کہا اللہ جانتا ہے ہم اس لئے یہاں نہیں آئے کہ ملک میں فساد پھیلائیں' اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو اور ہمارا کبھی یہ شیوہ نہیں رہا کہ چوری کریں۔ (کارندوں نے کہا) اگر تم جھوٹے نکلے تو بتلاؤ چور کی سزا کیا ہونی چاہیے انہوں نے کہا چور کی سزا یہ ہے کہ جس کی بوری میں سے چوری کا مال نکلے وہ خود اس کی سزا ہے' ہم زیادتی کرنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ... "2"

مندرجہ بالا قرآنی اقتباس سے واضح ہوا کہ حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کے دور میں بھی یہی دستور تھا کہ سارق کو سرقہ کے جرم میں سزا کے طور پر غلام بنالیا جاتا تھا' چونکہ یہ دور بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت ہی کا تسلسل تھا اس لئے دیگر جرائم اور ان کی سزا کے بارے میں بھی یہ قیاس کرنا غلط نہ ہوگا کہ ان میں شریعت ابراہیمی کے مطابق ہی عمل ہوتا ہوگا۔

1۔ القرآن: یوسف 70 - 75

2۔ مودودی' تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن' 1982ء) ج 2 ص 420

marfat.com

جرائم حدود عہد جاہلیت (عرب ما قبل از اسلام) میں

زمانہ جاہلیت یعنی عرب ما قبل الاسلام' غیر متمدن دور خیال کیا جاتا ہے' تاہم اس دور میں بھی بعض جرائم حدود کو جرائم تسلیم کرتے ہوئے ان کے مرتکب افراد کو سزائیں دینے کا رواج پایا جاتا تھا۔

اگرچہ زنا اور مے نوشی اس دور میں عروج پر تھی اس کے باوجود زانی کے لئے سزا مقرر تھی اسی طرح سارق کو باقاعدہ سزا دی جاتی تھی' عرب دور جاہلیت میں ایک وقت تو ایسا بھی تھا کہ جب زنا کو ایک خاص قسم کی شادی سمجھا جاتا تھا اور لڑکی اپنے عزیزوں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی مرضی سے کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم رکھ سکتی تھی اور اسے زنا تصور ہی نہیں کیا جاتا تھا "1" (جیسا کہ آج کے مہذب کہلانے والے یوروپ میں داشتہ (MISTRESS) رکھنا اور ان سے بغیر نکاح جنسی تعلقات قائم رکھنا کوئی معیوب بات نہیں) لیکن بالاخر عرب جاہلیت میں یہ سلسلہ ختم ہوا اور یہ طے پایا کہ کنواری لڑکی سے زنا کرنے والے کو یہ سزا دی جائے کہ زانیہ ہی سے اس کا نکاح کر دیا جائے اور طلاق کا حق اس سے چھین لیا جائے۔ "2"

(یہ سزا بھی خوب تھی' سزا کیا تھی گویا زنا پر دلیر کرنا تھا کہ جو کوئی کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہو اور ویسے اس کا رشتہ ملنا دشوار ہو تو وہ اس سے ناجائز تعلقات قائم کرے اور زنا کر کے اسے ہمیشہ کے لئے حاصل کر لے)

اپنی فطری قباحت کی بناء پر یہ سزا بھی زیادہ عرصہ روبہ عمل نہ رہ سکی اور زنا کو ایک سخت برائی اور شدید قبیح عمل قرار دیا گیا اور زانی پر تاوان مقرر کیا گیا' مگر اس سے چونکہ زنا کی لعنت ختم کرنے میں کوئی مدد نہ مل سکی' چنانچہ زانی کو کوڑے مارنے اور قتل کرنے کا رواج فروغ پانے لگا۔ "3"

عرب جاہلی دور میں زنا دو قسم کا تھا ایک تو کنواری لڑکیوں سے زنا اور دوسرے شادی شدہ عورتوں سے زنا اور دونوں کی سزا کی نوعیت الگ الگ تھی' کنواری عورتوں بالخصوص لونڈیوں باندیوں) سے زنا تو کوئی عیب کی بات نہ تھی تاہم شادی شدہ عورتوں سے زنا سخت معیوب شمار ہوتا اور زانی محصن کو سخت سزا دی جاتی تھی' جیسا کہ عرب مورخین نے بیان کیا ہے:-

---

1 - انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس' ج 1 ص 136

2 - ایضاً"

3- شاہ ولی اللہ ' حجۃ اللہ البالغہ' ج 1 ص 538

marfat.com

"... وقد كان الزنا معروفاً فی الجاهلیة یفعله الرجال علناً اذ لم یکن هذا النوع من الزنا محرماً عندهم' والزنا یعاقب علیه الجاهلیون هو زنا المرأة المحصنة من رجل غریب بغیر علم زوجها وهو خیانة و غدر' اما زنا الاماء فلا یعد عیباً اذا کان بعلم مالکهن و بامرهن..." "1"

"... والخیانة الزوجیة تستوجب عقوبة صارمة' لانها زنا' وعقوبتها الموت عند العرب (وکما اشار الی ذلک سترابون فی اثناء کلامه علی العرب) والزنی هو من یتصل بامرأة محصنة غریبة عنه' و قد کان العبرانیون یعاقبون الزانی والزانیة بالرجم بالحجارة حتی الموت..." - "2"

عرب دور جاہلیت میں زنا عام تھا اور لوگ اعلانیہ کرتے تھے' کیونکہ اس طرح کا زنا ان کے ہاں حرام نہ تھا۔ تاہم جس زنا پر ان کے ہاں مواخذہ ہوتا تھا وہ یہ تھا کہ کوئی شادی شدہ عورت کسی اجنبی شخص سے اپنے شوہر سے چھپ چھپا کر زنا کرالے۔ اسے مرد کے حق میں خیانت تصور کیا جاتا تھا اور غداری خیال کیا جاتا تھا' البتہ ایسا زنا جو لونڈیاں اپنے مالکوں کی مرضی یا ان کے حکم سے کراتی تھیں وہ عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔

اور خیانت زوجیہ ایک بڑی سزا کے لائق جرم تھا کیونکہ یہ زنا تھا۔ اور اس کی سزا عربوں کے ہاں موت تھی۔ اور جیسا کہ اسٹرابون نے عربوں کے بارے میں بات چیت کرتے ہوئے کہا ہے' زنا ایک ایسا فعل تھا جو کوئی غیر مرد کسی شادی شدہ عورت سے کرتا۔ عبرانیوں کے ہاں ایسے شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا پتھروں سے اس طرح سنگسار کر دینا تھی جس سے کہ دونوں کی موت واقع ہو جائے۔

گویا زانی محصن کو جاہلی دور میں رجم بھی کیا جاتا تھا اور عبرانیوں کے ہاں یہ سزا بطور خاص رائج تھی' بعض مورخین کا کہنا ہے کہ عربوں میں رجم کی سزا سب سے پہلے ربیع بن حدان کو دی گئی اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا کہ زانی محصن کو رجم کیا جانے لگا۔ "3"

جاہلی دور میں یہودیوں کے ہاں زنا میں کوڑے لگائے جاتے اور زانی محصن کو رجم کیا جاتا تھا' تاہم انہوں نے توراۃ کے حکم میں تحریف کرتے ہوئے رجم کی بجائے تجبیۃ اور تحمیم کا

1۔ جواد علی' المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام طبع سوم (بیروت' دارالعلم للملایین' 1980) ج 5 ص 559، 560

2۔ جواد علی' المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ طبع سوم (بیروت' دارالعلم للملایین' 1980) ج 5' ص 559 - 560

3۔ القلقشندی' احمد بن علی' صبح الاعشی فی صناعة الانشاء' (بیروت' دارالفکر' 1407ھ / 1987ء) ج 1' ص 435

نیز۔ المفردات للراغب' ص 214' اللسان' ج 6' ص 290' صحیح مسلم' ج 4: 171

marfat.com

طریقہ نکاح۔ "1"

شاہ ولی اللہ محدث" دہلوی لکھتے ہیں:۔

"۔ قال ابن عباس رضی الله عنهما کان فیهم القصاص ولم یکن الدّیة' وفی الزنا الجلد' وکان الیهود لما ذهبت شوکتهم ولم یقدروا علی الرجم ابتدعوا التجبیة والتسحیم۔"۔ "2"

(ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت میں قتل کی سزا صرف قصاص تھی نہ کہ دیت' اور زنا میں کوڑے مارے جاتے تھے' اور یہودیوں کی جب شان و شوکت جاتی رہی اور سنگساری پر ان کا بس نہ چلا تو انہوں نے تجبیہ اور تسحیم کرنا ایجاد کیا)

تاریخی مصادر و مراجع اس بات پر شاہد ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جلد یا بدیر زنا کو ایک جرم تصور کیا جانے لگا اور اس کی سزا بھی تجویز کی گئی' اسلام نے زانی محصن کی اسی سزا (یعنی رجم) جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھی اور جو ماقبل الاسلام شرائع میں مذکور تھی کو برقرار رکھا اور زنا کی دوسری قسم کے لئے چونکہ پہلے سے کوئی سزا مخصوص نہ تھی لہٰذا اس میں کوڑے لگانا مقرر کیا۔

زنا کے بعد دوسری بڑائی برائی یعنی سرقہ کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص چوری کرتا' جیب کترتا یا چیز اٹھا کر لے جاتا اور پکڑا جاتا تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ "3"

قریش مکہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں سارق کی سزا قطع ید تھی مگر یہ زمانہ قریب از اسلام کی بات ہے۔ "4" بلکہ بعض مورخین نے تو تصریح کی ہے کہ سرقہ میں قطع ید کی سزا ولید بن مغیرہ نے شروع کی۔

عرب مورخ جواد علی کہتے ہیں:

"... اما بالنسبة الی شریعة الجاهلین فی معاقبة السرقة' فلیست لدینا فکرة

1۔ تجبیہ اور تسحیم کیا ہے؟ تجبیہ کے معنی ہیں کہ زانی اور زانیہ کو گدھے پر الٹا سوار کر کے لوگوں کے سامنے پھرانا' اور تسحیم کے معنی ہیں منہ کالا کرنا۔ (حاشیہ' حجۃ اللہ البالغہ ج 2 ص 159)

2۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ' ج 2 ص 159)

3۔ ابوالفداء' تاریخ ابوالفداء' (امرتسر انڈیا' مطبع افغانی۔ 1901ء) ج 1 ص 239

4۔ صدیقی عبدالحفیظ' برصغیر پاک و ہند میں نظام عدل گستری (اسلام آباد' ادارہ تحقیقات اسلامی 1969ء) ص 23

marfat.com

واضحه عنها و بالنسبة الی عقوبة عند جمیع الجاہلیین' اما اہل مکة و ہم من قریش' فقد کانوا یعاقبون السارق بقطع یده و یظهر من روایات الاخباریین ان هذہ العقوبة سنت فی وقت لم یکن بعید عهد عن الاسلام اذ یذکرون ان اول من سنها هو عبدالمطلب و منهم من یرجع سنها الی الولید بن المغیرة، فیقولون انه اول من قطع ید السارق' فسار عمله هذا سنة فی معاقبة السرقة۔"" ا"

(زمانہ جاہلیت کے قوانین کا جہاں تک تعلق ہے تو ان کے ہاں جرم سرقہ کی سزا سے متعلق کوئی واضح صورت ہمارے سامنے نہیں یہ عام عرب جاہلی معاشرہ کی بات ہے' البتہ اہل مکہ جو کہ قریش میں سے ہیں ان کے ہاں چور کو قطع ید کی سزا دی جاتی تھی اور مورخین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سزا کا رواج ظہور اسلام سے زیادہ پہلے کا نہیں کیونکہ بتایا جاتا ہے کہ پہلے پہل جس شخص نے یہ طریقہ سزا رائج کیا وہ عبدالمطلب ہیں' جبکہ بعض مورخین نے ولید بن مغیرہ کو اس کا مروج قرار دیا ہے' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹا ہو گا وہی اس کا مروج ہے چنانچہ اس کا یہ طریقہ چوروں کو سزا دینے کے لئے رواج پا گیا)

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ قریش کے ہاں چور کا ہاتھ کاٹنے کا نظام موجود تھا' چنانچہ زمانہ جاہلیت میں قریش نے جن لوگوں کو سرقہ میں قطع ید کی سزا دی ان میں سے بعض قابل ذکر اسماء میں' وا بصہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم' عوف بن عبید بن عمر بن مخزوم' اور مراد شامل ہیں۔ مراد نے دوسری بار چوری کی تو اسے رجم کیا گیا' خیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اور عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب کو اونٹ چرانے کے جرم میں قطع ید کی سزا دی گئی جبکہ مدرک بن عوف بن عبید بن عمر بن مخزوم اور ملیح بن شریح بن حارث بن اسد اور مقیس بن قیس بن عدی السہمی نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کے بعض ہدایا چرا لئے تھے چنانچہ ان کے بھی ہاتھ کاٹے گئے۔"2"

1- جواد علی' المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام' ج 5 ص 605

2- المحبر' ص 327 و جواد علی' ج 5 ص 605, 606

marfat.com

چوروں کے علاوہ ڈاکوؤں کو بھی سزا سخت دی جاتی تھی محمد بن حبیب نے المحبر میں حد حرابہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکایا جاتا تھا' وہ کہتے ہیں:۔

"۔ان العرب یصلبون قاطع الطریق و قد صلب النعمان بن المنذر' رجلاً من بنی عبد مناف من دارم من تمیم کان یقطع الطریق..." "1"

(ڈاکوؤں کو عرب پھانسی دیا کرتے تھے چنانچہ نعمان بن منذر کو پھانسی دی گئی جس کا تعلق بنو عبد مناف سے تھا اور وہ ڈاکہ زنی کرتا تھا)

عربوں میں مے نوشی کا رواج عام تھا اور یہ عمل چونکہ جرم نہ سمجھا جاتا تھا اس لیے قابل سزا بھی نہ تھا لہٰذا اس کی کسی قسم کی سزا کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا تھا' حد قذف کا بھی یہی حال ہے کہ کوئی واضح تاریخی حوالہ زمانہ جاہلیت میں حد قذف کے جاری ہونے کا نہیں ملتا' تاج العروس کا بیان ہے:

"۔ ولا یوجد لدینا رای واضح عن قذف الرجل زوجته واتهامه ایاها بالزنا' اما فی الاسلام فقد شرع الملاعنة والا ما یلاعن بینهما..." "2"

(جاہلی دور میں کسی شخص کے اپنی بیوی پر تہمت زنا دھرنے اور اسے سزائے قذف دیئے جانے کے سلسلہ میں ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں ہے' اسلام میں ملاعنت کا طریقہ رکھا گیا ہے جبکہ اس سے پہلے ملاعنت کا رواج نہ تھا)

1۔ المحبر' ص 127 و جواد علی' ج 5 ص 608

2۔ زبیدی' مرتضیٰ حسین حنفی' بلگرامی' تاج العروس' ج 9 ص 335

marfat.com

شریعت مصطفوی میں جرائم حدود

اسلام میں جن جرائم کو قابل حد تسلیم کیا گیا ہے ان کی تعداد وغیرہ کے سلسلہ میں تفصیلی بحث گزر چکی، قبل اس کے کہ نفاذ حدود کا تاریخی جائزہ پیش کیا جائے، زیر بحث پانچ جرائم حدود کی تعریف، مقدار سزا، اور طریقہ اثبات و اجراء کا حال بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

1- حد زنا

زنا کے لغوی معنی: زنا کے لغوی معنی کسی چیز پر چڑھنا ہے، شریعت کی اصطلاح میں زنا کے معنی ہیں کسی ایسی مشتہی فرج میں حشفہ کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو یا بغیر عقد شرعی کے کسی عورت سے وطی (جماع) کرنا۔ "1"

فقہا کے نزدیک زنا کی تعریف:

فقہاء شافعیہ کہتے ہیں، مرد اپنے حشفہ کو کسی ایسی فرج میں داخل کر دے جو طبعاً مشتہی ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اسی وطی پر حد واجب ہوتی ہے، اگر زانی محصن ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اور اگر غیر محصن ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے، اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ "2"

2- فقہاء مالکیہ کہتے ہیں، کسی ایسے فرد کی فرج میں وطی کرے جو اس کی ملک میں بالاتفاق نہ ہو۔ "3"

3- فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف یہ ہے کہ، ایسی عورت کی قبل میں وطی کرنا جو حرام ہو اور وطی کسی شبہ سے نہ ہو اور دبر میں وطی کرنا بھی، اس کی مثل زنا ہے۔ "4"

1- الزبیدی، تاج العروس، ج 10 ص 165

2- نووی، یحیٰ بن شرف الدین، روضۃ الطالبین و عمدۃ المفتیین، (بیروت: مکتب اسلامی، سن ندارد) ج 10، ص 86

3- وشتانی، عبداللہ محمد بن خلیفہ، مالکی، اکمال کمال المعلم، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد) ج 4 ص 445

4- ابن قدامہ حنبلی، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد، المغنی، (القاہرہ: مکتبۃ الامام، 1405ھ) ج 9، ص 55

marfat.com

۴۔ فقہائے حنفیہ کہتے ہیں' جو شخص دارالعدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قبل (اندام نہانی) میں وطی حرام کرے' درآں حالیکہ وہ قبل حقیقتاً" ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً" نکاح اور ملک کے مواضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو"۱"

زنا موجب حد:۔

کسی ملزم زنا پر حد زنا اس وقت جاری کی جائے گی جب کہ زنا کا ہونا مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق پایا گیا ہو:۔

۱۔ زانی بالغ ہو' نابالغ پر حد جاری نہیں ہوگی۔

۲۔ زانی عاقل ہو' پاگل و مجنوں پر حد جاری نہیں ہوگی' تاہم اگر کسی غیر مسلم کے ساتھ فعل زنا کیا ہو تو دونوں کو تادیبی سزا دی جائے گی۔ اور اگر غیر مسلم زانی نے مسلمہ کے ساتھ فعل زنا کیا ہو تو بھی تعزیری سزا دی جائے گی۔

۳۔ زانی مختار ہو' اگر اس پر جبر کرکے اس سے یہ عمل کرایا گیا ہو تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں' تاہم فقہاء حنابلہ کے نزدیک حد جاری ہوگی' اور اگر عورت سے جبراً" یہ عمل کیا گیا ہو تو عورت پر بالاتفاق حد نہیں۔

۴۔ اگر کسی جانور سے وطی کی گئی ہو تو یہ حسب اتفاق مذاہب اربعہ موجب حد نہیں' تاہم اس پر تعزیر ہے۔

۵۔ ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادۃ وطی نہ کی جا سکتی ہو' یعنی بہت کم عمر لڑکی سے زنا کیا یا نابالغ سے زنا کیا تو اس پر حد نہیں۔

۶۔ زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو اگر کسی نے کسی عورت کو غلط فہمی میں اپنی بیوی سمجھ کر اس سے زنا کر لیا تو شبہ کی بناء پر حد نہ ہوگی۔ تاہم ابو یوسف و امام احمد کہتے ہیں کہ اس پر حد ہوگی۔

۷۔ حرمت زنا کا زانی کو علم ہو' اگر زانی یہ کہے کہ اسے علم نہ تھا کہ یہ جرم قابل حد ہے تو اس پر حد نہیں۔

۸۔ عورت غیر حربی ہو۔

1۔ الکاسانی۔ بدائع الصنائع ج 7۔ ص 33

نیز۔ ابن ہمام فتح القدیر' ج۔ ص 31

marfat.com

۹۔ عورت زندہ ہو، مردہ عورت سے وطی پر حد نہیں، مالکیہ کے نزدیک اس پر بھی حد لگے گی۔
۱۰۔ مرد کا حشفہ عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو حد ہے اس سے کم پر حد نہیں۔
۱۱۔ زنا کا عمل دارالاسلام میں ہوا ہو، دارا لکفر یا دارالحرب میں زنا پر حد نہیں۔ "1"

حد زنا میں مقدار سزا:

غیر شادی شدہ زانی و زانیہ کے لیے حد زنا سو کوڑے ہے۔

"... الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ..." "2"

(زانیہ اور زانی ہر دو کو سو سو کوڑے لگاؤ)

احناف کے علاوہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک زانی و زانیہ کو کوڑے مارنے اور شہربدر کرنے کا حکم "حد" کا حصہ نہیں بلکہ شروع شروع میں حد کے علاوہ تعزیرا" ایسا کیا گیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کو ایک سال کے لئے شہربدر کرنا مناسب خیال کیا، کیونکہ لوگ زمانہ جاہلیت کی بری عادتوں سے ابھی تازہ تازہ الگ ہوئے تھے اس لئے ان کی اس علات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے سو کوڑے لگانے کے بعد ایک سال کے لئے شہربدر کرنا بھی مناسب سمجھا گیا۔ "3" بعد میں اس پر عمل نہیں رہا حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوبکر بن امیہ بن خلف کو شراب نوشی کی سزا میں خیبر کی طرف شہربدر کر دیا اور وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں کبھی کسی مسلمان کو شہربدر نہیں کروں گا۔ "4"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجرموں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ ان کو شہربدر کر دیا جائے۔ "5"

1۔ وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، (بیروت، دارالفکر، سن ندارد) ج 6، ص 36 - 38

2۔ القرآن، النور: 2

3۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی، حنفی، احکام القرآن، (لاہور، سہیل اکیڈمی، 1400ھ) ج 3، ص 257

4، 5۔ عبداللہ بن ہمام صنعانی، المصنف، (بیروت، مکتب اسلامی) ج 7 ص 314

marfat.com

زانی محصن کی سزا:

شادی شدہ زانی کی سزا جبکہ وہ مسلمان اور آزاد ہو باجماع امت رجم ہے صرف خوارج کو اس سے اختلاف ہے، رجم کا حکم احادیث متواترہ میں موجود ہے، سنن و آثار کے ذخیرہ میں 86 احادیث ایسی ہیں جو رجم کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔"1"

حد زنا کے اجراء کے لئے ثبوت:۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

"۔ان الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنا اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحمل او الاعتراف۔۔۔""2"

یعنی اگر کوئی محصن مرد یا عورت زنا کرے اور اس کا جرم گواہوں سے یا اعتراف سے یا حمل سے ثابت ہو جائے تو اس کو رجم کرنا برحق ہے)

نصاب شہادت:

ثبوت زنا کے لیے نصاب شہادت چار مردوں کی گواہی ہے:۔

"واللاتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم۔۔۔""3"

(تمہاری خواتین میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو ان پر تہمت لگانے والے سے چار مرد گواہ طلب کرو)

چنانچہ چار سے کم گواہوں کی شہادت پر حد زنا قائم نہیں کی جائے گی۔ امام مالک امام شافعی، امام ابو حنیفہ، اور اکثر اہل علم کے نزدیک جب زنا کے چار گواہ مکمل نہ ہوں تو ان پر حد قذف لازم ہو گی۔"4" ان کی دلیل یہ آیت طیبہ ہے:۔

1۔ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج 4، ص 803

2۔ ابن قدامہ حنبلی، المغنی، ج 8، ص 313

نیز تلخیص، محمد رواس، فقہ عمر، (لاہور، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، جنوری 1990ء) ص 375

3۔ القرآن، النساء: 15

4۔ ابن قدامہ حنبلی، المغنی مع الشرح، ج 10، ص 174

marfat.com

"....والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوھم ثمانین جلدة ...""1"

(اور وہ لوگ جو پاکباز خواتین پر تہمت زنا لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ)

2-حد قذف

قذف کا معنی و مفہوم:-

قذف کے معنی پھینکنا اور قذف بالحجارۃ کے معنی ہیں پتھر پھینکنا' جبکہ قذف المحصنہ کے معنی ہیں کسی پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت دھرنا' قذف کے ایک معنی گالی دینا بھی ہیں۔ "2"

اصطلاح فقہاء میں قذف کے معنی ہیں کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔ "3"

مسلمان پاکباز مرد بھی اس میں شامل ہیں۔

حکم قذف:

حکم قذف مندرجہ ذیل آیہ کریمہ سے مستفاد ہے:-

"...والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوھم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً واولٰئک هم الفاسقون...""4"

محصن کی تعریف: جمہور فقہاء کے نزدیک محصن اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں۔ "5":-

1- عقل
2- حریت
3- اسلام
4- زنا سے پاک ہونا

1- القرآن' النور: 4

2- الزبیدی' تاج العروس' ج 6 ص 217

3- ابن نجیم' زین الدین مصری' البحر الرائق شرح کنز الدقائق' (مصر: مطبعہ علمیہ 1311ھ) ج 5 ص 29-30

4- القرآن' النور: 23

5- ابن قدامہ' المغنی مع الشرح ج 10 ص 194

marfat.com

5- زنا کرسکنے کے قابل ہونا یا قابل جماع ہونا

احناف کے نزدیک محصن اسے کہتے ہیں جو، آزاد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو، اور زنا کے فعل سے پاکدامن ہو۔ "1"

ثبوت جرم:-

اگر کوئی شخص کسی پاکدامن عورت یا مرد پر زنا کا الزام لگائے اور پھر چار گواہ پیش نہ کر سکے تو گویا اس نے ایک پاکباز مرد یا عورت پر تہمت زنا دھری جسے وہ ثابت نہ کر سکا، لہٰذا اس جرم میں اسے سزا دی جائے گی، وہ قاذف کہلائے گا اور اس پر حد قذف جاری ہو گی۔

مقدار حد قذف:

کسی قاذف پر حد قذف اس صورت میں لگے گی جبکہ:

1- مقذوف محصن ہو، لہٰذا کافر اور غلام پر حد نہیں لگے گی کہ ان پر محصن کی تعریف صادق نہیں آتی۔

2- مقذوف نے خود ایسی صورتحال پیدا نہ کر رکھی ہو جو باعث تہمت ہو۔ "2"

3- جس عورت پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہے وہ قاذف کی بیوی نہ ہو۔

4- اگر کوئی شخص کسی کو دوبارہ وہی تہمت لگائے جو پہلے لگائی گئی تھی تو حد دوبارہ جاری نہ ہو گی۔ "3"

1- مرغینانی حنفی، ابوالحسن علی ابن ابی بکر، ہدایہ اولین، (ملتان: مکتبہ امدادیہ، سن ندارد) ص 509

2- اس صورت کی وضاحت کے لئے حسب ذیل واقعہ پیش کیا جاتا ہے: ایک شخص نے ایک عورت سے خفیہ شادی کر لی اور اس کے گھر جانا آنا شروع کر دیا، ایک شخص نے جو اس عورت کا پڑوسی تھا اس اجنبی شخص کو اس عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا تو اسے شک ہوا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں دعویٰ کر دیا کہ یہ شخص متہم بازنا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے کم مہر پر اس خاتون سے شادی کی اس لئے شادی کو خفیہ رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نکاح کا اعلان کیا کرو، اور قاذف کو حد نہیں لگائی۔ (ابن ابی شیبہ، مصنف ج ا ص 214 کنز العمال حدیث نمبر 13982)

3- محمد رواس قلعجی، فقہ عمر، 155/ 552

marfat.com

3- حد سرقہ

تعریف:- علامہ ابن منظور افریقی کہتے ہیں: چور عربوں کے ہاں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی محفوظ جگہ میں چھپ کر جائے اور مال غیر لے کر چل دے' اگر وہ چھپ کر لینے کی بجائے ظاہراً مال لے گا تو وہ اچکا اور لٹیرا (مختلس) ہو گا اور اگر زبردستی چھینے گا تو غاصب ہو گا۔ "1"

اصطلاح فقہاء میں سرقہ کے معنی ہیں' کسی مکلف کا کسی محفوظ جگہ سے خفیہ طور پر کسی ایسی چیز کا لے لینا جس میں اس کا حق نہ ہو' بشرطیکہ اس چیز کی قیمت اتنی ہو جو حد سرقہ کے نصاب کو پہنچتی ہو۔ "2"

علامہ ابن ہمام حنفی کے نزدیک سرقہ کا مفہوم یہ ہے کہ 'کوئی عاقل و بالغ شخص کسی ایسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم یا اس سے زاید نقد یا اتنی مالیت کی کوئی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور تاویل کے لے لے' جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو' بشرطیکہ وہ چیز جلد خراب ہونے والی نہ ہو۔ "3"

حکم حد سرقہ:

حد سرقہ کا حکم قرآن حکیم کی اس آیت طیبہ سے ثابت ہے:

"...وَالسارق وَالسارقة فاقطعوا اَيديهما جزاء بما كَسَبَا نكالاً من الله..." "4"

(یعنی چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے افعال کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے)

ثبوت جرم

جرم سرقہ اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے' اور اگر چور اپنے جرم سے رجوع کر لے تو یہ رجوع بھی صحیح ہے' نیز سرقہ شہادت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ "5" اور جرم سرقہ کو ثابت کرنے کے لئے کم از کم دو افراد کی شہادت ضروری ہے۔

1۔ ابن منظور افریقی' لسان العرب' ج 10 ص 156

2۔ محمد رواس قلعجی' فقہ ابوبکر' (لاہور: ادارہ معارف اسلامی' منصورہ' 1989ء) ص 167

3۔ ابن ہمام' کمال الدین' حنفی' فتح القدیر' ج 5 ص 120

4۔ القرآن: المائدۃ: 38

5۔ محمد رواس قلعجی' فقہ ابوبکر' ص 169

marfat.com

مقدار حد (سزا):-

جرم سرقہ ثابت ہونے پر حد سرقہ جاری کی جائے گی اور وہ چور کا ہاتھ کاٹنا ہے' فقہاء نے تصریح کی ہے کہ پہلی بار چوری کرنے پر دایاں ہاتھ پونچے سے کاٹا جائے گا۔ "1"
جب کہ دوسری بار چوری کرنے پر بائیں ٹانگ کاٹی جائے گی۔ "2" تیسری اور چوتھی بار چوری کرنے پر اس کا بایاں ہاتھ یا دائیں ٹانگ کاٹنے کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے' حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اب اس کا کوئی عضو نہ کاٹا جائے گا بلکہ اسے سزائے قید دی جائے گی' تاکہ وہ تائب ہو جائے۔ "F 3" ما لکیہ اور شوافع کے نزدیک اگر سارق تیسری بار چوری کرے تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر چوتھی بار چوری کرے تو دائیں ٹانگ کاٹ دی جائے گی۔ "4"

مقدار مال مسروق موجب حد:

نصاب سرقہ یا مال مسروق موجب حد کی مقدار میں فقہاء میں اختلاف ہے' احناف کے نزدیک کم از کم نصاب سرقہ دس درہم یا اس قدر مالیت کی کوئی بھی چیز ہے' امام محمد بن حسن شیبانی نے ابراہیم نخعی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

"... عن ابراهيم قال لا تقطع يد السارق في اقل من ثمن الحجفة وكان ثمنها عشرة دراهم وقال ابراهيم ايضا" : لا يقطع السارق في اقل من ثمن المحجن وكان ثمنه يومئذ عشرة دراهم ولا يقطع في اقل من ذلك..." "5"

یعنی: ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ڈھال سے کم قیمت پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی'

1- ابن قدامہ' المغنی' ج 8 ص 260

2- عبدالرزاق' ابوبکر' ابن ہمام الصنعانی' مصنف عبدالرزاق (کراچی: مجلس علمی' 1392ھ / 1972ء) ج 10 ص 188

3- الکاسانی' البدائع الصنائع' ج 7 ص 86

نیز: زیلعی' جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی' نصب الرایۃ' (الهند: مجلس علمی' سن ندارد) ج 3 ص 374

نیز: فتح القدیر ج 4 ص 248 - و' المغنی ج 8 ص 264

4- ابن رشد' قاضی ابوالولید' الاندلسی المالکی' بدایۃ المجتہد' (بیروت: دار الفکر' سن ندارد) ج 2 ص 443

نیز ابن قدامہ' المغنی ج 4 ص 178 - و ابواسحاق' شافعی' المھذب (بیروت: دار الفکر' سن ندارد) ج 2 ص 283

5- محمد بن حسن الشیبانی' کتاب الآثار (کراچی: ادارة القرآن' سن ندارد) ص 137

marfat.com

اور ابراہیم نے کہا چور کا ہاتھ ڈھال سے کم قیمت پر نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور اس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

حنابلہ کے نزدیک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ "1"

امام احمد، و امام مالک کے نزدیک ربع طلائی دینار یا تین درہم کی مقدار نصاب سرقہ موجب حد ہے، اور یہی مسلک امام شافعی کا بھی ہے۔ "2"

شروط اجرائے حد سرقہ:-

چور پر حد سرقہ جاری کرنے کے لیے مندرجہ ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے:-

1- سارق، عاقل بالغ اور خود مختار ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام۔

2- مال مسروقہ حد نصاب کو پہنچے۔

3- مال مسروقہ محفوظ جگہ سے خفیہ طور پر چرایا گیا ہو۔

4- مال مسروقہ میں سارق کو کسی قسم کے مالکانہ حقوق حاصل نہ ہوں۔

فتاوی عالمگیری اور دیگر کتب فقہ میں ایسی اشیاء کی ایک طویل فہرست مذکور ہے جن کے چرانے پر حد سرقہ جاری نہیں کی جائے گی۔ "3"

1، 2- ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی مع الشرح، ج 10 ص 239

نیز، وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج 6 ص 106

3- ملا نظام الدین فتاوی عالمگیری، (لاہور، حامد اینڈ کو، سن ندارد) ج 3 ص 311 - 317

marfat.com

4-حد حرابہ

حکم حد حرابہ:

محاربین کے لئے سزا کا حکم قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے مستفاد ہے:-

"... انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم' الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم' فاعلموا ان اللہ غفور رحیم-"[1]

(بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں (یہ ہے کہ) انہیں قتل کیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف اطراف سے کاٹے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے' یہ تو ان لوگوں کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے "اس سے بھی" بڑی سزا ہے' مگر وہ لوگ جو تمہاری گرفت میں آنے سے قبل توبہ کر لیں "تو انہیں معاف کر دیا جائے گا" اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً' بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے)

ثبوت جرم کا طریقہ:

حد حرابہ کے لئے ثبوت جرم بینہ یا اقرار کی صورت میں ہو گا اور اس کے لئے خصومت یعنی قاضی کی عدالت میں رفع دعویٰ (مرافعہ) شرط ہے' وھبہ الزحیلی کہتے ہیں:-

"... یثبت قطع الطریق عند القاضی' اما بالبینۃ- واما بالاقرار' بعد خصومۃ صحیحۃ عند الحنابلۃ وابی یوسف تکرار الاقرار مرتین-"[2]

(حنابلہ اور امام ابو یوسف کی رائے کے مطابق قاضی کی عدالت میں مرافعہ کے بعد ڈکیتی کا ثبوت یا تو گواہی سے ثابت کرنا ہو گا یا دو مرتبہ اقرار جرم کرنے سے)

1- القرآن' المائدہ: 33- 34

2- وھبہ الزحیلی' الفقہ الاسلامی وادلتہ- ج 6 ص 135

marfat.com

مقدار حد (سزا)

محاربین کی سزا کے سلسلہ میں فقہاء میں اختلاف ہے کہ آیت محاربہ میں مذکور سزائیں قاضی کی صوابدید پر ہیں یا جرم کی شناعت کے لحاظ سے ہیں کیونکہ آیت میں مذکور سزاؤں کا ذکر لفظ او کے ساتھ ہے' چنانچہ امام ابو حنیفہ' امام شافعی' اور امام مالک کے نزدیک محارب کی سزا جبکہ اس نے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو' دایاں ہاتھ اور مخالف سمت کا پاؤں کاٹنا ہے۔ "1"

2۔ اگر ڈاکو مال لوٹنے کے ساتھ ساتھ قتل بھی کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے (ایک ایک) اور پھر قتل کر دے یا سولی پر چڑھا دے' اور اگر چاہے تو بغیر ہاتھ پاؤں کاٹے سولی دے دے یا قتل کر دے'

احناف کا ایک قول یہ بھی ہے کہ قاضی قتل اور قطع اعضاء کی سزا کو یوں جمع کرے کہ ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد ان کو داغے بغیر چھوڑ دیا جائے تاکہ زیادہ خون بہہ جانے کی بنا پر مجرم خود ہی مر جائے۔ "2"

مالکیہ کے نزدیک متذکرہ بالا صورت میں ڈاکوؤں کو بہرحال قتل کیا جائے گا اور قطع اعضاء کی سزا (قتل کے ساتھ ساتھ) دینے کا اختیار قاضی کو ہے۔ "3"

شوافع کے نزدیک متذکرہ بالا انداز جرم میں قتل کے ساتھ ساتھ سولی بھی دی جائے گی' جبکہ مال ماخوذ نصاب سرقہ کو پہنچتا ہو' بعض شوافع نے قتل اور قطع اعضاء کے ساتھ ساتھ سولی کو منع کیا ہے۔ "(4)

حنابلہ کے نزدیک ایسا ڈاکو جو مال لوٹنے کے ساتھ ساتھ قتل کا مرتکب بھی ہوا ہو' وہ واجب القتل ہے' اگرچہ مال کا مالک اسے معاف ہی کیوں نہ کر دے اور اسے سولی بھی چڑھایا جائے گا' تاکہ سزا کو شہرت حاصل ہو۔ "5"

3۔ اگر محاربین نے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو آئمہ ثلاثہ (ابوحنیفہ' شافعی' مالک) کے نزدیک ڈاکوؤں کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹے جائیں گے اور اگر ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں پہلے ہی کٹ چکے ہوں تو انہیں مزید قطع اعضاء کی سزا دینے کی بجائے قید کی سزا دی جائے گی' امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اگر ڈاکو کا صرف ایک ہاتھ یا صرف ایک پاؤں پہلے

1۔ ایضاً۔ ج الکاسانی' بدائع الصنائع' 7 93
2۔ ایضاً۔
3۔ سحنون بن سعید مالکی' المدونۃ الکبریٰ (بیروت' دار الفکر' 1406ھ) ج 4 ص 433
4۔ نووی' یحیٰ بن شرف الشافعی' روضۃ الطالبین' ج 10 ص 157
5۔ الخرقی' ابو القاسم عمر بن حسین بن عبداللہ بن احمد' حنبلی' مختصر مع المغنی والشرح (بیروت' دار الفکر' 1405ھ) ج 10 ص 229

marfat.com

کٹا ہوا ہو تو اب صرف ایک ہاتھ یا صرف ایک پاؤں مخالف سمت سے کاٹنا کافی ہے جبکہ امام مالک کے نزدیک اب سزا قاضی کی صوابدید پر ہے وہ چاہے تو سزائے قتل یا سولی کا حکم دے یا قطع اعضاء (مخالف جانب سے) کا حکم کرے' تاہم اسے قید یا شہر بدری کی سزا کا حق نہیں۔ "1"

امام شافعی کے نزدیک جرم حرابہ کے تکرار کی صورت میں جبکہ صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو ڈاکو کے باقی ماندہ ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں کو کاٹا جائے گا۔ "2"

حنابلہ کے نزدیک محاربین یا قطاع الطرق اگر صرف مال لے لیں اور قتل نہ کریں تو ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹے جائیں' اور اگر ان میں سے کسی کا ایک ایک ہاتھ اور پاؤں پہلے ہی کاٹے جا چکے ہوں' تو پھر ان پر سے قطع اعضاء کی سزا ساقط ہو جائے گی کیونکہ باقیماندہ ہاتھ اور پاؤں کاٹنے سے وہ چلنے پھرنے اور کام کرنے سے بالکل ہی معذور ہو جائے گا' احناف کا بھی یہی مذہب ہے۔ "3"

4۔ اگر محاربین نے صرف قتل کیا ہو اور مال نہ لوٹا ہو تو انہیں قتل کیا جائے گا' اس پر آئمہ اربعہ (ابو حنیفہ' مالک' شافعی' احمد) کا اتفاق ہے "4" تاہم حنابلہ میں قتل کے ساتھ ساتھ سولی دیئے جانے کی بھی روایت ہے' اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ملتی ہیں' ایک میں قتل کے ساتھ سولی دینے کا جبکہ دوسری میں سولی نہ دینے کا قول ہے۔ "5"

5۔ اور اگر محاربین صرف ڈرانے دھمکانے تک محدود رہیں کہ نہ کسی کا مال لوٹیں اور نہ قتل کریں تو اس صورت میں ان کی سزا شہر بدری ہے' یہ حنابلہ کا موقف ہے' "6" جبکہ شوافع اور احناف کے نزدیک انہیں قید کی سزا دی جائے۔ "7"

مالکیہ کہتے ہیں کہ ایسے ڈاکوؤں کو تعزیراً" کوڑے لگائے جائیں اور پھر شہر بدر کر دیا جائے' نیز جس شہر کی طرف انہیں شہر بدر کیا جائے وہاں انہیں قید کر دیا جائے "8"

1۔ سحنون بن سعید مالکی' المدونۃ الکبریٰ' ج 4 ص 429

2۔ نووی' یحییٰ بن شرف الشافعی' روضۃ الطالبین' ج 10 ص 156

3۔ ابن قدامہ حنبلی۔ ج 10' ص 306

4۔ الکاسانی بدائع الصنائع' ج 7 ص 92

نیز۔ ابن رشد مالکی' بدایۃ المجتہد' ج 4 ص 341۔ والنووی' روضۃ الطالبین' ج 10 ص 156

5۔ ابن قدامہ' المغنی مع الشرح' ج 10 ص 304

6۔ ایضاً" ۔ ج 10ص 308

7۔ جصاص' احکام القرآن' ج 2 ص 412

8۔ سحنون بن سعید مالکی' المدونۃ الکبریٰ' ج 4۔ ص 429

marfat.com

شروط محاربہ:

محارب کی تعریف صرف ان لوگوں پر صادق آتی ہے' اور حد حرابہ ان لوگوں پر نافذ ہوگی جنہوں نے حسب ذیل شرائط کے مطابق ڈاکہ ڈالا ہو'

1- ڈاکہ ڈالنے والے عاقل و بالغ ہوں۔

2- ڈاکہ ڈالنے والے مرد ہوں (اور اگر خواتین ہوں تو ان پر حد نہیں البتہ امام طحاوی نے کہا ہے کہ عورت مرد برابر ہیں)

3- جن پر ڈاکہ ڈالا گیا ہو وہ مسلمان ہوں یا ذمی ہوں۔

4- جن پر ڈاکہ ڈالا گیا ہو وہ ڈاکوؤں کے محرم نہ ہوں۔

5- جو چیز ڈاکہ ڈالنے کے لئے منتخب کی گئی ہو وہ چیز محفوظ ہو اور قیمتی بھی ہو' اس میں سے کسی اور کا حق نہ ہو' نہ ڈاکوؤں کا اس میں کوئی حق ہو بلکہ اس میں نہ ڈاکوؤں کی ملکیت ہو اور نہ ملکیت کی تاویل یا شبہ ہو' اور وہ مال دس درہم کی مالیت سے کم کا نہ ہو' اگر ڈاکوؤں کی تعداد ایک سے زاید ہو تو ہر ڈاکو کے حصہ میں اتنا مال ہو جو کم از کم دس درہم کی قیمت کا ہو۔

6- جہاں ڈاکہ ڈالا گیا وہ جگہ دارالاسلام ہو' اگر دارالحرب میں ڈاکہ ڈالا تو حد واجب نہ ہوگی۔

7- جہاں ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ شہر نہ ہو' اگر شہر میں ڈاکہ ڈالا ہے تو حد واجب نہ ہوگی۔ (تاہم شہر میں ڈاکہ ڈالے جانے پر حد ہونے یا نہ ہونے میں اجتہادی اختلاف ہے)

8- امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جہاں ڈاکہ ڈالا گیا ہے' وہ جگہ شہر سے مسافت سفر پر ہو جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہیں۔ "1" مالکیہ' شوافع اور حنابلہ کے نزدیک شہر اور شہر سے باہر دونوں جگہ ڈاکہ قابل حد ہے۔ "2"

1- الکاسانی' بدائع الصنائع' ج 7 ص 90- 92

2- وھبہ الزحیلی' الفقہ الاسلامی وادلتہ' ج 6 ص 134

marfat.com

5-حد شرب خمر (سکر)

تعریف:

امام مالک و امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے خواہ کم ہو یا زیادہ جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمر انگور کا کچا شیرہ ہے جس میں سڑنے کی وجہ سے جھاگ پیدا ہو گئے ہوں اور اس کا پینا قطعی حرام ہے، جبکہ دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال حرام ظنی ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک خمر (خواہ وہ گیہوں، کھجور، انجیر، چاول، جو، یا شہد وغیرہ سے بنی ہو) اور دیگر نشہ آور اشیاء کا حکم ایک ہی ہے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ارشاد سے استدلال کیا ہے:-

"....كُل مُسكِرٍ خَمر، وكُل خَمرٍ حَرام..." "1"

(ہر نشہ آور چیز خمر "کے حکم میں" ہے اور ہر خمر حرام ہے)۔

اور شارب خمر کے لئے سزا کوڑے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ:-

"....من شرب الخمر فاجلدوه "2" (جو کوئی مے نوشی کرے، اسے درے لگاؤ)

مقدار حد: شارب خمر کے لئے مقدار حد باجماع صحابہ اسی کوڑے ہے، "3" فقہاء میں سے امام ابو حنیفہ اور امام مالک اسی کے قائل ہیں، امام احمد بن حنبل کا ایک قول 40 کوڑوں کا ہے، جبکہ امام شافعی بھی 40 کوڑوں کو حد قرار دیتے ہیں "4"

1- کتاب الحدود، مسلم، دار قطنی، احمد، ابن حبان، عبد الرزاق وغیرہ

2- کتب سنن

3- فتح القدیر، ج 4، ص 185- و البدائع الصنائع، ج 5، ص 113- و تبیین الحقائق ج 3 ص 198

4- وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج، 6 ص 151

marfat.com

مقدار شرب موجب حد:

امام احمد، مالک اور امام شافعی کے نزدیک جو شخص کسی نشہ آور چیز کو پیئے اس پر حد واجب ہے، خواہ اس نے اس کی قلیل مقدار پی ہو یا کثیر، اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ خمر انگوری کا ایک قطرہ پینا بھی موجب حد ہے، جبکہ انگوری خمر کے علاوہ دیگر انواع شراب سے جب تک نشہ نہ ہو حد واجب نہیں۔"[1]

ذمی اور مستامن پر حد شرب خمر نہیں لگائی جائے گی، اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"..... لقد استثنی جمہور الفقہاء من المالکیة والحنابلة والشافعیة والحنفیة فی ظاہر الروایة عندہم الذمیین والمستامنین من عقوبة شرب الخمر لانہم لا یومنون بحرمتہا فمن شرب من اہل الذمة خمراً وما سواہا فیما یسکر کثیرہ فلا حد علیہ فی ذلک، یری الظاہریة خلافاً لرائی الجمہور وجوب عقوبة شرب الخمر مسلماً کان ام غیر مسلم....."[2]

(جمہور فقہاء مالکیہ، حنابلہ، شافعیہ اور حنفیہ کے ہاں ظاہر روایت کے مطابق ذمی اور مستامن حد شرب خمر سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ شرب خمر کی حرمت پر یقین نہیں رکھتے، چنانچہ ان میں سے کوئی شراب یا مسکرات کا قلیل یا کثیر استعمال کرے خواہ اسے اس سے نشہ ہو یا نہ ہو ان پر حد نہیں، ظواہر کو اس سے اختلاف ہے اور وہ حد شرب خمر مسلم یا غیر مسلم سب پر واجب سمجھتے ہیں۔)

جرائم حدود کے اثبات کے طریقے:

تمام حدود اقرار سے ثابت ہوتی ہیں یا بینہ سے، جبکہ حد قذف کے بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے کہ مدعی (مقذوف) کے پاس بینہ نہ ہونے کی صورت میں کیا قاذف سے قسم لی جائے گی اور اس کے قسم سے انکار کی صورت میں اس پر حد جاری کی جائے گی۔ حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مدعی علیہ کے قسم سے انکار پر اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ جبکہ بعض

1- ابن قدامہ حنبلی، المغنی مع الشرح ج 10 ص 424

2- عبدالکریم زیدان، احکام الذمیین والمستامنین، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، 1976ء، ص 218

بہ محمد ابو حسان، احکام الجریمہ والعقوبۃ، ص 315

marfat.com

شافعی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مدعی علیہ (قاذف) سے قسم لی جائے گی' اسی طرح بعض حنفی فقہاء کی رائے بھی یہی ہے۔ "1"

مندرجہ بالا بیان سے چار نکات واضح ہوتے ہیں:۔

1۔ فقہاء کا اس امر پر اتفاق کہ حد جرم سرقہ میں مدعی کے پاس ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اگر مدعی علیہ کو قسم دلائی جائے اور وہ قسم سے انکار کرے تو اس سے حد کا اثبات نہیں ہوتا البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اس سے مسروقہ مال کی واپسی کا اثبات ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حد سرقہ میں حق اللہ غالب ہے بالفاظ دیگر خصومت کے بعد اس میں حق العبد باقی نہیں رہتا۔

2۔ قذف میں حق العبد زیادہ قوی ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ خالص حق العبد ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے اثبات کے لئے تمام طریقے اختیار کئے جائیں گے اور مدعی علیہ کے قسم سے انکار سے بھی ثابت ہو جائے گا۔ اکثر حنفی فقہاء کے نزدیک حد قذف کا اثبات قسم سے انکار سے نہیں ہوتا جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک انکار قسم سے بھی حد قذف ثابت ہو جاتی ہے۔

3۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قسم سے انکار اقرار نہیں ہے بلکہ بدل (ترک) ہے جو حدود میں جاری نہیں ہوتا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے یہ ہے کہ انکار تو اقرار ہے لیکن شبہ پر مشتمل ہے اس لئے حد ساقط ہو جائے گی۔

4۔ حنفی فقہ میں بعض روایات کی رو سے مدعی (مقذوف) کے پاس اگر ثبوت نہ ہو تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی اور انکار کی صورت میں بعض کے نزدیک قاذف پر حد کی سزا جاری ہو سکتی ہے کیونکہ حد قذف حق اللہ ہے اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک انکار قسم کی صورت میں حد قذف جاری نہیں ہوگی البتہ تعزیری سزا دی جائے گی۔ "2"

اثبات حدود کے لئے خصومت:

• وہ جرائم حدود جو خالصتاً حق اللہ ہیں ان میں خصومت (کسی فریق کا دعویدار بن کر مقدمہ کی پیروی کرنا) ضروری نہیں ہے' بالفاظ دیگر ایسی حدود کے اثبات کے لئے دعویٰ شرط نہیں ہے بلکہ گواہ بھی مدعی بن سکتا ہے' اسی طرح حکومت کی مقررہ ایجنسی بھی مدعی بن سکتی

1۔ الکاسانی' بدائع الصنائع' ج 7 ص 52

نیز۔ ابو زہرۃ' الجریمۃ والعقوبۃ' ص 69

2۔ ابو زہرۃ مصری' الجریمۃ والعقوبۃ' ص 70 - 71

marfat.com

ہے، فقہی اصطلاح کے اعتبار سے دعویٰ حسبہ یا دعویٰ شہادۃ کہا جاتا ہے' چنانچہ اگر چار گواہ زنا کی گواہی دیں تو وہ گواہی بغیر اس بات کے کہ پہلے سے کوئی دعویٰ موجود ہو قابل سماع ہو گی' اسی طرح مے نوشی کی حد میں بغیر سابق دعویٰ کے گواہی قابل قبول ہو گی' چنانچہ الکاسانی کہتے ہیں:-

"لا خلاف فی ان الخصومۃ لیست بشرط فی حد الزنا والشرب لانہ خالص حق اللہ تعالی والخصومۃ لیست بشرط فی الحدود الخالصۃ للہ تعالی لانہا تقام حسبۃ للہ فلا یتوقف ظہورہا علی دعوی العبد..."[1]

(حد زنا اور حد شرب چونکہ خالصتاً" حق اللہ ہیں اس لئے ان میں خصومت شرط نہیں ہے' کیونکہ حدود خالصتاً" حق اللہ ہوتی ہیں' ان میں خصومت شرط نہیں ہوتی بلکہ حسبۃ للہ قائم کی جاتی ہیں' اس لئے ان کا ظہور کسی شخص کے دعویٰ پر موقوف نہیں ہے۔)

حد سرقہ کے اثبات کے لئے اور اس کے مقدمہ کے لئے دعویٰ اور خصومت ضروری ہے' کیونکہ سرقہ کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ جو مال چرایا گیا ہو وہ کسی کا مملوک ہو اسے حرز سے لیا گیا ہو اور مالک نے اسے مال کی اجازت نہ دی ہو۔ ان تمام امور کا تحقق ضروری ہے کیونکہ ان احتمالات کی موجودگی میں حد جاری نہیں ہو سکتی' کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

کاسانی کہتے ہیں:-

"..ولا خلاف فی حد السرقۃ ان الخصومۃ فیہا شرط الظہور بالشہادۃ لان حد السرقۃ وان کان حقاً للہ تعالی خالصاً" لکن ہذا الحق لا یثبت الا بعد کون المسروق منہ ولا یظہر ذلک الا بالخصومۃ..."[2]

اس امر میں اختلاف نہیں کہ حد سرقہ کا اثبات اگر بذریعہ شہادت ہو تو اس کے ثبوت کے لئے خصومت شرط ہے کیونکہ حد سرقہ اگرچہ خالص حق اللہ ہے لیکن یہ حق اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جبکہ پہلے یہ ثابت ہو کہ مسروقہ شی مسروق منہ کی ملکیت ہے اور یہ بات خصومت ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

1۔ الکاسانی' بدائع الصنائع' ج 7 ص 52

نیز: ابو زہرۃ مصری' الجریمۃ والعقوبۃ' ص 62

2۔ الکاسانی' بدائع الصنائع' ج 7 ص 52

marfat.com

ابن قدامہ کہتے ہیں:-

اگر سارق اقرار کر لے یا سرقہ پر بینہ قائم ہو جائے تو حد سرقہ اس وقت تک جاری نہیں ہو گی جب تک مسروقہ شی کا مالک دعویٰ نہ کرے' کیونکہ مال ایسی شے ہے جو کسی کو دیا بھی جا سکتا ہے اور اس کے استعمال کی اجازت بھی دی جا سکتی ہے یا یہ مال اس نے عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا ہو یا یہ مال وقف ہو اور سارقین میں سے کوئی سارق موقوف علیہم میں داخل ہو یا مالک نے سارق کو حرز میں داخل ہونے کی اجازت دے دی ہو' ان شبہات کے ازالہ کے لئے مدعی کی طرف سے دعویٰ ضروری ہے۔ "1"

حد قذف میں مقذوف کے دعویٰ کی اہمیت تمام حدود سے زیادہ ہے اس حد تک کہ بعض فقہاء نے نہ صرف یہ کہ قذف کے لئے مقذوف کے دعویٰ کو لازمی قرار دیا ہے بلکہ اسے قصاص کے مماثل قرار دیتے ہوئے مدعی کی جانب سے استیفائے حد کے مطالبہ کی قید بھی لگائی ہے۔ "2"

امام ابو حنیفہ کے نزدیک قذف کی حد معاف کر دینے سے ساقط نہیں ہوتی اور ان کے نزدیک دعویٰ کے بعد حد قائم کرنے کے مطالبہ پر مقذوف کا استمرار شرط نہیں ہے۔ "3"

اجرائے حد میں شک کا فائدہ:

شک و شبہ کی حالت میں حد کا اجراء نہیں ہو سکتا یہ شریعت اسلامیہ کا ایک عام اصول ہے' قاعدے کے مطابق شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ البتہ تعزیرات پر اس قاعدہ کا کلی اطلاق نہیں ہوتا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

"...ادرؤو الحدود ما استطعتم..."

یعنی جس قدر ممکن ہو حدود کو ٹالو' اگر اس بات کی ذرا بھی گنجائش ہو' کہ ملزم شبہ کی بناء پر سزا سے بچ جائے تو اسے بچ جانے دو' کیونکہ معاف کر دینے میں اگر حاکم سے غلطی سرزد ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس سے سزا دینے میں غلطی ہو۔ "4"

1- ابن قدامہ' المغنی' ج 8 ص 285

2- "ایضاً" - ج 8 ص 217

3- ابوزھرۃ مصری' الجریمہ والعقوبہ' ص 67

4- الترمذی' ابو عیسیٰ' محمد بن عیسیٰ' جامع الترمذی' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی' (سن ندارد)

کتاب الحدود' ج 1 ص 224

marfat.com

علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں:۔

"...فق المستفرعون الاسلامیون ان القاضی مندوب الی الاحتیال لدرء الحد" "1"

علماء اسلام کا کہنا ہے کہ قاضی کو اس بات کی طرف مائل کیا گیا ہے کہ وہ حد کو ٹالنے کے لئے کوئی سبیل نکالے۔

ابن حزم و دیگر اہل ظواہر شبہات کی بناء پر حدود کے اسقاط کے قائل نہیں' ان کا کہنا یہ ہے کہ شبہ کی بناء پر اسقاط حد صحیح نہیں اور وہ اس سلسلہ کی احادیث و آثار کو صحیح نہیں مانتے' تاہم ظاہریہ کے علاوہ کوئی بھی اس اصول کا منکر نہیں کہ شبہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ "2"

شبہ یا اشتباہ کی فقہی تعریف:

فقہی اعتبار سے اشتباہ یا شبہ اسے کہتے ہیں جو شے ثابت کے مشابہ ہو اور نفس الامر میں ثابت نہ ہو بالفاظ دیگر شبہ امر غیرواقعی کو کہا جاتا ہے' یعنی کوئی امر درحقیقت ثابت تو نہ ہو مگر ثابت شدہ کی طرح دکھائی دے "3"، فقہاء احناف کے نزدیک شبہ دو طرح کا ہے' ایک شبہ فی المحل اور دوسرا شبہ فی الفعل۔

جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ شبہ کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں' دو تو وہی مذکورۃ الصدر جبکہ تیسری شبہ عقد ہے' یعنی کسی معاہدے کے وجود میں آنے سے بھی شبہ پیدا ہو سکتا ہے' آئمہ ثلاثہ اور اصحاب ابو حنیفہ کو اس سے اختلاف ہے' وہ معاہدہ کے شبہ کو تسلیم کرنے کے لئے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ اگر مجرم اس کی حلت کا اعتقاد رکھتا ہو تو معاہدہ میں شبہ مانا جائے گا۔

شبہ فی المحل کو اشتباہ حکمی یا شبہ ملکیت بھی کہا جاتا ہے' اور اس کے لئے لازمی ہے کہ یہ شریعت کے کسی حکم سے پیدا ہو جیسے سرقہ کی حرمت قرآن سے ثابت ہے' مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انت و مالک لابیک (کہ تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کے ہیں) چنانچہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے مال سے کچھ چرالے تو اس نے واقعتاً" یا حکماً" تو چوری کی ہے مگر قانوناً" یہ سرقہ نہیں کہ اس کے بیٹے کا مال تو اسی کا اپنا ہی ہے' لہٰذا حد ساقط ہو جائے گی۔

شبہ فی المحل کی ایک اور مثال معتدہ کنایات کے ساتھ وطی کرنا ہے' اور اس میں وجہ شبہ صحابہ کا اختلاف ہے کہ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے یا طلاق بائنہ؟ بعض صحابہ کرام

1۔ فرید وجدی' دائرۃ المعارف القرن العشرین' ج

2۔ ابن ہمام' فتح القدیر' ج 4 ص 137

3۔ ایضاً" ج 4 ص 140 نیز ابن قدامہ' المغنی' ج 10 ص 152

marfat.com

اسے طلاق رجعی قرار دیتے ہیں جبکہ بعض اسے تین طلاق قرار دیتے ہیں مختار یہی ہے کہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

اسی طرح کسی مشترکہ باندی سے شریکین میں سے کسی ایک کا نکاح کرنا، اور اس میں وجہ شبہ نصف ملکیت ہے۔

شبہ فعل اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ کسی فعل کی حلت و حرمت میں فاعل کو شبہ پیدا ہو جائے اور حلت کے بارے میں کوئی سماعی دلیل نہ پائی جائے بلکہ فاعل نے از خود کسی ایسی دلیل کو جواز بنالیا ہو جو واقعتاً" اس امر کے جواز کی دلیل نہ ہو مثال کے طور پر کوئی شخص اپنی مطلقہ ثلاثہ سے عدت میں جماع کرلے، اگرچہ ایسی عورت کی حرمت قطعی ہے مگر وجوب سکنی منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہ کے باقی رہنے کی بناء پر حلت کا شبہ ہو سکتا ہے۔ "1" اس کی ایک اور مثال طلاق بعوض مال کی عدت والی عورت یا مختلعہ کے ساتھ وطی کرنا ہے۔ متذکرہ بالا صورتوں میں اشتباہ کی بنا پر حد ساقط ہو جاتی ہے بشرطیکہ ملزم نے اپنے گمان میں اس فعل کو حلال جانا ہو۔

شوافع کے نزدیک شبہ تین قسم کا ہے:

1- اشتباہ محل

2- اشتباہ فاعل

3- اشتباہ جہت

اشتباہ محل کی مثال اپنی روزہ دار بیوی سے روزہ کی حالت میں یا حائضہ سے حالت حیض میں جنسی تعلق قائم کرنا یا غیر فطری فعل کرنا ہے، ایسا کرنا فعل حرام کے مقام میں اشتباہ ہے، کیونکہ مقام شوہر کی ملکیت ہے، اور شوہر کو اپنی بیوی سے مباشرت کا حق ہے، لہٰذا اگر کسی نے اس بات کو نظر انداز کر کے کہ اسے صائمہ یا حائضہ بیوی سے تعلق قائم کرنے کا حق نہیں، تعلق قائم کرلیا تو یہ اشتباہ مقام کے زمرہ میں آئے گا اور اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

2- اشتباہ فاعل میں فاعل کے گمان و اعتقاد کا دخل ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی دولہا کے حجلہ عروسی میں کسی ایسی عورت کو بھیج دیا گیا جو اس کی بیوی نہیں مگر اس نے اسے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے اس سے وطی کرلی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کی بیوی نہیں تو اشتباہ پیدا ہو گیا اور اشتباہ کا سبب دولہا کا اس عورت پر اپنی بیوی ہونے کا اعتقاد و گمان ہے، چنانچہ حد ساقط ہو

1- ابن ہمام، شرح فتح القدیر، ج 4، ص 140

marfat.com

جائے گی۔

3 - اشتباہ جہت' حلت و حرمت میں فقہاء کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بغیرولی کے نکاح درست ہے جبکہ امام مالک کے نزدیک بغیر گواہوں کے نکاح درست نہیں' لہٰذا اگر کسی نے بغیر گواہوں کے یا بغیرولی کے نکاح کر لیا تو اشتباہ جہت پیدا ہو گا اور حد جاری نہیں ہوگی۔ شبہ کی بناء پر اسقاط حد کے قاعدے پر عمل کرنے کے کئی نتائج ظاہر ہوتے ہیں بعض اوقات اس قاعدے کے اجراء سے حد بھی ساقط ہو جاتی ہے اور مجرم کو اس جرم سے بری قرار دے دیا جاتا ہے جو جرم اس کی طرف منسوب کیا گیا ہو اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ اس قاعدے کے اجراء سے سزا تو ساقط ہو جاتی ہے مگر کوئی تعزیر اس کی جگہ لے لیتی ہے۔

ملزم کو الزام جرم سے تین حالات میں بری قرار دیا جاتا ہے۔

1 - جبکہ جرم کے کسی رکن میں اشتباہ ہو جیسے شب زفاف میں کسی غیر عورت کے آجانے پر اس سے وطی کر لینا کہ اس میں ارادہ جرم جو جرم زنا کا رکن ہے موجود نہیں۔

2 - جو فعل ملزم کی جانب منسوب کیا جا رہا ہے اسے حرام قرار دینے والی نص کی تطبیق میں اشتباہ ہو جیسے بغیر گواہوں اور ولی کے نکاح' اس صورت میں نہ حد جاری ہو گی نہ تعزیر' کیونکہ نکاح کی ان صورتوں میں اختلاف ہے بعض نے جائز قرار دی ہیں اور بعض نے حرام قرار دی ہیں اس اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ ان افعال پر نص زنا سے انطباق میں اشتباہ ہے اور اسی اشتباہ کی بنیاد پر ملزم کو الزام جرم سے بری کر دینا ناگزیر ہے۔

3 - ثبوت جرم میں اشتباہ ہو۔

ان تینوں صورتوں کے علاوہ جن حالات میں اس قاعدے کا انطباق ہو گا وہاں سقوط حد کے ساتھ تعزیری سزا کا اجراء بھی ہو گا خواہ اشتباہ کی کوئی بھی صورت ہو۔

اشتباہ کی بنیاد پر سقوط حد کا قاعدہ اصلاً" جرائم حدود کے لئے ہے مگر اس قاعدے کے جرائم تعزیر پر انطباق سے بھی کوئی مانع موجود نہیں ہے' کیونکہ اس قاعدے کا مقصد یہ ہے کہ انصاف قائم ہو اور ملزموں کے مفاد کی ضمانت حاصل ہو جائے اب مجرم جرائم حدود کا ہو یا جرائم تعزیر کا' دونوں ہی انصاف اور اپنے مفاد کے تحفظ کے ضرورتمند ہیں تعزیراتی جرائم میں اس قاعدے کا اطلاق صرف ان تین مذکورہ صورتوں میں ہو گا جن میں اس قاعدے کی تطبیق کے نتیجے میں مجرم بری قرار دے دیا جاتا ہے اور ان صورتوں میں اس قاعدے کا اطلاق نہیں ہو گا جن

marfat.com

میں حد کسی تعزیری سزا سے بدل جاتی ہے کیونکہ تعزیراتی جرائم میں سزا مقرر اور معین نہیں ہے بلکہ عدالت کے اختیارات اور اندازے پر موقوف ہے جبکہ جرائم عقوبات معین اور مقرر بھی ہیں اور ان کے اجراء میں شدت اور زور بھی ہے' اور عدالت کو اختیار نہیں کہ وہ ان سزاؤں کے اجراء کو موقوف کر دے یا ان کی جگہ کوئی اور سزا تبدیل کر دے سوا اس کے کہ اشتباہ کی صورت میں حد ہی ساقط ہو جائے۔

جدید قانون میں بھی شک کا فائدہ بطور استحقاق ملزم کو حاصل ہوتا ہے' ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے نظائر اس اصول کو بطور قانون پیش کرتے ہیں ملکی عدالتوں کے فیصلوں سے چند نظائر حسب ذیل ہیں "1"۔

1- محمد لقمان بنام سرکار' پی ایل ڈی 1970ء سپریم کورٹ آف پاکستان ص 10
2- صفدر علی بنام کراؤن' پی ایل ڈی 1967ء فیڈرل کورٹ ص 93
3- عالم بنام سرکار' پی ایل ڈی 1967ء سپریم کورٹ آف پاکستان ص 307
4- ممتاز احمد بنام سرکاری پی ایل ڈی 1967ء سپریم کورٹ آف پاکستان ص 326
5- عبدالجمیل بنام سرکار پی ایل ڈی 1958ء سپریم کورٹ آف پاکستان ص 12
6- شیر حسین بنام سرکار پی ایل ڈی 1959ء سپریم کورٹ آف پاکستان ص 480
7- سرکار بنام منظور احمد پی ایل ڈی 1966ء سپریم کورٹ آف پاکستان ص 664
8- محمد بنام سرکار پی ایل ڈی 1962ء سپریم کورٹ آف پاکستان ص 250
9- اشرف بنام تاج پی ایل ڈی 1956ء فیڈرل کورٹ ص 86
10- فرمان علی بنام سرکار پی ایل ڈی 1980ء سپریم کورٹ ماہانہ رپورٹ ص 201
11- اعظم خان بنام سرکار پی ایل ڈی 1973ء سپریم کورٹ ماہانہ رپورٹ ص 263
12- سائیں داد بنام سرکار پی ایل ڈی 1972ء سپریم کورٹ ماہانہ رپورٹ ص 74
13- دارے خان بنام سرکار پی ایل ڈی 1973ء سپریم کورٹ ماہانہ رپورٹ ص 578
14- خوشحال بنام سرکار پی ایل ڈی 1971ء سپریم کورٹ ماہانہ رپورٹ ص 357

1- تنزیل الرحمٰن' اسلامی قوانین' ص 51 - 53

marfat.com

اثبات جرائم کے بعد ان کا ساقط ہونا:

جرائم حدود میں جس قدر حق العبد موجود ہوتا ہے اسی کے اعتبار سے مجنی علیہ کی معافی کی تاثیر مرتب ہوتی ہے' جرم زنا اور شرب خمر خالص حق اللہ ہیں اور ان میں در اصل مجنی علیہ معاشرہ اور سوسائٹی ہو سکتی ہے اور فی الواقع ان جرائم میں معاشرہ کے سوا کوئی اور مجنی علیہ ہے ہی نہیں' سوائے اس کے کہ ان جرائم کے ارتکاب میں اکراہ کا عنصر داخل ہو جائے' اس صورت میں بھی جبر و اکراہ کی علیحدہ سزا ہو گی۔

سرقہ اور قذف میں بلاشبہ شخصی حق موجود ہے اس لئے سرقہ میں باتفاق فقہاء مرافعہ سے قبل معافی درست ہے لیکن جرم سرقہ کے اثبات اور حکم قاضی کے بعد سرقہ میں معافی موثر نہیں ہوتی جیسا کہ روایت ہے کہ

صفوان بن امیہ مسجد میں چادر سر کے نیچے رکھ کر سو رہے تھے جس کی مالیت تیس درہم تھی' ایک شخص آیا اور چادر نکال کر لے گیا' اسے پکڑ کر دربار رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے قطع ید کا حکم دیا' اسی اثناء میں صفوان پہنچے اور انہوں نے عرض کی یارسول اللہ کیا تیس درہم کی چوری میں اس شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا' میں اسے یہ چادر فروخت کرتا ہوں قیمت یہ بعد میں ادا کر دے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام ہمارے پاس آنے سے پہلے کیوں نہ کیا؟"[1]

جرم قذف میں بھی حنفی فقہاء کے ہاں یہی صورتحال ہے کہ اثبات جرم اور فیصلے کے بعد حد ساقط نہیں ہوتی جبکہ امام شافعی کی رائے کے مطابق چونکہ قذف خالص حق العبد ہے چنانچہ اس کے اثبات کے لئے دعویٰ شرط ہے جبکہ خالص حق اللہ کے لئے لازم ہونے والی حدود میں دعویٰ شرط نہیں ہے۔

امام کاسانی' حنفی فقہاء کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جرم قذف کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی حد معاف کرنا یا مال کے عوض صلح کرنا درست نہیں ہے' اسی طرح اگر مقذوف عدالت میں جانے سے پہلے ہی قاذف کو معاف کر دے یا مال کے عوض صلح کر لے تو باطل ہے' اسے بدل صلح واپس کرنا ہو گا اور اس اقدام کے بعد بھی مقذوف' حد قذف کے اجراء کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک مقذوف کا اپنے قاذف کو معاف کر دینا یا مال کے عوض صلح کر لینا جائز ہے' امام ابو یوسف سے بھی ایک قول صلح کا مروی ہے۔ حنفی فقہاء کے نزدیک حد قذف

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد' لاہور' مطبع مجتبائی' 1405ھ' باب من سرق من حرز' ج 2 ص 226

marfat.com

میں تداخل صحیح ہے چنانچہ اگر ایک شخص متعدد لوگوں پر ایک ہی قسم کے الفاظ سے تہمت زنا لگائے یا ان میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ مختلف الفاظ میں زنا کاری کی تہمت لگائے تو اس پر صرف ایک حد عائد ہو گی خواہ وہ لوگ حاضر ہوں یا ان میں سے صرف ایک مقذوف حاضر ہو' اگر وہ ہر شخص پر الگ الگ اور مختلف الفاظ میں تہمت زنا لگائے تو امام شافعی کے نزدیک اس پر ہر ہر مقذوف پر لگائی گئی تہمت کی پاداش میں الگ الگ حد جاری کی جائے گی' اگر قاذف کو 79 کوڑے لگائے جا چکے ہوں اور اسی اثناء میں وہ کسی اور شخص پر تہمت لگا دے تو اسے احناف کے نزدیک صرف ایک مزید کوڑا لگے گا'

جبکہ شوافع کے نزدیک آخری کوڑا لگا کر پہلی تہمت کی حد پوری کی جائے گی اور پھر اسے دوسری تہمت کے 80 کوڑے لگیں گے' اگر کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے اور اس پر حد جاری کر دی جائے پھر وہ کسی اور شخص پر تہمت لگائے تو بلا اختلاف اسے دوسری تہمت کی سزا ملے گی' حنفی فقہاء کے نزدیک حد قذف کا حق میراث میں منتقل نہیں ہوتا جبکہ امام شافعی کے نزدیک یہ حق قابل انتقال ہے۔ اس اختلاف کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ حنفی فقہاء کے نزدیک حد قذف خالص حق اللہ ہے یا حد قذف میں اللہ کا حق غالب ہے' اور امام شافعی کے نزدیک حد قذف میں حق العبد غالب ہے۔

امام شافعی کا استدلال یہ ہے کہ قذف مقذوف کی عزت پر حملہ ہے جس کا تحفظ اسی کا حق ہے اور اس اعتبار سے حق العبد ہے' جس طرح قتل میں قصاص سزا ہونے کے کے اعتبار سے مجنی علیہ کا حق ہے اسی طرح قذف کی حد کی سزا بھی مقذوف کا حق ہے مزید برآں یہ کہ قذف میں دعویٰ شرط ہے اور خالص حق اللہ سے متعلق جرم کے اثبات کے لئے دعویٰ شرط نہیں ہوتا۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ حدود کے تمام جرائم کی سزائیں مصالح عامہ کی رعایت کے لئے لازم کی گئی ہیں اس لئے یہ تمام حدود حق اللہ ہیں۔ اصول یہ ہے کہ ایسے جرائم جن کے فساد اور نقصان کا ہدف تمام افراد معاشرہ بنتے ہوں اور ان کے ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینے سے افراد معاشرہ کو تحفظ حاصل ہوتا ہو' اور سزا دیا جانا معاشرہ کے اجتماعی مفاد میں ہو' حق اللہ ہوتے ہیں۔ یہ مصلحت حد قذف میں بھی موجود ہے کہ اس کے مرتکب شخص پر حد کی سزا کے اجراء سے معاشرہ کو فساد سے تحفظ حاصل ہوتا ہے' بلاشبہ قذف میں دعویٰ شرط ہے' لیکن دعویٰ سرقہ میں بھی شرط ہے جبکہ حد سرقہ بلا تامل حق اللہ ہے حق العبد پر اثر انداز ہونے والے جرم میں اور

marfat.com

اس حق العبد میں جو جرم سے متاثر ہوا ہے کوئی نہ کوئی صوری یا معنوی مماثلت ضرور پائی جاتی ہے، جبکہ قذف اور اس کی حد میں کوئی مماثلت موجود نہیں ہے، اس لئے یہ حق العبد نہیں ہے "1"

شرائط اجرائے حد

کسی مجرم پر اجرائے حد کیلئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

1- جس شخص پر حد جاری کی جائے اس کا صحیح العقل ہونا ضروری ہے چنانچہ دیوانے اور مجنوں پر حد جاری نہیں کی جائے گی، اس شرط کا مقصد یہ ہے کہ وہ شخص اپنے جسم و ذھن پر اس کے اثرات محسوس کرے، کیونکہ حد کا اصل فائدہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں سے باز آجائیں جن سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے، اور اسلامی ریاست فتنہ و فساد سے پاک ہوجائے یہ فائدہ لوگوں کے عبرت پکڑنے سے حاصل ہوتا ہے حصول عبرت کے لئے عقل و احساس ناگزیر ہے۔

2- جس شخص پر حد جاری کی جائے وہ سلیم البدن ہو، چنانچہ مریض اور ایسے کمزور آدمی پر جو بہت ہی کمزور ہو حد جاری نہیں کی جائے گی، البتہ صحت اور طاقت حاصل ہوجانے پر حد لگائی جائے گی۔

3- حد کے اجراء میں جہاں تک ممکن ہو درگزر سے کام لیا جانا ضروری ہے، کیونکہ تعلیمات رسول کی روشنی میں کسی جج کا غلطی سے کسی کو سزا سے بچا رہنا کسی کو غلطی سے سزا دے ڈالنے سے بہتر ہے۔

4- شبہ کی بناء پر حدود کو ساقط کیا جائے گا، تاہم قاضی کے نزدیک جرم ثابت ہوجانے پر حد ساقط نہیں کی جائے گی۔

5- عورتوں کو حد بٹھاکر اور کپڑوں میں ہی لگائی جائے گی، اور اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل کا انتظار کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں نو مولود کی پرورش کا بندوبست نہ ہونے کی صورت میں مدت رضاعت تک عورت کو مہلت دی جائے گی۔

6- توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی اور نہ ہی حدود کے معاملات دعویٰ میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

7- مقدمات حدود میں قاضی اپنے ذاتی مشاہدہ یا علم کے مطابق کوئی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں بلکہ

1- بدائع الصنائع، ج 4، 56

marfat.com

مقررہ شہادت یا اقرار کا ہونا ضروری ہے۔

8- اجراء حد کا اختیار حاکم وقت یا اس کے مقرر کردہ نائب کو ہے' شرعاً" کوئی خاتون قاضی بن کر حدود کا اجراء نہیں کر سکتی۔

9- حدود میں خواہ تہمت زنا ہی کا مقدمہ ہو' معاف نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی سفارش چل سکتی ہے کہ حدود اللہ میں سفارش ممنوع ہے۔

10- گونگے کا اشارہ یا کنایہ سے اقرار حد معتبر نہیں۔

11- قذف کے سوا حدود مدعی کے دعویٰ پر موقوف نہیں۔

12- اجراء حد یا تعزیر کے دوران مرجانے والے کا خوں رائیگاں سمجھا جائے گا۔

13- تعزیر کے مقابلہ میں حدود میں ہلکی مار ماری جائے گی' اسی طرح زنا' مے نوشی اور قذف کی حدود میں ضرب حسب ترتیب کم ہوتی جائے گی۔

14- غیر مسلم یا ذمی اور مسلمان دونوں پر حدود اللہ جاری ہونگی' لیکن ایسا مسلمان جو امان لے کر عارضی طور پر دارالاسلام میں مقیم ہو' اور کافر مرد و عورت پر حد زنا اور حد سکر (شرب خمر) نہیں لگے گی تاہم حد قذف جاری ہو گی۔

حد لگانے میں اعتدال کا حکم:

حد لگانے میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ متوسط درجہ کی ضرب لگائی جائے' اور کوڑا یا درہ گرہ والا نہ ہو' متوسط درجہ کی مار سے مراد یہ ہے کہ کوڑا اتنا سخت نہ ہو کہ زخم لگا دے' اور نہ اس قدر نرم ہو کہ مقصود ہی حاصل نہ ہو۔ "1"

اجراء حد جسم کے متفرق اعضاء پر ہونا چاہیے کیونکہ ایک ہی عضو میں مار مارنا باعث ہلاکت ہو سکتا ہے' اور حد کا مقصد کسی کی جان لینا نہیں بلکہ اسے زجر کرنا ہے' خصوصاً" چہرہ اور شرمگاہ پر درے نہ مارے جائیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو ضرب حد کا حکم دیا اس کو ارشاد فرمایا کہ چہرہ اور شرمگاہ کو چھوڑ دو کیونکہ یہ جگہیں چوٹ لگنے سے موجب ہلاکت بن سکتی ہیں۔ "2" نیز اجرائے حد کا عمل مرد و عورت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ذرا مختلف ہو گا یعنی مرد کو کھڑا کر کے جبکہ عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔ "3"

1- الشوکانی' محمد بن علی' نیل الاوطار' ج 7 ص 28

2- ابن نجیم' البحر الرائق' ج 5 ص 9

3- ایضاً"۔

marfat.com

باب اوّل

نفاذِ
شرعی حدود
کی
عہد بعہد تاریخ

marfat.com

فصل اول

عہد رسالت میں نفاذ حدود

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"فَلَا وَرَبِّکَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا۔"[1]

(پس اے نبی (ﷺ) آپ کے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ فرما دیں اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر لیں)

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہونے کے ساتھ ہی مسلمانوں کے باہمی نزاعات نیز ریاست میں وقوع پذیر ہونے والے جرائم کے سلسلہ میں ایک مربوط نظام عدل یا نظام قضاء کی اشد ضرورت تھی، چنانچہ ابتداء" سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود منصب قضاء سنبھالا اور اللہ رب العزت نے آپ کی زبردست تائید و نصرت فرمائی متذکرہ بالا آیہ طیبہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسلام سے قبل یا زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ تنازعات کا فیصلہ طے کرنے کے لئے فریقین کسی کو اپنا حکم بنا لیتے اور اس کے فیصلہ کا انتظار کرتے پھر اگر حکم کا فیصلہ فریقین میں سے کسی کے لئے قابل قبول نہ ہوتا تو وہ کسی اور کو حکم بناتا، اگر اس کا فیصلہ بھی منظور نہ ہوتا تو کسی تیسرے شخص کو حکم بنایا جاتا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا، تاآنکہ فریقین کسی ایسے حکم کی تلاش و جستجو میں رہتے جس کا فیصلہ دونوں کے لئے قابل قبول ہو، یوں یہ طریقہ کار عہد رسالت تک جاری تھا"[2]

العجلانی کہتے ہیں:۔

... کان الناس اول الامر یحلون خصوماتهم بطریقة التحکیم التی عرفوها فی

1- القرآن، النساء: 65

2- محمد شمیر ارسلان، القضاء والقضاة، ص 60

marfat.com

الجـاهلية و كانوا بالخيار بين القبول بقضاء الحكم او رفضه ...... حتى ان بعضهم احتكم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم نفسه ولم يرض بحكمه' فنزلت هذه الآية (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ .... الخ)"1"

(یعنی: شروع شروع میں لوگ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ پنچایت کے طریقہ سے کرتے تھے جو انھوں نے زمانہ جاہلیت ہی سے سیکھ رکھا تھا' اور پنچ کا فیصلہ ماننے یا رد کرنے میں وہ آزاد تھے' یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اپنا کیس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ کے فیصلہ سے راضی نہ ہوا' چنانچہ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی ..... فلا وربک لا یؤمنون ..... الخ)

بعض تاریخی روایات بھی اس امر کی مصدق ہیں۔ ثعلبی نے ابن عباس سے' ابن ابی حاتم نے ابوالاسود سے' "مرسلا" نیز بغوی نے کلبی کا قول بواسطہ ابو صالح ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ: ایک یہودی سے ایک منافق (بشر) کا کچھ جھگڑا ہوگیا' یہودی نے فیصلہ کرانے کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی منافق کو دعوت دی اور منافق نے سردار یہود کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانے کیلئے یہودی سے خواہش ظاہر کی' یہودی نے کعب بن اشرف کے پاس جانے سے انکار کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانے پر اصرار کیا' مجبورا" منافق کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنا پڑا' غرض دونوں خدمت گرامی میں حاضر ہوئے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا' جب دونوں (فریقین) اٹھ کر باہر چلے تو منافق یہودی کو چمٹ گیا اور کہا کہ فیصلہ کیلئے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلو' دونوں حضرت عمر کے پاس پہنچے' یہودی نے بیان کیا کہ ھم دونوں اپنا معاملہ لیکر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گئے تھے اور آپ نے میرے حق میں فیصلہ دیا لیکن یہ اس فیصلہ پر راضی نھیں' حضرت عمر نے منافق سے پوچھا کہ کیا ایسا ہی ہے؟ منافق نے کہا جی ھاں' حضرت عمر نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں ابھی (اندر جاکر واپس) آتا ھوں' چنانچہ آپ گھر میں داخل ہوئے اور تلوار لئے ہوئے برآمد ہوئے' پھر فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو میں اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہوں۔"2"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب قضاء سنبھالنے اور تائید الٰہی آجانے کے بعد زمانہ جاہلیت کا وہ رواج ختم ہوگیا کہ ایک قاضی یا حکم کا فیصلہ منظور نہ ہو تو دوسرے اور تیسرے کے

1۔ منیر العجلانی' عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم' (دمشق: جامعہ دمشق' سند ندارد) ص 337

2۔ ثناء اللہ پانی پتی' تفسیر مظہری' (کوئٹہ: بلوچستان بک ڈپو' 1306ھ / 1986ء)

ج 3 ص 153 (سورۃ النساء آیت نمبر 64)

marfat.com

پاس جا کر مقدمہ پیش کیا جائے اور جب تک من مرضی کا فیصلہ نہ ہو حکم بنانے اور حکم نہ ماننے کا سلسلہ جاری رہے، چنانچہ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی ریاست کے باشندوں پر لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے تنازعات کا فیصلہ بارگاہ نبوی سے کرائیں اور پھر جو فیصلہ اس عدالت عظمٰی سے صادر ہو اس کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بامرالٰہی نظام حدود کو جاری فرمایا اور اپنی زندگی میں جرائم حدود سے متعلق کئی فیصلے فرمائے اور مجرمین پر شرعی حدود نافذ کروائیں، ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نفاذ حدود سے متعلق بعض نظائر پیش کیے جاتے ہیں:۔

نفاذ حد زنا:۔

موطا امام مالک میں زانی محصن کو عہد رسالت میں رجم کرنے کے سلسلہ میں ایک روایت اس طرح ہے:۔

"... عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب' ان رجلا من اسلم جاء الی ابی بکر الصدیق فقال له ان الآخر قد زنی فقال له ابوبکر: هل ذکرت ذلک لاحد غیری؟ فقال لا' قال له ابوبکر' فتب الی الله واستتر بستر الله علیک' فان الله یقبل التوبة عن عبادہ فلم تقررہ نفسه حتی جاء الی عمر بن الخطاب فقال له مثل ما قال لابی بکر' فقال له عمر مثل ما قال له ابوبکر فلم تقررہ نفسه حتی اتی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال له' ان الآخر زنی' قال سعید فاعرض عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی اذا اکثر علیه' بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم الی اهله' احبة یشتکی ابه جنون؟ فقالوا یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) انه لصحیح' فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم ابکر ام ثیب؟ فقال بل ثیب یا رسول الله صلی الله علیک وسلم' فامر به رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجم۔" "[1]

(حضرت سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ اسلم قبیلہ کا ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے زنا کیا ہے' آپ نے پوچھا کیا تو نے اس کا ذکر میرے علاوہ کسی اور سے بھی کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور اس واقعہ کا کسی اور سے

۱۔ مالک بن انس بن مالک' موطا الامام مالک ج 2 ص 165 کتاب الحدود باب فی الرجم

marfat.com

ذکر نہ کرنا' یقیناً" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں' مگر اسے پکڑ کر اس شخص کو اس کے دل نے چین سے نہ بیٹھنے دیا' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی کچھ کہا جس کا ذکر وہ حضرت ابوبکر سے کر چکا تھا' حضرت فاروق اعظم نے بھی حضرت صدیق کی طرح مشورہ دیا لیکن وہ شخص پھر بھی مطمئن نہ ہوا' بالآخر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بتایا کہ میں نے زنا کیا ہے' حضرت سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے تین بار رخ انور پھیر لیا لیکن وہ وہی بات دھراتا رہا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس کے گھر بھیجا تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کہیں کسی مرض یا جنون میں مبتلا تو نہیں' گھر والوں نے کہا کہ وہ تو بالکل صحت مند ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تو شادی شدہ ہے یا کنوارا؟ اس نے کہا کہ وہ شادی شدہ ہے پھر آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا)

صحیح بخاری میں زانی محصن کو رجم کی سزا دیئے جانے کا یہی واقعہ یوں مذکور ہے:۔

"عن ابی سلمة عن جابر رضی الله عنه' ان رجلاً من اسلم جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاعترف بالزنا' فاعرض عنه النبی حتی شهد علی نفسه اربع مرات' فقال له النبی صلی الله علیه وسلم ابک جنون؟ قال لا' قال احصنت' قال نعم' فامر به فرجم فی المصلی' فلما اذلقته الحجارة فر فادرک فرجم حتی مات' فقال النبی صلی الله علیه وسلم۔ خیرا وصلی علیه ولم یقل یونس ولا ابن جریج عن الزهری' وصلی علیه "[1]

(صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ اسلم قبیلہ کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے اعتراف زنا کر لیا تو آپ نے پوچھا ایک جنون؟ کیا تجھے جنون کا مرض لاحق ہے' اس نے عرض کیا نہیں' آپ نے پھر سوال کیا کہ تو شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا ہاں' جب یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا' جب اس پر پتھروں کی بارش ہوئی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا' مگر اسے پکڑ کر اس پر مسلسل پتھر برسائے گئے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔

اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں کلمہ خیر کہا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی' ابن جریج اور یونس نے جو روایت امام زہری سے بیان کی ہے اس میں نماز جنازہ کا ذکر نہیں کیا۔)

جبکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:۔

۱۔ امام بخاری' الصحیح البخاری' کتاب الحدود' باب الرجم بالمصلی'

marfat.com

"فلبثوا یومین او ثلاثة ثم جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم والناس جلوس فقال' استغفروا لماعز بن مالک' فقالوا: غفر الله لماعز ابن مالک قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد تاب توبة لو قسمت بین امة لوسعتهم' وفی مصنف ابی داؤد: والذی نفسی بیده انه الآن لفی انهار الجنه ینغمس فیها۔"[1]

(اس واقعہ کے دو تین دن بعد لوگ ایک جگہ جمع تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لئے بخشش کی دعاء کرو' صحابہ کرام نے دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے' آپ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے ایک جماعت پر تقسیم کردیا جائے تو یہ اس کے لئے کافی ہو گی۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس وقت وہ جنت کی نہروں میں غوطہ زن ہے)

2۔ مؤطا امام مالک میں ایک زانیہ کو حد لگائے جانے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے:۔

"۔ عن یعقوب بن زید بن طلحة عن ابیه زید بن طلحة عن ابی عبداللہ بن ابی ملیکة انه اخبره' ان امراة جائت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخبرته انها زنت وهی حامل' فقال النبی صلی الله علیه وسلم اذهبی حتی تضعیه' فلما وضعته جائت فقال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم اذهبی حتی ترضعیه' فلما ارضعته جائته فقال اذهبی فاستودعیه ثم قال فاستودعته ثم جائت فامر بها فرجمت"[2]

(یعقوب بن زید بن طلحہ کی روایت ہے کہ ان کے والد زید بن طلحہ نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ وہ زنا سے حاملہ ہے' آپ نے فرمایا کہ بچے کی ولادت کے بعد آنا' چنانچہ وضع حمل کے بعد وہ پھر آئی' حضور نے ارشاد فرمایا

1۔ امام مسلم' صحیح المسلم' کتاب 29 حدیث 24

2۔ مالک بن انس بن مالک' موطا امام مالک' کتاب الحدود' باب ما جاء فی الرجم' ج 3' ص 166

نیز۔ مسلم' کتاب 29 حدیث 24۔

امام ابو داؤد۔ سنن ابی داؤد' کتاب 37 باب 24

امام ترمذی' سنن الترمذی' کتاب 15 باب 9

marfat.com

کہ "جاؤ" اسے دودھ پلاؤ اور مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد آنا' تیسری بار وہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ بچہ کسی کی کفالت میں دینا ضروری ہے' جب وہ بچے کو کسی کے سپرد کر کے آئی تو آپ نے رجم کا حکم دیا اور اسے رجم کیا گیا۔)

صحیح مسلم کی روایت میں مندرجہ ذیل کلمات کے اضافہ کے ساتھ مذکورہ بالا روایت میں مذکور ہے:

"... فامر رسول الله صلی الله علیه وسلم فحفر لها حفرة الی صدرها' ثم رجمت وصلی علیها فقال له عمر' تصلی علیها یا رسول الله وقد زنت' قال لقد تابت توبة لو قسمت بین سبعین من اهل المدینة لو سعتهم' وهل افضل من ان جادت بنفسها لله"[1]

(یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کے لئے سینے تک گڑھا کھودا گیا' اس کے بعد اسے رجم کیا گیا' آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' کہ آپ ایک زانیہ کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اسے مدینہ کے ستر افراد پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کی بخشش کے لئے کافی ہو' اس سے بہتر توبہ کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو خدائے بزرگ و برتر کے حوالہ کر دیا۔)

یہ روایت متعدد طرق سے "مرسلا" مروی ہے' محدثین کرام کے ہاں یہی مشہور ہے' ابو داؤد میں روایت عمران بن حصین میں ہے کہ یہ عورت جہینہ قبیلہ سے ہی' صحیح مسلم کے مطابق یہ غامدیہ قبیلہ سے تھی جو جہینہ قبلہ کی ایک شاخ کا نام ہے۔

یہ روایت متعدد طرق سے مرسلا مروی ہے' محدثین کرام کے ہاں یہی مشہور ہے' ابو داؤد میں روایت عمران بن حصین میں ہے کہ یہ عورت جہینہ قبیلہ سے تھی' صحیح مسلم کے مطابق یہ غامدیہ قبیلہ سے تھی جو جہینہ قبیلہ کی ایک شاخ کا نام ہے۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس عورت کے رجم کئے جانے کے وقت حاضر تھے آپ نے چنے کے دانے کے برابر ایک کنکر اس پر پھینکا پھر فرمایا ارموا وایاکم وجھھا' اس وقت حضور اپنے خچر پر سوار تھے' نسائی کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

"... وحضر رسول الله صلی الله علیه وسلم رجمها ورماها بحجر قدر الحمصة وهو راکب علی بغلته فقال ارموا وایاکم وجهها..."[2]

1- امام مسلم' صحیح مسلم' ج 3 ص 323' (کتاب "الحدود" باب من اعترف علی نفسه بالزنا)

2- امام نسائی ابو عبدالرحمن' احمد ابن اشعث' سنن النسائی (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب' سن ندارد)

ج 4 ص 63' کتاب الجنائز' باب الصلوٰۃ علی المرجوم۔

marfat.com

(جناب رسول اللہ ﷺ خود بھی رجم کے وقت موجود تھے اور آپ نے بھی پتھر سے اسے مارا جو کہ چنے کے دانے کے برابر تھا' آپ اس وقت خچر پر سوار تھے اور آپ نے فرمایا خبرداراس کے چہرہ کو بچا کر مارنا)

سنن ابی داؤد میں زکریا بن سلیم کی سند کے ساتھ مروی ہے جس میں یہ زاید عبارت موجود ہے کہ آپ نے اسے چنے کے دانے کے برابر کنکری ماری اور فرمایا اسے پتھر مارو لیکن چہرے سے احتراز کرنا' پھر جب اس کا جسم ٹھنڈا ہوگیاتو اسے نکال کر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی "۱"۔

3- مؤطا امام مالک میں ایک یہودی جوڑے کو رجم کرنے کا واقعہ اس طرح ہے:-

"عن نافع عن ابن عمرانه قال' ان اليهود جاؤ الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا ان رجلاً منهم وأمراة قد زنيا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تجدون فى التوراة فى شان الرجم فقالوا' نفضحهم و يجلدون' فقال عبدالله بن سلام كذبتم' ان فيها آية الرجم' فاتوا بالتوراة فنشروها' فوضع احدهم يده على آية الرجم ثم قرا ما قبلها وما بعدها' فقال له عبدالله بن سلام' ارفع يدك' فرفع يده فاذا فيها آية الرجم' فامر بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجما فقال عبدالله بن عمر' فرأيت الرجل يحنى على المرأة يقيها الحجارة:

قال مالك معنى يحنى ظهره يكب عليها حتى نقع الحجارة عليه" "2"

(نافع عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ چند یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ان کے ہاں ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے' آپ نے پوچھا تورات میں زنا کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم ان کو ذلیل و رسوا کرتے اور کوڑے لگاتے ہیں۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام وہاں موجود تھے' انہوں نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو' تورات میں تو زنا کی سزا رجم ہے۔

یہودی تورات لائے اور متعلقہ حصہ پڑھنا شروع کیا لیکن ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ' اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی' اس کے بعد انہوں نے تسلیم کیا کہ زانی کی سزا رجم ہے' چنانچہ اس یہودی جوڑے کو آپ کے حکم سے رجم کیا گیا۔ حضرت

---

1 - امام ابو داؤد بحستانی' سنن ابو داؤد' ج 4 ص 152

2 - مالک بن انس بن مالک' موطا امام مالک ج 2 ص 165 کتاب الحدود' باب ماجاء فی الرجم۔

نیز۔ الشیبانی' محمد بن حسن' موطا امام محمد' (لاہور' مسلم اکادمی' محمد نگر' 1406ھ / نومبر 1985ء) ص 369 حدیث 691

marfat.com

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت پر جھک کر اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کرتا تھا' امام مالک کا قول ہے "یحنی علیھا" یعنی مرد عورت پر جھکتا تھا تاکہ وہ پتھروں سے محفوظ رہے)۔
سنن ابوداؤد میں بھی یہی روایت قدرے اختلاف کے ساتھ یوں بیان ہوئی ہے:

"... عن جابر بن عبدالله قال: جائت یھود برجل وامرأة منھم زنیا فقال ایتونی باعلم الرجلین منکم' فاتوه بابنی صوریا فناشدھما الله کیف تجدان امر ھذین فی التوراة فقالا نجد فی التوراة انه اذا اشھد اربعة انھم راوا ذکره فی فرجھا مثل المیل فی المکحلة رجما؟ قال فما یمنعکما ان ترجموھا؟ قالا ذھب سلطاننا فکرھنا القتل' فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بالشھود فجاء اربعة منھم و فی روایة اخری قال للیھود ایتونی باربعة منکم و یقال ان مجاھدا غیر مقبول الحدیث' وانما رجمھما النبی صلی الله علیه وسلم بغیر شھادة الیھود اما بوحی او بشھادة مسلمین او باقرار ھما..."[1]

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ چند یہودی ایک زانی مرد اور عورت کو لیکر آپ کے پاس آئے' آپ نے فرمایا تم اپنے دو سب سے بڑے عالم میرے پاس لاؤ' چنانچہ وہ صوریا کے دو بیٹے حضور کے پاس لائے' آپ نے انہیں قسم دے کر پوچھا کہ تورات میں زنا کی سزا کیا ہے' انہوں نے کہا کہ تورات میں یہ حکم ہے کہ اگر چار آدمی زنا کے وقوع پذیر ہونے کی شہادت اس طرح دیں کہ ہم نے مرد کا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو دونوں کو رجم کیا جائے گا۔
آپ نے ان سے پوچھا کہ پھر تم انہیں رجم کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا ہمارا اقتدار ختم ہو گیا اور ہم قتل کو ناپسند کرنے لگے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہ طلب کئے' چار گواہ آئے اور انہوں نے گواہی دی تو حضور نے رجم کا حکم دیا۔
(اور کہا جاتا ہے کہ مجاہد غیر مقبول الحدیث ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کو یہود کی شہادت کے بغیر رجم کیا تھا یا تو وحی کی بناء پر یا دو مسلمانوں کی گواہی کی بناء پر یا ان دونوں ملزموں کے اقرار جرم کی بناء پر)
4۔ موطا امام مالک میں ایک زانی و زانیہ کو حد لگائے جانے کا ذکر اس طرح ہے:۔

"... عن ابی ھریرة و زید بن خالد الجھنی انھما اخبراه ان رجلین اختصما الی رسول الله صلی الله علیه وسلم' فقال احدھما یا رسول الله فاقض بیننا بکتاب الله' وقال الآخر وھو افقھھما؟ اجل یا رسول الله فاقض بیننا بکتاب الله واذن لی فی ان

1۔ ابو داؤد' سنن ابوداؤد' ج 3' ص 156' کتاب الحدود' باب رجم الیھودیین۔

marfat.com

انکلم' قال تکلم' قال ان ابنی کان عسیفاً علی ھذا فزنی بامراتہ' فاخبرنی ان علی ابنی الرجم' فافتدیت منہ بمائۃ شاۃ و جاریۃ لی ثم انی سالت اھل العلم فاخبرونی ان ماعلی ابنی' جلد مائۃ و تغریب سنۃ' وانما الرجم علی امراتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا قضین بینکما بکتاب اللہ عزوجل' اما غنمک و جاریتک فرد علیک' و جلد ابنہ مائۃ' و غربہ عاما' وامر انیسا الاسلمی ان یاتی امراۃ الآخر فان اعترفت رجمھا فاعترفت فرجمھا۔ "[1]

(ابوھریرۃ اور زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے' کہ دو آدمی اپنا جھگڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے' ایک نے کہا اے خدا کے رسول' ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے' دوسرے نے جو زیادہ سمجھدار تھا کہا' ہاں یارسول اللہ کتاب اللہ کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ فرمایئے اور مجھے اصل واقعہ پیش کرنے کی اجازت دیجئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ بات کرو' اس نے عرض کیا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں ملازم تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا' اس شخص نے مجھے کہا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا' میں نے بطور فدیہ سو بکریاں اور ایک لونڈی پیش کی' لیکن میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا ملے گی اور عورت کو رجم کیا جائے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' خدا کی قسم میں تمہارے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کروں گا' سنو! تیری لونڈی اور بکریاں تجھے واپس کی جائیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا ہو گی' آپ نے انیس اسلمی کو دوسرے شخص کی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اعتراف جرم کر لے تو اسے رجم کیا جائے' چنانچہ اس کے اعتراف پر اسے رجم کیا گیا۔)

5- موطا امام مالک ہی میں ایک روایت ایک زانی کو کوڑوں کے سزا دیئے جانے کے بارے میں اس طرح ہے:-

"... عن زید بن اسلم ان رجلاً اعترف علی نفسہ بالزنا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' فدعا رسول اللہ بسوط فاتی بسوط مکسور' فقال: فوق ھذا' فاتی بسوط جدید لم تقطع ثمرتہ فقال: دون ھذا' فاتی بسوط قد رکب بہ ولان فامر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' فجلد ثم قال: ایھا الناس قد آن لکم ان تنتھوا عن حدود اللہ من اصاب من ھذہ القاذورات شیئاً فلیستتر بستر اللہ' فانہ من تبدلنا صفحتہ نقم علیہ کتاب اللہ۔ "[2]

1۔ مالک بن انس بن مالک' موطا امام مالک' ج 2 ص 167' کتاب الحدود' باب ما جاء فی الرجم۔

2۔ مالک بن انس' موطا امام مالک' ج 2 ص 169' کتاب الحدود' باب ما جاء فیمن اعترف علی نفسہ بالزنا'

marfat.com

(زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ایک شخص نے زنا کا اعتراف کیا' آپ نے اس کے لئے کوڑا منگوایا' چنانچہ ایک ٹوٹا ہوا کوڑا آپ کو پیش کیا گیا' آپ نے فرمایا اس سے مضبوط لاؤ' اس وقت بالکل ایک نیا کوڑا لایا گیا جس کی اطراف ابھی تک گھسی نہیں تھیں' حضورؐ نے فرمایا اس سے کم تر درجہ کا کوڑا لے کر آؤ' پھر ایک ایسا کوڑا لایا گیا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ نرم تھا' تب اس شخص کو آپ کے حکم سے کوڑے لگائے گئے' اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے لوگو! وقت آگیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود سے باز رہو' اگر کوئی شخص اس گندگی میں ملوث ہو جائے تو وہ اپنی اس برائی کی پردہ پوشی کرے کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی' اور جو شخص اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردے گا اسے اللہ کی کتاب کے مطابق سزا دی جائے گی)

6- سنن بیہقی اور دار قطنی کی ایک روایت زانی کو کوڑے لگانے کی اس طرح ہے:-

"- عن سهل بن سعد رضي الله عنه ان وليدة في عهد النبي صلى الله عليه وسلم حملت من الزنا فسئلت من احبلك قالت احبلني المقعد فسئل عن ذلك فاعترف فقال النبي صلى الله عليه وسلم انه لضعيف عن الجلد فامر بمائة عثكول فضربه بها واحدة قال على كذا قال والصواب عن ابي حازم عن ابي امامة بن سهل بن حنيف عن النبي صلى الله عليه وسلم..."1"

(سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک لونڈی زنا سے حاملہ ہو گئی' اس سے پوچھا گیا کہ کس نے تمہیں حاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ ایک معذور شخص نے' اس معذور شخص سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف جرم کر لیا' حضور نے فرمایا کہ وہ تو اتنا کمزور ہے کہ کوڑوں کا متحمل نہیں ہو سکتا' پھر آپ نے اسے کھجور کے ایسے گچھے سے مارنے کا حکم دیا جس میں تقریباً" سو شاخیں ہوں۔)

نفاذ حد قذف

سنن نسائی میں حد قذف نافذ کئے جانے کا ذکر ملتا ہے' روایت حسب ذیل ہے:-

"... عن عائشة رضي الله عنها قالت' لما نزل عذري قام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر فذكر ذلك' و تلا ما انزل الله' فلما نزل من المنبر امر بالرجلين والمرأة فضربوا احدهم...."2"

1- البیہقی' السنن الکبریٰ للبیہقی' ج 8 ص 23' کتاب الحدود' باب الضرب فی خلقتہ لا من مرض لضعیف الخ۔

2- نسائی' السنن

marfat.com

(ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ جب میری برات نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ نے متعلقہ آیات کی تلاوت کی' پھر آپ منبر سے اترے اور دو مردوں اور ایک عورت کو قذف کی سزا کا حکم دیا' چنانچہ ان پر حد لگائی گئی۔)

نفاذ حد سرقہ:۔

اسلام میں سب سے پہلے جس شخص پر حد سرقہ جاری کی گئی وہ خیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے' اور عورتوں میں جس پر حد جاری ہوئی وہ بنو مخزوم کی ایک عورت مرۃ بنت سفیان بن عبدالاسد ہے۔

قرطبی کہتے ہیں:۔

"... روی ان اول سارق قطعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسلام من الرجال الخیار بن عدی بن نوفل بن عبدمناف' ومن النساء مرۃ بنت سفیان بن عبدالاسد من بنی مخزوم." "1"

"... عن نافع عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطع فی مجن قیمتہ ثلاثۃ دراھم..." "2"

(نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری کی سزا میں جس کی قیمت تین درہم تھی' ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔)

2- موطا امام مالک میں نفاذ حد سرقہ کے سلسلہ میں ایک نظیر اس طرح ملتی ہے:۔

"عن عبداللہ بن صفوان ان صفوان ابن امیۃ قیل لہ' من لم یھاجر ھلک' فقدم صفوان بن امیۃ المدینۃ فنام فی المسجد' وتوسد رداۂ' فجاء سارق فاخذ رداۂ' فاخذ صفوان السارق فجاء بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامر بہ رسول اللہ صلی اللہ

1- قرطبی' ج 6 ص 160 نیز جواہر علی' اول من قطع ____

2- مالک بن انس بن مالک' موطا امام مالک' ج 2 ص 174 کتاب الحدود' باب ما یجب فیہ القطع۔

نیز موطا امام محمد' ص 361 حدیث 683

marfat.com

علیه وسلم لن نقطع یده' فقال صفوان انی لم ارد ھذا یا رسول الله صلی الله علیک وسلم ھو علیه صدقة' فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فھلا قبل ان تأتینی به۔"1"

(عبداللہ بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ کو حضور کے اس ارشاد کا علم ہوا کہ جس نے ہجرت نہ کی وہ ہلاک ہوا' تو وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے اور اپنی چادر سر کے نیچے رکھ کر مسجد میں سو گئے' اسی اثناء میں ایک چور مسجد میں داخل ہوا اور اس نے چادر اپنے قبضہ میں لے لی۔ حضرت صفوان نے اسے پکڑ لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے' حضور نے پورا واقعہ سننے کے بعد اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا' صفوان نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا' میں اسے صدقہ کرتا ہوں' آپ نے فرمایا میرے پاس آنے سے قبل تم نے اسے کیوں صدقہ نہ کر دیا۔)

3۔ بخاری و مسلم میں حد سرقہ کے سلسلہ میں ایک روایت حسب ذیل ہے:۔

"۔ عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم' ان قریشا اھمھم شان المراۃ التی سرقت فی عھد النبی صلی الله علیه وسلم' فی غزوۃ الفتح فقالو امن یکلم فیھا رسول الله صلی الله علیه وسلم؟ فقالوا ومن یجتری علیه الا اسامة بن زید حب رسول الله، صلی الله علیه وسلم فاتی بھا رسول الله صلی الله فکلمه فیھا اسامة بن زید فتلون وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: اتشفع فی حد من حدود الله؟ فقال له اسامة استغفر لی یا رسول الله فلما کان العشی قام رسول الله صلی الله علیه وسلم فاختطب فاثنی علی الله بما ھو اھله ثم قال: اما بعد: فانما اھلک الذین من قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوه واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیه الحد' وانی والذی نفسی بیده لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا' ثم امر بتلک المراۃ التی سرقت فقطعت یدھا....."-"2" •

1۔ مالک بن انس بن مالک' موطا امام مالک' ج 2 ص 174' کتاب الحدود باب ترک الشفاعۃ للسارق اذا بلغ السلطان'

نیز۔ ابو داؤد' ج 4 ص 138

و۔ موطا امام محمد ص 362 حدیث 682

و۔ بخاری ج 3 ص 655

2۔ بخاری' صحیح بخاری' کتاب الحدود' باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحدود اذا رفع الی السلطان۔

وصحیح مسلم ج 3' ص 1315 کتاب الحدود' قطع السارق الشریف وغیرہ والنھی من الشفاعۃ فی الحدود۔

وابو داؤد کتاب 37 باب 16 و نسائی کتاب 46 باب 6،5 و مسند احمد بن حنبل ج 2 ص 151

marfat.com

(بنو مخزوم کی ایک خاتون کے معاملہ نے سنگینی اختیار کرلی جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا' اس پر قریش پریشان ہوئے اور باہم مشورہ سے حضرت اسامہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا کیونکہ حضور کو ان سے بڑی محبت تھی اور وہی اسطرح کی بات کرنے کی جرات کرسکتے تھے' چنانچہ اسامہ نے آپ سے بات کی' اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو حدود الہیہ کے بارے میں سفارش کرتا ہے' یہ سن کر حضرت اسامہ نے عرض کی یارسول اللہ میرے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے' عشاء کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا' آپ نے اللہ تعالی کی اس کی شان کی مطابق تعریف کی اور فرمایا:

اما بعد: تم سے پہلے بت سے لوگ محض اس وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی بااثر آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا' لیکن جب یہی جرم کمزوروں سرزد ہوتا تو ان پر حد قائم کی جاتی۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اسکا ہاتھ بھی کاٹ دیتا' اس کے بعد آپ نے حکم دیا اور اس مخزوی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔)

4- مصنف عبدالرزاق میں ایک غلام کو حد سرقہ لگائے جانے کا بیان اس طرح ہے:-

"... عن ابن جریج قال اخبرنی عبد ربہ بن ابی امیۃ ان الحارث بن عبداللہ بن ابی ربیعۃ حدثہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بعبد سرق فاتی بہ اربعۃ مرات فترکہ' ثم اتی بہ الخامسۃ فقطع یدہ' ثم اتی بہ السادسۃ فقطع رجلہ' ثم اتی بہ السابعۃ فقطع یدہ' ثم الثامنۃ فقطع رجلہ..."[1]

(نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک غلام لایا گیا جس نے چوری کی تھی' وہ چار مرتبہ لایا گیا اور آپ نے ہر بار چھوڑ دیا' جب پانچویں بار اس جرم میں اسے پیش کیا گیا تو اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا' چھٹی بار پھر اس نے چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا' ساتویں بار اس جرم کی پاداش میں اس کا دوسرا ہاتھ اور آٹھویں بار اس کا دوسرا پاؤں کاٹ دیا گیا۔)

1۔ عبدالرزاق' المصنف' ج 10 ص 188' حدیث 18773

marfat.com

5- عادی چور کو سزا دیئے جانے کے بارے میں ایک روایت اس طرح ہے۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بسارق فقال: اقتلوہ قالوا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انما سرق قال اقطعوہ' ثم اتی بہ سارقاً فقال: اقتلوہ فقالوا انما سرق یا رسول اللہ' فقال اقطعواہ حتی قطعت قوائمہ الاربع' ثم اتی بہ ابو بکر وقد سرق بفیہ فامر بہ ابوبکر فقتل۔""1"

(نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا' آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو' صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ اس نے صرف چوری کی ہے' تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا' اس کے بعد ایک اور چور چوری کے جرم میں آپ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو' صحابہ نے وضاحت کی کہ اس نے صرف چوری کی ہے' آپ نے قطع ید کا حکم دیا' چنانچہ عادی چور ہونے کی بناء پر اس کے چاروں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے' اس کے بعد اس شخص نے اپنے منہ کے ذریعہ چوری کی اور پکڑا گیا' اسے حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا)

6- دار قطنی میں ایک روایت بچے چرانے (اغوا کرنے والے) شخص پر حد جاری کرنے کے بارے میں یوں مذکور ہے:-

"۔ عن عروۃ بن الزبیر' ان مروان بن الحکم اذ کان عاملاً علی المدینۃ اتی برجل یسرق الصبیان ثم یخرج بھم فیبیعھم فی ارض اخری' فاستشار مروان فی امرہ فحدثہ عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ عنھما' ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل یسرق الصبیان ثم یخرج بھم فیبیعھم فی ارض اخری فامر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقطعت یدہ' فامر مروان بالذی یسرق الصبیان فقطعت یدہ۔""2"

1- ابو داود' کتاب المراسیل' (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب' سن ندارد) ص 27

نیز البیہقی' ابوبکر احمد بن الحسین بن علی' السنن الکبری (بیروت۔ لبنان: دار الفکر' سن ندارد)

ج 8 ص 273 - و۔ النسائی' سنن النسائی' ج 8 ص 189

و۔ حاکم' ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ' نیشاپوری' المستدرک (مکۃ المکرمۃ: دار الباز للنشر' سن ندارد)۔

ج 4 ص 382

2- دار قطنی' ابوالحسن علی بن عمر' سنن الدار قطنی (دہلی: مطبعہ فاروقی' سن ندارد) ج 2 ص 373

marfat.com

(مروان بن حکم جب مدینہ کا گورنر تھا تو اس کے پاس ایک شخص لایا گیا جو بچوں کو اغواء کر کے انہیں کسی دور دراز علاقہ میں فروخت کرتا تھا' مروان نے ممتاز فقہاء اور علماء مدینہ سے مشورہ کیا تو حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جو بچے اغوا کر کے کسی دور دراز مقام پر لے جا کر فروخت کیا کرتا تھا' آپ نے اس کا ہاتھ کاٹا' چنانچہ مروان نے بھی آپ کے فیصلے کی روشنی میں اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا)

نفاذ حد حرابہ :-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت سے عہد رسالت میں نفاذ حد حرابہ کا پتہ چلتا ہے' روایت کے الفاظ صحیح مسلم میں یوں ہیں :-

"... عن انس بن مالک ان ناسًا من عرينة قدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فاجتووها فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ان شئتم ان تخرجوا الى ابل الصدقة فتشربوا من البانها وابوالها ففعلوا فصحوا ثم مالوا على الرعاء فقتلوهم و ارتدوا عن الاسلام و ساقوا ذود رسول الله صلى الله عليه وسلم فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم فبعث فى اثرهم فاتى بهم فقطع ايديهم وارجلهم وسمل اعينهم و تركهم فى الحرة حتى ماتوا..."(1)

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرینہ کے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے' انہیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی' رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صدقہ کے اونٹوں کے باڑے میں جا رہو' اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو' انہوں نے اسی طرح کیا اور تندرست ہو گئے' پھر انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کر دیا اور ان کو قتل کر دیا اور دین اسلام سے مرتد ہو کر رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے' نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا' چنانچہ وہ پکڑ کر لائے گئے' آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں اور ان کو تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے)

1۔ امام مسلم' صحیح مسلم' کتاب القسامۃ والمحاربین' باب 545 حدیث 4240۔

marfat.com

نفاذ حد شرب خمر:۔

عہد رسالت میں مے نوشوں کو حد لگائے جانے کے واقعات ملتے ہیں' ذیل میں چند واقعات بطور نظیر پیش کیے جاتے ہیں:۔

"... عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد شرب الخمر فجلدہ بجریدتین نحو اربعین قال و فعلہ ابوبکر فلما کان عمر استشار الناس فقال عبدالرحمن اخف الحدود ثمانین فامر بہ عمر..." "1"

2- ایک اور روایت نفاذ حد شرب خمر کے سلسلہ میں یوں ہے:۔

"... عن انس بن مالک ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد فی الخمر بالجرید والنعال ثم جلد ابوبکر اربعین فلما کان عمر' و دنا الناس من الریف والقری قال ماترون فی جلد الخمر فقال عبدالرحمن بن عوف اری ان تجعلها کاخف الحدود قال فجلد عمر ثمانین..." "2"

3- مصنف عبدالرزاق کی روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کوڑے حد شرب خمر جاری فرمائی۔

"... عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر ثمانین..." "3"

(حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شراب نوشی پر اسی کوڑے مارے)

4- کتاب الآثار میں امام محمد نے ایک شرابی کو حد شرب خمر لگائے جانے کا واقعہ یوں لکھا ہے:۔

"... عن عبدالکریم بن ابی المخارق یرفع الحدیث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتی بسکران فامرھم ان یضربوہ بنعالھم وھم یومئذ اربعون رجلاً فضرب کل احد بنعلیہ..." "4"

(عبدالکریم بن ابی المخارق بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخمور شخص لایا گیا' آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے جوتوں سے ماریں' اس وقت وہ چالیس تھے' ہر شخص نے اس مخمور کو دو دو جوتے مارے)

1- صحیح مسلم' کتاب الحدود' باب 558' حدیث 4338

2- ایضاً - باب 558 حدیث 4340

3- عبدالرزاق' مصنف' کتاب الحدود

4- امام محمد بن حسن الشیبانی' کتاب الآثار' ص 137

marfat.com

4 - امام بخاری نے ایک روایت نفاذ حد شرب خمر سے متعلق یوں بیان کی ہے:-

"... عن عبداللہ ابن ابی ملیکۃ عن عقبۃ بن الحارث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بنعیمان او بابن نعیمان وھو سکران فشق علیہ وامر من فی البیت ان یضربوہ فضربوہ بالجرید والنعال وکنت فیمن ضربہ" "1"

(عبداللہ بن ابی ملیکہ نے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نعیمان یا نعیمان کے بیٹے کو نشہ کی حالت میں لایا گیا' یہ بات آپ پر گراں گزری اور جو لوگ اس وقت گھر میں تھے انہیں آپ نے حکم فرمایا کہ اسے ماریں' چنانچہ لوگوں نے اسے چھڑیوں سے اور جوتوں سے مارا' اور میں بھی مارنے والوں میں شامل تھا۔)

5 - حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بخاری کی ایک روایت نفاذ حد شرب خمر کے بارے میں یوں ہے:-

"... عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل قد شرب قال اضربوہ' قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فمنا الضارب بیدہ والضارب بنعلہ والضارب بثوبہ' فلما انصرف قال بعض القوم: اخزاک اللہ' قال لا تقولو ھکذا لا تعینوا علیہ الشیطان..." "2"

(حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی' آپ نے فرمایا کہ اس کی پٹائی کرو' حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اسے اپنے ہاتھ سے مارتا تھا کوئی اپنے جوتے سے اور کوئی کپڑے سے اسے مارتا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو کسی نے کہا اللہ نے تجھے ذلیل کیا' حضور نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو اور اس پر شیطان کی مدد نہ کرو۔)

---

1 - امام بخاری' صحیح البخاری' کتاب الحدود' باب 952 حدیث 1679

2 - امام بخاری' صحیح البخاری' کتاب الحدود' باب 952 حدیث 1681

marfat.com

6- میخوار کو کوڑے لگانے کا ایک واقعہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ بن خطاب کے حوالہ سے یوں مروی ہے:-

"... عن عمرؓ بن الخطاب رضی الله عنه ان رجلاً علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم کان اسمه عبدالله و کان یلقب حمارا' وکان یُضحِک رسول الله صلی الله علیه وسلم' وکان النبی صلی الله علیه وسلم قد جلده فی الشراب' فاتی به یومًا فامر به فجلد فقال رجل من القوم: اللهم العنه ما اکثر ما یوتی به' فقال النبی صلی الله علیه وسلم لا نلعنوه فو الله ما علمت الا انه یحب الله ورسوله..."[1]

(حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں آپ کے پاس لایا گیا جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا' اسے حضور نے کوڑے لگوائے کیونکہ اس نے ایک روز شراب پی' چنانچہ آپ نے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا' جب کوڑے لگائے گئے تو ایک شخص نے کہا اے اللہ لعنت' اسے کتنی دفعہ لایا گیا' مگر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔)

مندرجہ بالا روایات سے عہد رسالت میں حد شرب خمر کے اجراء کا ثبوت ملتا ہے' رہا معاملہ مقدار حد شرب کا تو اس سلسلہ میں 80 کوڑوں کے قول کو صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث سے تقویت ملتی ہے:

"..... عن السائب ابن یزید قال: کنا نوتی بالشارب علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وامارة ابی بکر فصدرا من خلافة عمر فنقوم الیه بایدینا ونعالنا وارینتنا حتی کان آخر امارة عمر فجلد اربعین حتی اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین......"[2]

(سائب بن یزید کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی اکرمؐ کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی امارت کے دور میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے شروع کے زمانہ میں سے نوشوں کو لایا جاتا تو ہم انہیں اپنے جوتوں' چادروں اور ہاتھوں سے مارتے تھے' خلافت کے شروع کے زمانہ میں سے نوشوں کو لایا جاتا تو ہم انہیں اپنے جوتوں' چادروں اور ہاتھوں سے مارتے تھے' یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے خلافت کے آخری دور میں حضرت عمر

1- بخاری' صحیح البخاری' کتاب الحدود- باب 953 حدیث 1684

2- فتح الباری' ج 12 حدیث 6779

marfat.com

چالیس کوڑے لگواتے پھر جب لوگ سرکش ہو گئے اور فسق پھیلانے لگے تو حضرت عمر نے اسی کوڑے لگوائے۔) اور اسی پر اجماع صحابہ ہے۔

عہد رسالت کے قاضی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو اقامت عدل کیلئے قاضی مقرر فرمایا آپ کے مقرر کردہ قضاۃ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ
2- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
3- حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ
4- حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ
5- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
6- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
7- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
8- حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ
9- حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ
10- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
11- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
12- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
13- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
14- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔"[1]

1- اعظمی، محمد ضیاء الرحمن ، اقضیۃ الرسول ص 35 - 47

marfat.com

عہد خلافت راشدہ

1- عہد صدیقی (11-13ھ)

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور منصب قضاء بھی آپ کو منتقل ہوا' شروع شروع میں آپ خود قضایا سنتے اور ان کے فیصلے بھی فرماتے تھے' لیکن جب خلافت کی ذمہ داریوں میں جہاد' قتال مرتدین' فتنہ انکار نبوت یا جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف مہمات کی وجہ سے اضافہ ہوا تو آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منصب قضاء پر مامور کیا' "1"

عہد خلافت راشدہ میں نفاذ حدود و نظام قضاء کے متعلق جناب محمد خضری بک لکھتے ہیں:-

"... کان القضاء معتبراً من عمل الخلیفة لان معناه فصل الخصومات والمنازعات علی حسب القانون الشرعی الماخوذ من الکتاب والسنة فکان الخلفاء یباشرون هذا العمل بانفسهم ویستفتون فی الحکم ان کانت هناک حاجة الی الاستفتاء' ولما کثرت المشاغل واتسعت الفتوح واضطر الخلفاء للاشتغال بالجیوش و تدبیرها فوضوا هذا العمل الی من فی مکنتهم الاستنباط..." "2"

(یعنی: کار قضاء خلیفہ کی ذمہ داری تھی' چونکہ قضاء کا مطلب کتاب و سنت سے ماخوذ شرعی قوانین کی روشنی میں نزاعات کا فیصلہ کرنا ہے اس لئے خلفاء یہ کام خود انجام دیتے تھے اور اگر ضرورت محسوس کرتے تو اہل علم مفتیوں سے مشورہ لیتے تھے' لیکن جب خلفاء کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں اور فتوحات زیادہ ہونے لگیں اور خلفاء کی توجہ عسکری معاملات کی طرف بڑھ گئی تو انہوں نے قضاء کا کام اس کے اہل لوگوں کے سپرد کر دیا)

نفاذ حدود کا کام چونکہ انتہائی ذمہ داری اور بے حد احتیاط سے کرنے کا تھا اس لئے خلفاء راشدین نے اسے عام قاضیوں کے دائرہ اختیار میں نہیں دیا بلکہ یا تو خود اس ذمہ داری کو نبھایا یا پھر انتہائی ذمہ دار اہل علم کو اس کے لئے مقرر کیا' محمد خضری بک کہتے ہیں:-

---

1- العجلانی' عبقریہ الاسلام فی عہد الحکم' ص 341

2- محمد الخضری بک' محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ' الطبعہ السابعہ (بیروت لبنان: دار المعرفہ - 1376ھ) ج 2: 132 / 133

marfat.com

"... ویظهر لنا ان قضاء القضاة فی عهد الخلفاء الراشدین کان قاصراً علی فصل الخصومات المدنیة' اما القصاص والحدود کانت ترجع الی الخلفاء وولاة الامصار' لانا رأینا قضایا حکم فیها الخلفاء بقتل قصاصاً او جلد بسکر ولم یبلغنا ان قاضیاً لیس امیراً قضی بعقوبة منها اونفذها..."[1]

خلفاء راشدین کے دور میں قاضیوں کا دائرہ قضاء صرف سول کیسز (Civil Cases) تک محدود تھا' قصاص و حدود کے معاملات خلفاء اور شہروں کے والی نمٹایا کرتے تھے' کیونکہ اس دور کے حدود و قصاص کے جن قضایا کے فیصلے ہم تک پہنچے ہیں وہ خلفاء یا امراء کے فیصل کردہ ہیں' جبکہ حدود و قصاص کا کوئی ایسا فیصلہ نہیں ملتا جو کسی ایسے قاضی کا صادر کردہ ہو جو امیر نہ ہو)

عہد خلافت راشدہ میں حدود سے متعلق فیصلوں کے ریکارڈ پر مشتمل کوئی تاریخی دستاویز دستیاب نہیں' کیونکہ اس دور میں فیصلوں کا باقاعدہ ریکارڈ مرتب کرنے کا رواج ابھی نہیں ہوا تھا' بلکہ فیصلے زبانی سنائے جاتے تھے اور جو حاکم فیصلہ کرتا تھا وہی اسے نافذ بھی کرتا تھا' غالباً" اسی لئے تحریری فیصلوں کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔
محمد خضری بک کہتے ہیں:۔

"...ولیس عندنا دلیل علی وجود سجلات یضبط فیها ما یصدر من الاحکام ولا ان صور الاحکام کانت تعطی للمحکوم له' لان ذلک لم یکن ما یدعو الیه مادام التنفیذ فی ید القاضی فهو الذی یقضی وهو الذی ینفذ الحکم..."[2]

(اس بات کا ہمارے پاس کوئی (تاریخی) ثبوت نہیں کہ اس دور میں عدالتی فیصلے لکھنے کے لئے کوئی رجسٹر ہوتے تھے اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ محکوم لہ یا مدعی کو فیصلہ کی کوئی تحریر مہیا کی جاتی تھی' اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ قاضی ہی فیصلہ کرتے تھے اور وہی ان فیصلوں پر عمل درآمد بھی کراتے تھے)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جرائم حدود سے متعلق جو مقدمات پیش ہوئے اور جن کے فیصلے آپ نے خود کئے ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:۔
1۔ سنن بیہقی میں ہے کہ ایک غیر شادی شدہ شخص نے ایک عورت سے زنا کیا اور دونوں

1۔ محمد خضری بک' محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ' 135:2
2۔ محمد خضری بک' محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ' 135:2

marfat.com

نے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا' چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں سو کوڑے لگوائے اور دونوں کا ایک دوسرے سے نکاح کرنے کے بعد دونوں کو ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا۔ بیھقی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

"...... روینا عن ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ فی رجل بکر افتض امرأۃ واعترفا' فجلدھما مائۃ ثم زوج احدھما من الآخر مکانہ و نفاھما سنۃ..." "1"

(یعنی: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کنوارے مرد نے ایک عورت سے زنا کیا' اور زانی و زانیہ نے اعتراف زنا کر لیا' چنانچہ آپ نے ان دونوں کو سو سو کوڑے لگوائے اور پھر ان دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا اور ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا')

2- سنن بیھقی کی ایک اور روایت جسے علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں دار قطنی کے حوالہ سے بیان کیا ہے یوں ہے:۔

"... عن صفیۃ بنت ابی عبید ان رجلا اضاف رجلاً فافتض اختہ فجاء اخوھا الی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فذکر ذلک لہ فارسل الیہ فاقر بہ فقال ابکر ام ثیب؟ قال بکر' فجلدہ مائۃ و نفاہ الی فدک قال ثم ان الرجل تزوج المرأۃ بعد۔ قال قتل الرجل یوم الیمامۃ..." "2"

(صفیہ بنت ابی عبید سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کی دعوت کی' مہمان نے میزبان کی بہن سے زنا کر ڈالا' چنانچہ میزبان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا' آپ نے مہمان کو بلوا بھیجا' اور اس نے (دریافت کرنے پر) اقرار جرم کر لیا' آپ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کنوارا ہے یا شادی شدہ' اس نے کہا کنوارا' چنانچہ آپ نے اسے سو کوڑے لگوائے اور فدک کی طرف جلا وطن کر دیا' پھر اس شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا' اور یہ شخص جنگ یمامہ کے روز مارا گیا۔)

3- موطا امام محمد میں ہے کہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے کسی کنواری کنیز سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی' پھر اس شخص نے اپنے زنا کا اعتراف کر لیا اور وہ محصن نہ تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اسے کوڑے مارے گئے' پھر فدک کی طرف اسے جلا وطن کر دیا گیا۔ روایت کے الفاظ یوں ہیں:۔

1- رواس قلعجی' فقہ ابوبکر' ص 161' نیز البیہقی' سنن البیہقی 155:7

2- ایضاً- نیز سنن البیہقی 223:8- و- جلال الدین السیوطی' تاریخ الخلفاء ص 101

marfat.com

"... اخبرنا مالک اخبرنا نافع ان صفیة بنت ابی عبید حدثته عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه أن رجلاً وقع علی جاریة بکر فاحملها ثم اعترف علی نفسه انه زنی ولم یکن احصن فامر به ابو بکر الصدیق فجلد الحد ثم نفی الی فدک" "1"

4- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شرابی کو شراب پینے کے جرم میں چالیس کوڑے مارتے تھے اور وہ اس طرح کہ کچھ کوڑوں کی بجائے کپڑے کے کنارے کو گانٹھ دے کر مارتے اور کچھ کوڑے برساتے' نیز آپ نے شراب پینے پر چالیس جوتے مارے۔ "2"

شراب کی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہاتھ اور جوتے اور لکڑی سے مارنا تھی' مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چالیس کوڑے مقرر ہوئی۔ "3"

5- عبدالرحمٰن بن عامر بن ربیعہ راوی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حد قذف میں غلام کو صرف چالیس کوڑے مارا کرتے تھے "4"

6- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء راشدین اس شخص کو کوڑے لگواتے تھے جس نے کسی مسلمان کی ماں پر زنا کی تہمت لگائی ہو' زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارا ہو' چاہے اس کی ماں خود یہودی ہو یا نصرانی مصنف میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

"... عن معمر عن الزهری قال: کان ابو بکر ومن بعده من الخلفاء یجلدون من دعا رجل زانیة' وان کانت یهودیة او نصرانیة لحرمة المسلم ..." "5"

1- محمد بن حسن الشیبانی' موطا امام محمد' ص 373 حدیث 696

2- عبدالرزاق' مصنف عبدالرزاق' 377:7

نیز ابن حزم' علی بن احمد الاندلسی' المحلی' (بیروت: دار الآفاق الجدیدہ' سن ندارد) ج 11: ص 364

نیز ابن قدامہ' المغنی' 308:5

نیز رواس قلعجی' فقہ ابو بکر' ص 13

3- محمد عبداللہ نور الدین' النجم الثاقب فی اقضیۃ علی ابن ابی طالب (لاہور: جہانگیر بکڈپو' 1360ھ) ص 182/183

4- رواس قلعجی' فقہ ابو بکر ص 330

نیز ابن ابی شیبہ' مصنف' 125:1' و ابن قدامہ' المغنی 218:8' و البیہقی' سنن البیہقی' 251:8

5- ایضاً' ص 38' نیز عبدالرزاق' المصنف 435:7

marfat.com

7۔ دار قطنی نے بحوالہ انس [redacted] لکھا ہے کہ پانچ درہم کی ڈھال کی چوری پر حضرت ابو بکر صدیق [redacted] نے چور کا ہاتھ کٹوا دیا"1" جبکہ سنن بیہقی میں حد سرقہ سے متعلق روایت اس طرح ہے:-

"۔ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان ابابکر رضی اللہ عنہ قطع فی مجن ثمنہ خمسۃ دراھم او اربعۃ دراھم۔""2"

(انس بن مالک [redacted] سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق [redacted] نے چار یا پانچ درہم قیمت کی ڈھال چرانے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی)

بیہقی ہی کی ایک روایت حمید الطویل سے یوں منقول ہے:-

"۔ عن حمید الطویل قال سمعت قتادۃ یسئل انس بن مالک عن القطع فقال حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ قطع سارقا فی شئی ما یساوی ثلاثۃ دراھم وما یسرنی انہ لی بثلاثۃ دراھم۔"3"

(حمید الطویل بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادۃ سے سنا وہ انس بن مالک سے قطع ید کی سزا کے بارے میں پوچھ رہے تھے' (انس بن مالک نے) کہا میری موجودگی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک چور کو قطع ید کی سزا تین درہم کے مساوی کوئی چیز چرانے کے جرم میں دی' لیکن میں تو اس چیز کو تین درہم میں بھی نہ خریدوں)

9۔ موطا امام محمد میں امام مالک سے ایک روایت عادی چور پر حد لگانے کے سلسلہ میں یوں ملتی ہے:-

"اخبرنا مالک اخبرنا عبدالرحمن ابن القاسم عن ابیہ ان رجلا من اھل یمن اقطع الید والرجل قدم و نزل علی ابی بکر الصدیق و شکی الیہ ان عامل الیمن ظلمہ قال فکان یصلی من اللیل فیقول ابوبکر وابیک ما لیلک بلیل سارق ثم افتقدوا حلیا لاسماء

---

1 جلال الدین سیوطی: تاریخ الخلفاء' ص 101

2 ۔ البیہقی' سنن البیہقی' 260:8

3 ۔ قلعجی' محمد رواس' فقہ ابو بکر' ص 168

نیز البیہقی' سنن البیہقی' ج 8 ص 259)

marfat.com

بنت عميس امراة ابی بکر فجعل الرجل یطوف معهم و یقول اللهم علیک بمن بیت اهل هذا البیت الصالح فوجدوه عند صائغ زعم ان الاقطع جاءہ به فاعترف به الاقطع او شهد علیه فامر به ابوبکر فقطعت یده الیسری قال ابوبکر والله لدعائه علی نفسه اشد عندی علیه من سرقته "" "ا"

امام مالک نے ہمیں خبر دی ہم سے روایت کیا عبداللہ بن قاسم نے اپنے والد سے کہ ایک یمنی جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹا ہوا تھا مدینہ منورہ آیا اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر شکایت کی کہ عامل یمن نے اس کے ساتھ ظلم کیا ہے' راوی کا بیان ہے کہ وہ نماز تہجد پڑھا کرتا تھا' حضرت ابوبکر نے فرمایا تیرے باپ کی قسم' تیری رات چوروں کی رات نہیں' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس کا ایک ہار گم ہو گیا تو وہ (یمنی) شخص دیگر لوگوں کے ساتھ ہار تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ اسے برباد کرے جس نے اس نیکو کار کے گھر میں چوری کی'

لوگوں نے وہ ہار ایک سنار کے ہاں پایا' اس نے بتایا کہ یہ ہار اسے اسی ہاتھ کٹے ہوئے شخص نے دیا ہے' اس نے اس کا اعتراف کر لیا' یا گواہی سے ثابت ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اور اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میرے نزدیک اس کی چوری سے زیادہ سخت بات اس کی اپنے حق میں بددعاء ثابت ہوئی)

10 - **علامہ جلال الدین سیوطی نے ایک واقعہ ایک عادی چور کو حد لگائے جانے کا اس طرح بیان کیا ہے:-**

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت میں ایک شخص چوری کے الزام میں لایا گیا جس کے ہاتھ اور پاؤں پہلے ہی کٹے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر صدیق نے اس پانچویں بار چوری کرنے والے ملزم سے فرمایا: تم لوگوں کے قتل کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین فیصلہ فرمایا ہے' اور میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا' چنانچہ آپ نے اسے قتل کرا دیا۔ "2"

11 - سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں چوری کے عادی مجرم کو حد سرقہ لگائے جانے کا ایک اور واقعہ سنن بیہقی میں یوں مذکور ہے:-

---

1- محمد' موطا امام محمد' ص 365 حدیث 686

2- سیوطی' تاریخ الخلفاء ص 101

marfat.com

"...عن صفية بنت ابی عبید ان رجلاً سرق علی عهد ابی بکر رضی الله عنه مقطوعة یده و رجله فاراد ابوبکر رضی الله عنه ان یقطع رجله ویدع یده یستطیب لها ویتطهر بها و ینتفع بها؟ فقال عمر: لا والذی نفسی بیده لتقطعن یده الاخری فامر به ابوبکر رضی الله عنه فقطعت یده..."[1]

(صفیہ بنت ابی عبید کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک ایسے چور نے چوری کی جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں پہلے ہی کٹا ہوا تھا' چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کا دوسرا ہاتھ کاٹنے کی بجائے اس کا دوسرا پاؤں کاٹنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ ایک ہاتھ سے طہارت کر سکے اور دیگر امور انجام دے سکے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا آپ اس کا دوسرا ہاتھ ہی کاٹیں گے' چنانچہ حضرت ابوبکر کو حکم دینا پڑا اور اس کا دوسرا ہاتھ کاٹا گیا۔)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت بہت مختصر سا تھا' اس عرصہ میں جرائم کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی اور پھر جب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منصب قضاء سونپ دیا تو یہ تعداد کم ہو کر صفر رہ گئی' لوگ آپ کی سخت گیری اور حزم و تدبر سے واقف تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ دو برس تک آپ کے پاس کوئی مدعی / مدعا علیہ پیش نہیں ہوا"[2]

اسی حقیقت کو العجلانی نے یوں بیان کیا ہے:۔

"...یقول بعض المؤلفین ان ابابکر اول خلیفة فی الاسلام اتخذ قاضیًا' وان قاضیه کان عمر بن الخطاب' فجلس سنة او سنتین (للقضاء) لا یاتیه احد..."[3]

(یعنی بعض مؤلفین کا کہنا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے قاضی مقرر کیا اور ان کے دور کے قاضی عمر بن خطاب تھے' چنانچہ آپ ایک یا دو برس تک منصب قضاء پر مامور رہے مگر کوئی مقدمہ ان کے ہاں پیش نہیں ہوا۔)

روضة القضاة کے مؤلف نے بعض دیگر تاریخی شواہد کے حوالہ سے یہی بات یوں کہی ہے:۔

1۔ البیہقی' السنن الکبریٰ' 8:74

2۔ حسن ابراہیم حسن' و علی ابراہیم حسن' النظم الاسلامیہ' (کراچی: دارالاشاعت' سن ندارد) 279

3۔ العجلانی' عبقریة الاسلام فی عهد الحکم' ص 141

marfat.com

"... ومن ولاة ابوبکر رضی الله عنه و قضاته عمر بن الخطاب رضی الله عنه کان القاضی بالمدینة ینوب عنه وفی مختصر التاریخ لابن الکازرونی و قاضیه عمر بن الخطاب و قام سنة لم یختصم الیه احد' وفی تاریخ الرسل و الملوک للطبری ج 3 ص 436 وقال عمر انا اکفیک القضاء فمکث عمر سنة لا یاتیه رجلان..." "[1]

(یعنی: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والیوں اور قاضیوں میں سے ایک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں' جو مدینہ کے قاضی تھے اور قضاء میں حضرت ابوبکر کے نائب تھے' اور ابن کازرونی کی مختصر التاریخ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قاضی عمر بن خطاب تھے جن کے پاس ایک سال تک کوئی مقدمہ پیش ہی نہیں ہوا' طبری کی تاریخ الرسل والملوک میں جلد سوم ص 436 میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود حضرت ابوبکر کو پیشکش کی کہ قضاء کے سلسلہ میں وہ معاونت کریں گے' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سال کے عرصہ میں دو شخص بھی مقدمہ لے کر نہیں آئے)

مذکورہ بالا آثار سے ظاہر ہے کہ عہد خلافت راشدہ کے آغاز میں نظام قضاء خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے براہ راست کنٹرول میں تھا۔ پھر آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر فرمایا اور اس عرصہ میں نفاذ حدود کا عمل جاری تھا۔

1۔ السمنانی' ابوالقاسم علی بن محمد بن احمد الرحبی' روضۃ القضاۃ و طریق النجاح' (بیروت: موسسۃ الرسالۃ' سن ندارد)' ج 4 ص 1474

marfat.com

2- عہد فاروقی (13-23ھ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت اسلام کا سنہری دور ہے۔ عدل و انصاف کا مکمل نظام آپ ہی کے دور میں قائم ہوا' اور اس نظام عدل کی برکت سے اسلامی ریاست جرائم سے یوں پاک ہو گئی جیسے دھوبی کپڑے کو دھو کر پاک صاف کر دیتا ہے' ریاست میں عدل کی حکمرانی قائم کرنا آپ کی اولین ترجیحات میں شامل تھا' آپ کے دور کی وسیع و عریض اسلامی ریاست میں قیام عدل کے لئے ریاست کو انتظامی صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر صوبے میں ذی علم قضاۃ کا تقرر عمل میں آیا' اسلامی ریاست کے دارالخلافہ مدینہ منورہ میں خلیفہ ثانی اور امیر المومنین خود لوگوں کے قضایا سنتے اور جلیل القدر صحابہ کے مشورہ سے فیصلے صادر فرماتے تھے' پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب آپ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر فرما کر نظام قضاء ان کے حوالہ کر دیا "1"۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقتاً" فوقتاً" اسلامی ریاست کے مختلف صوبوں میں مختلف صحابہ کو قاضی مقرر کیا' ان معروف قضاۃ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ قاضی مدینہ' حضرت شریح بن الحارث الکندی قاضی کوفہ' حضرت ابو موسیٰ اشعری قاضی بصرہ' اور حضرت عثمان بن قیس بن ابی العاص قاضی مصر خاص طور سے قابل ذکر ہیں' ان کے علاوہ شام کے لئے الگ سے قاضی مقرر کئے "2"

جب کہ یزید بن اخت النمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قضاء کی ذمہ داریاں سونپیں۔ "3"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جرائم حدود سے متعلق متعدد فیصلے کئے ہوں گے' مگر تاریخ کے اوراق ان تمام فیصلوں کو محفوظ نہیں رکھ سکے' اس کی ایک بڑی وجہ اس دور میں عدالتی ریکارڈ مرتب نہ کرنا بھی ہے' "4" تاہم تاریخ کے حوالہ سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے' اس میں بعض فیصلے بڑی اہم نوعیت کے ہیں جنہیں بطور اہم نظائر شامل بحث کیا جاتا ہے۔

1- منیر العجلانی' عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم' ص 341

2- علی ابراہیم حسن' التاریخ الاسلامی العام' ص 529,528

3- منیر العجلانی' عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم' ص 341

4- علی ابراہیم حسن' التاریخ الاسلامی العام' ص 530

marfat.com

اجراء حد زنا بعهد فاروقی :-

1- سماع ابن ثابت سے مروی ہے کہ موہب بن رباح نے ایک عورت سے نکاح کر لیا' اس عورت کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی اور موہب کا پہلی بیوی سے ایک لڑکا تھا' موہب کے لڑکے نے اس لڑکی سے زنا کر لیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ نے موہب کے بیٹے پر حد زنا جاری کی' اور لڑکی کی سزا وضع حمل تک موخر کر دی اور بچہ کی پیدائش کے بعد اس پر حد جاری کی۔ روایت کے الفاظ ہیں :-

"... ان وهب بن رباح تزوج امرأة وللمرأة ابنة من غير موهب' ولموهب ابن من غير امرأته' فاصاب ابن وهب ابنة المرأة فرفع ذلک الی عمر بن الخطاب فحد عمر' ابن موهب واخر المرأة حتى وضعت' ثم حدها..."[1]

2- مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ شام سے ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ کو بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیثی کو اس کی بیوی کے پاس بھیجا کہ جا کر اس بارے میں اس سے دریافت کریں ابو واقد اس عورت کے پاس آئے اس وقت اس کے پاس اور بھی عورتیں تھیں' ابو واقد نے اس سے وہ بات کی جو اس کے شوہر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی' اور بتایا کہ وہ اپنے شوہر کے قول پر ماخوذ نہیں ہو گی' اور اگر وہ چاہے تو انکار کر دے وہ کچھ دیر خاموش رہی اور پھر اس نے کہا بخدا میں بے حیائی کے ساتھ اب جھوٹ کو جمع نہیں کروں گی۔ چنانچہ اس نے انکار نہیں کیا' اور مکمل اعتراف کیا پس اسے رجم کیا گیا۔

مصنف عبدالرزاق کی روایت کے الفاظ ہیں :-

"... عن ابی واقد اللیثی قال: انی لمع عمر بن الخطاب اذ جاءه رجل فقال: عبدی زنا بامراتی' وهی هذه تعترف' قال ابو واقد فارسلنی الیها" فقال: سل امرأة هذا عما قال' فانطلقت فاذا هی جارية حديثة السن قد لبست ثيابها قاعدة على فنائها" فقلت لها" ان زوجک جاء امیر المومنین فاخبره انک زنیت بعبده فارسلنی امیر المومنین

1- عبدالرزاق' المصنف' 303:7

نیز ابن قدامہ' المغنی 312:8

marfat.com

لنسئالک عن ذلک' فقال ابو واقدفان کنت لم تفعلی فلا بأس علیک' فصمت ساعۃ ثم قلت: اللھم افرخ فاھا عما شئت الیوم۔ ابو واقد القائل۔ فقالت: واللہ لا اجمع فاحشۃ و کذبًا" ثم قالت: صدق' فامر بھا عمر فرجمت "" 1"

3۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور اس نے آپ کو بتایا کہ اس کی بہن پردہ ہی میں ایک کارنامہ کر بیٹھی ہے' اور اب وہ حاملہ ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے مہلت دو یہاں تک کہ اس کے بچہ ہو جائے' غرض جب بچہ پیدا ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سو کوڑے مارے اور اسے بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا' المحلی میں یہ روایت یوں مذکور ہے:۔

"عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنھما انھا قالت: انی رجل الی عمر ابن الخطاب فاخبرہ ان اختہ احدثت وھی فی سترھا وانھا حامل۔ فقال عمر' امھلھا حتی اذا وضعت واستقلت فائتنی بھا فلما وضعت جلدھا مائۃ و غربھا الی البصرۃ عاماً" "2"

4۔ سنن بیہقی میں عبداللہ ابن عیاش ابن ربیعہ مخزومی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بھی قریش کے بعض دیگر نوجوانوں کے ساتھ امیر مقرر کیا اور ہم نے بیت المال کی بعض باندیوں کو زنا کی سزا میں پچاس پچاس کوڑے مارے۔

بیہقی کی روایت کے الفاظ ہیں:۔

"... عن عبداللہ بن عیاش ابن ابی ربیعۃ المخزومی قال امرنی عمر ابن الخطاب فی فتیۃ من قریش فجلدنا ولائد الامارۃ خمسین' خمسین فی الزناء ..." "3"

1۔ مصنف عبدالرزاق' 7: 349

نیز ابن ابی شیبہ' المصنف' 2:129

2۔ ابن حزم' المحلی 11:184

3۔ البیہقی' سنن البیہقی 8/242

نیز: طبری' ابو جعفر محمد بن جریر' تفسیر جامع البیان' (مصر: شرکۃ مصطفی البابی 1373ھ) الطبع الثالثۃ 8/201

و۔ مالک بن انس' الموطا 2/827 و۔ الشیبانی' موطا امام محمد' ص 276 / حدیث 701

marfat.com

اجراء حد شرب خمر:-

1- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں شارب خمر اور ہر ایسے شخص کو جو نشہ کی حالت میں پایا جاتا' اگر وہ آزاد ہوتا (غلام نہ ہوتا) تو چالیس کوڑوں کی سزا دیتے تھے "1"۔ لیکن آخری ایام خلافت میں آپ نے ایک مشہور واقعہ "2" کے بعد صحابہ سے مشورہ لیا اور اس کے بعد اسی کوڑے حد شرب خمر مقرر کی۔

2- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن "3" نے مے نوشی کی اور ان کے ساتھ ابو سروعہ عقبہ بن حارث نے بھی شراب پی' یہ دونوں مصر میں تھے' اگلے روز دونوں حضرات امیر مصر حضرت عمرو بن عاص کے پاس حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ ہم دونوں نے شراب پی اور ہمیں نشہ ہوگیا' آپ ہمیں پاک کردیں' عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے بھائی نے مجھے بھی کہا کہ مجھے نشہ ہوگیا تھا' میں نے اس سے کہا کہ گھر چلو میں تمہیں پاک کردوں مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں عمرو بن العاص کے پاس جا چکے ہیں' چنانچہ میرے بھائی نے بتایا کہ وہ امیر کو بتا چکے ہیں' اس زمانہ میں حدود کے نفاذ پر سر مونڈ دیا جاتا تھا' عبداللہ نے کہا کہ اس قوم کے افراد کا سر لوگوں کے سامنے نہیں مونڈا جاتا' اندر جاؤ تاکہ میں تمہارا سر مونڈ دوں' عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن گھر کے اندر آگئے اور میں نے ان کا سر مونڈ دیا' ازاں بعد حضرت عمرو بن العاص نے ان پر حد نافذ کی اور کوڑے لگائے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

1- محمد رواس قلعجی' فقہ عمر' ص 76

2- ابن حزم' المحلی' 364:11 / 365' نیز ابن ابی شیبہ' المصنف 128:2' عبدالرزاق' المصنف 377:7

نوٹ: وہ مشہور واقعہ جس کے بعد حد شرب خمر اسی کوڑے مقرر کی گئی' اس طرح ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے ابو ابرہ کلبی کو حضرت عمر کے پاس بھیجا' ابو ابرہ کلبی نے آکر کہا کہ خالد کہتے ہیں کہ لوگ کثرت سے نوشی کرتے ہیں اور سزا کو کم سمجھ رہے ہیں۔ حضرت عمر کے پاس اس وقت مسجد میں حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم موجود تھے' آپ نے فرمایا کہ ان حضرات سے دریافت کرو' حضرت علی نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ مے نوشی کی سزا وہی مقرر فرمائیں جو قذف کی ہے' حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ اسے حد کی کمتر سزا کے مطابق اسی کوڑے بنا دیجئے' چنانچہ حضرت عمر نے صحابہ کے مشورہ سے مے نوشی کی حد اسی کوڑے مقرر کر دی۔ (حوالہ کتب مندرجہ بالا)

3- بعض مورخین نے ان کی کنیت ابو شحمہ بتائی ہے (دیکھئے دیار بکری' حسین بن محمد' التاریخ الخمیس (بیروت' موسسۃ شعبان' 1283ھ) ص 252/253' نیز طبقات ابن سعد)

marfat.com

اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاص کو لکھا کہ عبدالرحمٰن کو فوراً" ان کے پاس بھیج دیا جائے' جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں سرعام کوڑے لگائے اور مزید سزا بھی دی' پھر انہیں واپس بھیج دیا اور کوئی ایک ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ "1"

مصنف عبدالرزاق میں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:۔

"... عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: شرب اخی۔ عبدالرحمن بن عمر۔ و شرب معہ ابو سروعة عقبة بن الحارث و هما بمصر فی خلافة عمر' فسکرا' فلما اصبحا انطلقا الی عمرو بن العاص' وهو امیر مصر' فقالا: طهرنا' فانا قد سکرنا من شراب شربناه' فقال عبداللہ: فذکر لی اخی انہ سکر' فقلت: ادخل الدار اطهرک' ولم اشعر انهما اتیا عمروا' فاخبرنی اخی انہ قد اخبر الامیر بذلک' فقال عبداللہ: لا یلحق القوم علی رؤوس الناس' ادخل الدار احلقک' وکانوا اذ ذاک یحلقون مع الحدود' فدخل الدار فقال عبداللہ: فحلقت اخی بیدی ثم جلدهم عمرو فسمع بذلک عمر' فکتب الی عمرو ان ابعث الی بعبدالرحمن علی قتب ففعل ذلک' فما قدم علی عمر جلدہ و عاقبہ لمکانہ منہ' ثم ارسلہ' فلبث شهرا صحیحا ثم اصابہ قدرہ فمات..."

3- ایک شخص کو رمضان کے مہینے میں شراب کے جرم میں پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا' آپ نے اسے سو کوڑے لگوائے' اسی (80) تو حد شرب خمر کے اور بیس تعزیراً" کہ اس نے رمضان میں کیوں شراب نوشی کی۔ "2"

4- مصنف ہی کی روایت ہے کہ' عبداللہ ابن ابی الهذیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بوڑھا شخص پیش کیا گیا جس نے رمضان میں شراب نوشی کی تھی' آپ نے فرمایا' خدا اسے ذلیل کرے' یہ بوڑھا رمضان میں شراب نوشی کر رہا ہے جبکہ ہمارے جوان روزے رکھ رہے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حد کے اسی (80) کوڑے لگوائے اور اسے شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

1- مصنف عبدالرزاق 232/9 و 33

2- ابن ابی شیبہ' المصنف' 132/2

marfat.com

مصنف عبدالرزاق کے الفاظ اس طرح ہیں:-

"...عن عبداللہ بن ابی الھذیل قال: اتی عمر بشیخ شرب الخمر فی رمضان' فقال: للمنخرین' للمنخرین' وولداننا صیام' قال فضربہ ثمانین ثم سیرہ الی الشام۔"''1''

5- مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ' سائب بن یزید کہتے ہیں' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ ایک شخص کو کوڑے لگا رہے تھے' کیونکہ اس کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی گئی تھی' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حد کے پورے کوڑے لگائے۔

مصنف کے الفاظ یوں ہیں:-

"...عن سائب ابن یزید انہ حضر عمر بن الخطاب' وھو یجلد رجلاً وجد منہ ریح شراب فجلدہ الحد تاماً..."''2''

6- عتاب بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا کہ تم نے اسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا میں نے اسے شراب پیتے تو نہیں دیکھا' البتہ میں نے اسے شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر شرب خمر کی حد نافذ کی اور لوگوں کے دیکھنے کے لیے ایک جگہ کھڑا کر دیا۔''3''

7- ابن قدامہ مقدسی نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے' حسن بصری کہتے ہیں کہ جارود نے قدامہ بن مظعون کے خلاف گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین کا امیر مقرر کیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جارود سے استفسار کیا کہ تمہارے ساتھ گواہ کون ہے' انہوں نے کہا کہ علقمہ خصی گواہ ہیں' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علقمہ کو بلوایا اور پوچھا تم کیا گواہی دیتے ہو؟ علقمہ نے پوچھا کہ کیا خصی کی گواہی قابل قبول ہے' اس پر حضرت عمر نے جواب دیا کہ اگر مسلمان ہے تو اس کی شہادت کے مقبول ہونے میں

1- عبدالرزاق' المصنف 382/7 و 232/9

و- ابن حزم' المحلی 184/6

2- عبدالرزاق' المصنف' 228/9

و- دار قطنی' سنن دار قطنی' کتاب الحدود'

3- ابن ابی شیبہ' المصنف' 136/2

marfat.com

کوئی مانع نہیں' اس پر علقمہ نے بیان دیا کہ میں نے اسے ایک تسلہ میں خمر کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے' حضرت عمر نے فرمایا کہ قسم بخدا' اس نے شراب پی ہے' جبھی تو شراب کی قے کی ہے' چنانچہ آپ نے حکم دیا اور اسے کوڑے لگائے گئے۔"[1]"

8- حضرت ابو محجن ثقفی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شراب کے رسیا ہو گئے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر حد جاری کی' کوڑے لگوائے لیکن وہ باز نہیں آئے' وہ بار بار شراب پیتے اور انہیں ہر بار کوڑے لگائے جاتے مگر وہ باز نہیں آئے' بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا "[2]" مصنف عبدالرزاق میں ہے :-

"... عن ابن سیرین قال: کان ابو محجن لا یزال یجلد فی الخمر' فلما اکثر علیھم سجنوہ واوثقوہ..."[3]"

(یعنی: ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابو محجن کو حد شرب کئی بار لگائی گئی مگر جب انہوں نے مے نوشی کی حد کر دی تو انہیں قید کر دیا گیا)

اجرائے حد قذف

حبیب بن اساف ایک انصاری تھے' ان کی بیوی حبیبہ بنت خارجہ کے پاس ایک باندی تھی جو اس نے اپنے شوہر کے ساتھ شام روانہ کی کہ وہ اسے وہاں اپنی صوابدید کے مطابق فروخت کر دیں کہ وہاں اس کی اچھی قیمت مل جائے گی اور کہا کہ یہ تمہارے کپڑے دھوئے گی' تمہاری سواری کی دیکھ بھال کرے گی اور تمہاری خدمت کرے گی' وہ اسے لے کر چلے گئے لیکن اسے بیچنے کی بجائے خود ہی اسے اپنے لئے خرید لیا اور پھر مدینہ اسے واپس لے کر آئے تو وہ حاملہ تھی' اس پر حبیبہ بنت خارجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور اس بات سے مکر گئیں کہ انہوں نے باندی فروخت کرنے کو بھیجی تھی'

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر (حبیب بن اساف) کو زنا کے جرم میں رجم کرنے کا ارادہ کر لیا' یہاں تک کہ حبیبہ کی قوم کے لوگوں نے حبیبہ سے بات کی چنانچہ حبیبہ نے اعتراف کیا کہ بلاشبہ اس نے باندی کو فروخت کرنے ہی کی غرض سے (حبیب بن اساف) شوہر

1- ابن قدامہ' المغنی 11: 148 نیز 310:8

نیز' عبدالرزاق'' المصنف 240:9

نیز' البیھقی' سنن البیھقی 315:8

2- ابن تیمیہ' سیاست شرعیہ صفحہ 212

3- عبدالرزاق' المصنف' 243/9

marfat.com

کے ساتھ بھیجا تھا' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حبیبہ کے اس اقرار پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبیب بن اساف کو تو چھوڑ دیا البتہ حبیبہ کو حد قذف کے اسی کوڑے لگوائے "1"
مصنف نے اسی روایت کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے:-

"... عن ام کلثوم بنت ابی بکر الانصاریۃ ان حبیبۃ بنت خارجۃ بعثت بجاریۃ لھا زوج لھا من الانصار یقال لہ حبیب بن اساف الی الشام' فقالت: انھا بالشام انفق لھا' فبعھا مارأیت وقالت: تغسل ثیابک' و تنظر رحلک' و تخدمک' فذھب فابتاعھا لنفسہ ثم جاء بھا الی المدینۃ حبلی' فجائت ابنۃ خارجۃ عمر بن الخطاب' فانکرت ان تکون امرتہ ببیعھا' فھم عمر بزوجھا برجمہ' حتی کلمھا قومھا' فقالت: اللھم آنفا اشھدانی کنت امرتہ ببیعھا' فاقرت بذلک لعمر' فضربھا ثمانین..." "2"

2- سنن بیہقی میں ہے کہ 'حضرت ابوبکرۃ اور ان کے دو ساتھیوں نافع اور شبل بن معبد نے مغیرہ بن شعبہ کے خلاف زنا کی گواہی دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چوتھا گواہ طلب کیا تو انہوں نے زیاد بن ابیہ کا نام لیا' زیادہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا' کیا تم نے سلائی کو سرمہ دانی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' بلکہ میں نے تو صرف بری مجلس دیکھی ہے' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیاد کے علاوہ باقی تینوں کو تہمت زنا کی وجہ سے حد قذف لگوائی بیہقی کے الفاظ حسب ذیل ہیں: "3"

"... عن قسامۃ بن زہیر قال لما کان من شان ابی بکرۃ والمغیرۃ الذی کان و ذکر الحدیث قال فدعا الشھود فشھد ابوبکرۃ و شبل بن معبد وابو عبداللہ نافع فقال عمر رضی اللہ عنہ حین شھد ھولاء الثلاثۃ شق علی عمر شانہ فلما قام زیاد قال ان تشھد ان شاء اللہ الا بحق قال زیاد اما الزنا فلا اشھد بہ ولکن قد رأیت امراً قبیحاً قال عمر اللہ اکبر حدوھم فجلدوھم قال فقال ابوبکرۃ بعد ما ضربہ اشھد انہ زان فھم عمر رضی اللہ عنہ ان یعید علیہ الحد فنھاہ علی رضی اللہ عنہ وقال ان جلدتہ فارجم صاحبک فترکہ ولم یجلد" "4"

1۔ مصنف عبدالرزاق' 7: 348 حدیث (13439) و سنن البیہقی 8: 241
2۔ عبدالرزاق' المصنف' 7: 348 حدیث (13439) نیز البیہقی' سنن البیہقی 8: 241
3۔ ایضاً' 2-143 ... و البیہقی' سنن البیہقی 8: 234' 10: 148 و ابن حزم' المحلی 11: 259
و ابن قدامہ' المغنی 8: 201' و ابو الفداء' تاریخ ابو الفداء 2: 92
4۔ البیہقی' سنن البیہقی 8: 234

marfat.com

3 - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص نے مہاجرین میں سے کسی شخص پر تہمت دھری اور اس سے کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں، اس کی والدہ زمانہ جاہلیت میں انتقال کر چکی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احترام مسلم کے پیش نظر اس پر حد قذف جاری کی۔ "1"

4 - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے پہلے تو اپنی بیوی کے پیٹ میں موجود بچہ کو اپنا بچہ ماننے سے انکار کیا پھر کچھ عرصہ بعد جب ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا تو اعتراف کیا کہ بچہ اسی کا ہے، لیکن بچہ کی پیدائش کے بعد پھر اسے اپنا بچہ ماننے سے انکار کرتے ہوئے بیوی پر تہمت لگائی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حد قذف کے اسی کوڑے لگوائے اور بچہ کا نسب بھی اس کی طرف منسوب کر دیا۔

سنن بیہقی میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے:-

"-عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه انه قضی فی رجل انکر ولد امرانه وهو فی بطنها ثم اعترف به وهو فی بطنها حتی اذا ولد انکره فامر به عمر بن الخطاب رضی الله عنه فجلد ثمانین جلدة لفریته علیها ثم الحق به ولدها" "2"

5 - ایک خاتون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر شکایت کی کہ اس کے شوہر نے اس (خاتون) کی باندی سے زنا کیا ہے، اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "میری بیوی نے یہ باندی مجھے ہبہ کر دی تھی" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا کہ یا تو ثبوت ہبہ فراہم کرو ورنہ میں تمہارا سر پتھر سے کچل دوں گا، خاتون نے جب یہ صورت حال دیکھی کہ اس کے شوہر پر حد زنا (رجم) جاری ہونے کو ہے تو اس نے فوراً اعتراف کر لیا کہ واقعی وہ باندی اس نے اپنے شوہر کو ہبہ کی تھی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو قذف کے کوڑے لگوائے "3"

---

1 - ابن ابی شیبہ، المصنف 135:2 و - عبدالرزاق، المصنف 435:7 حدیث 13779

2 - البیہقی، سنن البیہقی 411:7

3 - عبدالرزاق، المصنف 348:7 حدیث 13440

marfat.com

مصنف عبدالرزاق میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے:-

"...عن قتادة ان امرأة جاء ت الی عمر فقالت: ان زوجها زنی بولیدتها' فقال الرجل لعمر ان المرأة وهبتها لی' فقال عمر لتاتین بالبینة او لا رضخن راسک بالحجارة: فلما رأت المرأة ذلک' قالت صدق' قد کنت وهبتها له' ولکن حملتنی الغیرة فحلدها عمر الحد و خلی سبیله......" "1"

6- عکرمہ بن عامر بن ہشام نے وہب بن زمعہ بن اسود کی ہجو گوئی کی اور اس ہجو گوئی میں اشارۃً اس پر زنا کا الزام لگایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عکرمہ پر حد قذف لگائی "2"

مصنف عبدالرزاق میں مندرجہ بالا واقعہ ان الفاظ کے ساتھ مذکورہ ہے:

"...عن صفوان و ایوب انه حد فی التعریض' والذی کان یحد فی التعریض عمر بن الخطاب عکرمة بن عامر بن هشام بن عبد مناف بن عبدالدار' هجا وهب بن زمعة بن الاسود ابن عبدالمطلب بن اسد فنعرض له فی هجائه قال ابن جریج وسمعت ابن ابی ملکیة یحدث ذلک" "3"

اجرائے حد سرقہ:

1- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈھال کی چوری پر قطع ید کی سزا دی' راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ ڈھال کی کیا قیمت ہوتی تھی؟ حضرت انس نے کہا کہ پانچ درہم "4"

1- عبد الرزاق "المصنف 7: 348 حدیث 13344

2- ابن ابی شیبہ "المصنف 2: 127 و ابن حزم "المحلی 11: 226' و مالک بن انس "الموطا 2: 829 و البیحقی' سنن البیحقی 8: 252' و عبدالرزاق المصنف 7: 425' و ابن قدامہ "المغنی 8: 222

3- عبدالرزاق المصنف' ج 7- ص 421' حدیث 13705

4- البیحقی' سنن البیحقی' ج 8- ص 260

marfat.com

بیہقی کی روایت حسب ذیل ہے:۔

"...عن قتادة عن انس قال قطع رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابوبكر و عمر رضى الله عنهما فى مجن قلت كم كان يساوى قال خمسة دراهم..." "1"

2- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سدوم نامی ایک شخص لایا گیا' اس نے پہلی مرتبہ چوری کی تھی تو اسے ایک ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی' پھر اس نے دوبارہ چوری کی تو پاؤں کاٹا گیا' تیسری بار چوری کی تو آپ نے پھر اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا نہ کیجئے بلکہ چور کے لئے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹنے کی سزا ہے۔ "2"

3- عبداللہ بن عامر بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یمن میں قبروں سے مردے چرانے والے لوگوں کو پکڑا تو ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں کیا سزا دی جائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں حکم دیا کہ مردہ چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں "3"

مصنف عبدالرزاق میں مندرجہ بالا واقعہ یوں بیان ہوا ہے:۔

"... عن عبدالله بن عامر بن ابى ربيعة ان وجد قوماً يختفون القبور باليمن على عهد عمر بن الخطاب فكتب الى عمر فكتب اليه عمر ان يقطع ايديهم" (4)

مصر میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص کو امیر اور قاضی مقرر کیا تھا چنانچہ فتح مصر کے ساتھ میں رائج قدیم قوانین کو ختم کر دیا گیا اور ان کی جگہ شریعت اسلامیہ اور شرعی قوانین نے لے لی' چنانچہ نظام حدود اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دیگر امصار و بلاد کی طرح مصر میں بھی نافذ ہو گیا' جندی عبدالملک کہتے ہیں:۔

"...فى السنة العشرين من الهجرة (اى فى 642 م) دخل عمرو بن العاص مدينة الاسكندرية بعد حصار طويل' وكانت فى ذلك العهد

1- البیہقی' سنن البیہقی' ج 8: ص 260

2- محمد رواس قلعجی' فقہ عمر 391

3- عبدالرزاق' المصنف' 215:10 و ابن حزم' المحلی 330:11

4- ایضاً - ج 10 ص 215 حدیث 18887

marfat.com

عاصمة الديار المصرية' فتم له بذلک فتح القطر المصری وقد دخلت مصر من ذلک الحین فی الامبراطورية الربية' وحلت الشريعة الاسلامية محل القوانين التی كانت سائدة فی البلاد۔" "۱"

مصر میں نفاذ حدود ۔محمد فاروقی کی ایک جھلک مندرجہ بالا بیان میں نظر آتی ہے تاہم مصر میں نفاذ حدود کی تاریخ پر مستقل بحث اپنے مقام پر آئے گی۔ یہاں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ خلافت راشدہ کے زیر نگیں علاقوں میں شرعی حدود نافذ تھیں۔

۱۔ جندی عبدالملک بک' الموسوعة الجنائية' (بیروت: دار احیاء التراث العربی' 1360ھ/ 1942ء) ج 5 ص 502۔

marfat.com

3- عہد عثمانی (24-35ھ / 644-656ء)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت 24 تا 35 ہجری (644 - 656ء) پر محیط ہے' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بہت نرم دل خلیفہ تھے' اور فطرتاً" نیک خو اور نرم تھے عموماً" لوگوں سے سختی سے پیش نہیں آتے تھے' اکثر معمولی جرائم کو بردباری اور حلم سے ٹال دیا کرتے' لیکن حدوداللہ کے قائم کرنے میں اپنے پیش رووں کے طرز عمل پر کار بند تھے' آپ کے دوازدہ سالہ دور خلافت میں بے شمار قضایا پیش ہوئے ہوں گے' اور آپ نے حدود کے کیسز میں اجراء حدود بھی کیا' لیکن معتبر تاریخی کتب ایسے قضایا کا کوئی ریکارڈ پیش کرنے سے قاصر ہیں' ان گنت کتابوں کی ورق گردانی اور دقیق مطالعہ کے بعد چند مقدمات ایسے مل سکے ہیں جنہیں دور عثمانی میں نفاذ حدود کے حوالہ سے بطور نظیر پیش کیا جاتا ہے:-

1- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کے خلاف شکایت ملی کہ انھوں نے مے نوشی کی ہے' چنانچہ آپ نے انھیں بلوا کر شرعی شہادتوں کی بناء پر ان پر حد شرب خمر جاری فرمائی اور انھیں کوفہ کی گورنری سے بھی معزول کردیا۔"1"

2- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (قاضی کوفہ) "2" کے پاس ایک شخص نے اپنے برادر زادہ کو شراب نوشی کے جرم میں پیش کیا' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تحقیقات کرنے کا حکم دیا' لیکن جب درے پڑنے لگے تو اس (چچا) کا دل رحم و شفقت سے بھر آیا اور منت سماجت کے ساتھ سفارش کرنے لگا' اس پر ابن مسعودؓ نے فرمایا تو نہایت ظالم چچا ہے' اس کو حد شرعی کا مستحق ثابت کرکے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے' جو کہ اب ممکن نہیں "3"

3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک چور نے ایک ترنج چرالیا' حضرت عثمانؓ نے اس کی قیمت لگانے کا حکم دیا تو اس کی قیمت بارہ درہم فی دینار کے حساب سے تین دینار لگائی گئی' چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اس چور کا ہاتھ کاٹ دیا' موطا امام محمد میں یہ روایت یوں مذکور ہے

1- خورشید احمد فارق' حضرت عثمان کے سرکاری خطوط'

(کراچی: محمد علی کارخانہ کتب اسلامی' سن ندارد) ص 27/26

2- معین الدین ندوی' سیر الصحابہ ج 2 (حضرت عبداللہ بن مسعود 20 ہجری میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے' اور حضرت عمرو عثمان غنی کے دور حکومت میں قضاء کے منصب پر فائز رہے)

3- معین الدین ندوی' سیر الصحابہ' ج 2 ص 280

marfat.com

"... عن عمرة ابنة عبدالرحمن ان سارقاً سرق فی عهد عثمان اترجة فامربها عثمان ان تقوم فتقومت بثلاثة دراهم من صرف اثنی عشر درهماً بدینار فقطع عثمان یده ..."[1]

4- حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جبکہ سعید بن عاص کوفہ کے والی تھے' ایک مفرور غلام نے چوری کرلی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے حضرت سعید بن عاصؓ کے پاس حد لگانے کے لئے بھیجا تو سعیدؓ نے ہاتھ کاٹنے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ اگر بھاگا ہوا غلام چوری کر لے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' عبداللہ بن عمر نے کہا' کیا تم نے اللہ کی کتاب میں کوئی ایسا حکم پایا ہے کہ مفرور چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے؟ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ کے کہنے پر اس چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' موطا امام محمد میں یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

"...اخبرنا نافع ان عبداً لعبدالله بن عمرؓ سرق وهو آبق فبعث به ابن عمرؓ الی سعید بن العاصؓ لیقطع یده فابی سعید ان یقطع یده قال لا تقطع ید الآبق اذا سرق فقال له عبدالله بن عمر افی کتاب الله وجدت هذا ان عبد الآبق لا تقطع یده فامر به ابن عمرؓ فقطعت یده ..."[2]

5- ولید بن عقبہ کی (کوفہ میں) گورنری کے آخری ایام میں کوفہ کے چند سرپھروں نے ایک شخص کے گھر رات کو نقب لگایا' وہ شخص بیدار ہوگیا اور اس نے اڑوس پڑوس کو جمع کرنے کے لئے شور مچایا' نقب زنوں نے اس کا شور سن کر اسے پکڑا اور قتل کردیا' اسی اثناء محلے کے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے نقب زنوں کو گھیر گھار کر پکڑ لیا اور گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کے پاس اجرائے حد کے لئے پیش کیا' ولید نے انہیں قید میں ڈال دیا اور سارا معاملہ دارالخلافہ' مدینہ میں حضرت عثمانؓ کی طرف لکھ بھیجا' حضرت عثمان غنیؓ نے نقب زنوں کو سزائے موت کا حکم دیا۔"[3]

1۔ امام محمد' موطا امام محمد' ص 363 حدیث نمبر 685

2۔ امام محمد' موطا امام محمد' ص 367 حدیث نمبر 687

3۔ خورشید احمد فارق' حضرت عثمان کے سرکاری خطوط' ص 127/126

marfat.com

4- عہد علوی (35-40ھ / 656-661ء)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے 'اور آپ چوتھے خلیفہ راشد ہیں' آپ پر خلافت راشدہ کا سنہری دور ختم ہو گیا' آپ نے جو نظام عدل اپنے پیشرو خلفاء سے پایا تھا اور جس کے آپ خود بھی ہمیشہ سے ایک اہم رکن چلے آرہے تھے' اسے جاری و ساری رکھنے کے لئے آپ نے اس میں کسی خاص تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی' نفاذ حدود کے سلسلہ میں آپ نے جو فیصلے کئے' اگرچہ وہ سب کے سب تو اس دور میں تحریر نہیں کئے گئے' تاہم تاریخ و قانون کی مختلف کتابوں میں آپ کے بعض فیصلوں کے حوالے ملتے ہیں جنہیں بطور نظیر شامل کتاب کیا جاتا ہے:۔

1- حد زنا سے متعلق ایک مقدمہ آپ کے پاس پیش ہوا' ایک خاتون "شراحہ" زنا کے الزام میں پیش کی گئی جس کا شوہر شام کے علاقہ میں روپوش تھا' شراحہ کا غلام اسے حالت حمل میں لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ یہ حمل زنا کا ہے' خاتون نے اعتراف کیا چنانچہ آپ نے سو کوڑے لگائے اور جمعہ کے روز سنگسار بھی کرا دیا "1"

2- حد قذف لگائے جانے کا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ' ایک عورت نے ایک جوان لڑکی پر مرافعہ کیا کہ اس نے حرام طریقہ سے اپنی بکارت زائل کروائی ہے جبکہ وہ بالغہ ہے' یہ ایک یتیم لڑکی تھی جو ایک شخص کے زیر پرورش تھی' اس شخص کی بیوی کو ایک روز جبکہ اس کا شوہر سفر پر تھا یہ خیال ہوا کہ یہ لڑکی جوان ہو گئی ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ میاں اس لڑکی سے نکاح کر لیں' چنانچہ اس خاتون نے چند پڑوسی عورتوں کو گھر پر بلا کر ان سے مدعا بیان کیا اور ان خواتین کی مدد سے لڑکی کو پکڑ کر زبردستی اس کی فرج میں انگلی ڈال اس کا پردہ بکارت زائل کر دیا' شوہر جب سفر سے لوٹا تو عورت نے لڑکی پر زنا کا الزام لگایا اور ثبوت میں پڑوسی عورتوں کو بطور گواہ پیش کیا' مقدمہ حضرت علیؓ کے پاس پیش ہوا آپ نے زنا کے گواہ طلب کئے تو عورت نے پڑوسی عورتوں کو پیش کر دیا' حضرت علیؓ نے ہر عورت کو الگ الگ کر کے بیانات لینا شروع کئے' الزام عائد کرنے والی خاتون کو الگ بلا کر درمیان میں تلوار رکھ کر اس سے اصل صورتحال بتانے کو کہا مگر اس نے اصل واقعہ بیان نہیں کیا' پھر آپ نے گواہی دینے والی عورتوں میں سے ایک کو بلا کر اس سے کہا کہ پہلی عورت نے سارا واقعہ سچ سچ بیان کر دیا ہے' اس لئے میں نے اسے جان

1- محمد عبداللہ نور الدین 'النجم الثاقب فی اقضیۃ علی بن ابی طالب' ص 168 (بحوالہ نیل الاوطار 22/7)

marfat.com

کی امان دی' اب اگر تم نے صحیح واقعہ بیان نہ کیا تو جو تیرا حشر ہونا ہے سو تو دیکھے گی' عورت نے قسم کھا کر ساری صورتحال بیان کر دی کہ یتیم لڑکی خوبصورت اور جوان ہے' اس عورت کو خوف ہوا کہ شوہر اس سے نکاح کر لے گا' چنانچہ اس نے ہمیں جمع کر کے اس لڑکی کی بکارت انگلی سے زائل کر کے زنا کا الزام عائد کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن کر اللہ اکبر کہا' اور فرمایا میں پہلا شخص ہوں جس نے گواہوں کو علیحدہ علیحدہ کیا' پھر آپ نے اس الزام لگانے والی خاتون کو حد قذف لگائے جانے کا حکم دیا' اور اس کے شوہر سے کہا کہ وہ اس لڑکی سے نکاح کر لے' اور بیوی کو طلاق دے دے۔"1"

2- حد سرقہ کے سلسلہ میں ابو زعرا کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی چور لایا جاتا تو آپ جرم ثابت ہونے پر اس کا ہاتھ کاٹ دیتے اور کٹے ہوئے ہاتھ کو تیل میں تلا جاتا۔"2"

3- حد سرقہ ہی سے متعلق ایک مقدمہ حضرت علی کے پیش ہوا' دو شخص ایک چور کو پکڑ کر لائے اور انہوں نے گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے' حضرت علیؓ نے ان کی شہادت پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا' حضرت علیؓ نے پہلے شخص کو ان دونوں سے دیت دلوائی اور پھر فرمایا کہ اگر مجھ پر یہ ثابت ہوتا کہ تم نے یہ کام قصداً" کیا ہے تو میں قصاص میں تم دونوں کے ہاتھ کٹوا تا" اور جس شخص کو وہ اب کی بار چور بنا کر لائے تھے اسے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ان لوگوں کی پہلی گواہی غلط ہو جانے کی بناء پر اب میں ان کی شہادت کو قبول نہیں کرتا"3"

4- امام طحاوی نے حد سرقہ سے متعلق حضرت علیؓ کے عہد خلافت کا ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے:-

"...عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رجلاً اقر عندہ بسرقة مرتین' فقال قد شہدت علی نفسک شہادتین' قال فامر بہ فقطع و علقھا فی عنقہ..." "4"

1- محمد عبداللہ نور الدین' النجم الثاقب فی اقضیۃ علی بن ابی طالب' ص 135 / 136 (بحوالہ الطرق الحکمیہ) ص 60

2- محمد عبداللہ نور الدین' النجم الثاقب فی اقضیۃ علی بن ابی طالب' ص 146

3- ایضاً

4- الطحاوی' ابو جعفر احمد بن محمد شرح معانی الآثار' (لاہور' مطبع مجتبائی' 1414ھ)' ص 83

marfat.com

(ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روبرو دو بار چوری کا اعتراف کیا تو آپ نے فرمایا' تو نے خود ہی اپنے بارے میں دو گواہیاں دے دی ہیں' چنانچہ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا' اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا)

5- ایک شخص کو حضرت علیؑ کے ہاں پیش کیا گیا' اس پر نقب زنی کا الزام تھا' مگر اس نے چوری نہیں کی تھی' صرف نقب لگائی تھی' چنانچہ آپ نے اس پر حد جاری نہیں کی بلکہ تعزیراً" چند کوڑے لگوا دیے۔"1"

6- ایک شخص پر اونٹ چرانے کا الزام تھا' حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا' میرے خیال میں تم نے چوری نہیں کی ہے' اس نے کہا "میں نے چوری کی ہے" پھر فرمایا: شاید تمہیں شبہ ہو گیا ہے' اس نے کہا "نہیں" بلکہ میں نے چوری کی ہے' پھر آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ اور آگ جلا کر قصاب کو بلا لاؤ تاکہ وہ اس کا ہاتھ کاٹ دے' قصاب کے آنے میں کچھ تاخیر ہوئی تو آپ نے اس سے ایک بار پھر دریافت کیا' اس نے کہا میں نے چوری نہیں کی' چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اس کے اقبال جرم پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا اب اسی کے انکار پر چھوڑا ہے۔"2"

مندرجہ بالا شہادت سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی دیگر تین خلفاء کے ادوار کی طرح حدود اللہ جاری کی جاتی تھیں اور مجرموں سے اجرائے حدود کے سلسلہ میں کوئی رو رعایت نہ کی جاتی تھی۔

1- محمد عبداللہ نور الدین' النجم الثاقب فی اقضیۃ علی ابن ابی طالب' ص 145

نیز' صدیقی' عبدالحفیظ' اسلامی عدل گستری' (حیدر آباد دکن' ادارہ ادبیات اردو' مئی 1947)' ص 88

2- محمد عبداللہ نور الدین' النجم الثاقب فی اقضیۃ علی بن ابی طالب' ص 145

marfat.com

عہد بنی امیہ (41-132ھ / 661-750ء)

عہد بنی امیہ میں شرعی حدود کے نفاذ کے لئے نظام قضاء قائم تھا اور اس میں چند بنیادی تبدیلیاں ہو چکی تھیں' مثلاً" یہ کہ اب یہ نظام حکومت سے یکسر الگ ہو چکا تھا گویا عدلیہ اور انتظامیہ دو مستقل شعبے بن چکے تھے' علاوہ ازیں قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ قاضی حضرات (Judges) اجتہاد سے بھی کام لینے لگے تھے اور یوں نظام قضاء میں ایک ارتقائی دور کا آغاز ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کہتے ہیں:۔

"... وقد تميز القضاء في عهد بني امية بميزتين اثنتين: الاولى' ان القاضي كان يحكم بما يوحيه اليه اجتهاده' و اذ لم تكن المذاهب الاربعة التي تقيد بها القضاة قد ظهرت بعد' فكان القاضي في هذا العصر يستنبط الحكم بنفسه من الكتاب والسنة او الاجماع او يجتهد في الحكم اجتهاداً۔

الثانية: ان القضاء لم يكن متاثراً بالسياسة اذ كان القضاة مستقلين في احكامهم لا يتاثرون بميول الدولة الحاكمة' و كانوا مطلقي التصرف و كلمتهم نافذة حتى على الولاة و عمال الخراج۔"[1]

یعنی عہد بنی امیہ کا نظام قضاء دو بڑی امتیازی خوبیوں کا حامل رہا ہے:۔

1- ایک تو یہ کہ اس دور میں قاضی (Judge) اپنے اجتہاد' غور و فکر سے فیصلہ کرتا تھا کیونکہ اس دور میں ابھی مذاہب اربعہ نمودار نہیں ہوئے تھے' جن کا بعد کے قاضیوں نے اپنے آپ کو پابند بنا لیا تھا' چنانچہ اس دور میں قاضی اپنے سامنے پیش ہونے والے مقدمات کے فیصلے خود کتاب و سنت یا اجماع کی روشنی میں کرتے تھے یا خود اپنی غور و فکر سے معاملات میں رائے قائم کرتے تھے'

1۔ حسن ابراہیم حسن' تاریخ الاسلام (مصر: مکتبۃ النہضۃ المصریۃ' 1967ء)' ج 1' ص 500

marfat.com

2- دوسری بات یہ ہے کہ اس دور میں نظام قضاء یعنی عدلیہ پر سیاست کا کوئی اثر نہ تھا' اور قاضی اپنے معاملات میں خود مختار تھے' ان پر حکومت کا کوئی دباؤ نہ ہوتا تھا' اور انہیں عدلیہ کے معاملات میں مکمل خود مختاری حاصل تھی' ان کی بات مانی جاتی تھی حتی کہ ان کا حکم والیوں اور ٹیکس و خراج جمع کرنے والے عمال (Collecters) پر بھی چلتا تھا۔

اس دور کے قاضیوں کے اخلاق و کردار کے سلسلہ میں وہ کہتے ہیں:۔

"... کان القضاة فی عصر الاموی من خیرة الناس' یخشون الله یحکمون بین الناس بالعدل." "1"

(یعنی عہد بنی امیہ میں قاضی ان لوگوں کو بنایا جاتا تھا جو لوگوں میں سب سے بہتر اور اعلی کردار کے مالک ہوتے تھے' خوف خدا رکھنے والے' اور لوگوں کے مابین انصاف سے فیصلے کرنے والے ہوتے۔)

عدلیہ میں تقسیم کار کے اعتبار سے تین بڑے شعبے تھے' قاضی' محتسب اور قاضی مظالم' چنانچہ عام قاضی کا کام لوگوں کے عمومی معاملات نمٹانا ہوتا تھا جبکہ محتسب کا کام عام مقدمات کے علاوہ فوجداری (Criminal Cases) اور ایسے مقدمات جو جلد تصفیہ طلب ہوں' ان کی سماعت کرنا ہوتا تھا' البتہ قاضی مظالم کی عدالت جو ان دونوں سے فوقانی قسم کی عدالت تھی ان مقدمات کی سماعت کرتی تھی جو ان دونوں سے طے نہ ہو سکے ہوں یا ان کے دائرۂ سماعت سے باہر ہوں "2"

عہد بنی امیہ میں قاضیوں کا تقرر خلفاء راشدین کے طرز پر' امراء ہی کے اختیار میں رہا' تاہم حدود شرعیہ یعنی قصاص و قطع ید وغیرہ کا اجراء براہ راست خلفاء اور امراء کے اختیار میں تھا "3" جہاں کوئی غیر امیر قاضی ہوتا تو جرائم حدود کے قطعی فیصلہ یا نفاذ حد کے لئے وہ امیر یا خلیفہ سے رجوع کرتا تھا' اکثر مورخین اسی بات پر متفق ہیں کہ عہد بنی امیہ کا نظام قضاء دراصل خلافت راشدہ میں قائم شدہ نظام عدل کا تسلسل ہی تھا اور چونکہ خلافت راشدہ کے نظام عدل میں Criminal Cases یا نفاذ حدود کو خاص اہمیت حاصل رہی اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ بنی امیہ کے دور میں بھی حدود شرعیہ علی منہاج الخلافۃ ہی نافذ تھیں۔ محمد فاروق نبھان کہتے ہیں کہ:

"... لم یختلف القضاء فی العصر الاموی کثیراً عما کان علیہ فی

1- حسن ابراہیم حسن' تاریخ الاسلام' ص 501

2- حسن ابراہیم حسن' تاریخ الاسلام' ص 501

3- جیراج پوری' اسلم' تاریخ الامت' (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ مگر' فروری 1956ء) ج 3 ص 124

marfat.com

عہد الخلفاء الراشدین فقد کان القضاۃ یعتمدون علی المصادر الاسلامیۃ الاساسیۃ، القرآن والسنۃ فاذا لم یجدوا فیھا الحکم اجتھدوا فی ذلک معتمدین علی الرای والقیاس وفقاً للمبادی الاساسیۃ والقواعد الشرعیۃ العامۃ..."[1]

(یعنی عہد بنی امیہ میں نظام قضاء خلافت راشدہ کے نظام قضاء سے زیادہ مختلف نہ تھا' قاضی حضرات اسلام کے بنیادی مصادر قرآن و سنت پر اعتماد کرتے تھے اور جب انہیں کوئی حکم قرآن و سنت میں نہ ملتا تو وہ اسلام کے عام بنیادی اصولوں کے مطابق قیاس اور رائے سے اجتہاد کرتے تھے)

عہد بنی امیہ کا آغاز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوتا ہے' چنانچہ ان کے دور میں نظام حدود کے قیام کے لئے قضاۃ کا تقرر کیا جاتا تھا' فضالہ بن عبید الانصاری اور ابو ادریس الخلولانی اس دور کے معروف قاضی گزرے ہیں' ان کے علاوہ ہر صوبہ یا ولایت میں ایک مستقل قاضی ہوا کرتا تھا' جناب محمد خضری بک عہد معاویہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"... وکان حاجبہ (ای حاجب معاویۃ) سعد مولاہ' وقاضیہ فضالۃ بن عبید الانصاری ثم ابو ادریس الخولانی' ومعنی ذلک انہ کان قاضی الشام' وکان لکل ولایۃ قاض خاص..."[2]

(امیر معاویہ کے حاجب ان کے غلام سعد' اور ان کے قاضی فضالہ بن عبید انصاری تھے پھر ابو ادریس خولانی قاضی ہوئے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شام کے قاضی تھے اور ہر ولایت کا ایک خاص قاضی ہوتا تھا)

فضالہ بن عبید الانصاری ان قاضیوں میں سے تھے جنہیں اجراء حدود کا اختیار حاصل تھا' چنانچہ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص ایک ایسے آدمی کو لے کر آیا جس پر چوری کا الزام تھا اور جس کے پاس مال مسروقہ بھی موجود تھا' فضالہ نے اس سے کہا کہ یہ مال شاید تمہیں کہیں سے ملا ہو' اور تم نے چوری نہ کیا ہو' یا تم نے کہیں سے گرا پڑا اٹھا لیا ہو' یہ سن کر اس شخص نے جو چور کو لایا تھا تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ جناب آپ تو اسے سکھا رہے ہیں' مگر فضالہ اپنی بات کہتے رہے' چنانچہ چوری کے ملزم نے کہا ہاں ہاں خدا آپ کو بھلائی دے' مجھے یہ مال کہیں سے ملا ہے' فضالہ نے حد جاری نہیں کی اور اسے چھوڑ دیا کیونکہ حکم شریعت بھی یہی ہے کہ

1۔ محمد فاروق نبہان' نظام الحکم فی الاسلام' (الکویت' مطبوعات جامعہ' سن ندارد) ص 623

2۔ محمد خضری بک' محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ' ص 185

marfat.com

شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے "1"
وکیع کہتے ہیں:

"۔ عن عبدالرحیم ابن الحسماس العذری القاضی' قال: کنت عند فضالة بن عبید الانصاری' فاتاه رجل بسارق یحمل سرقته' فقال له فضالة: لعلک وجدتها' لعلک التقطتها' فقال له الرجل: انا للّٰه وانا الیه راجعون' انه لیلقنه قال ای والله اصلحک الله لوجدتها فخلی فضالة سبیله۔" "2"

(قاضی عبدالرحیم بن حسماس العذری کہتے ہیں' میں فضالہ بن عبید الانصاری کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص ایک چور کو مال مسروقہ سمیت گرفتار کر کے لایا فضالہ نے اس سے کہا شاید تمہیں یہ مال کہیں سے ملا ہے؟ شاید تم نے گرا پڑا اٹھالیا ہے؟ اس شخص نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون' یہ تو اسے سکھا رہے ہیں' چور نے کہا اللہ تمہیں نیکی دے ہاں میں نے اسے پایا ہے' چنانچہ فضالہ نے اسے چھوڑ دیا)

عہد معاویہ میں نظام حدود سے متعلق ایک اور شہادت ابن کثیر کی ہے' وہ ابن جریر سے یوں روایت کرتے ہیں:۔

"۔ عن ابن جریر ان علیاً الاسدی حارب و اخاف السبیل و اصاب الدم والمال' فطلبه الائمة والعامة فامتنع ولم یقدروا علیه' حتی جاء تائباً و ذلک انه سمع رجلاً یقرأ هذه الآیة (یَا عِبَادِیَ الَّذِینَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِیمُ) "3" فوقف علیه فقال یا عبدالله اعد قرآنها' فاعاد علیه فغمد سیفه ثم جاء تائبا حتی قدم المدینة من السحر فاغتسل ثم اتی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم' فصلی الصبح ثم قعد الی ابی هریرة فی اغمار اصحابه فلما اسفروا عرفه الناس فقاموا الیه' فقال لا سبیل لکم علیّ' جئت تائبا من قبل ان تقدروا علی فقال ابو هریرة صدق واخذ بیده

1۔ وکیع' محمد بن خلف بن حیان' اخبار القضاۃ' (مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ 1366ھ / 1947ء)' ج 3 ص 201

2۔ وکیع' محمد بن خلف بن حیان' اخبار القضاۃ' (مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ' 1366ھ / 1947ء)' ج 3 ص 201

3۔ القرآن' الزمر: 53

marfat.com

حتی اتی مروان بن حکم وھو امیر علی المدینۃ فی زمن معاویۃ فقال ھذا علی جاء تائبا ولا سبیل لکم علیہ' ولا قتل' فترک من ذلک کلہ قال وخرج علی تائبا مجاھدا فی سبیل اللہ فی البحر..."" [1]

(علی اسدی نامی ایک شخص نے راستے پر خطر بنادیئے' مار دھاڑ شروع کر دی' لوگوں کو قتل کرنا' مال لوٹ لینا اس کا وطیرہ بن گیا' حکومت اور رعایا نے اسے گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود' ایک بار یہ جنگل میں تھا کہ اس نے کسی کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا' یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمہ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم یہ تلاوت کرنے والے شخص کے سامنے آیا اور کہا کہ اے اللہ کے بندے ذرا اس آیت کو دوبارہ پڑھنا' اس نے دوبارہ پڑھا تو علی نے تلوار میان میں کر لی اور تائب ہو کر مدینہ کی راہ لی' سحری کے وقت یہ مدینہ منورہ پہنچا' غسل کیا اور مسجد نبوی میں آکر نماز فجر ادا کی' پھر حضرت ابوھریرہ کے حلقہ درس میں بیٹھا' جب دن چڑھا تو لوگوں نے اسے پہچان لیا اور اسکی طرف لپکے تو اس نے پکار کر کہا' خبردار! تمہیں مجھ پر زیادتی کا کوئی حق نہیں کیونکہ اس سے پہلے کہ تم لوگ مجھے پکڑو میں تائب ہو چکا ہوں' حضرت ابو ہریرہ نے یہ سنا تو فرمایا اس نے ٹھیک کہا' پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسے ہاتھ سے پکڑے ہوئے مروان بن حکم کے پاس لے گئے جو ان دنوں امیر معاویہ کی طرف سے گورنر مدینہ تھا' آپنے مروان سے کہا یہ علی ہے جو تائب ہو کر آیا ہے' لہٰذا اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے' نہ اسے قتل کیا جائے اور نہ ہی کوئی اور سزا اسے دی جائے' چنانچہ اس دن سے اسے معاف کر دیا گیا' اور وہ توبہ تائب ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے بحریہ میں شامل ہو گیا۔)

متذکرہ بالا واقعہ اس بات کی شہادت ہے کہ حضرت امیر معاویہ کے دور میں قطاع الطرق یا محاربین پر حد شرعی نافذ کی جاتی تھی لیکن اگر محاربین میں سے کوئی تائب ہو جاتا تو بموجب حکم شرعی اس پر سے حد موقوف کر دی جاتی' اس طرح دیگر حدود کے نفاذ میں بھی انتہائی احتیاط برتی جاتی تھی'

حد سرقہ سے متعلق ایک کیس مروان کے پاس پیش ہوا لیکن مروان نے حد جاری نہیں

۱۔ ابن کثیر' عماد الدین ابو الفداء اسماعیل' تفسیر ابن کثیر' (لاہور: امجد اکیڈمی 1403ھ / 1982ء) ج 2 ص 52

marfat.com

کی کہ سارق مفلوک الحال شخص تھا' مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے :-

"... عن هشام بن عروة قال: جئي الى مروان برجل سرق شاة، فاذا انسان مجهود مضرور، فقال ما ارى اخذها الا من ضرورة، فلم يقطعه..." "1"

(ہشام بن عروۃ کہتے ہیں کہ مروان کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے بکری چرائی تھی، مگر چور غریب اور پریشان حال لگتا تھا' مروان نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ اس نے یہ بغیر مجبوری کے چرائی ہوگی' چنانچہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا)

موطا امام مالک و امام محمد کی روایت ہے کہ ایک شخص مروان بن حکم کے زمانہ میں کچھ اچک کر لے گیا' مروان نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا تو زید بن ثابتؓ اس کے پاس آئے اور اسے بتلایا کہ اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا" "2"

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

"... عن ابن شهاب ان رجلا اختلس شيئًا في زمن مروان بن الحكم فاراد مروان قطع يده فدخل عليه زيد ابن ثابت فاخبره انه لا قطع عليه..." "3"

موطا ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ' ایک غلام نے کسی کے باغ سے کھجور کا پودا چرالیا اور اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا' پودے کا مالک اسے ڈھونڈنے نکلا اور اسے پالیا' اس نے مروان بن حکم کے پاس دعویٰ کیا' چنانچہ مروان نے غلام کو قید کر دیا اور اس پر حد سرقہ جاری کرنے کا ارادہ کیا' غلام کا آقا حضرت رافع بن خدیج صحابیؓ کے پاس گیا اور ان سے مسئلہ دریافت کیا' انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پھل کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے نہ پودے کی چوری میں' اس شخص نے رافع سے کہا مروان نے میرے غلام کو پکڑ لیا ہے' اور اس کا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے' میری خواہش کہ آپ مروان کے پاس چل کر انہیں یہ حدیث بتلا دیں جو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے رافع بن خدیج مروان کے پاس آئے اور اس سے کہا "کیا تم نے اس غلام کو پکڑا ہے؟ اس نے کہا ہاں' پھر پوچھا تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟ مروان نے کہا میں اس پر حد جاری کروں گا (اس کا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہوں) رافع نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پھل اور

1۔ عبدالرزاق' المصنف 10 / 242

2۔ محمد بن حسن الشیبانی' موطا امام محمد' ص 367 حدیث 688

3۔ محمد بن حسن الشیبانی' موطا امام محمد' ص 367 حدیث 688

marfat.com

پودے کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' چنانچہ مروان نے غلام کو چھوڑنے کا حکم دیا۔
موطا کی اس روایت سے مزید معلوم ہوا کہ نظام حدود عہد بنی امیہ میں موجود تھا اور مجرموں کو شریعت اسلامیہ کے مطابق سزائیں دی جاتی تھیں' موطا کی روایت کا متن حسب ذیل ہے۔

"... عن محمد بن یحی بن حبان ان غلاماً سرق و دیّاً من حائط سیده فخرج صاحب الودی یلتمس ودیه فوجده فاستعدی علیه مروان بن الحکم فسجنه واراد قطع یده فانطلق سید العبد الی رافع بن خدیج فساله فاخبره انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا قطع فی ثمر ولا کثر والکثر الجمار قال الرجل ان مروان اخذ غلامی وهو یرید قطع یده فانا احب ان تمشی الیه فتخبره بالذی سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم فمشی معه حتی اتی مروان فقال له رافع اخذت غلام هذا فقال نعم قال فما انت صانع قال ارید قطع یده قال فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا قطع فی ثمر و لا کثر فامر مروان بالعبد فارسل..." [1]

عہد بنی امیہ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک مدینہ کے قاضی رہے' آپ نفاذ حدود کے سلسلہ میں خلفاء راشدین کے عمل پر قائم تھے' سلمہ ابن المجنون (ابی میمون) کہتے ہیں' میں نے اپنا اونٹ مسجد کے باہر باندھا اور مسجد میں داخل ہو گیا' ایک شخص نے آکر میرا اونٹ کھول دیا تو میں نے غصہ میں اسے کہہ دیا" او ماں کے ساتھ زنا کرنے والے" اس شخص نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے میری شکایت کر دی' چنانچہ آپ نے مجھے (قذف کے) اسی کوڑے لگوائے' وکیع نے اس روایت کو اخبار القضاۃ میں' مدینہ میں بنی امیہ کے دور کے قاضیوں کے باب میں اس طرح بیان کیا ہے:۔

"... عن ابی میمون' وهو سلمة بن المجنون' قال: عقلت بعیری' ودخلت المسجد فجاء رجل فاطلقه' فجئت الیه فقلت یا فاعلا" بامه' فرفعنی الی ابی هریرة فضربنی ثمانین..." [2]

1۔ محمد بن حسن الشیبانی' موطا امام محمد' ص 360 / 361 حدیث 81

2۔ وکیع' اخبار القضاۃ: (ذکر قضاۃ بنی امیہ بالمدینۃ' ابی هریرۃ) ج 111:1

marfat.com

عبدالملک بن مروان نے پوری اسلامی سلطنت میں حسب روایت خلفاء سابقہ' امراء اور قضاۃ کے تقرر کا سلسلہ جاری رکھا' چنانچہ حسان بن نعمان کو والی مصر مقرر کیا' جو کہ غسانی النسل تھے اور عبدالملک بن مروان کی حکومت کے مضبوط ستون سمجھے جاتے تھے' حسان نے پورے مصر میں قضاۃ کا ایک چینل قائم کر دیا تھا جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق فیصلے کرتے تھے' محمد علی دبور کہتے ہیں:-

"۔ عین حسان القضاۃ للنواحی' یقضون الخصومات و یحکمون بین الناس بکتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔" "1"

(حسان نے ملک بھر میں قاضی مقرر کئے جو کہ مقدمات کے فیصلے کرتے تھے اور لوگوں کے معاملات کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق نمٹاتے تھے)

عہد بنی امیہ کے نامور قضاۃ میں قاضی شریح کا نام تاریخی اہمیت کا حامل ہے' آپ طویل العمر قاضی تھے' ستاون 57 برس منصب قضاء پر فائز رہے' حجاج بن یوسف کے زمانہ میں بہت ضعیف ہو گئے تھے اس لئے مستعفی ہوئے' وکیع کا بیان ہے:-

"... عین شریح علی قضاء الکوفۃ و مکنہ سنین طویلۃ' امتدت الی ولایۃ الحجاج علی العراق (کانت مدۃ استقضائہ سبع و خمسین سنۃ) فقد استعفی شریح و طلب من الحجاج اعفاءہ مشیراً بتولیۃ ابی بردۃ ابن ابی موسی الاشعری فاعفاہ الحجاج و ولی ابا بردۃ)
والخصومات التی نظر فیہا شریح متنوعۃ وھی علی تنوعھا لا تتعلق قضایا الاحوال الشخصیۃ' والحدود' والقصاص' و قضایا السوق..." "2" توفی شریح سنۃ 79ھ

(شریح کو کوفہ کا قاضی بنایا گیا اور وہ کئی سال تک قاضی رہے' ان کا عرصہ قضاء حجاج بن یوسف کے زمانہ تک پھیلا ہوا ہے کل مدت قضاء 57 سال بنتی ہے' شریح بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے حجاج سے درخواست کی کہ انہیں ریٹائر کر دیا جائے اور ان کی جگہ

1- دبورہ محمد علی' تاریخ المغرب الکبیر' (مصر' عیسی البابی الحلبی و شرکاہ' 1382ھ 1963ء)
2- وکیع' اخبار القضاۃ' ص 232 تا 276

marfat.com

ابو بردہ ابن ابی موسیٰ الاشعری کو قاضی مقرر کیا جائے' چنانچہ حجاج نے ان کا مشورہ مان لیا' انہیں رخصت دے کر ابو بردہ کو قاضی مقرر کیا۔ شریح نے جن مقدمات کے فیصلے کئے وہ مختلف النوع ہیں' اور ان کا تعلق زیادہ تر سول کیسز' حدود و قصاص کے مقدمات اور کرمنل کیسز سے ہے 79 ہجری میں شریح کا انتقال ہوا۔ (1)

عبدالملک بن مروان نے 89ھ (707ء) میں عمران بن عبدالرحمن الحسنی کو مصر میں قاضی مقرر کیا اور صاحب شرطہ کا اضافی چارج بھی انہی کے سپرد کیا' چنانچہ ایک بار امیر مصر کے کاتب' میر منشی (Secretary) کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے شراب پی ہے' گواہ بھی موجود تھے' جن کی گواہی سے الزام پایہ ثبوت کو پہنچ گیا' قاضی صاحب نے "حد شرب" لگانے کا ارادہ کیا تو امیر نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا' چنانچہ قاضی صاحب نے یہ کہتے ہوئے استعفاء دے دیا کہ اگر مجھے نفاذ حد کی ممانعت ہے تو پھر میں منصب قضاء پر فائز نہیں رہ سکتا۔ "2"

ولید بن عبدالملک کے دور حکومت (86 تا 96ھ / 705 - 714ء) کے نظام قضاء میں نفاذ حدود کا سلسلہ قائم تھا' اور مسجد میں بعض مجرموں پر حدود جاری کی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ امراء اور خلفاء کے قریبی عزیز و اقارب بھی ان سے بچ نہ سکتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ولید کے ماموں نے شراب پی اور وہ نشہ کی حالت میں مسجد میں آگیا سعد بن ابراہیم جو مدینہ کے قاضی تھے مدینہ سے ادھر (شام) آئے ہوئے تھے' انہوں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو پکڑ کر حد خمر (اسی کوڑے) لگا دی۔

وکیع نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:۔

"... کتب الولید الی سعد ان استخلف عبیدالله بن عمر علی القضاء و اقدم علینا فولی عبیدالله و رکب الی الشام واقام بباب الخلیفة ایاماً لا یوذن له حتی اضربه طول القیام' فبینما هو ذات عشیة اذا هو بفتی فی صفراء سکران' فقال ما هذا؟ قالوا: هذا خال امیر المومنین'

1۔ وکیع' اخبار القضاة' ص 232، 245، 252، 273، 276

2۔ الانباری' عبدالرزاق علی' النظام القضائی فی بغداد فی العصر العباسی (النجف الاشرف' العراق' مطبعة النعمان' 1975ء) ص 68

نیز الکندی' ابو عمر محمد بن یوسف المصری' الولاة و کتاب القضاة' (القاهرة' موسسة قرطبة' بن تدارد) ص 327

marfat.com

سکران یطوف فی المسجد' فقال لمولی له: هلم السوط' فاتاه به' وقال: علیّ به' فاتی به فضربه فی المسجد ثمانین سوطاً..."1"

عہد بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دور حکومت عدل و انصاف کے لحاظ سے تابناک دور ہے' کہ آپ کو عمر ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے' اقامت عدل میں آپ کا کردار اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے' حدود کے معاملات آپ خود نمٹاتے تھے'
آپ کا حکم تھا کہ کوئی قاضی اس وقت تک حد جاری نہ کرے جب تک کیس میرے سامنے پیش نہ ہو' اور میں نفاذ حد کا قطعی فیصلہ صادر نہ کر دوں۔

شیخ محمد خضری بک کہتے ہیں کہ:-

"...وقد ضیق علی الامراء عمر بن عبدالعزیز بعض التضییق لانه ثقته کانت بهم قلیلة وقد هتم علیهم ان لا ینفذوا احداً من الحدود من قتل او قطع الا اذا عرض علیه وامر بتنفیذه..." "2"

(حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے امراء پر خاصی سختی کی کیونکہ وہ امراء پر بہت کم اعتماد کرتے تھے اور آپ نے یہ (Standing Order) حکم دے رکھا تھا کہ کوئی بھی امیران سے رجوع کئے بغیر کسی مقدمہ میں حد نافذ نہ کرے)

موطا امام محمد میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک غلام کو قذف کی پوری حد لگائی' حالانکہ غلاموں کے لئے نصف حد کا حکم ہے' لیکن آپ نے غالباً" اپنے اجتہاد سے کام لیا یا غلام کے جرم کی شناعت کے پیش نظر اس میں اضافہ کیا اور اسی (80) کوڑے لگائے' موطا کی روایت حسب ذیل ہے:-

"...اخبرنا مالک اخبرنا ابو الزناد عن عمر بن عبدالعزیز انه جلد عبداً فی فریة ثمانین..." "3"

1- وکیع' اخبار القضاة: 1: 162

2- محمد الخضری بک' الدولة الامویة' (بیروت' لبنان: موسسہ دار الکتاب الحدیث' 1989ء)' ص 500

3- محمد بن حسن الشیبانی' موطا امام محمد' ص 372 حدیث 703

marfat.com

(مالک نے بواسطہ ابو الزناد ہمیں خبر دی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک غلام کو ایک مقدمہ میں اسی کوڑے کی سزا دی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں مجرموں سے رعایت نہیں برتی جاتی تھی اور جرم ثابت ہونے پر قاضی خلیفہ کے حکم سے حد جاری کرتے تھے' عامر بن شراحیل شعبی آپ کے دور کے ایک قاضی تھے' ابن شبرمہ کہتے ہیں میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مسجد میں ایک شخص کو حد لگا رہے تھے۔ "1"

انہی عامر بن شراحیل الشعبی کے پاس ایک نصرانی کو لایا گیا جس نے مسلمان پر تہمت لگائی تھی اور مسلمان نے بھی نصرانی پر تہمت لگائی' چنانچہ عامر نے نصرانی کو تو دو سو کوڑے لگائے مگر مسلمان کو سزا نہیں دی بلکہ یہ کہا کہ تم پر پہلے ہی اس سے بھی سخت پھٹکار ہے یعنی مشرک ہونا' دکیع کہتے ہیں:۔

"... عن طارق بن عبدالرحمن ان الشعبی اتی بنصرانی قذف مسلمًا و قذف المسلم النصرانی' فجلد النصرانی للمسلم مائتین' ولم یجلد المسلم للنصرانی شیاء" وقال فیک اعظم من ذلک الشرک ..." "2"

مسعودی کا بیان ہے کہ قاسم بن عبدالرحمٰن نے جو کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف سے قاضی کوفہ تھے' ایک غلام کو آزاد شخص پر تہمت لگانے کے الزام میں اسی کوڑے لگوائے' دکیع کہتے ہیں:۔

"... حدثنا المسعودی عن القاسم (ای القاسم بن عبدالرحمن قاضی الکوفة) انه ضرب عبدًا افتری علی حر ثمانین سوطًا" ..." "3"

ایک اور روایت بھی اس بات کی مؤید ہے کہ عہد عمر بن عبدالعزیزؒ کے قاضی حدود جاری کیا کرتے تھے' چنانچہ مسعودی ہی کا کہنا ہے کہ میں قاسم بن عبدالرحمٰن کے ہاں گیا تو دیکھا کہ انہوں نے ایک غلام کو ایک مقدمہ میں اسی

1۔ دکیع' اخبار القضاة' ج 2' ص 415

2۔ ایضاً' ج 2' 413۔ 415

3۔ ایضاً' ج 3 ص 8

marfat.com

کوڑے لگائے' اس پر عبدالحمید بن زید نے ان سے سوال کیا کہ غلام کو اسی کوڑے کیوں لگائے گئے' تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا حکم ہے کہ اسی کوڑے لگاؤ۔

عبدالحمید نے ابوالزناد سے پوچھا کہ کیا تم لوگ اسی طرح سزا دیا کرتے تھے' تو انہوں نے کہا کہ ہم تو ایسا نہیں کرتے تھے' لیکن عمر بن عبدالعزیز نے غلاموں کو اسی کوڑے لگوانا شروع کئے' قاسم نے کہا کہ ابن مسعود کا قول بھی یہی ہے کہ غلاموں کو اسی کوڑے لگائے جائیں' وکیع نے اس روایت کو یوں نقل کیا ہے:۔

"...حدثنا المسعودی' قال شهدت القاسم بن عبدالرحمن جلد عبداً فی فریة ثمانین' فقال له عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید جلدت العبد ثمانین؟ قال نعم قال لم؟ قال لقوله عزوجل فاجلدوهم ثمانین جلدة فقال عبدالحمید لابی الزناد' اکذالک کنتم تفعلون؟ قال' ماکنا نفعل حتی کان عمر بن عبدالعزیز جلد ثمانین' وقال قاسم بن عبدالرحمن' ان ابن مسعود قال: یجلد ثمانین..." "1"

ابوبکر بن حزم عہد عمر بن عبدالعزیز میں مدینہ کے ایک قاضی ہوتے تھے' ان کے بارے میں وکیع کا بیان ہے:۔

"...جلد ابوبکر بن حزم اذکان قاضیاً علی المدینة عبداً قذف حرة او حراً ثمانین..." "2"

(ابوبکر بن حزم جب مدینہ کے قاضی تھے تو آپ نے ایک غلام کو حد قذف کے اسی کوڑے لگائے)

1- وکیع اخبار القضاة' ج 3: ص 908

2- وکیع' اخبار القضاة' ج 1: ص 139

marfat.com

ایاس بن معاویہ بصرۃ کے قاضی تھے آپ کا انتقال 120ھ 738ء میں ہوا' الانباری کہتے ہیں:۔

"...وقد حکم ایاس' قضایا تتعلق بالحدود' واخری تتعلق بالقصاص'وکان مجلسه فی المسجد الجامع فی البصرۃ..."" 1"

(ایاس نے حدود سے متعلق قضایا کے فیصلے کئے اور ان کے علاوہ قصاص سے متعلق بھی' وہ بصرہ کی جامع مسجد میں عدالت لگایا کرتے تھے)

ہشام بن عبدالملک کے دور (105 - 125ھ 723 - 743ء) میں یوسف بن عمر (120 - 122ھ 7838 - 740ء) کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے ابن ابی لیلیٰ کو قاضی مقرر کیا' چنانچہ ابن ابی لیلیٰ کو منصب قضاء تفویض کئے جانے کا حال الانباری نے یوں بیان کیا ہے:

"...وفی عهد یوسف بن عمر (120 - 122ھ) استقضی علی الکوفة ابن ابی لیلی' استدعاه الی مجلسه وقلده قضاء الکوفة تعطینا صورة عن تقلید القضاة فی عهد الاموی' قال له: "ولینک القضاء بین اهل الکوفة واجریت علیک مائة درهم فاجلس لهم بالغداة والعشی فانما انت اجیری للمسلمین" وقد شوهد ابن ابی لیلی وهو یضرب الحدود فی المسجد."" 2"

(یوسف بن عمر کے زمانہ اقتدار (120 - 122ھ 738 - 740ء) میں ابن ابی لیلیٰ کو کوفہ کا قاضی بنایا گیا' منصب قضا پر فائز کرتے ہوئے انہیں جو ہدایات دی گئیں ان سے اموی دور میں تعیین قضاۃ کے طریقہ کار کا علم ہوتا ہے' خلیفہ نے کہا میں تمہیں کوفہ کے لوگوں پر قاضی بناتا ہوں اور ایک سو درہم تنخواہ مقرر کرتا ہوں' تم ان کے مقدمات سننے کے لئے صبح و شام نشست رکھنا اور تم میری طرف سے مسلمانوں کے خادم ہو' چنانچہ ابن ابی لیلیٰ کو دیکھا گیا کہ وہ مسجد میں لوگوں پر حد جاری کرتے تھے)

---

1 - الانباری' النظام القضائی فی بغداد' 84

2 - ایضاً' 92

نیز وکیع' اخبار القضاۃ' ج 3 ص 29

نیز تاریخ الکبیر للبخاری' ج 1 ق 1 ص 162

marfat.com

عہد بنی امیہ میں ہندوستان کے بعض علاقے' اسلامی قلمرو میں داخل ہو چکے تھے' چنانچہ نفاذ حدود کا سلسلہ یہاں بھی جاری ہو چکا تھا' ہندوستان کے حوالہ سے قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:۔

"۔اموی دور میں خاص طور سے ایسے امراء کا انتخاب کیا جاتا تھا جو کتاب و سنت اور اسلامی احکام و شرائع کے عالم ہوتے تھے اور وہ اپنے دارالامارۃ میں عدالت کرتے تھے' بعض مقامات پر محکمہ قضاء کے لئے علیحدہ قضاۃ مقرر کئے جاتے تھے' ایسا بھی ہوتا تھا کہ امیر کے ساتھ ساتھ علماء و مشائخ کی جو جماعت ہوتی تھی اس میں سے کسی صاحب کو عہدہ قضاء دے دیا جاتا تھا' چنانچہ ہندوستان میں بھی یہی صورت تھی' یہاں باقاعدہ محکمہ قضاء یعنی اسلامی عدالت کا قیام تھا' جس میں مسلمانوں کے قضایا اسلامی قوانین کی روشنی میں طے کئے جاتے تھے' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سیوستان میں ایک خطیب و قاضی مقرر کیا تھا اور یہ عہدہ نسلاً بعد نسل مدتوں چلتا رہا' اسلامی عدالت یا دارالقضاء میں صرف مسلمانوں کے قضایا و مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے جن میں اسلامی قوانین و تعزیرات کا اجراء ہوتا تھا۔"1

عہد بنی امیہ میں قضاء کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اس پر حکمرانوں کا بے جا تسلط اور خواہ مخواہ کی مداخلت نہیں تھی' قاضی مقدمات کے فیصلے کرنے میں آزاد تھے اور کتاب اللہ و سنت رسول کی روشنی میں مجرموں پر حدود و تعزیرات کا نفاذ کرتے تھے' سیاست کا بھی عدالت پر کوئی اثر نہ تھا اور عدلیہ آزادانہ ماحول میں شریعت کی تطبیق کا فریضہ انجام دے رہی تھی' اس خوشگوار ماحول اور عدالت کی آزادانہ پالیسی کا تذکرہ توفیق سلطان الیوزبکی نے اس طرح کیا ہے:۔

"۔وفی العصر الاموی لم یتدخل خلفاء بنی امیۃ فی احکامه کما لم یتاثر القضاۃ بالسیاسة' فکان القاضی یحکم بما یملی علیه علمه بکتاب الله و سنة رسوله و احکام الخلفاء الراشدین وما یوحیه الیه اجتهاده۔""2"

1۔ مبارکپوری' اطہر' قاضی' خلافت امویہ اور ہندوستان' (سکھر: فکرو نظر پبلیکیشنز' سندھ اسلامک سنٹر' اپریل 1986ء)' ص 205,204

2۔ توفیق سلطان الیوزبکی' دراسات فی النظم العربیہ والاسلامیہ' (العراق وزارۃ التعلیم العالی والبحث العلمی' جامعہ الموصل 1397ھ / 1977ء)' ص 155

marfat.com

(عصر اموی میں خلفاء بنی امیہ عدالت کے معاملات میں مخل نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی عدلیہ پر سیاسی اثرات اثر انداز ہوتے' قاضی علم کتاب و سنت' نظائر خلفاء راشدین اور اجتہاد کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے)

عہد بنی امیہ کے نظام قضاء اور اس دور میں نفاذ حدود کے حوالہ سے جو بعض تاریخی شواہد سابقہ صفحات میں پیش کئے گئے ہیں ان سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ عہد بنی امیہ میں شرعی حدود نافذ تھیں' تاریخی مراجع و مصادر اس دور کے عدالتی فیصلوں کا کوئی باقاعدہ ریکارڈ مہیا نہیں کر سکے' اس کی وجہ غالباً" اس دور میں عدالتی فیصلوں کو تحریری دستاویزات کی شکل میں مرتب و مدون نہ کرنا ہے۔

محمود بن محمد عرنوس جو تاریخ قضاء کے حوالہ سے علمی دنیا میں معروف مورخ کے طور پر جانے جاتے ہیں' اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"۔۔ خلافت راشدہ اور خلافت بنی امیہ کے زمانہ میں قضاء کا شعبہ ابتدائی مراحل میں تھا اور ابھی وقت نہ آیا تھا کہ مقدمات کے فیصلوں کو ضبط تحریر میں لا کر ان کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا کیونکہ جو لوگ اپنے تنازعات کا تصفیہ کرانے کے لئے قاضی کی عدالت میں حاضر ہوتے تھے' ان کی حیثیت بالعموم مستفسر کی ہوتی تھی' قاضی جو فیصلہ کرتا تھا اس کی تعمیل خاموشی سے کر دی جاتی تھی لیکن بعد میں جب اہم معاملات عدالتوں میں پیش ہونے لگے اور فیصلوں کے بارے میں بھی اختلاف ہونے لگا تو یہ ضروری ہوا کہ انہیں باقاعدہ ضبط تحریر میں لایا جائے۔۔۔"[1]

علاوہ ازیں مورخین نے تاریخ مرتب کرتے وقت نظام قضاء کا بڑا سرسری سا جائزہ پیش کیا ہے' تاریخ قضاء لکھنے والے مورخین نے قضاۃ کے احوال پر زیادہ زور صرف کیا اور ان کے صادر کردہ اہم تاریخی فیصلوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دی' یہی وجہ ہے کہ عہد بنی امیہ و بنی عباس کے طویل تاریخی دور میں بہت کم واقعات عدالتی کارروائیوں یا فیصلوں کے بارے میں محفوظ رہ سکے ہیں۔

1۔ عرنوس' محمود بن محمد' تاریخ القضاء فی الاسلام' (لاہور' ادارہ فروغ اردو 1960ء) ص 66' 67

marfat.com

فصل سوم

عہد بنی عباس (132-656ھ 750-1258ء)

عہد بنی عباس کے نظام قضاء میں تطبیق حدود کا عمل اور بھی نکھر چکا تھا کیونکہ یہ اجتہاد کا دور تھا اور چار مشہور فقہی مذاہب باقاعدہ سامنے آچکے تھے جن کے اثرات نظام قضاء پر نمایاں تھے۔

محمد فاروق نبھان کہتے ہیں:-

"... تطور النظام القضائی فی العصر العباسی تطوراً کبیراً عما کان علیه فی عصر الخلفاء الراشدین و عصر الامویین بسبب حرکة الاجتهاد و ظهور المذاهب الاجتهادیة المختلفة، وحرکة التدوین التی رافقت ذلک ولم یعد القاضی یملک حق الاجتهاد فی القضایا التی تعرض علیه و انما اقتصر عمله فی تقلید الائمة المجتهدین و تطبیق آرائهم دون ان یکون مفوضاً بالخروج عنها۔
واصبح لکل قطر من الاقطار الاسلامیة مذهب معین تاخذ الدولة به و یعتبر القضاة ملزمین بالتقید به فکان القاضی فی العراق یاخذ بمذهب ابی حنیفة، و القاضی فی مصر یاخذ بمذهب الامام الشافعی والقاضی فی المغرب یحکم بمقتضی رای الامام مالک۔۔۔"[1]

(عہد بنی عباس میں نظام قضاء کافی ترقی کر چکا تھا اور اجتہاد کی تحریک کے اٹھنے اور مختلف اجتہادی مذاہب کے ظاہر ہو جانے کے سبب خلافت راشدہ و بنی امیہ کے دور کے نظام قضاء سے زیادہ ترقی یافتہ ہو چکا تھا، مزید یہ کہ اس دور میں تدوین کی تحریک نے اسے چار چاند لگائے، چنانچہ بنی عباس کے دور کا قاضی مختلف قضایا میں خود اجتہاد نہیں کرتا تھا بلکہ قاضی کا کام صرف یہ تھا کہ وہ آئمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہوئے ان کی آراء کے مطابق فیصلہ کرتا تھا اور اسے فقہی آراء سے تجاوز کا اختیار نہ تھا اسلامی دنیا کے ہر حصہ

۱- محمد فاروق نبھان، نظام الحکم فی الاسلام، ص 623

marfat.com

میں حکومت کسی خاص فقہی مسلک کے مطابق عمل کرتی تھی چنانچہ عراق میں امام اعظم ابو حنیفہ، مصر میں امام شافعی، اور مغرب میں امام مالک کے مسلک کے مطابق قاضی فیصلے کرتے تھے)

مہدی کے عہد (158ھ / 775ء) میں بنی عباس نے دیوان المظالم قائم کیا جو لوگوں کی داد رسی کا ایک اہم شعبہ تھا۔

قاضی القضاۃ (Chief Justice) کا عہدہ بھی بنی عباس کے دور میں متعارف ہوا، ہارون رشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کو دیگر تمام قاضیوں کا سربراہ قرار دیا جاتا تھا، ہارون رشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس کے عہدہ پر کام کرنے والوں میں امام ابو یوسف کا نام خاص طور پر نمایاں ہے۔ محمد فاروق نبھان کہتے ہیں:۔

"...ظهر منصب القاضى القضاة فى عهد العباسيين الذى يعتبر الرئيس الاعلى لجميع القضاة التابعة له وممن تولى منصب قاضى القضاة ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم، صاحب ابى حنيفة و مولف كتاب الخراج، وهو اول من عين فى منصب قاضى القضاة فى عهد هارون الرشيد"[1]

(قاضی القضاۃ کا عہدہ عباسیوں کے دور کی اختراع ہے جو کہ اپنے ماتحت تمام قاضیوں کا رئیس ہوتا ہے، قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہونے والے قاضیوں میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم مولف کتاب الخراج خاص طور سے قابل ذکر ہیں جنہیں ہارون الرشید کے زمانہ میں اس منصب پر فائز کیا گیا۔)

علاوہ ازیں یمن، عراق، اور فرس کے بعض علاقوں میں مذہب زیدی اور دیگر مذاہب نقیہہ کے مطابق نظام قضاء رائج تھا اور شرعی حدود کا نفاذ وہاں کی اکثریتی آبادی کے فقہ کے مطابق انجام پاتا تھا، توفیق سلطان یوزبکی کہتے ہیں:

"...وفى العصر العباسى المتاخر حدث تطور فى نظام القضاء و تطورت المذاهب الاسلاميه واصبح القاضى ملزماً بان يصدر احكامه

1۔ محمد فاروق نبھان، نظام الحکم فی الاسلام، ص 624

marfat.com

وفق احد هذه المذاهب فكان القضاة فی العراق یحکمون وفق مذهب ابی حنیفة و فی الشام والمغرب وفق مذہب مالک وفی مصر وفق مذهب الشافعی' وهناک مذاهب اخری کمذهب الزیدیة فی الیمن و مذهب الامامیة فی العراق وفارس..."[1]

(یعنی عباسی دور میں مذاہب اسلامیہ کے ظہور سے ترقی ہوئی اور قاضی اس بات کے پابند ہو گئے کہ وہ انہی مذاہب میں سے کسی مذہب کے مطابق فیصلے کریں' چنانچہ عراق کے قاضی' مذہب ابی حنیفہ کے مطابق' شام اور مغرب کے قاضی مذہب امام مالک کے مطابق اور مصر کے قاضی مذہب شافعی کے مطابق فیصلے کرتے تھے' تاہم اور بھی کئی ایک مذاہب رائج تھے جیسے یمن میں مذہب زیدی اور عراق و فارس میں مذاہب امامیہ)

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی عباس کے دور میں عدالتی نظام اسلام کے نظام عدل کے تابع تھا اور مذاہب مشہورہ کے مطابق عدالتیں فیصلے کرتی تھیں۔ مختلف عدالتوں میں مختلف نوعیت کے قضایا پیش ہوتے تھے' اور اسی کے مطابق عدالتوں کا دائرہ کار بھی متعین تھا' چنانچہ دیوانی و فوجداری مقدمات (Civil & Criminal Cases) کے لئے الگ الگ قاضی تھے' بغداد کی بعض عدالتیں صرف چند مخصوص قسم کے مقدمات لیتی تھیں جبکہ جنرل عدالتوں میں جس قسم کے مقدمات پیش ہوتے تھے ان کی ایک مختصر سی فہرست الانباری نے بیان کی ہے' وہ کہتے ہیں:

"... وقد جری العرف فی بغداد ان تحدد صلاحیات القاضی' اما قاضیاً عاماً ینظر فی جمیع الامور او خاصاً ینظر فی بعضها دون سواها'

فالعام ینظر فی:-

۱- تثبیت الحقوق لاصحابها۔

2- استیفاء الحقوق بعد ثبوتها فی مجلس القضاء۔

3- النظر فی عقود الزواج والبیوع وغیرها عند الاختلاف فیها۔

4- فصل النزاع والشجار فی حقوق الاملاک علی اختلافها۔

۱- توفیق سلطان یوزبکی' دراسات فی النظم العربیہ الاسلامیہ' ص 155' 156

marfat.com

5- الولاية على الايامى فى عقود مناكحين۔

6- الولاية على المحجورين' لصغر سن' او المجنون' او السفه الموجب للحجر۔

7- النظر فى اموال الغآئبين اذا كانوا الا يعلمون بانهم ورثوها حتى يقدموا او يوكلو عنهم وكيلا' والحكم بنفقات الاقارب والزوجات' و تقديرها برايه واجتهاده۔

8- النظر فى الوقوف والوصايا' وان كان فيما نظر راعاها' وان لم يكن تولاها بنفسه۔

9- النظر فى التعديل والجرح' والتقليد' والعزل لشهود العدول وامنائه و خلفائه النائبين عنه۔

10- اقامة الحدود على مستحقيها' والحكم بالقصاص على مستحقيه مراعياً فى ذلك اجتهاده۔۔""1"

مذکورہ بالا فہرست میں عام قاضیوں کے فرائض یا بالفاظ دیگر جنرل عدالتوں کے دائرہ اختیار میں نفاذ حدود کا کام بھی تھا' جیسا کہ دیگر مورخین "2" نے بھی ذکر کیا ہے۔

بنو امیہ کے دور میں قاضیوں کے تقرر میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ وہ جید عالم ہوں اور انہیں احکام شریعت پر مکمل عبور (Full command) ہو' اور انہیں یہ اختیار دیا جاتا تھا کہ وہ بغیر کسی سرکاری مداخلت کو قبول کیے' شریعت اسلامیہ کا سختی سے نفاذ کریں' الانباری کے بقول:

"۔۔۔فی ظل العباسیین اصبح قاعدة ثابتة بان القاضی یجب ان یکون متضلعاً فی الشریعة' ومنذ تعیینه حتى اعفائه لم یکن یطبق سوی الشریعة دون تدخل من الحکومة۔۔۔""3"

1- الانباری' عبدالرزاق علی' النظام القضائی فی بغداد' ص 251

2- الکندی' کتاب الولاة' والقضاة' ص 470

نیز' ابن اثیر' تاریخ الکامل' ص 217

3- الانباری' النظام القضائی فی بغداد' ص 119

marfat.com

خلفائے بنی عباس نے نظام عدل میں جب تک مداخلت سے گریز کیا ان کی حکومت نہایت کامیابی و کامرانی سے چلتی رہی' بعض عباسی خلفاء تو صرف ایسے قاضیوں کا تقرر کرتے تھے جو بذات خود اس قدر قوی Bold ہوں کہ کسی کی مداخلت کو قبول نہ کریں اور آزاد عدلیہ کا تشخص برقرار رکھنے والے ہوں' خلیفہ المنصور (137 - 159 ھ / 754ء - 775ء) کہا کرتا تھا کہ میرے دروازہ پر چار آدمیوں کا ہونا ازبس ضروری ہے اور ان میں سے ایک قاضی ہے جو اپنے کام میں لومتہ لائم کی پرواہ نہ کرے' دوسرا صاحب شرطہ ہے' جو قوی سے ضعیف کا انصاف لے' تیسرا صاحب خراج ہے جو پورا پورا خراج وصول کرے اور رعیت پر ظلم نہ کرے اور چوتھا صاحب برید۔ "1"

ہارون رشید نے قاضی القضاۃ (Chief Justice) کا عہدہ متعارف کرایا اور اس عہدہ پر سب سے پہلے امام ابو یوسف کا تقرر کیا' خلیفہ قاضیوں کے تقرر میں ان سے مشورہ لیتا تھا پھر کچھ عرصہ بعد قاضیوں کے تقرر کا اختیار انہیں کو دے دیا' اس طرح قاضی القضاۃ کو قاضیوں کے تقرر اور برطرفی کے حقوق حاصل ہو گئے تھے' ڈاکٹر منیر العجلانی کہتے ہیں:

"... كان الخليفة المنصور يولى القضاة مباشرة سواء فى العاصمة او فى البلدان وجرى خلفاء على طريقته' حتى جاء هارون الرشيد' فاتخذ قاضياً (ابا يوسف) ولقب "بقاضى القضاة" وكان لا يولى قاض ولا يعزل الا باشارته' ثم اعطى قاضى القضاة حق تولية القضاة ومن غير ان يرجع الى الخليفة' وهكذا كان قاضى القضاة قاضياً و وزيراً للعدل واسع السلطة..." "2"

(خلیفہ المنصور خود دارالخلافہ اور دیگر علاقوں میں قضاء کے فرائض انجام دیتا تھا اسی نہج پر دیگر خلفاء نے بھی کام کیا تا آنکہ ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اس نے ابو یوسف کو قاضی بنایا اور انہیں قاضی القضاۃ کا لقب دیا' خلیفہ ان کے مشورہ کے بغیر نہ تو کسی کو قاضی بناتا تھا نہ کسی قاضی کو معزول کرتا تھا پھر خلیفہ نے تعیین قضاۃ کا کام بھی انہی کے سپرد کر دیا

1۔ ابن اثیر' تاریخ الکامل' ص 217

نیز محمد شحیر ارسلان' القضاء والقضاۃ' ص 192

2۔ منیر العجلانی' عبقریہ الاسلام فی عصر الحکم' ص 343

marfat.com

اور انہیں یہ اختیار بھی دے دیا کہ وہ خلیفہ سے مشورہ کے بغیر آزادانہ طور پر تعین و عزل قضاۃ کا کام کر سکتے ہیں' یوں قاضی القضاۃ کا عہدہ بیک وقت چیف جسٹس اور وزیر عدل و انصاف کا تھا)

شروع شروع میں بنی عباس کے دور میں قاضی دو طرح کے ہوتے تھے ایک وہ جو دیوانی مقدمات نمٹاتے تھے' جبکہ دوسرے فوجداری معاملات' عموماً" فوجداری مقدمات کا تصفیہ خلیفہ یا والی کرتا تھا' لیکن بعض عدالتوں میں ایسے قاضی بھی تھے جنہیں دیوانی و فوجداری دونوں طرح کے مقدمات کی سماعت کا اختیار تھا' عبدالمنعم ماجد کہتے ہیں:۔

"...وكان القاضي ينظر في الامور الجنائية والسرقة' وشاربي الخمر' وفي قضايا الاحوال الشخصية من زنا' ومواريث و مداينات' ووصايا ومناكحات وطلاق وغيرها..."1"

(قاضی سول CIVIL و فوجداری مقدمات' چوری' شراب نوشی' زنا' میراث' وصیت' نکاح و طلاق وغیرہ کے تمام مقدمات نمٹانے کا اختیار رکھتا تھا)

المنصور کے عہد میں ابن ابی لیلیٰ "2" جیسے عظیم فقیہ قاضی کے منصب پر فائز تھے اور حدود شرعیہ کا نفاذ ان کا فرض منصبی تھا' الانباری کہتے ہیں:۔

"...وجلس ابن ابي ليلى للمسلمين' وهو أفقه اهل كوفة في المسجد الجامع للنظر في دعاوى الخصوم' وقد شوهد وهو يضرب الحدود في المسجد مما اثار عليه فقهاء الكوفة ومنهم ابو حنيفة' قد توفي ابن ابي ليلى في سنة 153ھ وهو قاضي على الكوفة..."3"

(ابن ابی لیلیٰ جو کہ کوفہ کے اہل علم کے سردار تھے مسلمانوں کے مقدمات کی سماعت کے لئے جامع مسجد میں بیٹھتے تھے' انہیں مسجد ہی میں لوگوں پر حدود نافذ کرتے دیکھا گیا' جب ان کا انتقال 153ھ میں ہوا تو اس وقت بھی یہ قاضی کوفہ تھے)

1۔ ماجد' عبدالمنعم' الحضارۃ الاسلامیہ (فی العصور الوسطی)' (مصر مکتبۃ الانجلو المصریہ' 1973ء) ص 47/46
نیز' توفیق سلطان الیوزبکی' دراسات فی النظم العربیہ والاسلامیہ ص 157

2۔ ان کا تقرر بحیثیت قاضی' یوسف بن عمر الاموی کے زمانہ (120-122ھ) سے چلا آرہا تھا۔

3۔ الانباری' النظام القضائی فی بغداد' ص 92, 93 نیز' وکیع' اخبار القضاۃ ج 3 ص 148

marfat.com

عباسی دور کے ایک اور معروف قاضی ابن شبرمہ ہیں جو حدود شرعیہ کے نفاذ میں کسی لومتہ لائم کی پرواہ نہ کرنے اور آزادانہ اجرائے حدود کرنے میں شہرت رکھتے تھے، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے غیر مسلموں پر بھی حد شرب خمر کو جاری کیا، الانباری کا بیان ہے:

"...امتازت ولایۃ ابن شبرمۃ، لقضاء الکوفۃ بامور ذات قیمۃ کبیرۃ، لایمکن لباحث فی ھذا المجال ان یتخطاھا، لاھمیتھا، واختلاف الفقھاء فیھا، ذکر عنہ انہ کان یختصم الیہ النصاری فی الخمر فیحکم بینھم..."[1]

(ابن شبرمہ کی نگرانی میں کوفہ کا نظام قضاء کئی اعتبار سے ممتاز تھا، اس دور کی اہمیت اور اس میں فقہی اختلافات کے سبب کسی بھی تحقیق نگار کے لئے یہ آسان نہیں کہ وہ اس دور کا ذکر کئے بغیر آگے بڑھ جائے، ابن شبرمہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس عیسائی بھی شرب خمر کے مقدمات لے کر آتے تھے اور وہ ان کے فیصلے کرتے)

ہارون رشید کے دور میں قاضی ابو یوسف جیسے عظیم فقیہ کا بطور قاضی القضاۃ تقرر کیا جانا اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ بنو عباس حدود شرعیہ کے نفاذ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے تھے اور انہیں حدود اللہ کے ٹھیک ٹھیک نفاذ کے لئے وقت کے عظیم فقہاء کی خدمات حاصل تھیں۔

المتوکل (232ھ - 247ھ / 847 - 861ء) کے دور میں الحارث بن مسکین جیسے فقیہ کا نام بحیثیت قاضی تاریخی سرمایہ میں محفوظ ہے، الحارث حدود اللہ کے معاملہ میں اس قدر متصلب تھے کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کی رو رعایت ان سے بعید از قیاس تھی۔

الکندی کہتے ہیں کہ الحارث (373 - 245 / 851 - 859ء) نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برے کلمات سے یاد کرنے والے شخص کو بھی حد لگائی اور اسے رجم کرنے کی دھمکی دی، ایسے ہی ایک نصرانی کو نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر کوڑے لگوا کر قتل کروا دیا، الحارث نے دو ایسے نصرانیوں کی گردنیں اڑوادیں جن کے بارے میں ان کی عدالت میں گواہی دی گئی کہ وہ جادوگر تھے۔

الکندی کی روایت کے الفاظ یوں ہے:-

1۔ الانباری، النظام القضائی فی بغداد، ص 92، 93 نیز، وکیع، اخبار القضاۃ ج 3، ص 91

marfat.com

"...الحارث بن مسكين (237 - 245ھ) ضرب حداً فی سب عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا' و تہدد بالرجم و قتل نصرانیاً سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان جلدہ الحد' وامر بضرب عنق رجلین نصرانیین شہد عندہ انہما ساحران..." "[1]

بنو عباس کے عمومی نظام کے بارے میں الانباری کہتے ہیں:۔

"...وکانت محاولۃ الخلفاء العباسیین فی ھذہ الادوار ان یوکدوا سلطتھم الدینیۃ والدائرۃ القضائیۃ خیر محال لتطبیق ھذہ السلطۃ' فالخلیفۃ المتقی للہ یقلد القاضی الخرقی (320 ھ) بغداد باسرھا' مصر' والمغرب' والرملۃ' والبصرۃ' و کور دجلہ و قطعۃ من السواد' وفی بدایۃ العھد البویھی فی بغداد (334ھ) قلد المطیع محمد بن الحسن بابن ابی الشوارب قضاء الشرقیۃ' والحرمین' والیمن' و مصر وسری من رای و قطعۃ من اعمال سواد' و بعض اعمال الشام' وسقی الفرات و واسط' وفی سنۃ 390 ھ قلد قاضیان فی بغداد ثم اضیفت الیھم مناطق اخری' مثلاً الکرخ' والکوفۃ' وسقی الفرات لحسین بن ہارون الضبی و طریق الدجلۃ و طریق الخراسان لابی الحسن الخرزی..." "[2]

(یعنی عباسی خلفاء کی اپنے ادوار خلافت میں یہ کوشش رہی کہ وہ اپنی دینی و مذہبی برتری کو قائم رکھیں اور اس کے لئے محکمہ قضاء بہترین وسیلہ تھا جس کے ذریعہ وہ دینی احکام کو نافذ رکھ سکتے تھے' چنانچہ خلیفہ المتقی للہ نے 330ھ (942ء) میں امام الخرقی کو بغداد اور اس کے ماتحت علاقہ جات مصر' المغرب' الرملہ' بصرہ' کور دجلہ' اور سواد کے کچھ حصہ پر قاضی مقرر کیا' جبکہ بغداد میں بویہی عہد کے آغاز (334ھ) ہی میں المطیع محمد بن الحسن نے قاضی ابن ابی الشوارب کو شرقیہ' حرمین' یمن' مصر' سری من رائی اور سواد کے کچھ علاقوں' نیز شام اور فرات کے کنارے آباد کچھ حصوں اور واسط پر قاضی مقرر کیا'

1۔ الکندی' کتاب الولاۃ والقضاۃ' ص 470

2۔ الانباری' عبدالرزاق علی' النظام القضائی فی بغداد فی العصر العباسی' ص 227

نیز خطیب بغدادی' ابوبکر علی بن احمد' تاریخ بغداد' (المدینہ المنورہ' مکتبہ سلفیہ' سن ندارد) ج 5 ص 231 و ج 5 ص 220 - 221 و ج 2 ص 200 - 201

marfat.com

جبکہ 390ھ (999ء) میں بغداد میں دو قاضی مقرر کئے گئے جن کی زیر نگرانی بغداد کے علاوہ کچھ اور علاقے بھی تھے جیسے' الکرخ' کوفہ' اور فرات کے کنارے آباد کچھ علاقے قاضی حسین بن ہارون الضبی کی ماتحتی میں جبکہ دجلہ کی پٹی اور خراسان کے بعض علاقے ابوالحسن الخرزی کو دیئے گئے۔

نظام حدود شرعیہ کی تطبیق اور اسلامی نظام عدل کے قیام کو موثر بنانے کے لئے بنو عباس کے دور میں پوری اسلامی قلمرو میں قضاۃ کا ایک طویل (Channel) سلسلہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے' ابن طولون نے قضاۃ دمشق بعہد بنی عباس کی ایک طویل فہرست ذکر کی ہے "1"

اسی طرح' نعمان العراق نے الجزائر' و بصرہ کے قاضیوں کی مستقل تاریخ لکھی ہے "2" ان کے علاوہ مصر کے قاضیوں کے حالات پر الکندی کی الولاۃ والقضاۃ میں عہد بنی عباس کے معروف قضاۃ کا ذکر ہے "3"

جناب محمد اللہ عہد بنو عباس کے نظام عدل کا مختصر حال یوں بیان کرتے ہیں:-

"_ The administration of justice was carried on by the Kazis with limited and unlimited powers. Their functions were in general similer to those of the Kazis during the time of the Umayyad Khalifas_" "4"

یعنی نظام قضاء مکمل یا محدود اختیارات کے ساتھ قاضیوں کے ذمہ تھا' ان کے فرائض واختیارات یا دائرہ عمل تقریباً" وہی تھا جو بنو امیہ کے زمانہ کے قاضیوں کا تھا؟

مندرجہ بالا تاریخی حقائق و شواہد اس بات کے ٹھوس ثبوت ہیں کہ بنو عباس کے دور میں بھی عہد رسالت' خلافت راشدہ اور بنو امیہ کی طرح نظام حدود قائم تھا اور اب اس نظام نے اس قدر ترقی کرلی تھی کہ ہر فقہی مذہب کے قاضیوں کا تقرر ہونے لگا تھا اور محکمہ عدل ایک مستقل حیثیت کا مالک تھا جس کا سربراہ چیف جسٹس یا قاضی القضاۃ تھا جو اجرائے حدود کے مقدمات میں فائینل (FINAL) اتھارٹی تھا۔

---

1 - ابن طولون' شمس الدین' قضاۃ دمشق (دمشق ا لمجمع العلمی العربی 1956ء) صفحات 339 تا 353

2 - نعمان بن محمد بن العراق' معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر' (اسلام آباد: مجمع البحوث الاسلامیہ' 1993 : 1973ء) ص 10

3 - الکندی' الولاۃ وکتاب القضاۃ'

4 - Muhammad-ullah, Al-Haj, The administratio of Justice of Muslim Law, Idarah-i-Adbiyat-i-Dehli, India, 1926, P-33

marfat.com

اندلس (SPAIN) بعہد بنی عباس

اندلس میں عہد بنو عباس (447 - 656 ھ ر 1055 - 1258ء) میں قرآن و سنت کے احکامات رائج تھے اور قاضی حضرات اندلس اور المغرب میں فقہاء کے مشہور مذاہب میں سے مذہب مالکی کے مطابق نفاذ حدود کا فریضہ انجام دیتے تھے، حسن ابراہیم حسن کہتے ہیں:-

"...وکان القرآن والسنة مصدر التشریع فی الاندلس ویسیر القضاة فی الاندلس والمغرب حتی الیوم علی وفق مذہب الامام مالک بن انس، ویقوم بتنفیذ ھذہ الاحکام الحکام والولاة۔"[1]

(قرآن و سنت اندلس میں قانون کے بنیادی مصدر تھے، اندلس اور مغرب میں نظام قضاء آج بھی امام مالک بن انس کے مذہب کے مطابق قائم ہے، حکام اور والی اسی کے مطابق نفاذ احکام کرتے ہیں۔)

الانباری نے ابن الجوزی کا ایک مشاہدہ یوں بیان کیا ہے:-

"...یذکر ابن الجوزی فی سنة 515 ھ خلع فی دار السلطان علی القاضی ابوسعد الهراوی، ورکب الی دارہ بقراح ابن رزین و معه کافة الامراء و نفذ امرہ فی القضاء بجمیع الممالک سوی العراق، مراعاة لقاضی القضاة ابی عبدالله الزینبی"[2]

(ابن جوزی کہتے ہیں سن 515ھ / 1121ء میں قاضی ابو سعد الہراوی کو قاضی مقرر کیا گیا اور سلطان اپنے امراء کے ساتھ قاضی گھر واقع قراح ابن رزین تک گیا اور اس نے قاضی ابی عبداللہ الزینبی کی رعایت کرتے ہوئے پورے ملک ماسوا عراق کی قضاء کے سلسلہ میں اپنا حکم سنایا)

گویا پوری اسلامی سلطنت یا خلافت بنی عباس کی حدود میں اسلامی نظام قضاء (نفاذ حدود) رائج تھا اور 515 ھ / 1121ء میں قاضی ابو سعد الہراوی اور قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الزینبی ایسے صاحبان علم مسند قضاء پر فائز تھے۔

1۔ حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام السیاسی والدینی، 382:4

2۔ الانباری، النظم القضائی فی بغداد فی العصر العباسی، ص 228-229

marfat.com

ہندوستان بعہد بنی عباس:

خلافت بنی عباس کے دور میں ہندوستان پر بھی اسلامی احکام کی حکمرانی تھی، جناب اطہر مبارکپوری کہتے ہیں:-

"ہندوستان میں عباسی دور میں نظام حکومت کیا تھا؟ کون کون سے شعبے قائم تھے اور سرکاری امور و معاملات میں کیا طریقہ کار رائج تھا، ان باتوں کے بارے میں معلومات بہت کم ہیں کیونکہ اس دور کے مورخین نے صرف واقعات و حوادث کی فہرست بیان کی ہے، البتہ یہ مسلم امر ہے کہ عہد فاروقی میں جو نظام حکومت پورے عالم اسلام میں جاری تھا اسی پر اموی اور عباسی دور میں عمل ہوتا رہا، بعض حالات میں بعض باتوں میں معمولی تبدیلی ہوئی مگر اس سے اصل نظام کی روح پر کوئی زد نہیں پڑی اس لئے یہاں عباسی دور میں وہی احکام اور قوانین جاری تھے، جن کا نفاذ عہد فاروقی میں ہو چکا تھا۔...." "1"

المتوکل کے دور میں سندھ میں عمر بن عبدالعزیز ہباری نے ہباری حکومت کی بنیاد ڈالی - "2" یہ ظاہری داودی مسلک سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے سندھ میں منصورہ کو اپنا دارالحکومت بنایا اور اپنی حکومت کی حدود میں اسلام کے نظام حدود کو نافذ کیا، یاقوت حموی کے بیان کے مطابق عہد بنی عباس میں سندھ کے ہباری خاندان کی حکومت میں باقاعدہ عمدہ قضاء قائم تھا اور یہاں خالص دینی قوانین کی رو سے فیصلہ ہوتا تھا، حدود و تعزیرات جاری ہوتی تھیں اور پوری مملکت میں اسلامی احکام نافذ تھے، ابو دلف نے اپنے زمانہ کے حاکم منصورہ کے بارے میں لکھا کہ وہ حدود نافذ کرتا ہے۔" ويقيم الحدود..."3"

اس طرح بنی عباس کے دور میں عرب و عجم میں جہاں جہاں بھی اسلامی خلافت رہی اسلام کا نظام قضاء اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ رائج رہا۔

1- مبارکپوری، اطہر، قاضی، خلافت عباسیہ ہندوستان میں، (سکھر: فکر و نظر پبلیکیشنز، سندھ اسلامک سنٹر، اپریل 1986ء) ص 282

2- مبارک علی، تاریخ سندھ عرب دور حکومت، (لاہور: نگارشات، 4 بیگم روڈ، سن ندارد)، ص 60-61

3- یاقوت حموی، معجم البلدان، ج 5 ص 419

marfat.com

فصل چہارم

خلافت عباسیہ کا انحطاط
اور خود مختار اسلامی ریاستیں

چوتھی صدی ہجری کے وسط میں عالم اسلام مختلف ریاستوں اور خود مختار و نیم خود مختار اسلامی حکومتوں میں بٹ گیا' ان میں سے بعض نے تو اپنا تعلق بغداد کی رہی سہی خلافت سے رسمی طور پر برقرار رکھا' جبکہ بعض نے علی الاعلان خلیفہ بغداد سے علیحدگی اختیار کرلی' چنانچہ اگر ہم مغرب سے اس صورتحال کا جائزہ لینا شروع کریں تو معلوم ہو گا کہ وہاں بنو امیہ نے اندلس میں خود مختار حکومت قائم کرلی جبکہ شمالی افریقہ میں عبداللہ المہدی الفاطمی نے دولت مہدیہ کے نام سے آزاد شیعہ ریاست قائم کی' مصر میں محمد الاخشیدی نے بنو عباس کے نام سے اخشیدی حکومت قائم کی' جبکہ موصل وحلب میں بنی حمدان بنو عباس کے نام سے حاکم ہوئے' یمن میں الگ آزاد شیعہ زیدیہ کی حکومت بنی تو بغداد میں بنی بویہ نے دولت دیلم قائم کی' خلیفہ بغداد کا صرف نام کہیں کہیں لیا جاتا رہا ورنہ درحقیقت خلیفہ کو کسی بھی قابل ذکر علاقہ کا کنٹرول حاصل نہیں تھا' اسی طرح مشرق میں دولت سامانیہ نے سر ابھارا'

غرضیکہ پورا عالم اسلام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا اور ان کی کوئی مرکزی حکومت قائم نہ تھی اس پر طرہ یہ کہ آزاد مسلم ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار تھیں' مسلمانوں کی اس زبوں حالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عیسائیوں نے اسلامی ممالک پر یلغار کر دی اور بیت المقدس پر قبضہ جمالیا' چنانچہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان طویل جنگوں کا سلسلہ چل نکلا جو دو سو سال سے کچھ اوپر تک جاری رہا۔ "1"

چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر اور پانچویں صدی کے آغاز تک جو قابل ذکر آزاد اسلامی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:۔

1- اسپین (یورپ کی خود مختار اسلامی ریاستیں 138ھ سے ھ 897 (757 - 1492ء)

1۔ الترمانینی' عبدالسلام' تاریخ القانون' ص 224 - 225

marfat.com

2- مراکش طرابلس اور الجزائر (افریقہ) کی خود مختار اسلامی ریاستیں 173ھ سے 875ھ (789 - 1486ء)

3- مصر و شام کی خود مختار اسلامی ریاستیں 254ھ - 923ھ (868 - 1517ء)

4- ایران و افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی ریاستیں 253ھ - 607ھ (867 - 1210ء)

5- سلجوقی اور ترکوں کی اسلامی ریاستیں 429ھ 1293ھ (1038 - 1875ء)

آئندہ صفحات میں ان آزاد و خود مختار مسلم ریاستوں میں نفاذ حدود کا جائزہ لیا جائے گا۔

marfat.com

دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترک سبب زروئے شریعت کجا رواست
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

اندلس (Muslim Spain)

اور جزائر صقلیہ (سسلی)

marfat.com

اندلس (Muslim Spain) اور جزائر صقلیہ (سسلی)

اندلس میں نظام حدود کے نفاذ پر گفتگو کرنے سے پہلے اس کے مختلف تاریخی ادوار کا مختصر ذکر ضروری ہے، چنانچہ اندلس کو اسلامی اقتدار کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے "1":-

1- اندلس کی تاریخ کا وہ دور جب وہاں کے والی افریقہ میں موجود اسلامی حکومت کے امیر یا خلیفہ کی جانب سے مقرر کئے جاتے تھے، یہ دور 92ھ سے 138ھ (710 - 755ء) پر محیط ہے۔

2- تاریخ اندلس کا دوسرا دور 138ھ / 755ء سے شروع ہوتا ہے جب اندلس نے خلافت عباسیہ سے خود کو الگ کر لیا اور ایک اموی شہزادہ کی قیادت میں اندلس کی خود مختار ریاست کی بنیاد رکھی، یہ دور 422ھ / 1031ء میں ہشام ثالث کی معزولی پر اختتام پذیر ہوا "2"

3- تاریخ اندلس کا تیسرا دور طوائف الملوکی کا دور ہے، جو ہشام ثالث کی معزولی 422ھ (1031ء) سے 897ھ (جنوری 1492ء) سقوط غرناطہ تک پھیلا ہوا ہے، ذیل میں ان تینوں ادوار کے نظام قضاء اور نفاذ حدود کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:-

---

1- عبدالرحمٰن بن عبدالکریم، (م 257ھ) ذکر فتح الاندلس، (لاہور: ایس عبدالرشید تاجران کتب، 1933ء) ص 4

2- سلیمانی، احسان الحق، مسلمان یوروپ میں، (لاہور: مقبول اکیڈمی، 1988ء) ص 22

marfat.com

پہلا دور:-

فتح اندلس تا138ھ-(775ء)

فتح اندلس کا سہرا، اگرچہ 92ء / 710ء میں طارق بن زیاد کے اندلس پر حملہ آور ہونے کی بناء پر اسی کے سر ہے، تاہم تاریخی مصادر و مراجع اس بات پر شاہد ہیں کہ اس کی پہلی کوشش 27ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی جب آپ نے قسطنطنیہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار اس مہم پر روانہ فرمایا "1"

فتح اندلس کی دوسری کوشش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی ان دنوں معاویہ بن خدیج افریقہ کے حاکم تھے، لیکن اس بار بھی خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی، چنانچہ ولید اول کے دور میں افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر کے حکم سے طارق بن زیادہ نے اسپین پر حملہ کیا، "2" اور انتہائی بیدار مغزی سے مختصر مسلم فوج میں جوش و جذبہ جہاد پیدا کر کے تاریخی فتح حاصل کی، طارق کے حملہ کے وقت ہسپانوی حکومت اخلاقی ابتری کا شکار تھی، مشہور مورخ اسٹینلے لین پول کے مطابق امراء ہسپانیہ نے سرکاری اراضی کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا اور بڑی بڑی زمینیں غلاموں کے ذریعہ بوئی جاتی تھیں، ایک طرف ہسپانوی حکمرانوں کا یہ حال تھا اور دوسری طرف جبل الطارق پر مبارزان اسلام انہیں للکار رہے تھے، "3"

اندلس پر طارق کا یہ حملہ جہاں ولید اول کی خواہش پر تھا، وہیں اسے تائید ایزدی بھی حاصل تھی کہ مورخین نے طارق کے کشتیاں جلا کر دشمن کے جزیرے پر ٹوٹ پڑنے اور جوانمردی کے بے پناہ جذبہ کو اس کے ایک خواب سے منسلک کیا ہے، جو معتبر تاریخی مراجع میں تواتر کے ساتھ مذکور ہے، المقری نے ابن بشکوال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ طارق کے ساتھ صرف سات ہزار افراد تھے اور وہ ابھی جہاز ہی میں تھا کہ اس نے خواب دیکھا کہ جناب رسول اللہ

1۔ سلیمانی، احسان الحق، مسلمان یوروپ میں۔ ص 22

2۔ ایضا"۔

3۔ اسٹینلے لین پول، مورس ان اسپین "مسلمانان اندلس" (لکھنؤ۔ انڈیا۔ اسحاق علوی پرنٹرز و پبلشرز، 1925) ص 8

marfat.com

ﷺ مع مہاجرین و انصار تلواریں سونتے اور کمانیں کھینچے ہوئے موجود ہیں' اور رسولؐ اللہ طارق سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں! "طارق اپنے کام کی طرف بڑھ "پھر طارق اور اپنے (صحابی) ساتھیوں کی طرف دیکھا تو وہ سب ان سے پہلے ہی اندلس پہنچے ہوئے تھے۔ "1"

طارق نے اپنے اندلس ورود کے ساتھ ہی اندلس پر اسلامی حکومت کا پھریرا لہرا دیا' مفتوحہ خطے کے نظام عدل میں اس نے یہ تبدیلی کی کہ دیوانی قوانین کو جوں کا توں رہنے دیا جبکہ فوجداری قوانین کو اسلامی نظام حدود و تعزیرات کے تابع کر دیا۔ "2"

اندلس پر مکمل کنٹرول کے عظیم کارنامہ میں موسیٰ بن نصیر بھی شریک تھے' یہ دونوں قائد 95ھ تک اندلس میں رہے اور سرکاری حکم (فرمان خلافت) ملنے کی بناء پر مزید فتوحات کا سلسلہ روک کر' دارالخلافہ دمشق روانہ ہو گئے' اشبیلیہ اندلس کا دارالسلطنت قرار پایا اور عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر نائب السلطنت مقرر ہوئے جو بعد میں تاجدار اندلس مشہور ہوئے "3" ولید اول کے جانشین سلیمان نے جہاں موسیٰ بن نصیر کو قتل کیا وہیں ان کے صاحبزادے عبدالعزیز کو بھی زیادہ عرصہ اندلس پر حکمران نہیں رہنے دیا بلکہ وہاں کے سرداروں سے سازش کر کے 97ھ 716ء میں ایک روز نماز فجر کے دوران شہید کروا دیا۔ "4"

عبدالعزیز کی خلافت کا عرصہ فتوحات و شورشوں کا عرصہ تھا ان کے بعد یکے بعد دیگرے متعدد حکمران ہوئے مگر کوئی بھی جم کر کام نہ کر سکا' المقری کے مطابق طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کے اندلس سے جانے کے بعد کم و بیش تنتالیس (43) برس مسلمانوں کی حکومت رہی اور اس عرصہ میں تیئیس (23) افراد منصب خلافت تک پہنچے جو اپنی ہی کمزوریوں' اور مسلمانوں کے داخلی انتشار کی بناء پر کاروبار حکومت کو منظم نہ کر سکے' اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے علاقے بد تدبیری و بد نظمی کی بناء پر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے' اس افراتفری کے دور میں اکثر و بیشتر امیر یا گورنر دربار خلافت سے اور کبھی گورنر قیروان کی جانب سے مقرر کئے جاتے تھے۔ "5" انہی امراء (گورنر) میں سے ایک امیر عقبہ بن حجاج سلولی 116ھ (734ء) میں اندلس

1- المقری' شہاب الدین' احمد بن محمد التلمسانی' نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب- (مصر: المکتبہ التجاریہ الکبری' 1367 / 1949ء)' ص 61 و 87

2- نصیر احمد ناصر' تاریخ ہسپانیہ' (لاہور: علمی کتاب خانہ 1966ء) ص 88

3- سلیمانی' احسان الحق' مسلمان یوروپ میں' ص 66 و 74

4- المقری' نفح الطیب ص 115

5- ابن خلدون' تاریخ ابن خلدون' ج 5 ص 252

marfat.com

آئے جو اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے چنانچہ انہوں نے ایک باقاعدہ محکمہ عدل و انصاف قائم کیا اور اس میں ایسے قاضیوں کا تقرر کیا جن کی دیانتداری کسی شبہ سے بالاتر ہے اور جن کا مبلغ علم قابل فخر تھا "1" تاریخی مصادر دیگر امراء کے ادوار کے نظام عدل کا مفصل حال بتانے سے خاموش ہیں، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اندلس کے امراء خلافت کے تابع تھے اور یہ ایک عام اصول تھا کہ مفتوحہ علاقوں میں مسلمانوں کے معاملات میں اسلامی قوانین پر عمل ہوتا تھا اس لئے یہاں بھیجے جانے والے امراء نے بھی اندلس میں نفاذ حدود کو نظام قضاء میں لازمی طور پر شامل رکھا ہو گا، اس خیال کو تقویت ایک معروف امریکی مورخ مسٹر ایس پی اسکاٹ کے اس بیان سے بھی ملتی ہے جو انہوں نے "اخبار الاندلس" (History of the Moors Empire in Europe) میں ظاہر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"۔۔فاتحین نے پرانے زمانہ کے قوانین کا احترام قائم رکھا، فرق صرف اتنا ہوا کہ اس کے دستور العمل اپنے قوانین کے تابع کر دیئے، مفتوحین پر وہی قانون قابل نفاذ تھا، مگر اسی حد تک کہ شرع اسلام کے خلاف نہ پڑے، اپنے عدل و انصاف، سماحت اور مرحمت خسروانہ سے اس نئی (اسلامی) سلطنت نے بہت ہی جلد دلوں میں گھر کر لیا، یہودی مرفہ الحال ہو گئے، عیسائی اپنے تعصبات مذہبی بھول گئے، غلاموں نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس سے ان کا داغ غلامی ہمیشہ کے لئے مٹ گیا اور وہ بادشاہوں کے مساوی ہو گئے۔۔۔" "2"

طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کے اندلس سے چلے جانے کے بعد اندلس میں اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع ہونے کی بجائے سکڑنے لگیں اور مسلمان اسپین کے کئی علاقوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، یوں اسپین سے عیسائی اقتدار کا مکمل خاتمہ نہ ہو سکا بلکہ یہاں عیسائیوں کو بھی جزوی طور پر اقتدار حاصل رہا "3" ان حالات میں جبکہ مسلمان قوم غیر مسلموں کی ریشہ دوانیوں،

1۔ سلیمانی، احسان الحق، مسلمان یوروپ میں، ص 94

2۔ ایس پی اسکاٹ، اخبار الاندلس (History of The Moors Empire in Europe)
اردو ترجمہ از منشی محمد خلیل، (لاہور: جامعہ عثمانیہ، 1340ھ) ج 1: 258

3۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، اردو ترجمہ از احمد حسین، (کراچی: نفیس اکیڈمی، جون 1977ء) ج 5 ص 424
نیز، ایس پی اسکاٹ، اخبار الاندلس، ج 1 ص 335

marfat.com

اپنوں کی داخلی سازشوں' اور اقتدار کی کشمکش کا شکار تھی مسلمانوں کو ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جو ان کی بکھری ہوئی قوم کی شیرازہ بندی کا فریضہ انجام دے' خداوند قدوس نے انہی حالات میں شام سے ایک تیس سالہ نوجوان عبدالرحمٰن بن معاویہ (عبدالرحمٰن الداخل) کو اندلس بھیجا' جس نے اندلسی مسلمانوں کی کایا پلٹ دی' اور اندلس میں ایک بار پھر اسلامی نظام اپنی پوری آب و تاب سے جاری ہو گیا' اس دور کے اندلس کے نظام حکومت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے گستاؤ لی بان نے کہا:۔

"... عربوں کی طرز حکومت اندلس میں ویسی ہی تھی جیسی بغداد میں' صوبہ جات میں خلیفہ کی طرف سے والی مقرر تھے' جنہیں خلیفہ کے تمام اختیارات حاصل تھے' معاشرتی قانون قرآن اور تفاسیر قرآن پر مبنی تھا' یہی کتابیں عدالتوں کی دستور العمل تھیں "1" عدالتی نظام اور کارروائی کا ضابطہ مسلمانوں میں بہت ہی سادہ ہے' مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتا ہے' جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے' اور اس کے فیصلہ کا مرافعہ نہیں ہے' فریقین اصالتہ عدالت کی طلبی پر حاضر ہوتے ہیں اور واقعات کو زبانی بیان کر کے ثبوت پیش کرتے ہیں' جس میں اقرار حلفی اور گواہ دونوں شامل ہیں' فیصلہ سر اجلاس سنایا جاتا ہے' مجھے مراکش کی ایک عدالت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا' قاضی ایک کھلے ہوئے مقام پر جو بادشاہ کے قصر سے ملا ہوا تھا اجلاس کر رہا تھا اور فریقین مقدمہ اور گواہ اس کے آس پاس بیٹھے تھے اور اپنے دعوؤں کو مختصر الفاظ میں بیان کر رہے تھے' جن صورتوں میں ممکن تھا یعنی جہاں شتا" چند دروں کی سزا دینی تھی' فیصلہ کا نفاذ سر مجلس کر دیا جاتا تھا..." "2"

1۔ گستاولی بان' تمدن عرب' اردو ترجمہ از سید علی بلگرامی' (لاہور: مقبول اکیڈمی' 1936ء) ص 406

2۔ ایضاً" ۔ ص 531

marfat.com

دوسرا دور:

عبدالرحمٰن الداخل کی آمد سے ہشام بن محمد تک

(138ھ - 422ھ (756ء تا 1031ء)

دمشق میں تخت خلافت پر بنو عباس تھے جن کی بدتدبیری سے اندلس کی فتح کے ثمرات مسلمانوں کو نہ مل سکے اور نصف صدی کے لگ بھگ کا عرصہ اندلس میں مختلف قبائل و خاندانوں کی باہمی کشمکش اور اقتدار پر قبضہ کی حرص و ہوس کی بدولت خانہ جنگی کی نذر ہو گیا' عبدالرحمٰن الداخل نے اندلس میں قدم جماتے ہی خلیفہ بنو عباس سے اندلس کا سرکاری تعلق ختم کر کے اسے ایک آزاد اسلامی ریاست کی حیثیت دے دی "1" چنانچہ اسی روز سے اندلس میں اس الگ اور مستقل خلافت کی بنیاد پڑی جسے مسلمانوں نے آٹھ سو برس تک قائم رکھا۔

آٹھ سو سالہ دور خلافت میں اندلس کے نظام عدل میں اسلامی قانون فوجداری (نظام حدود) مکمل طور پر نافذ تھا' پوری ریاست ہسپانیہ میں شرعی عدالتیں قائم تھیں' ان عدالتوں میں فوجداری مقدمات کے فیصلے اسلامی فقہ کی رو سے ہوتے تھے اور جرائم قابل حدود میں "حد" جاری کی جاتی تھی "2" عدالتوں کا نظام انتہائی عمدہ تھا اور قاضی مقرر تھے' عدلیہ مکمل طور پر آزاد تھی اور خلیفہ کے خلاف مقدمہ پیش ہونے پر اسے عدالت میں طلب کیا جاتا تھا' "3" قاضی کو وسیع اختیارات حاصل تھے' دارالسلطنت کے قاضی کو قاضی الجماعۃ یا قاضی القضاۃ کہا جاتا تھا' نیز کوتوال مقرر تھے' جو قاضی کے ادارہ کے تابع تھے' کوتوال کو صاحب الشرطہ کہا جاتا تھا۔ "4" علاوہ ازیں ایک عہدہ اقضی القضاۃ کا بھی تھا جو بنو عباس کے دور ثانی کی ایجاد ہے (الماوردی بھی اقضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز رہے) سزاؤں میں درے اور قید سخت کے علاوہ مرتد کو سزائے موت دی

1۔ جرجی زیدان' تاریخ التمدن الاسلامی (مصر: مطبعہ الہلال' 1935ء) ص 101

2۔ ذوالفقار جنگ بہادر' خلافت اندلس' (حیدر آباد دکن: دارالطبع سرکار عالی' 1904ء) ص 143

نیز ایس پی اسکاٹ' اخبار الاندلس' ج 1 ص 503

3۔ عبدالقوی' تاریخ اندلس' ص 632

4۔ ذوالفقار جنگ بہادر' خلافت اندلس' ص 310

marfat.com

جاتی تھی "1" شرطہ کا محکمہ فقہاء کے تابع تھا جس کا کام قاضیوں کے جاری کردہ فیصلوں کو عملاً نافذ کرنا تھا' شرطہ کا افسر' زنا' استعمال منکرات و دیگر قابل حد جرائم میں قاضی کے حکم پر نفاذ حدود کا فریضہ انجام دیتا تھا' صاحب الشرطہ کو خلافت اندلس میں حاکم شہر کا نام بھی دیا جاتا تھا۔

اندلس کے اموی خلفاء کے دور میں شرطہ کے ادارہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا' ایک کا نام شرطہ کبریٰ اور دوسرے کا نام شرطہ صغریٰ قرار پایا' شرطہ کبریٰ کا محکمہ خاص لوگوں' سرداران قوم اور اہل " مراتب سلطانی" کے حلقہ میں اپنے اختیارات برتتا تھا' یعنی اس کے ذمہ جرم میں ماخوذ شاہی خاندان کے لوگوں اور ذی مرتبہ نوابوں اور امیروں کو گرفتار کرنا اور سزا دینا تھا' جبکہ شرطہ صغریٰ عام رعایا اور معمولی لوگوں کے معاملات کا نگران تھا' شرطہ کبریٰ کے افسر اعلیٰ کے لئے سلطانی دربار کے دروازہ پر کرسی بچھتی تھی' جرائم حدود سے متعلق قضایا کی سماعت اور ان کا فیصلہ نیز حدود شرعیہ کا اجراء بھی ایک زمانہ میں قاضی کی بجائے اسے ہی تفویض کر دیا گیا"2" اور حاکم یا صاحب الشرطہ کے منصب پر بڑے بڑے سرداروں اور ذی عزت اشخاص کو فائز کیا گیا جو فقہاء کے تابع رہتے تھے'"3" اندلس کا یہ نظام عدل آخری خلیفہ اسپین ہشام ثالث کے عہد حکومت تک قائم رہا' اندلس میں خلافت بنی امیہ 267 برس تک قائم رہی اس عرصہ میں کل چودہ (14) خلیفہ یا حکمران ہوئے۔ "4" ان میں سے کسی خلیفہ کا دور بھی ایسا نہیں گزرا جس میں شرعی حدود کا نفاذ معطل کئے جانے کا کوئی ثبوت ہو' بلکہ ہر آنے والے خلیفہ نے پہلے سے قائم نظام عدل ہی کو برقرار رکھا اور کہیں کوئی بڑی Major تبدیلی نہیں کی ورنہ تاریخی مصادر و مراجع میں ان کا ذکر ضرور کیا جاتا۔

1۔ نصیر احمد ناصر' تاریخ ہسپانیہ' ص 492

2۔ المقری' شہاب الدین' نفح الطیب' ص 49

3 - جرجی زیدان' تاریخ تمدن اسلام' ص 258

4۔ ایس پی اسکاٹ' اخبار الاندلس' ج 2 ص 114

marfat.com

تیسرا دور:

طوائف الملوکی

422ھ (1031ء) سے 897ھ (جنوری 1492ء)

ہشام ثالث کے معزول ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد اندلس طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا اور مختلف قبائل نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیں "1" جو مندرجہ ذیل ہیں:-

1- اشبیلیہ پر محمد ابن عباد اور اس کی اولاد کی حکومت

2- باڈاجوز (بطلیوس) پر محمد بن عبداللہ (افطس) کی حکومت

3- بلنسیہ میں منصور المغامری کی حکومت

4- دانیہ پر الموفق (العامری) کی حکومت

5- سرقسطہ پر سلیمان بن ہود کی حکومت

6- طرطوشہ پر لبیب العامری کی حکومت

7- طلیطلہ پر ابن یعیش اور اسماعیل بن ذوالنون کی حکومت

9- مریہ پر بنو طاہر کی حکومت

10- مالقہ پر بنو حمود کی حکومت

مذکورہ بالا خود مختار حکومتوں نے اگرچہ اسی نظام عدل کو باقی رکھا جو اموی خلفاء نے قائم کیا تھا' لیکن طوائف الملوکی کے اس دور میں ایسے ایسے حکمران بھی ہوئے جو خود منکرات کے مرتکب ہوتے تھے۔ "2" تاہم اندلس کو یوسف بن تاشفین (م 500ھ / 1106ء) کی صورت میں 462ھ میں ایک بزرگ اور متقی شخص کی قیادت نصیب ہوئی جس کے تقویٰ و طہارت کا یہ عالم تھا کہ امام غزالی (م 505ھ) جیسے جلیل القدر عالم اس کی دینداری کا چرچہ سن کر ایران سے اس کی ملاقات کو روانہ ہوئے۔ "3"

1- ٹیلیانی' مسلمان یوروپ میں' ص 220

نیز اسٹینلی لین' پول مسلمانان اندلس' ص 139

2- رائن ہارٹ ڈوزی' عبرت نامہ اندلس' ج 3 ص 424

3- ٹیلیانی' مسلمان یوروپ میں' ص 241

marfat.com

یوسف بن تاشفین اس خاندان مرابطین کے چشم و چراغ تھے جس نے اندلس میں تقریباً اسی (80) برس حکومت کی۔ "1" جبکہ مراکش پر ان کی حکومت 466ھ سے 897ھ (1073 - 1492ء) تک قائم رہی' اس خاندان کے حکمران علماء سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے اور شریعت کے نفاذ میں علماء کا مکمل دخل تھا' بادشاہ خود شریعت کے پورے پابند تھے اسی لیے ان کے دور اقتدار میں شرعی حدود اپنی پوری آب و تب سے نافذ تھیں' نفاذ حدود میں امام مالک کی فقہ پر عمل کیا جاتا تھا۔ "2"

المرابطون کے عہد حکومت میں قائم نظام عدل و قضاء کے بارے میں ابراہیم حرکات کہتے ہیں۔

"...کان لمنصب قضاء اھمیۃ کبیرۃ فی عھد المرابطین حتی انھم کانوا یعینونھم فی اغلب الاحیان من کبار العلماء کابن رشد و ابن حمدین فی الاندلس' و عیاض البستی' و عبدالملک المصمودی فی المغرب' و کانت سیاسۃ المرابطین فی تعیین القضاۃ لا تستند علی عصبیۃ قبلیۃ کما فعلوا فی تعیین العمال حتی ان اغلب القضاۃ کانوا من غیر صنھا جۃ کعبد الرحمن الکتانی و عبدالملک المصمودی بمراکش' و محمد التمیمی و عبدالله النادلی بفاس' و عیسی الاسدی بمکناس وابی القاسم المعافری بالجزیرۃ الخضراء' و عبدالعظیم الکلبی بغرناطۃ و احمد التمیمی باشبیلیۃ و کانت ھذہ السیاسۃ فی

1۔ گیارھویں صدی عیسوی کے وسط میں دو نامور ہستیاں یحیٰ بن ابراہیم اور عبداللہ بن یاسین دینی علوم کی تحصیل کی خاطر مکہ معظمہ میں وارد ہوئیں کچھ عرصہ بعد انہوں نے شمالی افریقہ کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ بہت جلد کوہ اطلس کی مختلف قوموں نے ان کے تقویٰ و پرہیزگاری سے متاثر ہو کر ان کا مسلک اختیار کیا۔ان لوگوں نے اسلامی اصولوں پر ایک حکومت قائم کی اور وہ لوگوں میں مرابطین یعنی باہم صلح و آشتی رکھنے والے کہلائے۔ بہت جلد انہوں نے عبداللہ بن یاسین اور یوسف بن تاشفین کے عہد میں شمالی افریقہ میں ادریسی حکومت کو ختم کر کے مراکو تک اور وسطی افریقہ پر اپنا سیاسی تسلط قائم کر لیا بعد ازاں انہوں نے اسلامی اسپین کو زیر نگین کرنے کے لئے عیسائیوں کو بارہا نیچا دکھایا۔

2۔ نصیر احمد ناصر' تاریخ ہسپانیہ' ص 411' 415

marfat.com

اختیار القضاۃ الحکیمۃ حیث برھنوا بھا علی رغبتھم فی تحقیق العدالۃ بین عموم السکان و الاعتماد علی تعالیم الکتاب والسنۃ فی تطبیقھا علی الرعیۃ من غیر میز عنصری او طائفی۔""1"

(مرابطین کے دور میں منصب قضاء کی بہت اہمیت تھی یہاں تک کہ بسا اوقات ابن رشد' ابن حمدین جیسے عظیم علماء اندلس میں عیاض السبتی اور عبدالملک المصمودی جیسے شہیر' المغرب میں قاضی مقرر ہوئے' مرابطین کے ہاں قاضیوں کے تقرر میں خاندانی حیثیت غالب نہیں آسکی جیسا کہ امراء کے تقرر میں ہوتا تھا' بلکہ اکثر قاضی صنہاجہ قبائل کے علاوہ تھے جیسے عبدالرحمن الکتانی اور عبدالملک المصمودی مراکش میں' اور محمد التمیمی اشبیلیہ میں۔ اور تحسین قضاۃ کے سلسلہ میں ان کی یہ پالیسی کامیاب رہی کہ اس طرح وہ یہ تاثر قائم رکھ سکے کہ عدل و انصاف میں ہر خاص و عام ان کے نزدیک برابر ہے اور یہ کہ کتاب و سنت کی تعلیمات ہی رعایا پر نافذ ہیں جس میں کسی قسم کی گروہی یا مذہبی تفریق نہیں ہے)

الموحدون:

مرابطین کی حکومت 542ھ / 1147ء تک اندلس میں قائم رہی جسے الموحدین نے ختم کر کے اپنا تسلط قائم کیا' الموحدون ایک تحریک تھی جس کا بانی محمد بن عبداللہ بن تومرت تھا جو بنیادی طور پر ایک عالم اور مبلغ تھا' المرابطون سے اقتدار حاصل کر لینے کے بعد اس خاندان کے لوگوں نے ایک سو سال تک اندلس اور مراکش پر حکومت کی الموحدون کے دور میں شریعت اسلامیہ پر اور بھی سختی سے عمل ہوتا تھا' فوجداری قوانین میں نفاذ حدود کا عمل کامل طور پر رائج تھا۔ "2"
الموحدین کے عہد حکومت کے نظام قضاء کے بارے میں ابراہیم حرکات کہتے ہیں:۔

"...لیس من المبالغۃ ان یقال بان نظام القضاء فی عھد الموحدین کان نسخۃ طبق الاصل من النظام الذی عرفہ المرابطون قبلھم۔""3"

1۔ ابراہیم حرکات' المغرب عبرالتاریخ' (دار البیضاء' المغرب دار السلمی للطباعۃ والنشر' 1384 / 1965ء) ج 1 ص 215

2۔ محمد رضا خان' تاریخ سلطانان عالم' (لاہور: علمی کتب خانہ' 1982ء)

3۔ ابراہیم حرکات' المغرب عبرالتاریخ' ج 1 ص 337

marfat.com

(یہ کہنا بلا مبالغہ صحیح ہو گا کہ الموحدون کے دور میں نظام قضاء اسی نظام ہی کا حقیقی عکس تھا جسے ان سے قبل المرابطون نے متعارف کروایا تھا) (True Copy)

اندلس میں بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی حکومتوں کے عرصہ میں شرعی قوانین رائج رہے' نفاذ حدود اس قانون کا ایک لازمی جزو تھا' ڈاکٹر گستاولی بان کا ایک بیان ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں جس کا اعادہ کرنا یہاں فائدہ سے خالی نہ ہو گا وہ اندلس کا عمومی تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

"...اندلس کا معاشرتی قانون' قرآن او رتفاسیر قرآن پر مبنی تھا' یہی کتابیں عدالتوں کی دستور العمل تھیں۔ "1" عدالتی نظام اور کارروائی کا ضابطہ مسلمانوں میں بہت ہی سادہ ہے 'مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتا ہے' جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے' اور اس کے فیصلہ کا مرافعہ نہیں ہے' فریقین اصالۃً عدالت کی طلبی پر حاضر ہوتے ہیں اور واقعات کو زبانی بیان کر کے ثبوت پیش کرتے ہیں' جس میں اقرار حلفی اور گواہ دونوں ہیں' فیصلہ سر اجلاس سنایا جاتا ہے' مجھے مراکش کی ایک عدالت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا' قاضی ایک کھلے ہوئے مقام پر جو بادشاہ کے قصر سے ملاہوا تھا اجلاس کر رہا تھا اور فریقین مقدمہ اور گواہ اس کے آس پاس بیٹھے تھے اور اپنے دعوؤں کو مختصر الفاظ میں بیان کر رہے تھے' جن صورتوں میں ممکن تھا یعنی جہاں مثلاً" چند دروں کی سزا دینی تھی فیصلہ کا نفاذ سر مجلس کر دیا جاتا تھا۔ "2"

750ء سے 1609ء (133 - 1017ھ) کے درمیانی عرصہ کا حال اندلس بیان کرتے ہوئے ایس پی اسکاٹ کہتے ہیں:

"...اسلامی قانون کی رو سے بادشاہ وقت ہی عدل و انصاف کا منبع سمجھا جاتا ہے' چونکہ صرف بادشاہ ہی کو درجہ مشیخت حاصل تھا اس لئے وہ اکثر اپنے محل کے دروازہ پر عدل و انصاف کے لئے اجلاس کیا کرتا تھا' وہیں رعایا کی نالشیں سنتا تھا' ان کے قضایا کا فیصلہ کیا کرتا تھا بادشاہ کا ماتحت اول قاضی ہوتا تھا اس کو دیوانی و فوجداری اختیارات حاصل ہوتے تھے جس کے فیصلے اور فتویٰ پر درے لگانے' ہاتھ پاؤں کاٹنے سے لے کر قصاص تک کی تعمیل فوراً" کی جاتی تھی..." "3"

1۔ گستاولی بان' تمدن عرب' ص 406

2۔ ایضاً۔ ص 531

3۔ ایس پی اسکاٹ' اخبار الاندلس' ج 3 ص 503

marfat.com

اسکاٹ، شرعی حدود کے نفاذ کی شہادت دیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:۔

"۔۔چونکہ تمام قوانین کا ماخذ قرآن تھا اس لئے بغداد ہو یا قرطبہ، قانون دونوں خلفاء کا ایک ہی تھا، بادشاہ بنفس نفیس نالشات کو سنتا اور انصاف کرتا تھا، دونوں ملکوں میں قاضی حکم دیوانی و فوجداری ہوتا تھا، قاضی کے عہدہ پر صرف وہی لوگ فائز ہو سکتے تھے جو بہت بڑے عالم، تجربہ کار اور انصاف دوست ہوں، خلفاء وقت تک کو ان کے احکام کی تعمیل کرنی پڑتی تھی، تمام قاضی ایک قاضی القضاۃ کے ماتحت ہوتے تھے، یہ عہدہ دار سلطنت بھر میں سب سے بڑا با اختیار حاکم ہوتا تھا"1"

حسن ابراہیم حسن اندلس کے نظام قضاء کے بارے میں کہتے ہیں کہ:۔

"...قرآن و سنت اندلس میں اسلامی قانون کے ماخذ تھے، وہاں کے قاضی اپنے فیصلوں میں قرآن و سنت کے احکام اور امام مالک کے مذہب پر چلتے تھے، گورنر اور حکام قاضیوں کے فیصلوں کا نفاذ کرتے تھے..." "2"

1۔ ایس پی اسکاٹ، اخبار الاندلس، ج 3 ص 701

2۔ حسن ابراہیم حسن، التاریخ السیاسی الاسلامی، ص 570

marfat.com

جزائر صقلیہ (سسلی)

صقلیہ بحر روم کے جزائر میں ایک جزیرہ ہے جس کے شمال میں جنوبی اٹلی واقع ہے' مسلمانوں نے اس جزیرہ کو فتح کرنے کے لئے 33ھ / 653ء میں حضرت رافع بن خدیج کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا یہ جزیرہ ان دنوں رومن ایمپائر کے تابع تھا اور قیصر روم (دوئم قسطین) 31ھ میں مسلمانوں کے مقابلہ ہزیمت اٹھا کر قسطنطنیہ واپس جانے کی بجائے یہاں آکر پناہ گزین ہوا تھا' قیصر روم کے صقلیہ میں قیام سے صقلیہ رومی ریشہ دوانیوں کا مرکز بن گیا' چنانچہ مسلمانوں نے اس پر حملہ کر کے اسے اسلامی قلمرو میں شامل کرنے اور قیصر کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا'

اس وقت کے والی شام حضرت امیر معاویہ نے خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس جزیرہ پر حملہ کی اجازت پا کر تین سو جنگی جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑا صقلیہ روانہ کیا۔ "1" اسلامی جہازوں نے لنگر انداز ہوتے ہی ایک ایلچی گورنر صقلیہ کے دربار میں روانہ کیا جس نے گورنر کو مسلمانوں کے آنے کی غرض و غایت بتائی' گورنر صقلیہ کے بعض سوالوں کے جوابات دیئے اور فضائل نبوی و اسلام کی عالمگیر اشاعت اور اسلامی فتوحات کے حالات سے آگاہ کیا' آخر میں اسلامی مندوب نے بھرپور انداز میں اسلامی لشکر کا مدعا ان الفاظ میں بیان کیا:۔

> "۔ اب یہی دو صورتیں ہیں' یا تو تم لوگ دین اسلام میں داخل ہو جاؤ' اور یا ہماری ذمہ داری میں آجاؤ اور اس کے معاوضہ میں جزیہ ادا کرو جو ذمی ممالک سے لیا جاتا ہے اس کے بعد ہم تمہاری حفاظت کے پورے ذمہ دار ہوں گے' اپنے ملک میں امن و امان کی زندگی بسر کرو ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار ہے۔ "2"

اس پیغام کا جو جواب دربار صقلیہ سے ملنا متوقع تھا وہی ملا' دربار کے ایک بطریق نے اسلامی لشکر کو دعوت مبارزت دی اور مسلمان صقلیہ کے رومیوں پر ٹوٹ پڑے' جنگ کا یہ سلسلہ مدتوں قائم رہا تا آنکہ 122ھ (739ء) میں رومیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور صقلیہ نے مسلمانوں کی باجگذار ریاست بن کر رہنے کا معاہدہ کیا۔ "3" متعدد بار اس معاہدہ کے خلاف اہل صقلیہ کا طرز عمل سامنے آتا رہا تا آنکہ 212ھ (827ء) میں معاہدہ کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے قیصر

1۔ ندوی' سید ریاست علی' تاریخ صقلیہ' (اعظم گڑھ انڈیا: دار المعارف دار المصنفین' 1354 (1936ء) ج 1 ص 73 - 79

2۔ ندوی' سید ریاست علی' تاریخ صقلیہ' ج 1 ص 81

3۔ ایضاً - ص 103

marfat.com

روم کی طرف سے صقلیہ پر ایک بطریق کو والی مقرر کر دیا گیا جس نے صقلیہ سے افریقہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو صقلیہ کی جانب ایک بار پھر متوجہ ہونے پر مجبور کیا' چنانچہ والی افریقہ زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب نے صقلیہ پر باقاعدہ حملہ کر کے اسے باجگذار ریاست رکھنے کی بجائے دارالاسلام میں شامل کرنے کا تہیہ کیا اور قاضی اسد بن فرات کو جو ایک ممتاز اہل علم' امام مالک' قاضی ابو یوسف' اور امام محمد کے تلمیذ رشید تھے' اور افریقہ کے قاضی القضاۃ تھے' کو امیر صقلیہ بنا کر روانہ کر دیا۔ "1"

قاضی اسد نے صقلیہ کے شہر مازر کو دارالحکومت بنایا اور صقلیہ کے دیگر علاقوں کو اسلامی قمرو میں شامل کرنے کی مہم شروع کی' قاضی اسد کا انتقال 213ھ / 828ء میں ہوا جن کے بعد محمد بن ابی الجواری' زہیر بن غوث بن ابن الجواری اور محمد عبداللہ بن الاغلب کے بعد دیگرے والی صقلیہ ہوئے' مگر صقلیہ میں اسلامی نظام حکومت مکمل طور پر محمد بن اغلب بن عبداللہ ہی کے دور (217ھ / 823ء) میں قائم ہوا' اس نے بلرام کو اپنا پایہ تخت قرار دیا اور افریقہ کی اسلامی حکومت کے تابع رہنے کی بجائے آزاد ریاست اسلامی "صقلیہ" کی بنیاد رکھی۔ "2"

صقلیہ میں قاضی اسد کا تقرر ایک ایسا دلچسپ واقعہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صقلیہ پر اسلامی حکومت بعد میں قائم ہوئی جبکہ اسلام کا نظام قضاء پہلے قائم ہو گیا قاضی اسد افریقہ کے قاضی تھے' انہیں جب امیر صقلیہ مقرر کیا گیا تو انہوں نے کہا' کیا میں عہدہ قضاء کو چھوڑ کر امارت کو قبول کر لوں؟ چنانچہ زیادۃ اللہ والی افریقہ نے انہیں معاً" قاضی و امیر صقلیہ مقرر کیا' صقلیہ میں نظام حکومت کی تشکیل کے ساتھ ہی باقاعدہ محکمہ قضاء بھی قائم ہوا' دارالسلطنت .بیلرم کے قاضی کو قاضی القضاۃ کی حیثیت دی جاتی اور دیگر شہروں میں قاضی و مفتی مقرر کئے جاتے تھے' مقدمات کا فیصلہ اسلامی قوانین فواجداری کی رو سے ہوتا تھا' نفاذ حدود میں فقہ حنفی سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی' اصل صقلیہ کی اکثریت حنفی المذہب تھی۔ "3" تاہم کچھ عرصہ بعد حنفی و مالکی دونوں فقہوں کے علماء قاضی بنائے جانے لگے' فاطمی دور حکومت میں صقلیہ کی عدالتوں میں شیعی فقہ کے مطابق فیصلے ہونے لگے' جبکہ دولت کلبیہ کے عہد میں عہدہ

1۔ ندوی' سید ریاست علی' تاریخ صقلیہ' اعظم گڑھ' انڈیا' دار المعارف' دار المصنفین' 1354ھ (1936ء) ص 128

2۔ ندوی' سید ریاست علی' تاریخ صقلیہ' ج 1 ص 163

3۔ المقدسی' احسن التقاسیم' ص 238

marfat.com

قضاء پر سنی المذہب علماء کا تقرر عمل میں آیا اور عدالتیں سنی فقہ کے مطابق فیصلے دینے لگیں، عیسائیوں کو انہی کے قوانین کا پابند کیا گیا اور ان پر اسلامی قانون فوجداری کو لاگو نہیں کیا گیا، ان کے مقدمات کا تصفیہ الگ عدالتوں میں ہوتا تھا۔ "1"

صقلیہ کے محکمہ قضاء کا ایک شعبہ شرطہ تھا جو عدالت کو تحقیق جرائم میں مدد دیتا تھا اور عملاً" نفاذ حدود کا ذمہ دار تھا، زنا، مے نوشی و دیگر جرائم پر اجراء حد اسی شعبہ کی ذمہ داری تھی۔ "2" صقلیہ میں اسلامی نظام حکومت 464ھ (1071ء) تک قائم رہا۔ "3"

---

1 الیس پی اسکاٹ، اخبار الاندلس، ج 2 ص 34

نیز گستاولی بان، تمدن عرب، ص 281

2 - تاریخ صقلیہ، ج 2 ص 94

3 - تاریخ صقلیہ، ج 1 ص 441

marfat.com

افریقہ

افریقہ کی وجہ تسمیہ:

"۔۔قیل انها سمیت بافریقیا لانها فرقت بین المشرق والمغرب، ولا یفرق بین الاثنین الا احسنها" و قیل سمیت افریقیا باسم اهلها وهم الافارقة، والا فارقة من ولد فاروق بن مصرایم، وقال آخرون الافارقة من ذرية قوط بن حام بن نوح علیه السلام سمو باسم البلاد۔""1"
وقیل سمیت بفارق بن بیصر بن حام بن نوح علیه السلام"2"

(افریقہ کو افریقہ کہنے کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ مشرق و مغرب کے مابین حد فاصل ہے، اور دو چیزوں کا وسط ہی ان سے بہتر ہوتا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ افریقہ اپنے باشندوں کی مناسبت سے افریقہ کہلاتا ہے کہ وہ افارقہ ہیں اور افارقہ سے مراد فاروق بن مصرایم کی اولاد، کچھ اور لوگوں کا خیال ہے کہ افارقہ دراصل قوط بن حام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ملک کے نام پر ان کا نام افارقہ پڑگیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ افریقہ کا نام فارق بن بیصر بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام کی وجہ سے ہے)

مدن افریقہ یا افریقیہ

افریقہ میں مندرجہ ذیل علاقہ جات شامل تھے:

برقہ، طرابلس، غدامس، فزان، اوجلہ، ودان، کوار، قفصہ (تونس)، تسطیلیۃ، قابس، جریہ، تمرت، باجہ، الاربس، شقنباریہ، صبرۃ، سیطلہ، باغایۃ، لمیس، ذنہ، درعۃ، مجانۃ، سوسہ (تونس)، بنزرت، زغوان، جلولاء قرطاجنۃ، تونس۔"3"

1۔ ابن ابی دینار، ابو عبداللہ محمد بن ابو القاسم الرعینی، القیروانی۔ المونس فی اخبار افریقیا و تونس، (تونس: المکتبۃ العتیقیہ، 1387ھ) صفحہ 19

2۔ القلقشندی، صبح الاعشیٰ، ج 5 ص 96

3۔ ابن ابی دینار، المونس، ص 22

marfat.com

جدید افریقہ: جدید افریقہ کے اہم ممالک مندرجہ ذیل ہیں۔

حبشہ (ایتھوپیا و اریٹیریا)۔ ٬صومالیہ٬ مصر و سوڈان٬ لیبیا٬ تونس٬ الجزائر٬ مراکش٬ موریطانیا٬ سینگال٬ نائیجریا٬ اور بعض دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستیں۔ واضح ہو کہ افریقہ اب ایک مستقل براعظم ہے قدیم زمانہ میں عرب اسے افریقیہ کہا کرتے تھے افریقہ میں نفاذ حدود کا جائزہ لینے کے لیے مختصر الفاظ میں افریقہ میں دخول اسلام کا حال بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

افریقہ میں دخول اسلام

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمرو بن العاص نے اطرابلس فتح کرنے کے بعد افریقہ پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی لیکن امیر المومنین نے اس سے منع فرما دیا٬ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح٬ والی مصر کو افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت دے دی اگرچہ شروع میں آپ بھی اس سلسلہ میں متامل تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح 27ھ / 648ء میں 20 ہزار کا لشکر لے کر افریقہ کی طرف متوجہ ہوئے٬ بعض نے یہ واقعہ 28ھ میں / 649ء جبکہ بعض نے 26ھ / 647ء میں قرار دیا ہے۔ "1"

اس زمانہ میں افریقہ پر بادشاہان فرنجہ حاکم تھے٬ مقابلہ کے بعد افریقہ کے ایک حصہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا جسے سیعلہ کہا جاتا ہے سیعلہ پر (شاہ جرجیس) اور بعض (قدیم عربوں) کے مطابق جرجیر کی حکومت تھی۔ "2"

لیکن بقول بلاذری یاقوت اور٬ واقدی٬ یہاں کوئی امیر مقرر نہیں کیا گیا۔ "3"

اسلام کے ابتدائی دور میں قیروان افریقہ کا دارالحکومت تھا پھر فاطمی خلیفہ عبیداللہ المہدی نے 303ھ / 915, 916ء میں المہدیہ آباد کیا اور اسی کو دارالحکومت قرار دیا٬ اس کے بعد تونس افریقی دارالحکومت قرار پایا۔ "4"

امیر شکیب ارسلان نے افریقہ کو اشاعت اسلام کے لحاظ سے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے

1- بلاذری٬ احمد بن یحیٰ٬ جابر الشمیر٬ فتوح البلدان٬ (کراچی: نفیس اکیڈمی٬ 1986ء) ص 327

2- ابن ابی دینار٬ المونس٬ ص 26

نیز القلقشندی٬ صبح الاعشیٰ ج 5٬ ص 111

3- بلاذری٬ فتوح البلدان ص 328ء نیز یاقوت٬ معجم البلدان٬ ج 3 ص 187

4- القلقشندی٬ صبح الاعشیٰ٬ ج 5 ص 97

marfat.com

1- پہلا دور: 638 تا 701ء/ (17-82ھ)

(جبکہ افریقہ فتح ہوا اور اس وقت جس کے حدود بحر متوسط (روم) سے لے کر سوڈان تک تھے)

2- دوسرا دور 701ء سے 1750ء (82-1163ھ) تک

(اس دور میں اسلام نوبہ (سوڈان) کے نصاریٰ کے مراکز، قوم غالہ، سواحلی علاقہ ساحل زنجبار اور قبائل صحرا میں پہنچا اور سوڈان میں مسلمانوں نے اپنے مذہبی مراکز قائم کئے۔

3- تیسرا دور: 1750ء تا 1901ء (1163-1318)

عصر حاضر کے مورخین نے اس کے بعد افریقہ کو مزید دو ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

4- چوتھا دور 1901 تا 1936ء (1318-1354ھ)

5- 1936ء (1354ھ) تا حال

سن 160ھ (776ء) میں عبدالرحمن بن رستم نے الجزائر میں مستقل حکومت اسلامیہ کی بنیاد رکھی (یہ خوارج کی وہاں پہلی مستقل حکومت تھی)، اس وقت قیروان میں عباسی امیر تھا جو مقابلہ نہ کر سکا۔ "1"

چنانچہ دولت رستمیہ کی بنیاد پڑی، اس خود مختار افریقی اسلامی مملکت میں شرعی حدود فقہ اباضی کے مطابق نافذ تھیں اور محکمہ قضاء بڑی شان و شوکت و وسیع اختیارات کا مالک تھا، الجیلالی کے مطابق:

"...وكان محور نظام الحكم بهذه الدولة على قواعد الكتاب والسنة حسبما تؤديه اجتهاد أئمة المذهب الاباضي۔" "2"

(اس ملک میں نظام حکومت کتاب و سنت کے اصولوں کے مطابق آئمہ مذہب اباضی کے اجتہادات کی روشنی میں قائم تھا)

1- الجیلالی، عبدالرحمن بن محمد، تاریخ الجزائر العام (بیروت، منشورات دار مکتبہ الحیاۃ 1384/1965) ج 1 ص 220-

2- الجیلالی، عبدالرحمن بن محمد، تاریخ الجزائر العام، ج 1، ص 220/221

marfat.com

افریقہ میں اباضیوں کی حکومت (دولت رستمیہ) 160 سے 296ھ (776 - 909ء) تک قائم رہی۔

دولت رستمیہ کے قیام کے بارہ برس بعد ہی افریقہ میں الادارسہ کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ ادریس الاکبر بن عبداللہ الکامل بن الحسن المثنٰی بن علی بن ابی طالب سلطنت ادارسہ کے بانی تھے' یہ سلطنت 172 سے 375ھ (789 - 986ء) تک "المغرب الاقصیٰ" میں قائم رہی' ادارسہ کے اقتدار میں اسلام کا نظام جرم و سزا رائج تھا اور شرعی حدود نافذ تھیں۔ "1"

رستمیہ و ادارسہ کے ساتھ اغالبہ تونس' حاکم ہوئے یہ مذہبا" حنفی تھے ان کا اقتدار 184ھ سے 290ھ (800 - 903ء) تک رہا شرعی حدود نافذ تھیں۔

اغالبہ کے بعد شیعوں کی دولت فاطمیہ عبیدیہ قائم ہوئی 296ھ سے 361ھ (909 - 972ء تک یہ افریقہ پر چھائے رہے اور پھر ان کا اقتدار مصر میں منتقل ہوا۔ "2"

افریقہ میں دولت فاطمیہ کے بعد مندرجہ ذیل حکومتیں قائم ہوئیں۔

دولت الزیریہ الصنہاجیۃ:	361ھ - 406ھ (971 - 1016ء)
دولت حمادیہ:	405ھ - 558ھ (1014 - 1163ء)
المرابطون:	472ھ - 570ھ (1079 - 1174ء)
الدولۃ الحفصیہ (تونس):	627ھ - 943ھ (1229 - 1536ء)
الدولۃ المرینیۃ (مراکش):	668ھ - 961ھ (1269 - 1554ء)
بنی عبدالواد الزیانیہ:	633ھ - 737 (1236 - 1337ء)
بنی مرین:	737ھ - 916ھ (1337 - 1511ء)
الاتراک:	923ھ - 962ھ (1517 - 1554ء)
الموحدون:	524ھ - 633ھ (1120 - 1235ء)

مذکورہ بالا سب کی سب مسلم حکومتیں تھیں' ان تمام ادوار کا نظام جرم و سزا اسلامی نظام عدل ہی کے مطابق رہا اور نفاذ حدود کا عمل ان تمام ادوار میں جاری تھا۔ "3"

مسٹر آئی - ہرک کہتے ہیں:-

1- الجیلالی، عبدالرحمن بن محمد' تاریخ الجزائر العام' ج 1 ص 268

2 - ایضا" - ج 1 - ص 319

3 - الجیلالی' ج 1 و 2 صفحات متعددہ۔

marfat.com

"...Islam is not only a religion : it is a comprehensive way of life, catering for all the fields of human existances. Islam provides guidence for all aspects of life individual and social, material and moral, economic and political, legal and cultural, national and international. <1> Between the seventh & sixteenth centuries, Islam had become established through large parts of Africa. <2>

"...اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ یہ زندگی گزارنے کا ایک مکمل نظام ہے جس میں انسانی ضروریات سے متعلق تمام معاملات موجود ہیں' اسلام زندگی کے تمام اندرونی و بین الاقوامی شعبوں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے سترہویں اور اٹھارویں صدی کے دوران اسلام افریقہ کے بڑے حصوں میں منظم انداز میں رائج تھا)۔

1750ء (1164ھ) میں جبکہ مسلمانوں کی مرکزی طاقت خلافت عثمانیہ اپنے عروج پر تھی اس وقت افریقہ میں مسلمانوں کی شان و شوکت کا اندازہ ایک غیر مسلم مورخ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔

"...سلیمان اول 936 - 974ھ (1530 - 1566ء) کے عہد حکومت میں شمالی افریقہ کی اکثر فتوحات مکمل ہو چکی تھیں۔ سلیمان اول شام اور مصر کے فاتح کا سپوت اور وہ حکمران تھا جس کے زمانہ میں عثمانی شہنشاہیت اپنی طاقت کی انتہاء کو پہنچ گئی تھی' سلیمان کے دور میں ہنگری کا بڑا حصہ مفتوح ہو چکا تھا۔ وائنا محصور ہو چکا تھا اور جزیرہ رھوڈس پر قبضہ ہو چکا تھا' اس وقت عثمانیوں کا تسلط جنوب میں بڈاپسٹ سے لے کر دجلہ کے کنارے بغداد تک اور کریمیا سے لے کر دریائے نیل کے آبشاروں تک تھا۔ حالیہ زمانہ میں مسلمانوں کی یہ سب سے بڑی مملکت ہی نہیں تھی بلکہ تمام زمانوں میں مسلمانوں کی یہ سب سے زیادہ پائندہ سلطنت تھی۔ "3"

گویا افریقہ میں اسلامی نظام عدل و نفاذ حدود' افریقہ میں وصول اسلام سے عروج اسلام تک ہر دور میں رہا ہے۔

---

1 - Hrbek, General History of Africa 7th to 11th Century,

James Currey, California, Unesco 1992 P. 20

2 -do- P.48

3۔ المسدوسی' احمد عبداللہ' افریقہ ایک چیلنج ص 92

marfat.com

مصر و شام

مصر و شام عہد خلافت فاروقی میں فتح ہوئے، خلافت راشدہ میں یہ دو الگ الگ ولایتوں کی صورت میں اسلام کے دو اہم سیاسی مراکز تھے جبکہ عہد اموی میں دمشق کو دار الخلافہ کا درجہ حاصل ہو گیا اور مصر ایک ولایت کی حیثیت سے مرکز سے منسلک رہا۔

عہد بنو عباس میں دار الخلافہ شام سے بغداد منتقل ہوا اور یوں شام ایک بار پھر مصر کی طرح ایک ولایت قرار پایا۔

فتح مصر سے عہد بنی طولون تک شام سے اس کا کوئی الحاق نہ تھا اور یہاں کا والی مستقل طور پر خلیفہ کی طرف سے مقرر کیا جاتا تھا عہد بنی طولون تک مصر میں 66 والی مقرر ہوئے جن کے دور میں مصر میں خلافت راشدہ کا قائم کردہ نظام عدل ہی نافذ تھا اور حدود شرعیہ اس نظام عدل کا اہم جزو تھیں جو مکمل طور پر نافذ تھیں۔ "1"

بنی طولون نے پہلی بار مصر و شام میں الحاق کر کے اسے ایک خود مختار اسلامی ریاست کا درجہ دیا۔ "2"

1- احمد شلبی، موسوعۃ التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ، ص 58

2- ایضاً - ص 27 - 30

marfat.com

عہد بنی طولون و بنی اخشید
(254-292ھ / 868-905ء)

عہد بنی طولون کے ابتدائی چند سالوں تک مصر کی حیثیت خلافت اسلامیہ کی ایک امارت یا صوبہ کی سی تھی اور خلافت بنو عباس کے دور میں خلیفۃ المسلمین کی طرف سے مصر کا گورنر اور قاضی مقرر کیا جاتا تھا' احمد بن طولون مصر کا وہ پہلا گورنر ہے جس نے مصر میں خود مختار حکومت کی بنیاد رکھی۔ "1"

یہ خاندان بنی طولون کا بانی تھا جو ترکی سپہ سالار مصر بایکبک کے نائب کی حیثیت سے 254ھ (868ء) میں فسطاط (مصر) میں داخل ہوا اس نے دس سال کے عرصہ میں مصر اور شام کو متحد کر کے اپنی حکمرانی میں شامل کر لیا اور عملاً" خلیفہ کی اطاعت ترک کر دی۔ خلیفہ المعتمد (عباسی) کے دور میں ابن طولون تین لاکھ سالانہ خراج ادا کیا کرتا تھا' اس سے قبل المعتضد کے تخت نشین ہونے کے وقت ابن طولون سے خلیفہ کا جو معاہدہ ہوا تھا اس کے مطابق مصر و شام اور عراق (ماسوا موصل) پر طولونیوں کی حکومت کو خراج کے بدلے تسلیم کر لیا گیا تھا۔

احمد بن طولون کے عہد حکومت میں احمد خود بنفس نفیس مظالم کی شکایت کسی عدالت میں سنتا تھا' جبکہ قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی موجود تھا' احمد کے قاضی القضاۃ ابوبکرہ' بکار ابن قتیبہ کا نام تاریخ میں محفوظ ہی نہیں معروف بھی ہے' جو حدود شرعیہ کے نفاذ میں کسی کی رو رعایت نہیں کرتے تھے' "2" بنی طولون اور بنی اخشید کے دور میں مصر کا نظام عدل مذاہب فقہ کے تابع تھا اور کسی ایک مذہب کی پیروی کی بجائے چاروں مذاہب کے قاضی مقرر کئے گئے تھے جو فریقین مقدمہ کے فقہی مذہب کے مطابق فیصلہ کرتے تھے' حسن ابراہیم کہتے ہیں:۔

"۔۔ ولم يكن القضاء في عهد الطولونيين (254 - 292ھ) والاخشيديين (323 - 358ھ) تابعين لمذهب واحد' بل كان كل منهم يحكم وفق المذهب الذى ينتمى اليه' وقد سمع فى عهد الطولونيين القاضى بكار ابن قتيبه وكان

1۔ ناصر الانصاری' حکام مصر من الفراعنہ الی حسنی مبارک' القاہرۃ' دار الشروق' 1987ء' ص 78

2۔ الکندی' کتاب الولاۃ والقضاۃ' ص 514'

نیز' انتظام اللہ شہابی' تاریخ ملت "تاریخ مصر و مغرب اقصیٰ" (دہلی ندوۃ المصنفین' 1950ء) ج 7 ص 70

marfat.com

من اعلم القضاة والفقهاء والاشراف من اہل مصر والشام والثغور..."[1]

(طولونیوں اور اخشیدیوں کے دور 868 - 905ء (254 - 292ھ) میں نظام قضاء کسی ایک مذہب فقہی کے تابع نہ تھا بلکہ فریق مقدمہ کے فقہی مذہب کے مطابق سماعت و فیصلہ ہوتا تھا' طولونیوں کے عہد میں قاضی بکار ابن قتیبہ معروف ہوئے جو مصر و شام کے معروف قضاۃ و فقہاء میں یکتائے روزگار تھے)

چوتھی صدی ہجری میں مصر و دیگر اسلامی دنیا میں اسلام کا نظام جرم و سزا رائج تھا اور شرعی حدود اسلامی ممالک میں نافذ تھیں' محمد عبدالهادی ابوریدہ' آدم متز کے حوالہ سے کہتے ہیں

"...وكان القضاء والنظر فى المظالم يقومان جنباً لجنب فى جميع البلاد الاسلامية. ولكن اختصاص كل من هذين القضائيين لم يحدد تحديداً دقيقاً وكانت المسألة الهامة دائماً هى هذه: ايهما اقوى؟ سلطان الاسلام الذى يمثله القاضى ام السلطة الدنيوية؟ وكانت الامور المتعلقة بالحدود تقدم الى صاحب المظالم وكان القاضى احياناً ينظر فى المظالم وكان قاضى القضاة بنوع خاص ينظر فى المظالم بدار السلطان..."[2]

كان ينظر فى المظالم بمصر قاضى الاخشيد الذى ولى القضاء سنة 324ھ وفى بغداد فى سنة 394ھ وفى الاهواز تقلد القاضى التنوخى (317ھ) القضاء والمظالم' فكان قاضى القضاة يجلس بالقاهرة السبت والثلاثاء بزيادة جامع عمرو بن العاص على طراحة ومسند حرير وكان الشهود يجلسون حواليه..."[3]

---

1 - حسن ابراہیم حسن' تاریخ الدولة الفاطمیہ "فی المغرب و مصر و سوریہ و بلاد العرب" (القاہرہ: مکتبۃ النہضۃ المصریہ' القاہرہ ' 1981ء) ص 306

2 - آدم متز' الحضارة الاسلامیہ فی القرن الرابع الهجری' ص 427

3 - ایضاً" ص 415 , 427

marfat.com

(قضاء اور نظر مظالم کے ادارے تمام اسلامی ممالک میں ساتھ ساتھ چلتے تھے، مگر ان میں سے ہر ایک کے دائرہ کار کی کوئی حدود متعین نہ تھیں اور ہمیشہ یہی اہم مسئلہ پیش آتا تھا کہ دونوں میں سے زیادہ بااختیار (powerfull) کون ہے بادشاہ جس کی نمائندگی قاضی کرتا ہے یا دنیاوی اقتدار؟

حدود سے متعلق امور کبھی تو صاحب مظالم کے ہاں پیش کئے جاتے تھے اور کبھی قاضی ان معاملات کو نمٹایا کرتا اور قاضی القضاۃ بطور خاص دارالسلطان میں مظالم سے متعلق شکایات سنتا تھا۔

مصر میں نظر مظالم کا کام اخشیدی قاضی انجام دیتا تھا جسے 324ھ (935ء) میں مقرر کیا گیا جبکہ بغداد میں 314ھ میں اور اہواز میں تنوخی قاضی نے 317ھ (929ء) میں منصب قضاء و نظر مظالم کا شعبہ سنبھالا' قاہرۃ میں ہفتہ اور منگل کو مسجد عمرو بن العاص میں قاضی کی عدالت لگتی تھی' جس کے لئے ریشمی مسند بچھائی جاتی تھی اور گواہ اس کے آس پاس بیٹھتے تھے)

marfat.com

عہد سلطان نور الدین زنگی و صلاح الدین ایوبی

نور الدین زنگی نے 549ھ (1154ء) میں دمشق کو فتح کیا اور آزاد خود مختار حکومت قائم کی صلاح الدین ایوبی ان کے بھیجتے تھے' جنہیں نور الدین نے فاطمی خلیفہ کی درخواست پر صلیبیوں کے مقابلہ کے لئے مصر روانہ کیا تھا۔ نور الدین حنفی المذہب عالم تھا اور علماء سے محبت کرنے والا حکمران تھا' عدل گستری اور نفاذ شریعت مطہرہ اس کا شہرہ آفاق کارنامہ ہے' ابن اثیر کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بعد ملک نور الدین ایسا پابند شریعت' عادل حکمران کوئی نہ تھا' ابن اثیر ہی کا کہنا ہے کہ نور الدین پہلا بادشاہ ہے جس نے دار العدل تعمیر کرایا' وہ خود دار العدل میں بکثرت بیٹھتا تھا اور داد رسی کرتا تھا۔ "1"

سلطان نور الدین (متوفی 574ھ / 1178ء) شریعت کی جس قدر خود پابندی کرتا وہ عام لوگوں کو بھی ویسا ہی پابند شریعت دیکھنا چاہتا تھا' اس کی وسیع مملکت میں کسی شخص کو یہ جرات نہ تھی کہ کھلے بندوں احکام شریعت کی خلاف ورزی کر سکے' قمار بازی' شراب نوشی' اور دیگر منشیات کے استعمال کا ملک سے یکسر خاتمہ ہو گیا تھا۔ "2"

نور الدین محمد زنگی نے مقدمات کے تصفیہ کے لئے جو باقاعدہ دارا لکشف بنایا تھا' اور جسے دار العدل سے موسوم کیا گیا' اس کی حیثیت ہائی کورٹ کی تھی' ہفتہ میں دوبار اس کے اجلاس ہوتے تھے جن کی صدارت سلطان خود کرتا تھا' ان میں ہر فقہی مسلک کے بڑے بڑے قاضی' محدث' فقہاء اور مفتی حاضر رہتے تھے' اور اگر ضرورت ہوتی تو سلطان کو مشورہ دیتے تھے دار العدل میں ہر شخص بلا روک ٹوک جا سکتا تھا۔ اور بغیر کسی خرچ کے انصاف حاصل کر سکتا تھا' ملک کے چپہ چپہ میں ماتحت عدالتوں کا جال بچھا ہوا تھا جن کے سربراہ اعلیٰ' اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک قاضی حضرات ہوتے تھے ان قاضیوں کا تقرر سلطان خود یا اس کا محکمہ قضاء کرتا تھا۔ "3"
سلطان قاضیوں کا بڑا احترام کرتا تھا اور اپنے ماتحت افسروں اور وزراء کو بھی قاضیوں کے احترام کی تاکید کرتا تھا' وہ رعایا میں عدل و انصاف کے قیام پر خصوصی توجہ دیتا اور اپنے والیوں کو بھی عدل کی خاص ہدایت کرتا تھا۔

---

1 - ابن اثیر' الکامل' ج 11: ص 197

2 - ابن کثیر' عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر' البدایہ والنھایہ' (کراچی: نفیس اکیڈمی' 1987ء) ص 12: 502 / 504

3- طالب ہاشمی' الملک العادل سلطان نور الدین زنگی' (لاہور: قومی کتب خانہ ستمبر 1974ء) ص 289/290

marfat.com

صلاح الدین کی عدل پسندی کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے اپنے بھائی کو تحریر کیا' خط کا متن حسب ذیل ہے:

"... واما القضاة الذين هم للشريعه اوتاد' ولامضاء احكامها اجناد' ولحفظ علومها كنوز لا يتطرق اليها النفاد' فينبغي ان يعول فيهم على الواحد دون الاثنين' وان يستعان منهم في الفصل بذي الايدي وفي اليقظة بذي اليدين' ومن رام هذا سائلاً فليلمه وليغلظ القول في تجريح ملامه وليعرف انه ممن رام امراً فاخطاء الطريق في استجلاب مرامه' وامر الحكام لا يتولاه من ساله وانما يتولاه من غفل عنه واغفله۔"1

(قاضی جو کہ شریعت کے ستون اور نفاذ احکام شریعت میں اللہ کے سپاہی' علوم شریعت کے محافظ اور خزانے ہیں' ان کا ادب و احترام یکساں اور بلا تفریق کیا جائے اور طاقتوروں کے خلاف مقدمات کے تصفیہ میں ان سے مدد لی جائے' اور جو کوئی اس منصب کی خواہش و طلب کرے وہ ملامت کیا جائے کیونکہ جو از خود اس راستہ پر چلنا چاہے وہ بھٹکے گا' اس نے حکام کو یہ ہدایت کی وہ کسی طالب "منصب قضاء" کو قاضی نہ بنائیں بلکہ کسی ایسے کو قاضی بنائیں جو اس سے دور بھاگتا ہو۔)

صلاح الدین ایوبی نے اپنے دور میں جن قاضیوں پر بھرپور اعتماد کیا ان میں قاضی القضاۃ صدر الدین ابن عبدالملک بن درباس شافعی ہیں جو 567ھ 1171ء میں مصر کے قاضی ہوئے (2) اور قاضی ابن ابی عصرون ہیں جنہیں 572 / 573 ھ (1176 - 1177ء) میں شام کا قاضی مقرر کیا گیا علاوہ ازیں قاضی بہاء الدین ابن شداد جو 583 ھ (1187ء) میں صلاح الدین کے قاضی اور دست راست رہے' انہیں صلاح الدین نے قاضی عسکر اور پھر بیت المقدس کا قاضی مقرر کیا' عز الدین بن عبدالسلام۔ (متوفی 660ھ / 1262ء) پر صلاح الدین کو بہت اعتماد تھا جنہیں مدرسۃ الصالحیہ مصر میں قضاء و تدریس کا منصب عطا کیا گیا۔"3"

1۔ القلقشندی' صبح الاعشیٰ' 13 / 146 / 147

نیز' درید عبدالقادر نوری' سیاسۃ صلاح الدین الایوبی' (بغداد' جامعہ بغداد' مطبعہ الارشاد' 1976ء) ص 416 و 417

2۔ ابن کثیر' البدایہ والنھایہ' ج 12 ص 417

3۔ ایضاً' ج 12 ص 417

marfat.com

صلاح الدین ایوبی اور اس کے مقرر کردہ قضاۃ شریعت مطہرہ کے مطابق قضایا فیصل کرتے تھے اور شرعی حدود نافذ تھیں۔

خود سلطان صلاح الدین شریعت کا پابند اور عالم دین تھا' امور شرعیہ میں وہ کسی کی سفارش کو ہرگز قبول نہیں کرتا تھا' درید عبدالقادر کے مطابق:

"...ولم یحکم صلاح الدین بھواہ' انما کانت الشریعۃ الاسلامیۃ الاساس الذی یستند الیہ' وکان یعتبر نفسہ خادماً للشریعۃ' مطبقاً لاحکامھا' منفذاً لحدودھا' لذلک لم یکن لصدیق او قریب منزلۃ عندہ فی حدود اللہ..."۔"۱"

(صلاح الدین ایوبی نے اپنی خواہش نفس کے مطابق نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق حکمرانی کی' وہ ہمیشہ شریعت اسلامیہ ہی سے رہنمائی لیتا تھا' اور خود کو شریعت اسلامیہ کا خادم سمجھتا تھا شریعت کے احکامات نافذ کرتا تھا اور شرعی حدود جاری کرتا تھا' چنانچہ کسی بھی دوست یا عزیز کا تعلق شرعی حدود کے نفاذ کے معاملہ میں اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا)

شرعی حدود کے نفاذ کے ثمرات یہ تھے کہ لوگ مکمل امن و امان کی زندگی بسر کر رہے تھے اور چوری چکاری' قتل و ڈاکہ زنی جیسی وارداتوں کا قطعی کوئی خوف نہ تھا۔ "2" ابن جبیر سیاح نے 587 ھ (1191ء) میں مصر کی سیاحت کے دوران امن و امان کی صورتحال سے متعجب ہو کر لکھا:

"...ومن الغریب فی احوال ھذا البلد (الاسکندریۃ) تصرف الناس فیھابا للیل کتصرفھم فیہ بالنھار فی جمیع احوالھم..." "٦" (اس شہر اسکندریہ کے احوال میں عجیب بات یہ ہے کہ یہاں کے لوگ رات کو بھی دن ہی کی طرح سارے کام انجام دیتے ہیں)

۱- درید عبدالقادر نوری' سیاسۃ صلاح الدین' ص 417

2- و 3- ایضاً - (بحوالہ ابن جبیر' ص 46)

درید عبدالقادر نوری' سیاسہ صلاح الدین' ص 417

marfat.com

جرجی زیدان مصر کے زنگی و ایوبی دور کے نظام قضاء کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"...ولما افضت الحكومة فى مصر الى السلاطين الايوبيين' بنوا داراً للنظر فى المظالم وجرى سلاطين المماليك بعدهم على ذلك' وكانت لهم عناية كبرى بانصاف الناس' وكانوا يحترمون مجلسهم للمظالم' فلايقعدون فيه على تخت الملك ولكنهم يجلسون على كرسى بجانبه حتى تلحق ارجلهم الارض' فاذا جلس السلطان على ذلك الكرسى يجلس قضاة من المذاهب الاربعة على يمينه..."[1]

(مصر میں جب ایوبی سلاطین کو اقتدار ملا تو انہوں نے ایک دارالمظالم قائم کیا ان کے بعد مملوکوں کے دور میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا اور انہوں نے اس پر خاصی توجہ دی کہ لوگوں کو انصاف ملے' بادشاہ مظالم کی کچہریوں کا بڑا احترام کرتے تھے اور کسی بھی کچہری میں آمد کے وقت وہ تخت شاہی پر بیٹھنے کی بجائے قاضی کے برابر کرسی پر بیٹھتے تاکہ ان کے پاؤں زمین سے لگے رہیں' جب بادشاہ اس کرسی پر بیٹھ جاتا تو چاروں مذاہب کے قاضی اس کے دائیں جانب بیٹھتے)۔

مندرجہ بالا حقائق و واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ دور نفاذ حدود کا دور تھا اور ملک کی عدالتیں شریعت مطہرہ کے تابع تھیں۔

۱۔ جرجی زیدان' تاریخ التمدن الاسلامی' ج ۱ ص 650

marfat.com

عصر ممالیک

650-923ھ (1252-1517ء)

یہ دور مصر و شام پر ترکی ممالیک کی حکومتوں کا دور ہے' بلکہ مصر و شام کے علاوہ اسی خاندان کے لوگ پورے عالم اسلام کو متحد کرنے اور خلافت اسلامیہ عثمانیہ کے قیام کا پیش خیمہ ثابت ہوئے' جناب محمد خضری بک کہتے ہیں:

"...وکان العنصر المستولی علی مصر والشام من العنصر الترکی ایضا" وھم المعروفون بالممالیک وبذلک صار السلطان فی بلاد الاسلام کلھا للاتراک ماعدا البلاد المغربیۃ التی کانت الدولۃ فیھا للبرابرۃ المغربیۃ...""[1]

(یعنی مصر و شام پر ترکی عنصر کا بھی غلبہ تھا' اور یہ ترکی لوگ ہی ممالیک کے نام سے مشہور ہوئے' چنانچہ مغرب کے علاوہ جہاں بربر حکمران تھے' پورے عالم اسلام میں انہیں (ترک ممالیک) کی حکومت قائم ہوئی۔)

امام شافعی رحمت اللہ علیہ کے مذہب کی اشاعت کے بعد سے مصر کے قاضی اگرچہ عموماً شافعی المذہب ہی ہوا کرتے تھے' تاہم دیگر مذاہب کے فقہاء کو بھی رعایا کے مذاہب کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا رہا' جو آئمہ اربعہ کی فقہی آراء کے مطابق نفاذ حدود کا حکم دیتے تھے' عبدالرزاق علی الانباری کہتے ہیں:۔

"...وکان قضاۃ مصر علی مذھب الامام الشافعی منذ ظھور ھذا المذھب' ولکن کان القاضی ینیب من شاء من قضاۃ المذاھب الاخری' وفی سنۃ 525 ھ عین ابو احمد بن الافضل اربعۃ قضاۃ یحکم کل منھم فی مذھب من المذاھب الاربعۃ ۔ ثم توالی علی ھذا المنوال فی ایام الممالیک..."[2]

(مذہب امام شافعی کے ظہور ہی سے مصر میں شافعی مسلک کے قاضی مقرر کئے

1۔ محمد خضری بک' تاریخ التشریع الاسلامی' (بیروت دار القلم) سن ندارد' ص 271' 1983ء

2۔ الانباری' عبدالرزاق علی' النظام القضائی فی بغداد' ص 205

marfat.com

جاتے تھے لیکن قانیوں کو یہ اختیار تھا کہ وہ دیگر مذاہب کی نمایندگی بھی کر سکتے تھے۔ سن 525ھ (1131ء) میں ابو احمد بن الافضل نے چاروں مذاہب کے الگ الگ قاضی مقرر کئے اور یہ طریقہ کار ممالیک کے دور حکومت میں اسی طرح چلتا رہا۔)

امام مالک کے مذہب پر جن قضاۃ مصر کا تذکرہ ملتا ہے ان میں معروف مورخ و فلاسفر علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو محمد بن برکہ خان الظاہر برقوق کے عہد میں مصر کے قاضی مقرر ہوئے۔"1" 801ھ (1398ء) میں انہیں دوبارہ قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا' ابن خلدون پانچ بار منصب قضاء پر فائز ہوئے وہ امیر تیمور کے دور میں قاضی مصر تھے۔ "2"

ادھر شام جو کہ اب مملوکوں کے تابع تھا اور جہاں سلطان کی طرف سے مصر سے امیر مقرر کیا جاتا تھا' اس کے ہر شہر میں قاضی عدالتوں اور اسلام کا نظام جرم و سزا رائج تھا' فوجداری قوانین میں حدود شرعیہ کی رعایت کی جاتی تھی' اور نائب امیر مختلف شہروں کے دورے کر کے مجرموں کو اپنی موجودگی میں حد لگواتے تھے۔

ابن قاضی شبہ نے تطبیق حدود کے چند واقعات قلمبند کئے ہیں جن سے اس دور میں نفاذ حدود کا علم ہوتا ہے۔

"...فی جمادی الاولی سنۃ 746ھ دخل الامیر' حلب و استعرض المسجونین فقطع ممن سجن علی السرقۃ ثلاثۃ عشر نفسا' ایدیھم وارجلھم' و صلب ثلاثۃ مسمرین ممن استوجب القتل..." "3"

(جمادی الاولی سن 746ھ (1345ء) میں امیر حلب میں داخل ہوئے اور قیدیوں کا معائنہ کیا' چنانچہ تیرہ قیدیوں کو چوری کے جرم میں حد لگائی گئی' جبکہ قتل کے تین مجرموں کو میخیں گاڑ کر قتل کر دیا گیا)

2۔ "...فی سنۃ ست واربعین و سبعمائۃ فی شھر ذی القعدۃ' قبض الوالی علی ستۃ کانوا یسیرون فی اللیل مسرا و ینزلون علی الناس فیاخذون حوائجھم فیقتلون' فرسم الامیر بتسمیرھم ثم وسطوا فی سوق اللیل..." "4"

1۔ محمد عبداللہ عنان' مصر الاسلامیہ و تاریخ الخطط المصریہ' (القاہرۃ: مکتبۃ الخانجی' 1388 / 1969) ص 85

2۔ سے فشل' ابن خلدون اور امیر تیمور' (مترجمہ ضیاء الدین برنی) ص 87

3۔ ابن قاضی شہبہ' تقی الدین ابی بکر بن احمد' الاسدی' الدمشقی' تاریخ ابن قاضی شہبہ' (دمشق: المعہد العلمی الفرنسی للدراسات العربیۃ' 1994ء) ج 2 ص 448 - نیز ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' ج 14 ص 899

4۔ ابن قاضی شبہ' تاریخ ابن قاضی شہبہ۔ ج 2 ص 251

marfat.com

(یعنی: ذی قعد سن 746ھ (1345ء) میں والی نے 6 ایسے افراد کو گرفتار کیا جو رات کے وقت اس طرح ڈاکہ زنی کے مرتکب ہوئے تھے کہ انہوں نے لوگوں سے ان کا مال چھین کر ان کو قتل کر ڈالا تھا' چنانچہ امیر نے ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دینے کا حکم دیا اور وہ سوق اللیل میں قتل کر دیے گئے۔)

3- "...فی ثامن عشر من جمادی الاولی فی سنة 748ھ دخل النائب الامیر سیف الدین ارغون شاہ الی دمشق نائبا علیھا من نیابة حلب' واستعرض الجیوش' فقطع ایدی خمسة عشر نفرا و سمر جماعة و وسط آخرین..." "1"

(18 جمادی الاولی سن 748ھ (1348ء) کو نائب امیر سیف الدین ارغون شاہ حلب کی نیابت سے دمشق کے نائب امیر بن کر آئے' چنانچہ انہوں نے لشکر کا معائنہ کیا اور گیارہ افراد کو سزائے قطع ید دی' جبکہ ان کے سامنے کچھ لوگوں کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی اور کچھ کو سزائے موت دی گئی۔)

4- "...لما مسک یبلغا "2" رسم له (الارغون شاہ) بنیابة دمشق فی جمادی الاخری سنة ثمان واربعین فوقع فی ایامه الغلاء و اختطف الحرافیش الخبز من الجوع فامسک جماعة منھم فقطع ثمانیة عشر نفسا ایدیھم وارجلھم وسمر علی الجمال سبعة عشر نفسا..." "3"

(جمادی الاخری 748ھ میں امیر یبلغا کی گرفتاری کے بعد ارغون شاہ کو دمشق کا نائب امیر مقرر کیا گیا اس کے دور میں منگائی میں بہت اضافہ ہوا اور بھوک کی وجہ سے حرافیش نے روٹیاں چرالیں' چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ پکڑ لئے گئے اور اٹھارہ افراد کو ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا دی گئی جبکہ سترہ کو اونٹوں پر میخوں سے سزائے موت دی گئی)

1- ابن قاضی شھبہ' تاریخ ابن قاضی شھبہ' ج 2 ص 507

2- یبلغا: ان کا پورا نام یبلغا الیحیاوی الناصری- یہ مملوکوں کے دور میں مختلف اوقات میں دمشق' حلب اور حماۃ کے نائب امیر رہے "تاریخ ابن قاضی شھبۃ"

3- ابن قاضی شھبۃ' تاریخ ابن قاضی شھبہ' ج 2 ص 679

marfat.com

5 - "...فی ذی القعدۃ سنۃ 748ھ امر النائب بجماعۃ انتھبوا الشیاء من الباعۃ فقطع ایدی اربعۃ و عشرین نفساً و سمر ستۃ عشر نفساً تسمیر تعزیر و تادیب..."1"

(ذی قعد 748ھ (1348ء) میں نائب امیر کے حکم سے چودہ افراد کو حد سرقہ لگائی گئی جبکہ سولہ افراد کو تعزیراً" آختہ کر دیا گیا' ان لوگوں پر چوری کا الزام تھا)

6 - ابن کثیر کہتے ہیں کہ 19 ذی القعدہ کو نائب السلطنت نے 11 افراد کو حد لگائی جنہوں نے صحن سے کچھ اشیاء لوٹی تھیں۔ "2"

مذکورۃ الصدر واقعات میں اگرچہ بعض ایسے ہیں کہ ان کا تعلق حدود کی سزاؤں سے نہیں بلکہ بعض میں شرعی حدود سے تجاوز محسوس ہوتا ہے' تاہم شاید امیر نے اپنے اختیارات تمیزی کی بنیاد پر جرم کی شناعت کے لحاظ سے تعزیراً" ایسا کیا ہوا

---

1 - ابن قاضی شحبہ' تاریخ ابن قاضی شحبہ' ج 2 ص 511

2 - ابن کثیر' البدایہ والنھایہ' ج 14 ص 911

marfat.com

مصر۔ عہد سلطنت عثمانیہ میں

سترہویں صدی عیسوی (سلطنت عثمانیہ کے دور) میں مصر میں اسلام کا فوجداری قانون' یا شریعت اسلامیہ کے مطابق نفاذ حدود کا عمل ایک تاریخی حقیقت ہے' ایک مصری اسکالر جلال النحال نے شکاگو یونیورسٹی سے 1978ء میں "نظام القضاء فی مصر العثمانیہ فی القرن السابع عشر" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کیا ہے' انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اس دور میں مصر میں اسلام کا نظام حدود نافذ تھا' وہ کہتے ہیں:-

"۔۔کان قاضی القضاۃ یعین بفرمان سلطانی' وان ھذہ السلطۃ نظمت کسلطۃ دینیۃ لاجل رفع مقامھا امام المواطنین' وکان قانون الحالات الجنائیۃ تطبقہ المحکمۃ حسب قوانین الشریعۃ الدینیۃ' کما ان وضعھا فی القرن السابع عشر کان افضل من وضعھا فی فترۃ ما قبل الحکم العثمانی۔" [1]

(قاضی القضاۃ کا تقرر شاہی فرمان کے ذریعہ ہوتا تھا' اور باشندگان ملک کی نگاہوں میں اس عہدہ کی قدر و منزلت کی بناء پر اسے ایک مذہبی منصب تصور کیا جاتا تھا' فوجداری مقدمات میں عدالتیں شریعت اسلامیہ کے قوانین پر عمل پیرا تھیں سترھویں صدی عیسوی میں نظام عدل کی صورتحال عہد سلطنت عثمانیہ سے پہلے کی صورتحال سے بہت بہتر تھی۔)

1۔ جلال النحال' نظام القضاء فی مصر العثمانیہ فی القرن السابع عشر' (شکاگو: جامعہ شکاگو' 1979) ص 106 / 110
نیز: الدسوقی' عبد المنعم ابراہیم' تاریخ مصر الحدیث' (القاہرہ: مکتبہ الخانجی' 1406ھ / 1986ء) ص 26

marfat.com

مصر-1833-1835ء

1251-1249ھ

مصر کا یہ دور جدید مصری دور کہلاتا ہے اس دور میں مصری قوانین میں خاصا ردوبدل ہوا اور شرعی قوانین کی جگہ کئی انگریزی قوانین نے لے لی' جدید مصر کے نظام عدل پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک انگریز مورخ کہتے ہیں۔

"_ Wine and all inebriating liquors are forbidden as being the cause of more evil than profit" many of muslims however in the present day drink wine, brandy etc. in secret. <1>

"_ In the present day the murder is generally punished with death_ <2>
Theft, whether committed, by man or women, according to the Qura'n is to be punished by cutting off the offenders right hand for the first offence...>
But in Egypt of late years, these punishments have not been inflicted...> <3>

یعنی' خمر اور ہر طرح کی مسکرات پر پابندی ہے کیونکہ ان کے استعمال میں فوائد سے زیادہ مفاسد ہیں' تاہم بہت سے مسلمان ان دنوں چھپ چھپا کر وائن اور برانڈی پیتے ہیں۔ جرم قتل کی صورت میں سزا' سزائے موت مقرر ہے۔ چوری' کا ارتکاب خواہ مرد نے کیا ہو یا عورت نے' قرآنی احکامات کی رو سے اس کی سزا پہلی بار چوری کرنے پر دایاں ہاتھ کاٹنا مقرر ہے۔
تاہم مصر میں ان سزاؤں پر آخری آخری سالوں میں عمل درآمد نہیں رہا اور اب وہاں بھی دیگر ممالک کی طرح انگریزی قوانین رائج ہیں۔

1- Modern Egyptians, by : E.W. Lane, P.108

2 - do - P.119

3 - do - P. 121

marfat.com

ماوراء النہر۔ ایران۔ افغانستان

ماوراء النہر

ماوراء النہر سے مراد دریائے جیحوں کے اس پار کا علاقہ ہے' اس کا شمالی حصہ "ہیاطلہ" کے نام سے مشہور تھا' مگر اسلام کی آمد کے بعد اس کا نام ماوراء النہر ہو گیا' جبکہ اس کا مغربی علاقہ صوبہ خراسان اور ولایت خوارزم پر مشتمل ہے۔ ماوراء النہر کا پورا علاقہ آباد ہے' ماوراء النہر کے بیشتر علاقے 30 ھ (650ء) میں فتح ہوئے۔ "1" جو کہ اب موجودہ ایران اور افغانستان میں شامل ہیں۔ یاقوت حموی کہتے ہیں:۔

"...یراد به ماوراء جیحون بخراسان۔ فماکان فی شرقیه یقال لها بلادالهیاطلة وفی الاسلام سموه ماوراء النهر۔
وماکان فی غربیه فهو خراسان وولایة خوارزم' وهی اقلیم براسه ولیس بماوراء النهر موضع یخلو من العمارة: من مدینة او قری او زرع او مرعی..." "2"

(یعنی خراسان کا وہ علاقہ جو جیحوں کے پار کا ہے' ماوراء النہر کہلاتا ہے' اس کا شمالی علاقہ بلاد ھیاطلہ کے نام سے مشہور تھا دخول اسلام کے بعد اس کا نام ماوراء النہر رکھا گیا۔ اور جو علاقہ اس کے غرب میں ہے وہ ولایت خوارزم کا علاقہ ہے جو اس کے ساتھ ملتا ہوا ایک صوبہ ہے۔ ماوراء النہر میں کوئی جگہ خالی نہیں کہیں شہر' تو کہیں گاؤں' کہیں زرعی زمینیں ہیں تو کہیں چراگاہیں' غرضیکہ سارا علاقہ آباد ہے)

ماوراء النہر کا حدود اربعہ قلقشندی نے یوں بیان کیا ہے۔

اس کے مغربی جانب حدود خوارزم ہیں' جنوب میں دریائے جیحوں' بدخشاں سے حدود خوارزم تک پھیلا ہوا ہے' اس کا دارالحکومت بخارا رہا ہے جس سے مشہور محدث امام بخاری کا تعلق ہے..." "3"

1۔ الذھبی' ابو عبداللہ شمس الدین' الحافظ' دول الاسلام' (بیروت: موسسۃ الاعلمی 1405ھ / 1985ء) 15

2۔ صفی الدین عبدالمومن بن عبدالحق' البغدادی' مراصدالاطلاع علی الا مکنۃ والبقاع' (بیروت: دارالمعرفۃ 1374 / 1955ء) ج 3' ص 1223

3۔ القلقشندی' صبح الاعشیٰ' ج 4 ص 430/433

marfat.com

ماوراء النہر کے مشہور شہروں کے نام حسب ذیل ہیں:

سغد سمرقند، نخشب، کش، سمرقند، بنکث، نو بکت، خوجندہ یا خجندہ، تنکت، اخسیکث، ترمذ، صغانیان۔ "1"

ماوراء النہر میں عہد خلافت راشدہ میں خلیفہ کی جانب سے نائب مقرر ہوتے تھے، پھر مامون الرشید کے دور میں احمد بن اسد نے 204ھ (819ء) میں ماوراء النہر میں فرغانہ پر اپنی آزاد و خود مختار حکومت قائم کی، جبکہ شاش اور اسروشنہ میں یحیٰ بن اسد نے اور سمرقند میں نوح بن اسد نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کیں۔ نوح بن اسد اور احمد بن اسد کی وفات کے بعد اسماعیل بن احمد نے 287ھ (900ء) میں سمرقند و بخارا اور خراسان سمیت پورے ماوراء النہر پر اپنی حکومت قائم کی۔ "2"

اس کے بعد بھی ماوراء النہر پر ہمیشہ مسلمانوں کی حکومت رہی اور انہوں نے بنو امیہ و بنو عباس کی طرز پر نظام عدل قائم کیا۔ چنگیز خانی فتنہ نے ماوراء النہر سے اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا تاہم، چنگیزیوں میں سے ترماشیرین کو اللہ نے اسلام سے نوازا اور اس نے پھر سے ماوراء النہر میں شریعت اسلامیہ نافذ کر دی۔

قلقشندی کہتے ہیں:-

"...اول من اسلم من ملوک ھذہ المملکۃ "ترماشیرین" سنۃ خمس و عشرین و سبعمائۃ، فاسلم و حسن اسلامہ واخلص فی اسلامہ و اید الاسلام و قام بہ حق القیام، وامر بہ امراؤہ و عساکرہ فمنھم من کان سبق اسلامہ ومنھم من اجاب داعیۃ فاسلم، وفشا فیھم الاسلام، و علا لواؤہ حتی لم تمض عشرۃ اعوام، حتی اشتمل فیھا بملائتہ الخاص والعام، واعان علی ذلک من فی تلک البلاد من الائمۃ العلماء والمشائخ الصلحا۔ "3"

1۔ القلقشندی، صبح الاعشٰی، ج 4، ص 435 / 437

2۔ ایضاً، ج 4، ص 445

3۔ القلقشندی، صبح الاعشٰی، ج 4، ص 448 / 449

marfat.com

(اس ملک کے بادشاہوں میں سے سب سے پہلے 725ھ (1325ء) میں ترماشیرین اسلام لایا اس نے اسلام قبول کر کے اسلام کی پر خلوص خدمت کی اور اسلام کی نصرت کا حق ادا کیا' اس نے اپنے امراء اور فوجی جرنیلوں کو بھی اسلام لانے کی دعوت دی چنانچہ ان میں کچھ ایسے تھے جو پہلے ہی اسلام لا چکے تھے اور کچھ نے اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا' چنانچہ فوج میں اسلام پھیلا اور اسلامی پرچم بلند ہوا' چند ہی برسوں میں ہر خاص و عام میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس ملک کے آئمہ و مشائخ علماء صلحاء نے تبلیغ دین میں بھرپور مدد کی)

marfat.com

ایران

ایران کی فتوحات کا سلسلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا' جب آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو قادسیہ میں اسلامی لشکر کی قیادت سپرد کر کے ایک کاروان عظیم آپ کے ہمراہ روانہ کیا' تاہم پورا ایران بتدریج اسلامی قلمرو میں شامل کیا گیا' 13 ہجری (634ء) کے معرکہ قادسیہ میں رستم کو شکست دے کر مسلمانوں نے ایران پر اپنی قوت ثابت کر دی تھی اور پھر نہاوند کے معرکہ 22ھ (642ء) میں ایرانیوں کی شکست سے ایران کے دروازے مسلمانوں کے لئے کھل گئے' 18 ھ (639ء) میں خوزستان فتح ہوا جبکہ 22 ہجری (642ھ) میں آذربیجان اور 23ھ (643ء) میں ہمدان' اصفہان اور' رے پر اسلامی پھریرا لہرانے لگا۔ 24 ہجری (644 / 645ء) میں جنوبی سواحل ایران اور خلیج فارس جبکہ 28 ہجری (648ء) میں مکمل فارس اور دریائے جیحون تک کا علاقہ اسلامی ریاست کا حصہ بن چکا تھا۔

آٹھویں صدی عیسوی میں گیلان' مازندران' سیستان' تخارستان' بلخ اور اس کے نواحی علاقہ جات ایران کے نواحی علاقے تھے جہاں مسلمان اپنا نظام عدل قائم کر چکے تھے۔ "1"

عہد بنو امیہ و بنو عباس میں ایران میں دیوان شرطہ واحداث اور دیوان قاضی سرگرم عمل تھے اور شرعی حدود نافذ تھیں۔ "2"

عباسی خلیفہ مامون الرشید نے 205ھ (820ء) میں طاہر بن حسین کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا' اس کے بعد اس کا بیٹا طلحہ اور پھر طلحہ کا بھائی عبداللہ گورنر خراسان مقرر ہوئے یہ دور ایران میں طاہریوں کا دور کہلاتا ہے کہ آل طاہر نے خود مختار حکومت قائم کر رکھی تھی اور خلافت مرکزیہ سے تعلق برائے نام باقی تھا' طاہری خاندان 295ھ (907ء) تک ایران پر حاکم رہا' جبکہ دیگر حاکم خاندانوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

صفاریہ خاندان:

سامانی خاندان:

آل بویہ:

غزنوی خاندان:

آل سلجوق:

خوارزمشاہی خاندان:

1۔ میر احمدی مریم' نظام حکومت ایران در دوران اسلامی' از صدر اسلام تا عہد مغول' (ایران: موسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی' 1368ھ) ص 26

2۔ ایضاً۔ ص 67

marfat.com

1227ء (650ھ) میں چنگیز خاں کا انتقال ہوا' اس وقت سارا عالم اسلام سیاسی انتشار میں مبتلا تھا' ہندوستان کے شمالی حصہ پر خاندان غلاماں کے بادشاہ التمش کی حکومت تھی وسطی ایشیا کے علاقوں پر منگولوں کا سیاسی تسلط قائم تھا' مغربی ایشیا پر عباسی خلیفہ کی فرمانروائی برائے نام تھی' دراصل وہاں بھی شام و مصر وغیرہ میں مسلمان امراء اور ملوکوں نے سیاسی لحاظ سے آزاد سلطنتیں قائم کر رکھی تھیں' اسپین میں مسلمانوں نے علیحدہ آزاد حکومت قائم کرلی تھی جو سیاسی لحاظ سے خلافت عباسیہ کے حلقہ اثر سے باہر تھی 656ھ (1258ء) میں منگولوں کے حملوں سے ایران کی اسلامی تہذیب کا شاندار قصر مسمار ہو گیا' اور ایلخانی خاندان کی حکومت قائم ہوئی جو نصف نصدی سے کچھ زائد عرصہ تک اس خطہ پر حکمران رہے' محمود شاکر کہتے ہیں:-

"...سقطت الدولة العباسية بيد المغول عام 656ھ ودخل هولاكو بغداد' وارتكب ابشع الجرائم واسس الدولة الايلخانية التى حكمت المنطقة والتى كانت تعرف باسم "فارس" ما يزيد على نصف قرن (656ھ - 713) و توالى على الحكم سبعة حكام وهم:-

1- هولاكو

2- اباقا خان

3- نكودار خان (احمد) ابن هولاكو

4- ارغون بن اباقا خان

5- كيخاتو بن اباقا خان

6- غازان (محمود)

7- اوليجاتيو بن ارغون-"[1]

چنگیز خان کی وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت اس کے چار بیٹیوں میں بٹ گئی' ان میں سے ایک بیٹے چغتائی کی اولاد کاشغر' بدخشاں' بلخ اور غرناطہ وغیرہ کے علاقوں پر حکومت کرتی رہی اور اس کے پوتے ہلاکو خان کے خاندان کو موروثی طور پر ایران کی فرمانروائی حاصل ہوئی' اس خاندانوں کے افسر اعلی کو ایل خان کہا جاتا تھا' ہلاکو سے رضا شاہ پہلوی تک ایران پر

1- محمود شاکر' التاریخ المعاصر ایران و افغانستان (بیروت: المکتب الاسلامی' 1412ھ / 1992ء) ج 18 ص 10/9

marfat.com

سات خاندانوں کو موروثی طور پر ایران کی فرمانروائی حاصل ہوئی۔

اس خاندان کے افسر اعلیٰ کو ایل خان کہا جاتا تھا' ہلاکو سے رضا شاہ پہلوی تک ایران پر سات خاندانوں نے حکومت کی جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

1	ایلخانی خاندان	1256ء	تا	1344ء (655-744ھ)
2	تیموریہ خاندان	1369ء	تا	1494ء (770-900ھ)
3	صفوی خاندان	1502ء	تا	1736ء (908-1148ھ)
4	افشاریہ خاندان	1750ء	تا	1750ء (نادر شاہ کا خاندان)
5	ژندیہ خاندان	1750ء	تا	1794ء (1164-1209ھ)
6	قاچار خاندان	1794ء	تا	1925ء (1209-1244ھ)
7	پہلوی خاندان	1925ء	تا	1941ء تا انقلاب اسلامی

سرجان میلکم نے ایران میں افغان حکمرانوں کے دور اقتدار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"... محمود نے یہ فرمان جاری کیا کہ علماء کے لیے سلاطین سابقہ کے دور میں حاصل رہنے والی مراعات برقرار رکھی جائیں' اور یہ بھی اعلان کیا کہ وہ علی رووس الاشہاد احکام شریعت کا نفاذ جاری و ساری رکھیں ..."-"1" ۔

1- سرجان میلکم' تاریخ ایران' "فارسی ترجمہ از اسماعیل حیرت ایرانی" (بمبئی 1989ء / 1872ء) ج 2 : ص 167

marfat.com

ایران

تیرھویں صدی ہجری / انیسویں صدی عیسوی

(بعہد شاہ ناصر الدین قاچار)

یہ عرصہ ایران میں شاہ ناصر الدین کے عہد اقتدار کا عرصہ ہے' اس عہد میں ایران کے نظام قضاء کے سلسلہ میں سید عبداللہ' چارلس جیمز ویلز کے حوالہ سے کہتے ہیں:۔

"... عدالت خانہ ھای ایران دایر است وگاہی احکام بسیار سخت صادر میشود' در اعصار سالفہ سلاطین در اوقات قتل مقصرین در بحتن خون آنھا حاضری شدند ولی این شہر یار از ایں حالت و داب نہایت تنفر دارند وباوجود آنہا در ہنگام حیف و میل مالیات کہ یکی از تقصیرات پلیٹکی محسوب می شود مجازات بسیار سخت دادہ می شود' و ھمچنیں اگر شخصی' شخصی را خفہ کند ویا آنکہ مسموم دارد بہ نسق ھای سخت مجازات می شود و بیشترین نسق ھای ایرانیاں چوب زدن ست "1"

(ایران میں عدالتیں موجود ہیں اور وہ کبھی سخت احکام صادر کرتی ہیں۔ قدیم زمانہ میں بادشاہ' مجرموں کے قتل اور سزا کے موقع پر خود موجود رہتے تھے لیکن یہ بادشاہ اس عمل سے متنفر تھا اس کے باوجود ظلم اور خراج کے معاملات جن کا تعلق پولٹیکل جرائم سے ہے اس کے مجرموں کو سخت سزا دی جاتی۔ اور اس طرح اگر کوئی شخص کسی شخص کا گلا دبا دے یا زہر کھلا دے تو اس کے لئے سخت قوانین کے تحت سزا دی جاتی ہے اور ایرانیوں کی اکثر سزائیں ڈنڈوں سے مارنا ہے۔)

جرائم حدود کی سزاؤں کے بارے میں وہ کہتے ہیں:۔

"... علماء اعلام ایران می توانند کہ حکام درحق مردمان مست و اشخاص زانی و مرتدین صادر دارند و در بعضی اتفاقات ایشان تنبیہ اشخاص مزبورہ را تفویض حکام عرف می نمایند' مقصرین و سایر مردمانی کہ مرتکب تقصیرات جزئیہ می شوند بتوسط داروغہ' ھمان شہر تنبیہ می شوند ودر قراء وسایر دھات براین بودہ است کہ شخص سارق را دستگیر وما خوذ داشتہ

1- سید عبداللہ ' تاریخ اجتماعی ایران درعہد قاجاریہ' (تہران ' ایران : 1343ھ) ص 43

marfat.com

فی الفور مجلسی ترتیب داده و درباب مشار الیہ مشاورت لازمہ ای بر عمل آورند۔ و نتیجہ مشاورت ایشان براین مستحی گردد کہ سارق مزبور رامجبور گردانند کہ اشیاء مسروقہ رامسترد و جریمہ لازمی راتسلیم دارد و معلوم است کہ دراین ہنگام اگر شخص سارق اشیاء مسروقہ را مسترد و جریمہ معینہ را تسلیم داشت آن وقت او را از صدمات حبس و تنبیہ مستخلص می سازند ودر بعضی مواقع اتفاق افتادہ است کہ شخص مقصری کہ نمی تواند بی گناہی خود را ثابت دیا رشوہ معینہ راتسلیم دارد بقدری کتک می خورد کہ خود اقرار بہ ما وقع نماید و در صورتی کہ مقصر در یکی از قراء مرتکب تقصیرات شنیعہ شود آن وقت تنبیہ مشار الیہ بہ عہدہ کدخدائی آں قریہ نخواہد بود بلکہ کد خدا مسئول و مجبور است کہ مقصر را گرفتہ و بہ نزد حاکم بلدی ارسال دارد کہ آن قریتہ از مضافات آن مملکت محسوب می شود۔

علمای اعلام و قضات آنجا ہرگز مقصرین راتنبیہ سخت نمی نمایند واغلب ایشان مردمان زانی را حد شرعی می زنند و از مستان التزامی دریافت می دارند کہ دیگر آنھا مرتکب صرف مسکرات نگردند و اگر ہم آینہ یک شخص بہ دستور العمل رفتار ننمود' در آن وقت اورا باتازیانہ تنبیہ می نمایند۔ در ہر صورت علماء وسایر قضات ایرانی ہموارہ اوقات خود را مصروف آن دارند کہ فقط بہ امورات مسلمین و احکام شرعیہ آنھا رسیدگی بنمایند و ہمیشہ مایل اند کہ از تسیحات مقصرین دزدان را سیاست و تنبیہ می نمایند۔ "1"

دست ھای دزداں را پس از دستگیر نمودن از مرفق و پای آنھا را از سرزانو مقطوع می نمایند۔ "2"

در ایران بازنان فاحشہ بہ نوع دیگری رفتار می نمایند و چوں معلوم گردید کہ فلان زن مرتکب معاصی گردیدہ است' فی الفور او گرفتہ و تسلیم داروغہ یا امیران غضب می کنند و ندرتاً" اتفاق می افتد کہ زن فاحشہ (زانیہ) رابطریق ذیل تنبیہ نمایند۔ و آں اینست کہ یا اورا زندہ در چاہ گندہ یا مسموم دیا بقدری چوب می زنند کہ فوت و تلف شود۔ "3"

(ایرانی علماء نشہ باز' زانی اور مرتد لوگوں کو سزائیں دینے کا اختیار رکھتے ہیں' اور بعض اوقات ان مجرموں کو تنبیہ کے لئے حکام کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ مجرموں اور ٹیکس نادہندگان کو اسی شہر کے داروغہ کے ذریعہ تنبیہ کی جاتی ہے۔ اور یہ قانون ہر قریہ اور

1۔ سید عبداللہ' تاریخ اجتماعی ایران در عہد قاجاریہ' ص 87

2۔ سید عبداللہ' تاریخ اجتماعی ایران در عہد قاجاریہ ص 88

3۔ ایضاً" ۔ ص 85

marfat.com

دیہات کے لئے ہے کہ چور کو پکڑ کر فی الفور پنچایت میں لایا جائے اور اس کے بارے میں باہمی مشورہ پر عمل کیا جائے۔ اکثر ان کے مشورہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چور کو مجبور کیا جائے کہ وہ مال مسروقہ واپس کر دے اور اقبال جرم کرے۔ اور یہ طے شدہ ہے کہ اگر چور اس وقت مال مسروقہ واپس کر دے اور اپنا جرم تسلیم کر لے تو اسے قید اور سزا سے خلاصی مل جاتی ہے۔ اور بعض اوقات کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجرم اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر پاتا' یا اس جرم کو تسلیم نہیں کرتا تو اسے کچھ سزا دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے جرم یا اس واقعہ جرم کا اقرار کرے۔

جب کسی گاؤں میں کوئی شخص غلط کاموں کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے اس گاؤں کا بڑا شخص (چوہدری' نواب وغیرہ) فوراً" سزا نہیں دے سکتا بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ مجرم کو گرفتار کر کے حاکم شہر کے پاس پہنچائے کیونکہ وہ گاؤں اس شہر کے مضافات میں شمار ہوتا ہے۔

وہاں کے علماء اور قاضی مجرموں کو فوری طور پر سزائے سخت نہیں دیتے بلکہ شدید اور بڑے جرائم میں جیسے زنا وغیرہ کی صورت میں وہ زانیوں پر حد نافذ کرتے ہیں اور نشہ بازوں کو سمجھاتے ہیں کہ وہ آیندہ نشہ سے باز رہیں۔ پھر اگر وہ باز نہ آئیں تو انہیں کوڑوں کی سزا دیتے ہیں۔ بہر صورت علماء اور ایرانی قاضی ہمیشہ اس بات میں کوشاں رہتے ہیں کہ مسلمانوں تک احکام شرعی پہنچائیں اور مجرموں اور چوروں کو نصیحت وغیرہ کریں۔ چوروں کو گرفتار کرنے کے بعد ثبوت مل جانے پر ان کے ہاتھ کہنی تک اور پاؤں سرزانو تک کاٹ دیتے ہیں۔

ایران میں فاحشہ عورتوں سے مختلف سلوک کیا جاتا ہے' جب ثابت ہو جائے کہ فلاں عورت مجرم ہے' اسے فوراً" پکڑ کر داروغہ کے پاس یا امیر شہر کے پاس لے جاتے ہیں' اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ فاحشہ (زانیہ) عورت کو اس طرح سزا دی جائے کہ یا تو اسے زندہ کنویں میں پھینک دیا جائے یا زہر دے دیا جائے یا اس قدر ڈنڈے مارے جائیں کہ وہ مر جائے۔

marfat.com

ایران جدید

سرجان میلکم جدید ایران کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔

ایران کا نظام عدل دو طرح کا ہے' ایک تو وہ جو حسب کتب شرعیہ ہے جسے نظام شریعت کہا جاتا ہے اور جو قرآن و سنت کے مطابق ہے' لیکن جب سے ایران میں مذہب شیعی نے زور پکڑا ہے تو فقہاء ایسے شخص کو مردود ٹھہراتے ہیں جو خلفاء ثلاثہ کا پیرو' یا حضرت علی علیہ السلام و آل رسول کا مخالف ہو' اگرچہ قانون شریعت کے مطابق شرعی عدالت کے سوا اور کسی عدالت کا کوئی تصور نہیں مگر ایران میں ایک اور عدالت بھی ہے جسے محکمہ عرفیہ کہتے ہیں اور یہ عدالت یا محکمہ' عرفی رسوم و رواج کے مطابق فیصلے کرتا ہے' اس عدالت کا کوئی مدون شدہ قانون نہیں' اور مسلمانوں کے ہاں قرآن و سنت سے مستفاد قوانین کا کوئی جامع مجموعہ نہیں اس لئے محکمہ' عرفی نظریہ ضرورت اور باختلاف زمان و مکان و اشخاص' فیصلے کرتا ہے' بادشاہ کو حاکم عرفی مانا گیا ہے اور دراصل بادشاہ کے تمام احکام عرف ہی کے زمرہ میں آتے ہیں' اور رسوم و رواج ہی کے تابع ہیں' عرف کا رواج یوں ہوا کہ جب ایرانی بادشاہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے اپنے تمام آبائی رسوم و رواج کو تابع شریعت نہیں کیا بلکہ جہاں ضروری سمجھا شریعت کو اپنا لیا اور باقی تمام معاملات رسوم و رواج ہی کے مطابق چلتے رہے جسے عرف کا نام دیا گیا' البتہ عدالت ھاعرفہ کا نظام مختلف بادشاہوں کے مزاج کے مطابق تغیرپذیر رہا۔

چنانچہ سلطان حسین صفوی کے دور کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے تمام امور کو تابع شریعت کر دیا جبکہ نادر شاہ کے دور میں تمام معاملات عرف کے مطابق طے پانے لگے' اصحاب شریعت کا کہنا یہ ہے کہ شریعت چونکہ منزل من اللہ ہے اس لئے انسانوں کے تمام معاملات شریعت ہی کے مطابق ہونے چاہئیں جبکہ حکام کا موقف یہ رہا کہ عبادات' فرائض' نکاح و طلاق اور بیع و شراء سے متعلق امور تو شریعت کے مطابق ہوں جبکہ قتل سرقہ اور اس جیسے دیگر جرائم کے فیصلے عرف کے مطابق ہوں۔ "1"

ایران میں 1926ء (1345ھ) تک عدالتی نظام اسلامی قوانین کے مطابق تھا' تاہم 1926ء - 1928ء کے عرصہ میں فرانسیسی نظام عدالت نافذ کیا گیا۔ ایرانی وزارت اطلاعات کے ایک نشریئے کے مطابق:

1- سرجان میلکم' تاریخ ایران' 1287ھ (فارسی ترجمہ) ج 2' ص 163 / 164 / 167

marfat.com

" ..... The judiciary in Iran Was Originally based on the is lamic Law. between 1926 and 1928. The French Judiciary system was adoppted as a basic text, a moderanised legel system..." (1)

تاہم ایران میں آیت اللہ خمینی کے انقلاب کے بعد سے نفاذ حدود کا عمل پھر سے شروع کر دیا گیا ہے۔ ٹریور موشاین اس تبدیلی کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

(ایران میں عدلیہ بنیادی طور پر اسلامی قانون کے مطابق استوار کی گئی تھی۔ 1926ء سے 1928ء کے عرصہ میں فرانسیسی نظام عدالت اپنایا گیا اور فرانسیسی قانون کو بنیاد بنا کر ایک جدید قانونی نظام رائج کیا گیا۔)

تاہم ایران میں آیت اللہ خمینی کے انقلاب کے بعد سے نفاذ حدود کا عمل پھر سے شروع کر دیا گیا ہے ٹریور موشاین اس تبدیلی کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

" ... The changes which have taken place in the Iranian legal system since the revolution of 1978 - 79 have shown the determinationof the advocates of Shai' a. Under the constitution of 1979, the teaching of the Shi' i School of Law was proclaimed to be the primary source of Law. Criminal Law was fundamentally changed in line with Islamic precepts, and secular Legislation which conflicted with Islamic norms was declared to be no longer enforceable. courts were strongly advised to rely on the Legal opinions (fatwa) of the Ayatollah Khmeini ...." (2)

(1978 - 1979ء کے انقلاب کے بعد ایرانی نظام عدل میں تبدیلی آئی ہے اور شرعی عدالتیں قائم کی گئی ہیں۔ 1979ء کے دستور کے مطابق اسلامی قانون شیعی مذہب کے تابع ہو گا' فوجداری قانون کو بھی اسلام تعلیمات کے مطابق تبدیل کیا گیا اور ایسے سیکولر قوانین جو اسلامی سے متصادم تھے انہیں منسوخ قرار دے دیا گیا۔ عدالتوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ سختی سے آیت اللہ خمینی کے فتاوی کی پابندی کریں۔

---

1 - وزارت اطلاعات' ایران' "IRAN" (تہران: وزارت اطلاعات ایران' سن ندارد) ص 75

2 - Trevor Mostyn, The Cambridge Encyclopaedia of the Middle East and north Africa.

marfat.com

افغانستان

افغانستان ان اسلامی ممالک میں سے ایک ہے جو قدیم تاریخی پس منظر رکھتے ہیں، اگرچہ افغانستان کی موجودہ حدود اٹھارویں صدی عیسوی (تیرہویں صدی ہجری) میں متعین ہو سکیں تاہم اس سے قبل افغانستان مختلف سیاسی حصوں میں منقسم انداز میں موجود تھا اور اس پر بہت سے تاریخی انقلابات آتے رہے جنہوں نے اس کی حدود کو ہمیشہ رد و بدل اور شرح و بسط کے عمل سے دو چار رکھا۔ "1" محمود شاکر کہتے ہیں:۔

"...لم تكن بلاد الافغان بمفهومها الآن قائمة كاقليم خاص قبل نهاية القرن الثالث عشر الهجرى، وانما كانت اجزاء منها ما تخضع للفرس واخرى للهند..." "2"

(یعنی افغانستان ایک ملک کی حیثیت سے جیسا کہ آج ہے، تیرھویں صدی ہجری سے قبل موجود نہ تھا، بلکہ یہ مختلف اجزاء میں منقسم شکل میں مختلف ممالک کے زیر اثر تھا اس کے کچھ حصے تو فارس کے تابع تھے جبکہ بعض حصوں پر ہندوستان کا قبضہ تھا۔)

مشہور جغرافیہ داں اصطخری نے بھی افغانستان کے موجودہ دارالحکومت کابل کو ہندوستان کا علاقہ قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں "و کابل ہم فرضہ ہندوستان است" (اصطخری، مسالک و ممالک، فارسی صفحہ 220، مطبوعہ ایران)

ذیل میں افغانستان کے مختلف ادوار میں نظام جرم و سزا و نفاذ حدود کا جائزہ لیا جائیگا۔

افغانستان کا نظام قضاء (قبل از اسلام)

"... از چگونگی امور قضاو داوگری در اراضی شرقی مملکت و قلمرو کابل شاہان و رتبیلان خبری نداریم، جز اینکہ ہیون تسنگ در حدود 9 ہجری (630م) از وضع جریم و شکنجہ و جزاہای آن صحبت کردہ، واز موجود بودن قوانین جزاء و محاکمہ عادلانہ و نبودن جزای جسمانی در چین تخلف از اوامر حکومت خبر میدہد، وگوید اگر کسی از قوانین اجتماعی و آداب

1۔ قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، 179

2۔ محمود شاکر، التاریخ المعاصر ایران و افغانستان، ج 18 ص 199

marfat.com

معاشرت و عدالت تجاوز کند' و یا از صداقت بگزرد' جزایش بریدن بینی یا گوش یا دست و پای و گهی نفی البلداست' و در مقابل تقاصیر کوچک جریمه نقدی گرفته میشود' و اگر شخصی ملزم بگناه' منکر گردد' برای تحقیق قضیه و صدور احکام' چهار نوع آزمایش ووسایل اثبات جرم بکاربرده می شود' وبعد از اثبات محکوم میگردد۔

ازین گزارش بیون سنگ بری آید' که برای تحقیق جرایم و اجرائی قوانین جزا و محاکمه و صدور حکم' مرجعی ودرسازمان اواری آن هنگام وجود داشته' که در عصر اسلامی همین وظائف اداری به قاضی و صاحب شرطه سپرد شده است در جامعه زردشتی خراسان و قسمت های غربی و جنوبی کشور که آئین داوری وقضا مطابق سنن مزد سناجریان داشته' معلومات کافی بوسیلہ کتب کیش زردشتی و سنتی پهلوی بمارسیده' که وضع قضای این سرزمین را مقارن ظهور اسلام و نشر فتوح عربی روشن می سازد' وما در سنجا بحوالت استاد کرستن سین که از کتب سنتی پهلوی و دیگر منابع معتبر فراهم آورده' بکلیات مطالب ایں موضوع اشارت کنیم:

دیوان عدالت و داوری از زمانها قدیم درسازمانهای اداری آسیای میانه وجود داشته' در عصر ساسانی نیز منصب قاضی در نهایت اعتبار بود' و تنها شخصی باین مهم گماشته می شد' که صفات تجربه و امانت و قانون دانی دراو جمع و درین موارد بدیگری نیاز مندی نداشته باشد۔

در عصر ساسانی شش خاندان بزرگ و معروف رجال دربار موجود بودند که امور مختلف کشور را بر سبیل توارث اداره میکردند' و منصب قضای در بار نیز بیکی ازین دودمانها تعلق داشت' ودر ولایات نیز همواره قاضی را از طبقه روحانیان مقرر میداشتند' وبنابرین ذکر قاضی (دادور آنوقت) هم اره باطبقات روحانی دیگر مانند دستوران و موبدان و هیربدان می آید' که قاضی را دازور' وقاضی القضاة راشهر دازور یا دازور دازوران میگفتند که گاهی برخی از وظایف او رمخصی دیگر بنام آ ئین بذاجر کردی (غالباً صاحب الشرطه یا مفتی عصر اسلامی)

در ولایت نیز یک دازور (قاضی) مقرر بود که در مناطق مربوطه دو نفر کاردار قضائی دیگر بنام سروشور زدار یگ (ناظر شرعی) و دستور همداز (نایب دستور) با اودر امور قضا کمک کردندی' وقاضی عسکر راسپاه دازور گفتندی' وهم گاهی هیربدان یعنی سدنہ' آ تشکدها مانند دازوران حکم قضائی صادر کردندی۔"[1]"

---

1 - عبدالحی حبیبی' تاریخ افغانستان' (کابل' افغانستان' دنیای کتاب' 1363ھ) ص 532'

marfat.com

اسلام سے پہلے افغانستان کا نظام قضاء

مشرقی ممالک اور کابل و رتیبلا کے بادشاہوں کے نظام عدل اور امور قضاء کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں، سوائے اس کے کہ ہیون تسنگ نے تقریباً 9 ہجری (630ء) میں ان علاقوں کے جرائم اور ان کی سزاؤں کے بارے میں گفتگو کی ہے اور قوانین جزاء و عدالتوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے نیز حکومت کے احکامات کی خلاف ورزی پر جسمانی سزا نہ ہونے کی خبر دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر کوئی سوشل قوانین اور آداب معاشرت و عدالت سے تجاوز کرتا ہے یا سچائی ترک کر دیتا ہے تو اس کی سزا ناک یا کان یا ہاتھ پاؤں کاٹنا ہے اور کبھی شہر بدر بھی کیا جاتا ہے، چھوٹے جرائم کی سزا نقد جرمانہ کی صورت میں ہوتی ہے، اگر ملزم اپنے گناہ کا اعتراف نہیں کرتا تو تحقیق قضیہ و اثباتِ جرم کے لیے چار طرح کے وسائل بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اور اس طرح جرم ثابت ہونے کی صورت میں احکامات سزا صادر کیے جاتے ہیں۔

ہیون تسنگ کی اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ جرائم کی تحقیق اور جزاء و محاکمہ کے لیے اس دور میں بھی کوئی ادارہ موجود تھا، جبکہ اسلامی دور میں یہ کام قاضی یا صاحب عدل کے سپرد تھا۔

زردشتی معاشرہ میں خراسان اور ملک کے مغربی و جنوبی حصوں میں سزا و جزا اور عدل و قانون کا آئین زردشتیوں کے عقاید کے مطابق تھا، اس سرزمین پر قضاء کی صورتحال کو عرب فاتحوں نے ظہور اسلام کے ساتھ بہتر بنایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر کرسٹن سین کے حوالہ سے ہم یہاں اس کی وضاحت کریں جو اس نے قدیم پہلوی کتابوں اور دیگر مصادر کے حوالہ سے اس موضوع سے متعلق لکھا ہے کہ۔

"وسطی ایشیا کے حکومتی اداروں میں قدیم زمانوں میں بھی دیوانی عدالت و قانون موجود تھا ساسانی عہد میں بھی قاضی کا منصب بہت بااعتبار تھا اور صرف وہ شخص اس عہدہ پر متمکن ہوتا تھا جو امانت و قانون دانی کی صفات اور تجربہ رکھتا تھا اور ان امور میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہوتا تھا۔

ساسانی عہد میں چھ بڑے خاندان موجود تھے جو "رجال درباری" کے نام سے موسوم تھے وہ ملک کے مختلف امور نسل در نسل چلاتے آرہے تھے۔ منصب قضاء بھی انہی میں سے ایک

marfat.com

خاندان کے سپرد تھا اور ان علاقوں میں قاضی ہمیشہ ان علماء کے طبقہ سے ہی مقرر کیے جاتے تھے' اس لیے قاضی (جج) کا ذکر ہمیشہ طبقہ علماء سے دیگر طبقات کے ساتھ آتا ہے جیسے زردشتیوں کے ہاں دستوران' موبدان وھیربدان وغیرہ۔ قاضی کو دادور یا دادگر اور قاضی القضاۃ کو شہ دادور یا داوور' دادوران (چیف جسٹس) کہا جاتا تھا چنانچہ اس کے ہاں قوانین کی تشریح ایک دوسرا شخص بنام آئین کرتا تھا جو غالباً" صاحب الشرطہ یا مفتی عصر اسلامی ہوتا۔

دیگر علاقوں میں بھی ایک قاضی مقرر ہوتا تھا اور اس علاقے سے مربوط جگہوں کے لیے دو آدمی اس کے معاون ہوتے تھے ایک تو ناظر شرعی اور دوسرا نائب دستور جو امور قضاء میں اس کی مدد کرتے تھے۔ فوج کے قاضی کو سپاہ دادور کہتے تھے اور کبھی آتش کدوں کے سربراہ (زرتشی علماء ان دادوروں کی طرح حکم قضا صادر کرتے تھے۔

افغانستان از ظہور اسلام تا چنگیز خان

اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں افغانستان میں داخل ہوا جب آپ کے ایک فوجی کماندار حضرت احنف بن قیس نے یزدگر کا تعاقب کرتے ہوئے خراسان کو فتح کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں عبداللہ بن عامر کے ہاتھوں کابل فتح ہوا اور احنف بن قیس مرو اور ہرات کے حاکم مقرر ہوئے جبکہ خیب بن قرہ الیربوعی بلخ اور طخارستان کے اور عبداللہ بن عمیر سیستان کے والی بنائے گئے۔

"دارالقضاء افغانستان" کے مصنف کہتے ہیں۔

"... شہر ھای افغانستان (قندھار' ھرات' کابل' اسفزار' بلخ' فاریاب ' غزنی' تخارستان) در اواخر سن 31 ہجری' در عہد خلافت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ الی سن سی ودو 32ھ' واوائل سن سی وسہ 33' ھ وشہر غور در عہد حضرت سیدنا علی بہ سن سی وہفت ہجری قمری بہ نیروی اسلام فتح گردید' ورایات محمدی درین مراکز بزرگ بر افراشتہ شد..."[1]

ترجمہ : افغانستان کے شہر (قندھار' ہرات' کابل' اسفزار' بلخ' فاریاب' غزنی'

۱۔ پوپلزئی عزیز الدین' وکیلی درانی' دارالقضاء افغانستان' (کابل : مطبعہ دولتی' 1369ھ) ص 45

marfat.com

تخارستان) سن 31 ہجری کے اواخر میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت اور سن 32 ھ 33ھ کے اوائل میں شہر غور حضرت سیدنا علی ﷺ کے عہد میں 37 ھ میں داخل اسلام ہوا اور اسلامی پرچم ان بڑے مراکز میں لہرایا گیا۔

43 / 663ء ہجری میں حضرت امیر معاویہ نے عبدالرحمان بن سمرہ کو جنوبی افغانستان (بجستان) کا حاکم مقرر کیا جنھوں نے 44 ہجری (664ء) میں کابل کے بقیہ علاقوں کا کنٹرول حاصل کر کے فتح کابل کو مکمل کر دیا۔ اور، ربیع بن زیاد الحارثی، کمانڈر بجستان کے میر منشی حضرت حسن بصری کو نواحی علاقوں کا قاضی مقرر کر کے حدود شرعیہ کو نافذ کیا۔ "[1]" کابل کے بعض علاقے بعد کو فتح ہوئے اور المامون کے عہد میں فتح کابل کی تکمیل ہوئی۔

بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں اسلامی افغانستان میں شرعی حدود اور اسلامی قوانین رائج تھے' اور خراسان سے کابل تک کے علاقے صوبائی سطح پر عراق کے ساتھ منسلک تھے اور امراء کا تقرر دارالخلافہ سے ہوتا تھا۔ اموی دور حکومت میں خراسان اور کابل کے الگ الگ امیر مقرر کئے جاتے تھے' والی کابل پنجاب اور سندھ کا بھی حاکم ہوتا تھا' عہد بنو عباس میں خراسان 'سیستان اور توران و مکران کے تین الگ الگ والی مقرر کئے جانے لگے۔ بعض صحابہ اور تابعین کو افغانستان میں منصب قضا پر فائز کیا گیا۔

209 ہجری 822ء میں عباسی "امیر خراسان" طاہر بن حسین نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا چنانچہ شمالی افغانستان پر آل طاہر کی آزاد خود مختار حکومت قائم ہو گئی' 259 ھ (888ء) میں خوارجیوں نے یعقوب کے ذریعہ طاہر کی حکومت ختم کر دی اور کابل' پشاور' ملتان اور مکران تک کے علاقوں کو زیر نگیں کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دی' یعقوب کے جانشین صفاریہ کہلائے اور صفاریوں نے 885ھ یعنی 1480ء تک شمالی افغانستان پر حکومت کی' جنوبی افغانستان پر 275ھ میں ماوراالنہر کے امیر نصر بن احمد بن سامان کے بھائی اسماعیل نے قبضہ کر کے اسے ماوراالنہر سے ملا دیا اس نے 287ھ (900ء) میں طخارستان سے مرو اور ہرات تک کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر کے جنوبی افغانستان میں خود مختار حکومت قائم کر لی 395ھ (1004ء) تک اس کی اولاد آل سامان کے نام سے یہاں کی حکمراں رہی' ادھر کوہ سلیمان پر عبدالرشید بن قیس کی حکومت تھی جس کی اولاد تیسری صدی ہجری کے اختتام تک یہاں قابض رہی۔

1۔ بلاذری' فتوح البلدان' ج 2 ص 570

marfat.com

366ھ (976ء) میں غزنہ میں لودھی حکمران سبکتگین کی حکومت کے قیام نے سامانیوں اور فرغونیوں کو زیر نگیں کیا اور محمود غزنوی نے شمالی افغانستان کو فتح کر کے بلخ کو اپنا پایہ تخت قرار دیا یوں 552ھ (1157ء) تک افغانستان میں غزنویوں کو مکمل کنٹرول حاصل ہو گیا۔ غزنویوں اور بالخصوص سلطان محمود غزنوی نے افغانستان میں بنو امیہ اور بنو عباس کے چھوڑے ہوئے انمٹ اسلامی نقوش کو صیقل کیا اور شرعی قوانین و حدود کا احیاء و اجراء کیا۔

غزنویوں کے بعد سلجوقی، غوری، خوارزم شاہی خاندان افغانستان کے مختلف حصوں پر حکمران رہے۔ تا آنکہ تاتاریوں نے خوارزم شاہ کو شکست دے کر افغانستان سے اسلامی تہذیب و تمدن کی بساط لپیٹنا شروع کر دی۔

مندرجہ بالا پس منظر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ افغانستان میں بے شمار انقلابات آئے اور متعدد خاندانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں ان میں ہر طرح کے حکمران تھے، کوئی اسلام پسند اور کوئی اسلام بیزار، چنانچہ ملکی نظم و نسق کی عمومی صورتحال بھی یہی رہی کہ صاحب تقویٰ، اسلام پسند حکمرانوں کے دور میں شرعی حدود و قوانین سختی سے نافذ رہے جبکہ عیش کوش حکمرانوں کے عہد میں اسلامی اقدار کو پامال کیا گیا۔

643ھ (1245ء) میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے اسلامی تمدن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا تہیا کر لیا اور اسلامی قوانین کی بجائے تاتاری قوانین کو فروغ دیا بغداد کو تاخت و تاراج کیا گیا اور یوں ایک پرفتن دور کا آغاز ہوا۔ افغانستان در مسیر تاریخ کے مصنف کہتے ہیں:۔

"...در قسمت حقوق احکام شریعت مقدم بر قانون است، ہمچنیں وسعت اختیارات دوائر قضائی و پولیسی و ادارت حکومتی بر مواد جامد قانون ھائی مدون مجبرند۔ "1" دوایر قضای قضایا را طبق حقوق اسلامی بسرعت و دریک مرحلہ (بدون استیناف) فیصلہ می کرد۔ "2"

نظام عدل میں احکام شریعت قانون پر مقدم ہیں، اسی طرح عدالت، پولیس، اور سرکاری اداروں کے اختیارات کی وسعت مضبوط اور مدون قوانین پر ہوتی ہے، عدالتیں اور قاضی حقوق اسلامی کے موافق بہت جلد بلکہ کبھی تو اپیل کا حق دیئے بغیر فیصلے کرتے تھے۔

خلافت عباسیہ کے دور سے افغانستان میں نفاذ حدود کا عمل فقہ حنفی کے مطابق ہوتا تھا، اور تمام قضایا کے فیصلے فقہ حنفی کی رو سے فیصل ہوتے تھے پوپلزئی کہتے ہیں:

1۔ میر غلام محمد غبار، افغانستان در مسیر تاریخ، (کابل: مطبعہ دولتی کابل میزان، 1959ء) طبع دوم، ص 41

2۔ ایضاً" ص 153

marfat.com

"...قضاء در افغانستان ز حمان عهد امام اعظم و پسر و شاگردان و نواد گان و پیران مذهب آن جناب مطابق باصول مذهب حنیف حنفی رائج گردید..." "1"

افغانستان میں قضاء اسی دور سے حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے بیٹے و شاگردوں اور ان کے پیروکاروں کے مذہب کے مطابق فقہ حنفی پر مبنی رائج ہوئی۔
اور فقہ حنفی کا نفاذ افغانستان میں جب سے اب تک ہے' کیونکہ افغانستان کے دستور میں ملک کا مذہب اور فقہی مسلک واضح کر دیا گیا ہے پوپلزئی کا بیان ہے کہ:

"... در مادہ اول نظامنامہ اساسی افغانستان کہ دفعہ اول در سال 1302 شمسی و دفعہ دوم بنام و عنوان اصول اساسی دولت علیہ افغانستان در برج عقرب سال 1310 شمسی طبع و نشر و نافذ شدہ در ہر دوبار نوشتہ شدہ است: کہ دین افغانستان دین مقدس اسلام' و مذہب رسمی و عموی آن مذہب متین حنفی است' پادشاہ افغانستان یا بد دارای این مذہب باشد' در سال 1356 شمسی در قانون اساسی نوشتہ شد کہ دعاوی مطابق مذہب حنفی اجراء گردد..." "2"

افغانستان کا آئین جو پہلی بار 1302 شمسی میں نظام نامہ اساسی' اور دوسری بار اصول اساسی دولت علیہ کے نام سے بنا اس میں دونوں بار یہ لکھا گیا کہ: افغانستان کا دین' دین مقدس اسلام ہے اور سرکاری مذہب و عموی (فقہ) حنفی ہے۔ افغانستان کے بادشاہ کے لیے لازم ہے کہ وہ اس مذہب کا پیروکار ہو 1356 شمسی کے بنیادی قانون میں لکھا ہے کہ تمام مقدمات فقہ حنفی کے مطابق نمٹائے جائیں گے۔

1۔ پوپلزئی' دار القضاء افغانستان ص 47

2۔ ایضاً' ص 48

marfat.com

خلافت عثمانیہ (ترکی)

1258ء (656ھ) میں بغداد پر ہلاکو خان کے حملہ و قبضہ کے بعد عباسی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی کوئی مرکزی حکومت نہ رہی' تاہم دنیا کے مختلف خطوں میں بعض چھوٹی بڑی مسلمان حکومتیں موجود تھیں جو بنو عباس کے دور میں یا تو مرکزی نظام خلافت سے رسماً" منسلک تھیں یا کلیتہ آزاد' ان ریاستوں میں شاہان سلجوق اور سلاطین عثمانیہ ترکی' کی خود مختار حکومت' افریقہ (مراکش، طرابلس اور الجیریا) کی خود مختار اسلامی حکومتیں مصر و شام کی خود مختار اسلامی حکومتیں ' ایران' افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں اندلس میں خود مختار اموی حکومت' اور برصغیر میں ہند و سندھ کی خود مختار اسلامی حکومتیں قابل ذکر ہیں۔

امت مسلمہ کا سیاسی شیرزاہ بکھر جانے کے بعد سب سے پہلے جس اسلامی ریاست نے اسے متحد کرنے اور خلافت مرکزی قائم کرنے کی آواز بلند کی وہ ایک ترکی ریاست ہی تھی جس کا دار السلطنت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کے شہر قونیہ (ترکی) میں تھا' اس اسلامی ریاست کے سربراہ سلطان عثمان خان غازی۔ "1" نے مسلمانوں کو عیسائی یلغار کے خلاف صف آراء کیا اور تیزی سے فتوحات کرتا ہوا مغرب کی طرف بڑھنے لگا چنانچہ اس نے پے در پے حملے کر کے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کی حدود کو ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل (بروصہ) تک ملا دیا۔ "2"

سلطان عثمان خان غازی نے 1326ء (727ھ) میں انتقال کیا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے عثمانی سلاطین مسند آرائے حکومت ہوتے رہے' عثمانی ترکوں کا یہ اقتدار اسلامی دنیا کے بعض علاقوں پر سلطان عبدالحمید خاں 1343ھ (1924ء) تک قائم رہا۔ "3"

بعض مورخین کا خیال ہے کہ بنو امیہ کے بعد اگرچہ بنو عباس ایک بہت بڑے علاقہ پر حاکم رہے مگر عثمانی ترکوں نے یہ اعزاز حاصل کیا کہ ان کی قائم کردہ اسلامی حکومت تین

1۔ خاندان سلاطین عثمانیہ کا بانی عثمان اول یا عثمان غازی تھا' سلطنت عثمانیہ کا پہلا دور 700ھ سے 974ھ تک جبکہ دوسرا دور 1923ء تک پھیلا ہوا ہے۔

2۔ اسٹینلے لین پول' سلاطین ترکیہ' (کراچی: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی' ستمبر' 1966ء) ج ا ص 49

3۔ ایضاً' ص 53

marfat.com

براعظموں اور سات سمندروں پر محیط تھی۔ "1" عباسیوں کے زوال کے بعد دولت عثمانیہ ہی وہ واحد ریاست تھی جس کی حکومت مسلمانوں کی نمائندہ تسلیم کی جاتی تھی اور جس سے ملت اسلامیہ کی ایک آئینی مرکزیت قائم تھی' اسی حکومت کو صحیح معنوں میں عباسی خلافت کا جانشین کہا جاسکتا ہے۔ "2"

عثمانیوں کے نظام سلطنت میں عباسیوں' سلجوقیوں اور مملوکوں کے طرز حکومت کی ایک جھلک نظر آتی تھی' عثمانی سلاطین امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک کے پیرو کار تھے اور نظام حکومت میں شریعت کا مکمل عمل دخل تھا' ان کے دور میں مفتی اور شیخ الاسلام کو بہت اہمیت حاصل تھی۔

پورے عثمانی دور میں 131 شیوخ الاسلام ہوئے۔ "3" جن کے ذمہ ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ کی سرپرستی تھی' شیخ الاسلام کو قانون و شریعت کا نمائندہ تصور کیا جاتا تھا' بڑے بڑے سلطان اس کی ہیبت سے کانپتے تھے۔ "4" شیخ الاسلام اور مفتی اعظم کا تقرر قاضیوں میں سے کیا جاتا تھا۔ "5" ملا شمس الدین فناری پہلے شیخ الاسلام تھے جو ایک استاد تھے پھر بروصہ کے قاضی مقرر ہوئے کچھ عرصہ بعد مفتی الانام شیخ الاسلام مقرر کئے گئے جبکہ سلطنت عثمانیہ کے تمام شہروں میں قاضی مقرر تھے' جنکا دائرہ کار شہر اور شہر کے مضافات تک وسیع ہوتا تھا۔

قاضیوں کا دائرہ اختیار' ادارہ حکومت سے زیادہ وسیع ہوتا تھا' قاضیوں کی عدالتوں میں دیوانی اور فوجداری ہر قسم کے مقدمات فیصل ہوتے تھے' ادارہ اسلامیہ ایک مستقل ادارہ تھا جس کے جج / قاضی ان تمام مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے جو قانون شریعت اسلامیہ سے متعلق ہوتے تھے۔ "6"

پروفیسر لی بائز' سلطنت عثمانیہ کے نظام عدل سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں:-

"...کم از کم ایک حیثیت سے عثمانی عدالتیں بہت قابل تعریف تھیں کہ فریقین مقدمہ کو فیصلہ کے انتظار کی زحمت بہت کم برداشت کرنی پڑتی تھی' مقدمات فوراً" فیصل ہوتے تھے' اور عدالتوں میں مذہب حنفی پر عمل ہوتا تھا۔ "7"

1۔ محمد صابر' ترکان عثمانی' (کراچی' شہباز پرنٹرز' 1967ء) ص 18

2۔ محمود الحسن' چراغ حسن حسرت' ریاض الاسلام' تاریخ اسلام' (نیو یارک' سلور برڈٹ کمپنی' 1953ء) ص 239

3۔ محمود الحسن' چراغ حسن حسرت' ریاض الاسلام' تاریخ اسلام' ص 531

4۔ محمد عزیز' دولت عثمانیہ' (اعظم گڑھ' انڈیا' معارف پریس' سن ندارد) ج 2' ص 381

5۔ ایضاً' ص 380

6۔ ایضاً' ص 382

7۔ ایضاً' ص 383

marfat.com

آخری شیخ الاسلام مدنی محمد نوری تھے جنہوں نے 4 نومبر 1922ء (1341ھ) کو استعفاء دیا۔ "1"
مسلم اور غیر مسلم' ترک اور غیر ترک' سب کے ساتھ اسلامی قانون کے مطابق یکساں معاملہ کیا جاتا تھا۔ "2"

سلطنت عثمانیہ میں نفاذ حدود کا عمل انیسویں صدی تک جاری رہا' تاہم انیسویں صدی میں ترکوں نے "تنظیمات" کے نام سے جو اصلاحات کیں ان سے سلطنت عثمانیہ کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہوا' قدیم سلاطین کا قائم کردہ نظام حکومت یکسر بدل گیا' اور اس کی جگہ مغربی طرز کا نیا نظام قائم کیا گیا' عدالتی نظام میں بڑی تبدیلی یہ رونما ہوئی کہ پہلے صرف شرعی عدالتیں ہوا کرتی تھیں جن میں قانون شریعت کے مطابق تمام مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے۔ "3" اور یہ شیخ الاسلام کے ماتحت تھیں۔ تنظیمات کے بعد مغربی طرز کی عدالتیں بھی قائم کی گئیں' شرعی عدالتوں کا اختیار محدود کر دیا گیا اور ان سے نفاذ حدود کا حق واپس لے لیا گیا' اب ان کا کام صرف وراثت' نکاح و طلاق کے معاملات یا مسلمانوں کے دیگر شخصی معاملات کا تصفیہ کرانا رہ گیا' نیز ایک ضابطہ فوجداری تشکیل دیا گیا جس میں قانون شریعت کے تعزیری احکام کے بجائے جرائم کے لئے دیگر سزائیں مقرر کی گئیں۔ "4"

941ھ سے 1048ھ ہجری یعنی 1534ء سے 1638ء کے نظام قضاء اور سلطنت عثمانیہ میں شرعی حدود کے نفاذ کا ذکر کرتے ہوئے عباس الغراوی کہتے ہیں:-

"...والعهد العثمانی لم يختلف فيه القضاء عما كان عليه فی الاقطار الاسلامية جمعاء وان المولفات الفقهية من متون و شروح و حواش' وفتاوى' و صكوك و احكام مماثلة... تعد المرجع للكل' وان التشكيلات القضائية من استخدام حاكم منفرد جارية فی كل الاقطار لقلة الحكام الذين يحملون فكرة حُقوقية ناضجة' والتسجيل و تنظيم الاعلامات والحجج سار على طريقة مطردة' و سنن واحد' وان القدرة تابعة للمعرفة والمواهب فی التصرف والتوجيه الشرعی' مما ايد مكانة القضاء ولم يضطرب امره' ويصح ان يستخدم القاضی فی

1- محمد صابر' ترکان عثمانی' ج 1 ص 193

2- سعید اکبر آبادی' مسلمانوں کا عروج و زوال' (لاہور: ادارہ اسلامیات' اپریل 1983ء) ص 149

3- محمد عزیز' دولت عثمانیہ' ج 2 ص 386

4- ایضاً - ج 2 ص 386

marfat.com

مختلف الاقطار دون ان یری صعوبۃ فی تطبیق الشرع و وقع ذلک فعلاً" فالقضاء ارتکز فعلاً علی ھذا الاصل الفقھی وان المشیخۃ الاسلامیۃ و دارالفتوی فسیطرتا الحالۃ فلم تدعا مجالاً للتشویش فمضی الفقہ و القضاء علی حالۃ تطبیقیۃ فی مراعاۃ نھج قطعی لا یتغیر..."[1]

(عہد عثمانی میں نظام قضاء اس سے مختلف نہ تھا جو تمام اسلامی ممالک میں پہلے سے رائج تھا اور فقہی تالیفات' متون و شروح اور حواشی و فتاویٰ نیز شرعی و ثائق اور دیگر مستندات ہی بنیادی مرجع تھیں' اور ہر علاقہ میں الگ حاکم کے ماتحت عدالتی نظام کی تنصیب کا عمل جاری تھا' اور اس کا سبب ایسے افراد کی کمی تھی جو قضاء سے متعلق پختہ علم رکھتے ہوں' اور عدالتی ریکارڈ کا وہی پرانا طریقہ کار چل رہا تھا'

اسی طرح شرعی احکام میں فیصلوں کے لئے اختیارات نے قضاء کو ایک نمایاں حیثیت دی مختلف نوعیت کے معاملات میں قاضی کو سماعت کا اختیار تھا اور وہ شریعت کے نفاذ میں کوئی دشواری محسوس نہ کرتا تھا' چنانچہ قضاۃ نے اپنے اسی فقہی اصول پر توجہ مرکوز کی اور مسلم مشائخ اور دارالفتوی نے حالات کو مکمل طور پر کنڑول کیا اور کسی قسم کی تشویش پیدا نہیں ہونے دی یوں قضاء اور فقہ کی تطبیق ایک طے شدہ اصول کے مطابق بغیر کسی تبدیلی کے جاری رہی)

الدولہ العثمانیہ والشرق العربی کے مولف محمد انیس کہتے ہیں:-

"...وکان من ممیزات النبلاء العثمانیین طریقۃ المحاکمۃ فی اول الامر کان ھولاء یحاکمون امام المحاکم الاسلامیۃ ای علی ید قضاۃ مسلمین..."[2]

(عثمانیوں کے خصوصی کارناموں میں سے ایک ان کا نظام محاسبہ ہے کہ وہ اسلامی عدالتوں میں مسلم قاضیوں کے سامنے احتساب کے لئے پیش کئے جاتے تھے)

1۔ عباس العزاوی' تاریخ العراق بین الاحتلالین' قم: ایران: انتشارات الشریف رضی' 1369ھ / 1949ء) ج 4: ص 267-268

2۔ محمد انیس' الدولہ العثمانیہ والشرق العربی (القاھرۃ: مکتبۃ الانجلو المصریہ' 1985) ص 85

marfat.com

سلطنت عثمانیہ کے نظام قانون / قضاء سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے معروف مورخ کارل بروکلمان "حضارۃ العثمانیین فی اوج الامبراطوریہ" کے عنوان سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"...وکان القاضی ھو صاحب السلطۃ القضائیۃ العلیا فی منطقتہ فھو وحدہ الذی یقضی عند غیاب المدعی العام فی القضایا المدنیۃ والجنائیۃ وفقا لمبادی الشرع الشریف' ای القانون الدینی القائم علی اساس من القرآن والسنۃ)..."1"

(قاضی ہی اپنے علاقہ کا عدلیہ کا سب سے اعلیٰ افسر سمجھا جاتا تھا اور وہ سرکاری وکیل یا اٹارنی کی عدم موجودگی میں بھی سول و فوجداری مقدمات کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فیصلہ کرنے کا مجاز تھا' شریعت سے مراد مذہبی قانون جو قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں پر قائم تھا)

سلطنت عثمانیہ میں شرعی حدود کا نفاذ شرعی عدالتوں کے ذریعہ طویل عرصہ تک ہوتا رہا' حتیٰ کہ 1908ء (1326ھ) کے انقلاب کے بعد بھی شرعی عدالتیں قائم رہیں' تاہم دو طرح کا نظام عدالت نئے دستور میں متعارف کرایا گیا۔ "2"

1- عدالت ہائے شرعی

2- دیوانی عدالتیں

1- عدالتھائے شرعی مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ کرتی تھیں اور ان کو قرآن و حدیث اور سنن کے علاوہ کسی دوسرے قانون کا کوئی علم نہ تھا' ان عدالتوں میں دستاویزی ثبوت کو مسترد کر دیا جاتا تھا' اور صرف زبانی شہادت کو قابل ادخال سمجھا جاتا تھا' یہ عدالتیں شیخ الاسلام کے ماتحت تھیں اور ان میں حسب ذیل محکمہ جات شامل تھے:-

---

1- کارل بروکلمان' تاریخ الشعوب الاسلامیہ' (بیروت: دار العلم للملا -یین' 1965ء) ص 478

2- پکتھال' مارما ڈیوک' تاریخ دولت عثمانیہ "1914ء تک" (حیدر آباد دکن: دار الطبع عثمانیہ' 1358ھ / 1939ء) ج 2 ص 605

marfat.com

1- عدالت اپیل
2- متعدد سرشتہ جات عدالت
3- قاضی لکی

1 - عدالت اپیل (ARZ - ODACI) دو ایوانوں پر مشتمل تھی' ایک رومیلی کے لئے اور دوسری اناطولی کے لئے' ہر چیمبر میں ایک قاضی عسکر' صدر اور چودہ جج ہوتے تھے۔

2 - متعدد سرشتہ جات عدالت' ولایتوں کے سرشتوں کے مساوی ہوتے تھے' ان کے افسر اعلیٰ نائب ہوتے تھے' جن کو سلطان نامزد کرتا تھا' اور جب جی چاہے برطرف کر دیتا تھا' مدحت پاشا نے اپنی عدالتی وزارت کے زمانہ میں یہ کوشش کی تھی کہ نائبوں کو شیخ الاسلام کی ماتحتی سے نکال لیا جائے اور ان کی غیر مقبولیت مسلمہ قرار دے دی جائے مدحت کو اپنے اس ارادہ میں مفتی اعظم کی شدید مخالفت کی بناء پر کامیابی نہیں ہوئی۔

3 - قاضی لکی: (KADILIKI) لوا اور قضاۃ کے صدر مقام پر کام کرتا تھا' قاضیوں کو شیخ الاسلام کی تحریک پر نامزد کیا جاتا تھا' اس عدالت کے اجلاس میں ہر فریق مفتی کے فتویٰ سے مسلح ہو کر اصالۃً مقدمہ کی پیروی اور شہادت پیش کرتا تھا'

ایاق نائب (AYAK - NAIB) جو عدالت کا ایک قسم کا کلرک ہوا کرتا تھا' فریقین کی بحث کا خلاصہ پیش کرتا' اور قاضی فیصلہ دیتا تھا۔ "1"

دولت عثمانیہ میں نفاذ حدود کی برکات و ثمرات کے بارے میں محمد انیس کہتے ہیں:-

"...ان الحکم العثمانی قد ساعد علی تقویۃ او علی تاکید الحیاۃ الدینیۃ اساساً لحکمها لسکان الشرق الاوسط' وذلک بتمسکہ باحکام و مبادی الشریعۃ الاسلامیۃ اساساً لحکمها..." - "2"

(شرق اوسط کے باسیوں کے لئے عثمانی نظام حکومت نے مذہبی زندگی گزارنے اور اسے تقویت پہنچانے کو اپنے اقتدار کا بنیادی اصول ٹھہرایا اور یہ شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصولوں کو حکومت کی اساس قرار دینے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کی بناء پر ممکن ہوا)

1- مارماڑیوک پکتھال' تاریخ دولت عثمانیہ - ج 2 ص 605
2- محمد انیس' الدولۃ العثمانیہ والشرق العربی' ص 145

marfat.com

سلطان عبدالحمید خان کے جاری کردہ ایک فرمان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ ہمیشہ احکام شریعہ کے تابع رہی اور اس میں شریعت محمدیہ کے قوانین کی عمدہ طور پر مراعات ہوتی رہی...."[1]

29 اکتوبر 1923ء (1342ھ) کو مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والی خلافت عثمانیہ ختم ہوگئی اور اس کی جگہ جمہوریہ ترکی کے قیام کا اعلان ہوا' 3 مارچ 1924ء (1342ھ) کو ترکی کی نیشنل اسمبلی نے خلافت کی تنسیخ کا باقاعدہ بل پاس کیا اور خلیفہ کو ملک بدر کر دیا گیا۔ اسلامی شریعت کو عتیقیت یعنی بوسیدہ قانون کا نام دیا گیا' شرعی عدالتیں ختم کر دی گئیں اور ان کی جگہ سول و فوجداری عدالتوں نے لی' شرعی قوانین منسوخ کر دیئے گئے اور ان کی جگہ سوئٹزرلینڈ کے سول اور اٹلی کے فوجداری قوانین نافذ کئے گئے۔"[2]

۱۔ خیر الدین تیہ' نظم الممالک ص 252 (فرمان سلطان عبدالمجید خان 1255ھ)

2۔ کارل بروکلمان' تاریخ الشعوب الاسلامیہ ص 13 تا 17'

نیز حامدی' خلیل احمد' ترکی قدیم و جدید' (لاہور: اسلامک پبلشرز' 1972ء) ص 41 / 42

marfat.com

فصل پنجم

اسلامی ہند

وان الرسول لنور یستضاء بہ

مہند من سیوف الہند "1" مسلول

متذکرہ بالا شعر بتاتا ہے کہ عہد رسالت میں عرب کے ذہن میں ہندوستان کا کیا نقشہ تھا' اور یہاں کے آلات حربیہ ان کے ہاں کیسی شہرت رکھتے تھے' دراصل عرب اور ہندوستان کے درمیان زمانہ قدیم سے تجارتی' معاشی اور مذہبی تعلقات پائے جاتے تھے' اور عرب تاجر اکثرو بیشتر سواحل ہند پر تجارتی آمد و رفت رکھتے تھے' قدیم جغرافیہ نویس ہند اور سندھ کو دو الگ الگ ملک بتاتے ہیں' لیکن اکثر نے ہند و سندھ پر ہند ہی کا اطلاق کیا ہے۔ "2"

عرب تجار کی آمد و رفت کی بدولت اسلام ہندوستان میں داخل ہوا اور خلافت راشدہ کے دور میں ہندوستان پر اسلامی لشکر نے حملہ آور ہو کر کئی ہندوستانی علاقوں کو فتح کر لیا جن میں مکران' بلوچستان اور جنوبی افغانستان بجستان کے علاقے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ "3"

مولانا شبلی نعمانی نے الفاروق میں مکران کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "فتوحات کی اخیر حد یہی مکران ہے لیکن یہ طبری کا بیان ہے مورخ بلاذری کی روایت ہے کہ دیبل کے نشیبی حصہ اور تھانہ تک فوجیں آئیں' اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلام کا قدم سندھ و ہند میں آچکا تھا" (الفاروق صفحہ 168' مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

1۔ یہ شعر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا ہے' انہوں نے مصرعہ ثانیہ یوں کہا تھا " مہند من سیوف اللہ مسلول " نبی اکرم ﷺ نے اصلاح دی اور مصرعہ یوں ہو گیا" " مہند من سیوف اللہ مسلول".

2۔ طبری' تاریخ طبری' ج 2 ص 180

نیز ابن اثیر' الکامل لابن اثیر' ج 3 ص 17

3۔ مبارکپوری' اطہر' قاضی' خلافت راشدہ اور ہندوستان' (دہلی: ندوۃ المصنفین' ذوالحجہ 1391ھ / جنوری 1972ء) ص 86

marfat.com

فتوحات کا یہ سلسلہ خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت 20 ہجری (640ء) سے شروع ہو کر طویل عرصہ تک جاری رہا' تاہم 23ھ (643ء) سے 35ھ (655ء) (خلافت عثمان غنی) کا زمانہ فتوحات ہند کے حوالہ سے عروج کا زمانہ تھا' اسی دور میں ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمانوں کی بستیاں اور ان کی حکومتیں قائم ہوتی گئیں وہاں وہاں محکمہ قضاء بھی قائم کیا گیا' اور اسلامی نظام عدل و انصاف کو رائج کر دیا گیا' جدید تحقیقات کے مطابق عہد فاروقی (خصوصاً 23ھ) میں ہندوستان کے جو علاقے فتح ہو چکے تھے ان میں تھانہ' بھڑوچ' دیبل' اجزائے مکران' بجستان اور ان سے ملحقہ علاقے شامل ہیں' جبکہ دور عثمانی میں' قیقان' فہرج' قندابیل' مکران' بلوچستان اور بجستان کے بعض علاقے فتح ہوئے۔ "1"

عہد علوی میں اسلامی لشکر نے بعض مزید علاقوں کو اسلامی قلمرو میں شامل کیا اور یوں عہد خلافت راشدہ میں ہندوستان کا ایک قابل ذکر حصہ اسلامی پرچم تلے' "خدائی نظام عدل" کی برکات سے مستفید ہو رہا تھا۔ "2"

انتظامی لحاظ سے اسلامی ہندوستان دور عثمانی تک امراء بصرہ کے تابع تھا اور مسلمانوں کے امیر کو احکامات کے لئے حاکم بصرہ سے رجوع کرنا ہوتا تھا' اس دور میں اسلامی ہند کے مسلمان باشندے شریعت مطہرہ کے پابند ہو چکے تھے۔ "3" اور ان کے قضایا اسلامی قانون عدل کے مطابق فیصل کئے جاتے تھے' دارالخلافہ یا دارالامارت کی طرف سے قضاۃ کا تقرر عمل میں آتا' امیر بصرہ ہندوستان کے انتظامی امور کے ذمہ دار تھے چچ نامہ کے مطابق' حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ عراق پر مقرر ہوئے تھے جنہوں نے ربیع بن زیاد الحارثی کو اپنے آدمیوں کے ساتھ مکران اور کرمان میں مقرر کیا تھا۔ (فتح نامہ سندھ عرف 'چچ نامہ' مترجم اردو' ترجمہ اختر رضوی' سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ 1963ء) دارالخلافہ بصرہ کی جانب سے ہندو سندھ کے جن معروف قضاۃ کا تقرر عمل میں آیا ان میں حضرت حسن بصریؒ' سرفہرست ہیں' آپ 30 ہجری (650ء) میں ربیع بن زیاد حارثی کے ہمراہ بجستان اور سندھ کے علاقہ فہرج کی فتوحات کے سلسلہ میں لشکر اسلام کے ساتھ ہندوستان آئے اور اڑھائی برس تک یہاں مفتی و

1۔ بلاذری' فتوح البلدان' ص 420

2۔ مبارکپوری' اطہر' قاضی۔ خلافت راشدہ اور ہندوستان' ص 23 و ص 86

3۔ ابن کثیر' البدایہ والنھایہ' ج 9 ص 88/87

marfat.com

قاضی رہے۔ "1" ان کے علاوہ حکیم بن جبلہ عبری، سعید بن اسلم کلابی، مجاعہ بن سعر تمیمی اور محمد بن ہارون نمیری مختلف ادوار میں سندھ میں قاضی کے منصب پر فائز ہوئے۔ "2"

48 ہجری (668ء) میں سنان بن سلمہ ہذلی نے قندابیل کو اسلامی دارلامارۃ قرار دیا جہاں سے اس خطے کے انتظامی امور کی نگرانی کی جاتی۔

دارالامارۃ کے تابع ایک دارالقضاۃ قائم تھا جس کی نگرانی میں اسلام کے فوجداری قوانین کے مطابق مسلمانوں کے مقدمات کی سماعت ہوتی اور شرعی حدود نافذ کی جاتی تھیں۔ "3"

92 ہجری (711ء) میں جب طارق بن زیاد طرق باب اندلس کے لئے چلا۔ "4" تو محمد بن قاسم سندھ و ہند میں تقسیم برکات نظام محمدی و تسنیم نظام مصطفوی کے مشن پر نکلا، دونوں نے اپنی منزل پر پہنچ کر پرچم اسلام کو سربلند کیا اور نظام مصطفیٰ کے عملی نفاذ کو اہمیت دی، چنانچہ نو مفتوحہ علاقوں میں بھی جلد ہی اسلامی نظام عدل قائم ہوگیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت (99 - 101ھ 717 - 719) میں دیگر بلاد سندھ و ہند کے علاوہ سیوستان (موجودہ سہون یا سیون) کے علاقہ میں بھی خطیب و قاضی کا تقرر فرمایا جو مسلمانوں کے قضایا میں شرعی حدود و تعزیرات کا اجراء کرتا تھا "5" دوسری صدی ہجری میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ مکران، سندھ کے جنوبی علاقہ جات، سواشٹر، کچھ اور گجرات تک وسیع ہوا تو حکیم بن عوانہ کلبی نے عمرو بن محمد قاسم سے منصورہ آباد کروا کر اسی کو دارالامارۃ قرار دیا جو خلافت بنو عباس اور ان کے بعد دولت ہباریہ کے دور میں بھی سندھ کا دارالحکومت رہا۔ "6" خلفاء بنی امیہ کے قائم کردہ دارالقضاء بنو عباس کے دور میں بھی قائم رہے، اور اسلامی ہند میں شرعی قوانین کا نفاذ کامل طور پر جاری رہا۔ "7" اصطخری کے حوالہ سے قاضی اطہر مبارکپوری نے لکھا ہے کہ ملتان کی دولت سامیہ (290ھ / 903ء سے قبل) میں ایک لاکھ بیس

1۔ ابن سعد، محمد، الطبقات الکبری، (بیروت: دار صادر، 1388ھ) ج 7 ص 180

2۔ ایضاً

نیز قاضی اطہر مبارکپوری، خلافت امویہ اور ہندوستان، ص 184

3۔ قاضی اطہر، خلافت امویہ اور ہندوستان، ص 204 (بحوالہ مسالک الممالک ص 178)

4۔ ابن قتیبہ محمد عبداللہ بن مسلم، کتاب المعارف، (کراچی: نور محمد اصح المطابع، 1988ء) ص 148

5۔ قاضی اطہر مبارکپوری، خلافت امویہ اور ہندوستان، ص 205

6۔ قاضی اطہر مبارکپوری، خلافت امویہ اور ہندوستان، ص 204 (بحوالہ مسالک الممالک، ص 178)

7۔ ایضاً، خلافت عباسیہ اور ہندوستان، ص 282

marfat.com

ہزار دس سات تھے' اصطخری کہتے ہیں کہ یہاں نہ زنا کاری ہے' نہ شراب نوشی' اور لوگ کسی کو یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں تو اسے مار ڈالتے ہیں' یا اس پر حد شرعی جاری کرتے ہیں' ملتان کے ساموں کا دور دینی اعتبار سے بہت اہم تھا کہ خود ملوک بنی منبہ پکے مذہبی اور کٹر سنی تھے' اور انہوں نے ملتان کے بت خانے سے متصل ہی جامع مسجد آباد کر رکھی تھی' ہر طرف شرعی حدود اور اسلامی احکام جاری تھے۔"[1]

خلافت بنو عباس کے دور انحطاط میں ہندوستان ایک آزاد اسلامی ریاست کی حیثیت اختیار کر گیا اور خلافت سے اس کا تعلق صرف رسمی سا رہ گیا' صرف مساجد میں جمعہ کے خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا اور بس۔"[2]

چوتھی صدی ہجری (عہد بنو عباس) میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:۔

"...چوتھی صدی ہجری تک مسلمان ہندوستان کے متعلق بہت سی واقفیت رکھتے تھے تاہم ساحلی علاقوں میں مسلمان مدت سے آباد تھے' ابن حوقل کا بیان ہے کہ

> "...ہندوستان کے علاقہ بلھرا میں مسلمان بھی آباد ہیں' ان مسلمانوں پر اس زمانہ میں وہی حاکم ہو سکتا ہے جو خود مسلمان ہو' بلہرا کا حاکم ان مسلمانوں کا نمائندہ ہوتا ہے' ان علاقوں میں مسلمان کسی حکم اور فیصلہ کو اس وقت تک تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک کہ ان پر خود مسلمان ہی حاکم نہ ہو' ان پر حدود اور سزاؤں کے نفاذ کا یا ان پر شہادت اور گواہی دلانے کا حق مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہے خواہ اس علاقہ میں مسلمانوں کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو..."[3]

عصر بنوامیہ و بنو عباس میں ہندوستان پر مسلمانوں کے اقتدار کی تصدیق معاندانہ انداز میں ایک ہندو مورخ رائے بہادر "مہامہو پادھیائے گوری شنکر ہیرا چند اوجھا" نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

1۔ قاضی اطہر مبارکپوری' خلافت امویہ اور ہندوستان' ص 204 (بحوالہ مسالک الممالک۔ ص 242 / 248)

2۔ ایضاً' خلافت عباسیہ اور ہندوستان' ص 282

3۔ مناظر احسن گیلانی ہزار سال پہلے' ص 30

marfat.com

"۔ اس زمانہ (600ء تا 1200ء تک) کے مذہبی حالات کی تنقید ادھوری رہے گی اگر ہم ہندوستان میں داخل ہونے والے نئے (اسلام) دھرم کا ذکر دو چار الفاظ میں نہ کریں' اگرچہ محمد بن قاسم کے قبل مسلمانوں کے دو چار حملے ہندوستان پر ہو چکے تھے' پر انہوں نے یہاں قدم نہ رکھا تھا' آٹھویں صدی عیسوی سندھ پر مسلمانوں کا اقتدار ہونے کے ساتھ وہاں اسلام کی مداخلت ہونے لگی اس کے ایک عرصہ دراز بعد گیارہویں اور بارہویں صدی ہی میں مسلمان ہندوستان میں آئے' جہاں مسلمان فاتحوں کی تلوار نے اسلام کی تبلیغ میں مدد دی۔ "1"

227ھ (841ء) میں خلیفہ المعتصم کے انتقال کے بعد جہاں خلافت عباسیہ انتشار کا شکار ہوئی وہیں ہندوستان میں ہند و سندھ کی مسلم ریاست بھی کئی ایک خود مختار اسلامی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ "2" سندھ کے ایک گورنر عمر بن عبدالعزیز ہباری قریشی نے آزاد ہباری مسلم ریاست کی بنیاد ڈالی اور خود خلیفہ ہونے کا اعلان کیا' ہباری خاندان کی یہ حکومت 240ھ سے 416ھ (854 - 1025ء) تک سندھ میں قائم رہی یہ انتہائی دیندار اور شعائر اسلام کے احترام کرنے والے' اسلامی قوانین پر سختی سے عمل پیرا اور حدود شریعہ کے نفاذ کرنے والے تھے۔ "3" ہباریوں کی دینداری اور امور مملکت میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ان کے یہاں باقاعدہ عہدہ قضاء قائم تھا' جہاں خالص دینی قوانین کی رو سے فیصلہ ہوتا تھا' حدود و تعزیرات جاری ہوتی تھیں اور یوں پوری مملکت میں اسلامی احکام نافذ تھے' ابو دلف نے اپنے زمانہ کے حاکم منصورہ کے بارے میں لکھا ہے:۔

"... ویقیم الحدود... " کہ یہ حاکم حدود شرعیہ جاری کرتا ہے۔

سندھ پر مسلمانوں کی حکومت میں شرعی حدود کے نفاذ کے ثمرات نمایاں تھے' رعایا میں خیر کے جذبات غالب اور شر کے مغلوب ہو چکے تھے' چوری چکاری جیسے واقعات نہ ہونے کے برابر تھے' یہی حال دیگر جرائم کا بھی تھا' قاضی ابو علی تنوخی (متوفی 384ھ) (994ء) نے ابوالحسن بن لطیف کے حوالہ سے سندھ کی سماجی' معاشرتی صورتحال بیان کرتے ہوئے ایک نہایت لطیف واقعہ بیان کیا ہے' وہ کہتے ہیں:

1۔ منشی پریم چند' قرون وسطی میں ہندوستانی تہذیب' ص 46

2۔ سلیمان ندوی' خلافت اور ہندوستان' ص 6

3۔ ایضاً" (بحوالہ المقدسی' احسن التقاسیم)

marfat.com

"...حدثنی ابو الحسن علی بن لطیف المتکلم علی مذهب ابی هاشم قال: کنت مجتازاً بناحیة قزدار ممایلی سجستان و مکران و کان یسکنها الخلیفة من الخوارج وبی بلدهم و دارهم فانتهیت الی قریة لهم و انا علیل فرایت قراح بطیخ فابتعت واحدة فاکلتها فحممت فی الحال و نمت بقیة یومی ولیلتی فی قراح البطیخ ما عرض لی احد بسوء، و کنت قبل ذلک دخلت القریة فرایت خیاطاً شیخاً فی مسجد فسلمت الیه رزمة ثیابی و قلت: تحفظهالی؟ فقال: دعها فی المحراب، فترکتها و مضیت الی القراح، فلما اتیت من الغد عدت الی المسجد فوجدته مفتوحاً ولم ار الخیاط و وجدت الرزمة بشدها فی المحراب، فقلت: ما اجهل هذا الخیاط! ترک ثیابی وحدها و خرج، ولم اشک فی انه قد حملها باللیل الی بیته و ردها من الغد الی المسجد، فجلست افتحها واخرج شیئاً شیئاً منها فاذا اتاب الخیاط، فقلت له: کیف خلفت ثیابی؟ فقال: افقدت منها شیئاً؟ قلت لا، قال فما سوالک؟ قلت احببت ان اعلم، فقال ترکتها البارحة فی موضعها و مضیت الی بیتی، فاقبلت اخاصمه وهو یضحک ثم قال، انتم قد تعودتم اخلاق الارذال ونشاتم فی بلاد الکفر التی فیها السرقة والخیانة وهذا لا نعرفه، ههنا لو بقیت ثیابک مکانها الی ان تبلی ما اخذها غیرک، ولو مضیت الی المشرق والمغرب ثم عدت لوجدتها مکانها، فانا لا نعرف لصاً ولا فساداً ولاشیئاً مما عندکم ولکن ربما لحقنا فی السنین الکثیرة شی من هذا فنعلم انه من جهة غریب قد اجتاز بنا فنرکب وراءه فلا یفوتنا فندرکه و نقتله اما نتناول علیه بکفره و سعیه فی الارض بالفساد فنقتله او نقطعه کما نقطع السراق عندنا من المرفق فلا نری شیئاً من هذا قال وسالت عن سیرة اهل البلد بعد ذلک فانا الامر علی ما ذکره فانا بم لا یغلقون ابوابهم باللیل ولیس لاکثرهم ابواب وانما شئ یرد الوحش والکلاب..." .[1]"

---

1 - یاقوت الحموی، معجم البلدان، ج 4 ص 341 / 342

marfat.com

("...میں ایک بار قزدار (غالباً" خضدار بلوچستان) کے علاقہ سے گزر رہا تھا کہ ایک گاؤں کی مسجد میں ایک بوڑھے درزی سے ملاقات ہوئی' جسے میں نے اپنے کپڑوں کی گٹھڑی رات بھر امانتاً" رکھنے کے لئے دی تو اس نے کہا کہ اسے مسجد کے محراب میں رکھ دو' میں گٹھڑی رکھ کر باہر تربوز کے کھیت میں چلا گیا' ان دنوں میری طبیعت ٹھیک نہ تھی' میں نے کھیت سے ایک تربوز خرید کر کھایا جس سے فوراً" بخار میں مبتلا ہو گیا اور رات بھر اسی کھیت میں پڑا رہا' اس دوران کسی شخص نے مجھ سے کسی قسم کا تعارض نہ کیا' جب طبیعت سنبھلی اور دوسرے دن مسجد میں آیا تو دیکھا کہ دروازہ کھلا اور درزی غائب ہے' اور کپڑوں کی گٹھڑی اسی طرح محراب میں پڑی ہے' میں نے سوچا کہ درزی تو جاہل ہے کہ میرے کپڑے اسی جگہ چھوڑ کر چلا گیا' پھر خیال آیا کہ رات کو اپنے ساتھ لے گیا ہو گا' اور پھر صبح کو لا کر رکھ گیا ہو گا' ابھی میں اپنے سامان کی جانچ پڑتال کر ہی رہا تھا کہ درزی آ گیا' میں نے کہا تم میرے کپڑے یہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے؟ اس نے پوچھا کیوں کوئی چیز گم ہو گئی ہے کیا؟ میں نے کہا نہیں' اس نے کہا تم نے یہ کیوں پوچھا؟ میں نے کہا کوئی خاص بات نہیں' میں یوں ہی دریافت کر رہا تھا' درزی نے کہا میں ان کپڑوں کو رات یہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا' اس پر میں اس سے الجھتا رہا اور وہ ہنسی میں ٹالتا رہا' پھر اس نے کہا' تم لوگوں نے گندی باتوں اور گرے ہوئے اخلاق کی عادت ڈال رکھی ہے' تم لوگوں کی نشو و نما بلاد کفر میں ہوئی ہے جہاں چوری اور خیانت کی وباء عام ہے' ہم اپنے یہاں ان باتوں کو جانتے تک نہیں' اگر تمہارا کپڑا یہاں پڑا پڑا پرانا ہو جاتا تب بھی اسے کوئی نہیں پوچھتا' اگر تم مشرق و مغرب کا چکر کاٹ کر آؤ تب بھی یہ کپڑے اسی محراب میں ملیں گے' ہم لوگ چوری اور فتنہ و فساد نہیں جانتے اور نہ تمہارے یہاں کی طرح ہمارے ہاں برائیاں پائی جاتی ہیں۔ کئی کئی سال کے بعد جب اس قسم کی کوئی بات ہو جاتی ہے تو ہم اسے کسی اجنبی اور پردیسی کی حرکت سمجھتے ہیں'

اور جب ہم اس کی جستجو میں لگ جاتے ہیں تو اسے پکڑ کر قتل کر دیتے ہیں اور اس کے جواز و تاویل کے لئے اس پر کفر کا حکم لگاتے ہیں یا فتنہ و فساد کرنے والا قرار دیتے ہیں' (خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے اور چوری اور فساد گناہ کبیرہ ہے) ورنہ اپنے مسلک کے مطابق اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹ دیتے ہیں' اسی وجہ سے تم کو ہمارے ملک میں کوئی برائی نہیں ملے گی' ابوالحسن بن لطیف کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں نے مختلف طریقوں سے قصدار کے لوگوں کے حالات معلوم کئے تو واقعی درزی کی بات بالکل صحیح نکلی یہاں تک کہ لوگ راتوں کو گھروں کے دروازے تک بند نہیں کرتے

marfat.com

اور بہت سے مکانات میں تو دروازے ہی نہیں لگے ہیں' البتہ کتے بکری وغیرہ سے حفاظت کے لئے کوئی ترکیب کر لی جاتی ہے۔"1"

سندھ کی اس ھباری حکومت کی خود مختاری سندھ و ملتان کی دیگر خود مختار حکومتوں کی طرح سن 416ھ (1025ء) میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔"2"

سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کر کے یہاں کی خود مختار اسلامی ریاستوں کو غزنی کی حکومت کے ماتحت کر دیا اور ہندی راجاؤں سے مقابلہ کر کے بہت سے ہندوستانی علاقوں کو سلطنت غزنی میں شامل کیا' یوں غزنی اور دہلی کے بہت سے ادارے ایک دوسرے کے مشابہ بلکہ مشترک ہو گئے' اس دور کے نظام عدل گستری سے متعلق کوئی واضح مواد اگرچہ تاریخی مراجع میں محفوظ نہیں تاہم اس قسم کی روایات ضرور ملتی ہیں کہ غزنویوں نے سندھ کی عرب (اسلامی) حکومت کی طرح ہندوؤں کے دیوانی معاملات میں خود ہندوؤں کی پنچائتوں سے کام لیا اور ہندو پنڈتوں کو فصل خصومات کا اختیار دیا' جبکہ مسلمانوں کے معاملات قاضیوں سے متعلق رہے البتہ عام سیاسی جرائم میں مسلم و غیر مسلم کا فرق نہ تھا"3" حدود شرعیہ جاری تھیں اور محتسب نفاذ حدود کا ذمہ دار تھا' سلطان محمود کے ایک فوجی افسر علی نوشتگین پر حد لگنے کا واقعہ اس پر شاہد ہے کہ عوام و خواص سبھی کے لیے قانون ایک جیسا تھا اور کسی سے رعایت نہ برتی جاتی تھی' ایک روز علی نوشتگین اپنے فوجیوں کے جھرمٹ میں جا رہا تھا کہ راستے میں محتسب کی اس پر نظر پڑ گئی' دیکھا کہ نوشتگین شراب کے نشہ میں بدمست گھوڑے پر سوار ہے' فوراً گھوڑے سے اتروا کر اپنے ہاتھ سے درے مارنا شروع کئے اور وہ بھی اس قدر شدت سے کہ نوشتگین درے کی ضرب سے اوندھے منہ زمین پر گر پڑتا تھا یہ عمل جاری رہا تا آنکہ حد پوری ہو گئی۔"4"

1۔ یاقوت الحموی' معجم البلدان' ج 4 ص 341 / 342

2۔ یاقوت الحموی' معجم البلدان' ج ' ص 419

نیز' قاضی اطہر' ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں' ص 121

3۔ عبدالحفیظ' برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام عدل گستری' ص 74

4۔ عبدالرزاق کانپوری' سوانح نظام الملک طوسی' حصہ دوم' (کانپور' انڈیا: نامی پریس' 1912ء) ص 235

(بحوالہ: نظام الملک طوسی' قانون سلطنت' ص 2)

marfat.com

عہد سلاطین

سلطان محمود غزنوی نے ہند کے راجاؤں کے خلاف علم جہاد بلند کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کی پھر سے شیرازہ بندی کر دی' اسی کے ساتھ ہندوستان میں سلاطین غزنی کے اقتدار کا دور شروع ہوا سلطان محمود کے 13 جانشین مسند اقتدار تک پہنچے اور ڈیڑھ سو برس تک ان کی حکومت قائم رہی' سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا فائدہ مسلمانان ہند کو یہ پہنچا کہ ان کی منتشر جمعیت کو متحد ہونے کا موقع ملا' اور بالآخر شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک مستقل حکومت قائم ہو گئی جو "قانونا" تو مشرقی خلافت کا ایک حصہ تھی مگر تمام عملی اعتبارات سے وہ ہمیشہ ایک آزاد مملکت رہی۔ "1" سلاطین' خلافت مشرقی سے سند حاصل کرنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے اور خود کو خلیفہ کا نائب سمجھتے تھے چنانچہ 1026ھ 417ھ میں خلیفہ القادر باللہ نے سلطان محمود کے لئے بغداد سے نیابت کی سند اور خلعت روانہ کی اور اسے کیف الدولہ والاسلام کا لقب دیا۔ "2" ہندوستانی سلاطین میں بغداد کے خلفاء کا سلسلہ ختم ہونے پر بھی خلیفہ کی اطاعت کا مفروضہ قائم رہا' تا آنکہ قطب الدین مبارک شاہ نے خود خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

ہندوستان میں سلطنت دہلی کی بنیاد قطب الدین ایبک نے 602ھ (1206ء) میں ڈالی ایبک نے دہلی کو دارالسلطنت قرار دیا۔ "3" اور 689ھ (1290ء) تک یہاں قطب الدین ایبک کے خاندان نے حکومت کی اس کے بعد جلال الدین فیروز سے خلجی خاندان کو اقتدار منتقل ہوا جو 720ھ (1320ء) تک خلجیوں کے پاس رہا' غیاث الدین تغلق نے 720ھ میں خاندان تغلق کو سلطنت دہلی کی مسند پر بٹھایا' ان کے بعد سید اور لودھی خاندان کا اقتدار قائم ہوا تا آنکہ 932ھ (1526ء) میں حکومت ہند مغلوں کے پاس چلی گئی' ظہیر الدین بابر اور ناصر الدین ہمایوں نے یکے بعد دیگرے 945ھ (1538ء) تک ہندوستان پر حکومت کی' 945ھ میں شیر شاہ سوری نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور یوں سلطنت دہلی پر 962ھ (1555ء) تک سوری خاندان کا تسلط رہا۔

سلاطین دہلی عموماً" شریعت اسلامی کے پابند تھے اور شرع کا نفاذ و تحفظ ان کی قانونی ذمہ داری تھی۔ سلاطین نے قانون شریعت کے لازمی اجزاء میں کبھی بھی رد و بدل نہیں کیا تاہم وہ

---

1 - The Administration of The Sultanate of Dehli, By Ishtiaq Hussain Qreshi, pages 9, 25 & 40

نیز: اشتیاق حسین قریشی' سلطنت دہلی کا نظم مملکت' ص 10، 26، 40

2 - بدایونی' عبدالقادر: منتخب التواریخ' (لاہور: غلام علی اینڈ سنز' 1926ء) ص 41

3 - ایضاً" - ص 56

marfat.com

اس کی تفسیر و تشریح کا محدود حق رکھتے تھے۔ "1" شرعی حدود کے نفاذ اور قانون کی عملداری کے لئے قاضی ممالک (چیف جسٹس) کا تقرر ہوتا تھا' ایک اور عہدہ امیرداد کا تھا جو قاضی کے فیصلوں کا نفاذ کرتا تھا' اس کا کام ملزموں کو عدالت میں پیش کرنا اور قاضی کے فیصلوں کو عملاً" نافذ کرنا تھا' ہر بڑے شہر میں قاضی کی عدالت حکومت کا لازمی حصہ تھی۔ "2" سلاطین دہلی سرکاری معاملات میں شرع کا غیر معمولی احترام کرتے تھے' تاریخ میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ سلاطین نے حکم شریعت کے سامنے سر جھکایا جبکہ ایسی مثالیں بہت کم ہیں کہ کسی سلطان کے دور میں صراحتہ" وعلناً" قانون شریعت کی خلاف ورزی کی گئی ہو۔ "3"

محمد بن تغلق کے خلاف ایک امیرداد نے قاضی کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا کہ سلطان نے اس کے بھائی کو' خلاف قانون سزائے موت دی ہے لہٰذا سلطان دیت ادا کرے' مقدمہ قائم ہوا' قاضی کے طلب کرنے پر سلطان خود پیادہ پا قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا' فیصلہ سلطان کے خلاف رہا اور اس نے امیر کو اس کے بھائی کا خون بہا ادا کیا "4"

ایسے بے شمار واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عہد سلاطین میں ہندوستان میں فوجداری مقدمات کے فیصلے شرعی قانون کے مطابق ہوتے تھے اور حدود نافذ تھیں۔

شرعی نظام کا منتظم اعلیٰ قاضی القضاۃ / قاضی الممالک تھا اور اس کے ماتحت دیگر شہروں کے علاوہ دارالحکومت دہلی میں بھی نائب کا تقرر کیا جاتا تھا' دور سلاطین کے قاضیوں میں سے معروف سیاح ابن بطوطہ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے' جو باوجودیکہ مالکی المذہب تھا اور ہندوستان کے اکثر مسلم باشندے حنفی المذہب تھے' قاضی مقرر ہوا اور اس کے معاون کے طور پر دو حنفی قضاۃ کا تقرر کیا گیا۔ "5"

غیاث الدین بلبن کا دور 665 - 686ھ (1266 - 1287ء) ایسا ہے کہ جب شرعی حدود کی پرواہ نہیں کی گئی بلکہ بسا اوقات شرعی قوانین سے صرف نظر کر کے اپنی منشا و مرضی کے مطابق

---

1 - The Administration of Sultandate of Dehli, by :Ishtiaq hussain Qureshi . Page.9.

2 - do - Page. 160

3 - do - age. 44

4۔ اشتیاق حسین قریشی' سلطنت دہلی کا نظم مملکت' ص 174

نیز' ابن بطوطہ' عجائب الاسفار' ج 3 ص 285 / 286

5۔ ایضاً "۔ ص 171

نیز' ابن بطوطہ' عجائب الاسفار' ج 2 ۔ ص 81 / 82

marfat.com

سزاؤں میں تخفیف یا شدت پیدا کی گئی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ نور الحق، اور برنی نے بلبن کے نظام حکومت کے اس پہلو پر کافی بحث کی ہے، جناب خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:۔

"... بلبن کے نظام حکومت کا وہ پہلو جس میں اس نے حدود شریعت سے تجاوز کیا اور جس میں اس نے احکام شریعت سے بے اعتنائی برتی وہ سزاؤں سے متعلق تھا کہ اس میں بلبن نے احکام شریعت کی کھلی خلاف ورزی کی تھی..."" "1"

سلطان علاء الدین 696 - 720ھ (1296 - 1320ء) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انتہائی جابر اور غیر متشرع حکمران تھا، اس کے باوجود عدالتیں شرعی قوانین کے تابع تھیں اور نفاذ حدود کا عمل جاری تھا، اور شرب خمر پر سخت پابندی تھی۔ "2" بعض مورخین اسے وقت کا فرعون اور ہلاکو گردانتے ہیں، جیسا کہ محمد حسین اغلب نے لکھا ہے کہ:۔

"... سلطان علاء الدین اپنے وقت کا فرعون اور ہلاکو گزرا، وہ ایک جاہل طماع اور خود پسند اور ظالم ترک تھا، اس نے بخیال حفظ انسانی اور ابقائے سلطنت مغلوں اور ہندوؤں پر بڑا جبر کیا، وہ ہندوستان کو قابل سخت سیاست کے سمجھتا تھا، اور اسی سے اس کے جابرانہ احکام ہوتے تھے، وہ دیندار اور متشرع نہ تھا اور علماء کی صحبت سے نفرت کرتا تھا تاہم اس کے عہد میں جوڈیشل انصاف علماء اور قاضیوں کے سپرد تھا اور شرعاً" مقدمات فیصل ہوتے تھے..."۔ "3"

سلطان محمد شاہ تغلق 725 - 752ھ (1325 - 1351ء) کے دور کے نظام عدل کی ایک مثال ابھی اوپر ذکر کی گئی جو ایک قابل تقلید مثالی حکمران تھا۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں اس کے دور کی عدلیہ کی ایک جھلک یوں پیش کی ہے:۔

"... سلطان محمد شاہ تغلق احکام شرع کی پابندی کی سخت تاکید کرتا تھا اس نے اپنے بھائی مبارک خان کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ دیوان خانہ میں قاضی کے ساتھ بیٹھ کر انصاف کروائے، اسے حکم تھا کہ ایک بلند برج میں بیٹھے اور قاضی کے واسطے اس برج میں ایک مسند بادشاہ کی مسند کی طرح لگائی جاتی تھی، مبارک خاں قاضی کے دائیں بیٹھتا تھا، اگر کسی شخص کا دعویٰ کسی بڑے امیر پر بھی ہوتا تو مبارک خان کے سپاہی اس امیر کو قاضی کے سامنے پیش کرتے تھے اور وہ قاضی سے اس کا انصاف دلاتا تھا...""4"

1- خلیق احمد نظامی 'سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات (دہلی ندوۃ المصنفین 1958ء) ص 180

2- عبدالقادر بدایونی 'منتخب التواریخ' ص 98

3- مولوی محمد حسین اغلب 'اسلام کا ملکی اور عدالتی انصاف' (لاہور لالہ بالک رام' 1883ء) ص 19

4- ابن بطوطہ' عجائب الاسفار' "سفرنامہ ابن بطوطہ" (اسلام آباد قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت' 1404ھ / 1983ء ص 139

marfat.com

ابن بطوطہ خود ہندوستان کی سلطنت دہلی میں قاضی رہ چکے تھے اور وہ اس دور کے ہندوستان کے نظامِ عدل سے بخوبی واقف تھے' ان کا تقرر سلطان محمد نے ان کی علمی شہرت کی بناء پر کیا تھا حالانکہ وہ ہندوستان کی سرکاری و غیر سرکاری زبانوں سے ناواقف تھے' وہ اپنے تقرر اور سلطنت کے نظامِ عدل کا حال یوں بیان کرتے ہیں:۔

"... وزیر نے مجھے قاضی بننے پر مجبور کیا اس کا سبب یہ ہوا کہ قاضی ترکوں کے تقسیم کرنے کے وقت اس میں سے دسواں حصہ خود لیتا تھا' جب میں قاضی ہوا تو میں نے رسومات شرع کے قائم کرنے میں کوشش کی اس ملک میں ہمارے ملک کی طرح بہت مقدمات اور تنازعے نہیں ہوتے۔"1"

بادشاہ نے مجھے قاضی مقرر کرتے وقت کہا دہلی کی قضاء کا عہدہ کوئی چھوٹا عہدہ نہیں ہے' ہم اس کو بہت بڑا عہدہ سمجھتے ہیں' میں فارسی سمجھتا تو تھا لیکن اس میں جواب نہ دے سکتا تھا' میں نے کہا: یا مولانا! میں تو امام مالک کے مذہب پر ہوں اور اہل شہر کل کے کل حنفی ہیں' اور یہ کہ میں زبان سے ناواقف ہوں' بادشاہ نے فرمایا' کہ میں نے بہاء الدین ملتانی اور کمال الدین بجنوری کو آپ کی نیابت میں مقرر کیا' وہ آپ سے مشورہ لیں گے اور تمام دستاویز پر آپ ہی کی مہر ہوگی...."۔"2"

شراب نوشی پر سخت پابندی تھی سلطان کو یہ بات انتہائی ناپسند تھی کہ اس کے امراء و حکام میں سے بھی کوئی مے نوشی کا ارتکاب کرے' سلطان نے اس معاملہ میں خاصی سختی سے کام لیا' شراب نوشی کے مجرموں کو شرعی حد لگائی جاتی تھی' کبھی کبھار بادشاہ جرم کی سنگینی یا سلطنت کے کسی اہلکار کے اس جرم کے مرتکب ہونے کی صورت میں تعزیری سزا سخت بھی دیتا تھا' خلیق احمد نظامی کہتے ہیں:۔

"... سلطان محمد نہ خود شراب پیتا تھا اور نہ یہ پسند کرتا تھا کہ اس کے امراء و حکام شراب کے عادی ہوں' شہاب الدین العمری اور قلقشندی دونوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ مین سلطان بہت سختی سے کام لیا کرتا تھا' دہلی میں شراب نہ اعلانیہ پی جاسکتی تھی اور نہ چھپ کر' سلطان نے ایک امیر کی ساری جائداد محض اس وجہ سے ضبط کرلی تھی کہ وہ شراب پیا کرتا تھا...."۔"3"

1۔ ابن بطوطہ' عجائب الاسفار' "سفرنامہ ابن بطوطہ" (اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت' 1404ھ) ص 331

2۔ ابن بطوطہ' سفرنامہ عجائب الاسفار' ص 218

3۔ خلیق احمد نظامی' سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات' ص 332

marfat.com

قاضی ابن بطوطہ نے ہندوستان میں شرعی حدود کے نفاذ سے متعلق جو شہادت پیش کی ہے وہ ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے' وہ کہتے ہیں:۔

"... ہندوستان میں مسلمان شراب پینے کو سخت عیب سمجھتے ہیں' اگر کوئی مسلمان شراب پی لیتا ہے تو اسی (80) درے اسے لگائے جاتے ہیں اور تین دن ایک تہہ خانہ میں قید کردیا جاتا ہے۔" "1"۔

مے نوشوں پر حد شرعی جاری کرنے کے ساتھ ساتھ قید کی سزا گویا سلطان کے حکم سے تعزیرا" دی جاتی تھی' تاکہ لوگ اس جرم شنیع سے باز آجائیں' شریعت اسلامیہ نے بھی شراب نوشی کی حد مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ اسے قاضی کی صوابدید پر چھوڑا ہے کہ وہ چاہے تو تعزیری سزا بھی دے سکتا ہے۔"2"

ابن بطوطہ ہی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق شرابیوں کو اسی کوڑے اور تین ماہ قید تنہائی کی سزا دیتا تھا۔"3"

سزائے مے نوشی کے علاوہ دیگر قابل حد جرائم پر بھی حدود اللہ نافذ کی جاتی تھیں' اور شاہی خاندان بھی کسی قسم کی رو رعایت کا مستحق نہ تھا' سلطان محمد تغلق کے دور میں شاہی خاندان کی ایک خاتون پر ارتکاب زنا ثابت ہوا تو اسے رجم کیا گیا۔"4"

فیروز شاہ تغلق کے دور 752 - 791ھ (1351 - 1388ء) میں بھی شرعی حدود کا نفاذ قائم تھا اور محکمہ قضاء میں مولانا جلال الدین بھکری جیسے علماء متعین تھے جو احکام شریعت کے نفاذ میں کسی لومتہ لائم کی پرواہ کئے بغیر آزادانہ فیصلے صادر کرتے تھے اور اسلامی نظام عدل کے قائم کرنے میں بڑے حریص تھے' فیروز شاہ نے خود بھی احتساب میں کبھی ڈھیل نہیں دی۔"5" فیروز شاہ کی ہدایت تھی کہ ایسے لوگ جو دائرہ شریعت سے باہر قدم رکھیں اور ایسی چیز کو شروع کریں جو خلاف مذہب ہو تو پوری سختی سے اور انتہائی حسن اہتمام سے اس پر تنبیہہ کرنی چاہے اور روکنا چاہئے۔"6"

1۔ ابن بطوطہ' عجائب الاسفار' ج 2: ص 179

2۔ بدر الدین محمود ابن احمد عینی عمدۃ القاری (مصر' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' 1348ھ) ج 24 ص 23

3۔ ابن بطوطہ' عجائب الاسفار' ج 2: ص 106

4۔ ایضا" ج 2: ص 54

نیز' اشتیاق حسین قریشی' سلطنت دہلی کا نظم مملکت' ص 178

5۔ برنی' ضیاء الدین' تاریخ فیروز شاہی' (لاہور' مرکزی اردو بورڈ' 1969ء) ص 310

6۔ خلیق احمد نظامی' سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات' ص 62

marfat.com

علاء الدین خلجی 840 - 938ھ (1436 - 1531ء) کا دور اسلامی حدود کے نفاذ کے اعتبار سے یوں بھی قابل ذکر ہے کہ اس دور میں سلطان کے حکم سے شراب نوشی کے عادی مجرموں کے لئے الگ قید خانے بنوائے گئے اور جوئے پر سخت پابندی لگی' جناب خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:۔

"... علاء الدین خلجی پہلا ہندوستانی فرمانروا تھا جس نے مے نوشی و مے فروشی کے مکمل انسداد کی کوشش کی تھی' اس نے بگنی' بھنگ' اور جوئے کو ممنوع قرار دیا' شراب پینے والوں کی سزا کے لئے قید خانے بنوائے گئے اور "خماران و قماران و بگنی گراں" کو شہر سے باہر نکال دیا گیا' سلطان نے خود اپنے عمل سے نمونہ قائم کیا' اسکے مجلس خانہ خاص کے تمام شیشے و پیالے' صراحی و معبری و "ظکمائے چینی زراندو دشفافہ شیشہ" سب چیزیں جمع کر کے بداؤں دروازے کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کردی گئیں اور شراب کو میدان میں اس طرح لنڈھا دیا گیا کہ ایک دلدل سی پیدا ہوگئی..."۔"1"

مذکورہ بالا تاریخی حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ علاء الدین خلجی کے پیشروؤں کے دور میں اسلامی نظام عدل قائم تھا' مگر یہ ام الخبائث ایوان سلطنت تک پہنچنے میں کسی طرح کامیاب ہوگئی تھی' چنانچہ علاء الدین نے اس کے مکمل خاتمہ و انسداد کی طرف پوری توجہ کی' علاء الدین خلجی کے بارے میں بعض مورخین کا خیال ہے کہ وہ شرعی احکام کی پابندی پر قائم نہ رہا۔"2" یہ خیال اس لئے ہے کہ علاء الدین سزاؤں میں اپنی طرف سے کچھ کمی بیشی کرتا رہتا تھا جس پر قاضی مغیث جیسے جراتمند علماء اس کو بروقت ٹوکتے رہتے تھے اور وہ پھر راہ راست پر آجاتا تھا'

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو شرعی حدود اس کے دور میں بھی نافذ رہیں اور مے نوشی و مے فروشی کے انسداد کی اس کی کوششیں بہرحال قابل ستائش ہیں' جن پر اس دور کے کم و بیش تمام تاریخی مصادر شاہد ہیں۔"3" سلاطین دہلی کے دور میں اسلامی نظام عدل مجموعی طور پر نافذ رہا اگرچہ بعض سلاطین ذاتی طور پر شریعت اسلامیہ کے زیادہ پابند نہ تھے تاہم نظام عدل وہی رہا جو ایک عرصہ سے چلا آرہا تھا۔

1۔ خلیق احمد نظامی' سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات' ص 244

2۔ خلیق احمد نظامی' سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات' ص 258

3۔ برنی' ضیاء الدین' تاریخ فیروز شاہی' ص 434 تا 436

marfat.com

مناظر احسن گیلانی سلاطین کے نظام عدل کے بارے میں کہتے ہیں:۔

"... مسلمان بادشاہوں سے متعلقہ عیوب کے ساتھ 'افسوس ہے کہ ان کی خوبیوں کے ذکر کو لوگوں نے ترک کردیا' غلط فہمی اب تو اس حد تک جا پہنچی ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلامی قانون پر کسی اسلامی حکومت کا عمل در آمد نہ تھا' حالانکہ اور کچھ ان بادشاہوں کے عہد میں تھا یا نہ تھا لیکن قانون جہاں تک میں جانتا ہوں' ہر زمانہ میں مسلمانوں کی کسی حکومت کا کسی ملک میں کوئی قانون اسلام کے سوا نافذ نہ رہا' اکبر کا زمانہ ہندوستان میں صرف ایسا گزرا ہے کہ جس میں اسلامی قانون کی جگہ نئے قوانین کے نفاذ کا ارادہ کیا گیا تھا لیکن بظاہر اس میں کامیابی نہیں ہوئی اور کچھ اس قسم کی صورت علاء الدین خلجی کے زمانہ میں پیش آئی' مسلمانوں کے ہاتھ میں دنیا کی سیاست کی باگ جب تک رہی' اسلامی قانون کے ساتھ اس کی وفاداری مسلسل رہی' یوروپ کے تسلط کے بعد جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے یہ قصہ ہی الگ ہے' بہرحال مسلمان سلاطین سے شکایت اگر ہو سکتی ہے تو ان کے ذاتی کردار و اخلاق کی اور اسی وجہ سے مالی معاملات میں بھی ان سے غلطیاں ہوئیں' لیکن قانون کی حد تک ہر حکومت مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت رہی ہے..." ۔"1"

سلاطین دہلی کے نظام حکومت کی عمومی کیفیت بیان کرتے ہوئے مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں:۔

"... مسلمان بادشاہوں کی یہ خصوصیت رہی کہ ان میں جو بادشاہ متقی اور پرہیزگار ہوتے تھے وہ تو خیر اسلامی شعائر و حدود کا احترام کرتے ہی تھے ان کے علاوہ جو سلاطین عشرت پسند اور لذت کوش ہوتے (باستثناء معدودے چند) وہ بھی اسلامی احکام کا احترام ملحوظ رکھنے میں کسی سے کم نہ تھے' نیز عدالتوں کے فیصلے' قرآن و حدیث کی روشنی میں ہوتے تھے..."" "2"

طبقات ناصری کے مصنف منہاج السراج کہتے ہیں:۔

"... احتساب کو مسلمان بادشاہ ایک مذہبی فرض سمجھتے تھے ان سلاطین کو چھوڑ کر جو خود ہنگامہ ہائے ناؤ و نوش میں گرفتار رہتے تھے سب نے اس ضمن میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیا' ابتدائی دور میں جہاں جہاں مسلمانوں کی نو آبادیاں وجود میں آئیں وہاں قاضیوں اور محتسبوں کا تقرر بھی عمل میں آیا۔ "3"

1۔ مناظر احسن گیلانی' مقالات احسانی' ص 62 / 63

2۔ سعید اکبر آبادی' مسلمانوں کا عروج و زوال' ص 365

3۔ منہاج السراج' طبقات ناصری' ص 175

marfat.com

ہندوستان کی دیگر آزاد اسلامی ریاستیں

1347ء (748ھ) میں وسطی دکن میں بہمنی سلطنت وجود میں آئی جو 1526ء (933ھ) تک قائم رہی بہمنی سلطنت کا نظام عدل سلطنت دہلی کے مشابہ تھا' سلاطین یا تو خود عدلیہ کے فرائض انجام دیتے تھے یا ان کے نائب کو یہ اختیار حاصل تھا' قاضی عدالت شرع کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ "1" عدالتی نظام مکمل طور پر شرعی تھا' سلاطین فقہی امور کی پابندی کراتے بانی سلطنت علاء الدین حسن نے ابتداء ہی سے محکمہ قضاء پر خصوصی توجہ دی (2) بہمنی سلاطین نے اوامر و نواہی کی پابندی کرانے کے ساتھ ساتھ اسلام کا نظام حدود و تعزیرات برابر قائم رکھا' خواص اور شاہی خاندان کے لوگ بھی سزاؤں سے مستثنیٰ نہ تھے' بہمن سلطان علاء الدین ثانی نے شراب خوری کے جرم میں ایک شہزادے کو سرعام کوڑے لگوائے۔ "3"

بہمنی سلطنت کے اختتام پر پانچ سلطنتیں قائم ہوئیں' جن میں احمد نگر کی نظام شاہی سلطنت' برار کی عماد شاہی سلطنت' بیدر کی برید شاہی سلطنت' بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت اور گولکنڈہ کی قطب شاہی سلطنت شامل ہیں۔ "4"

ان تمام سلطنتوں کا نظام عدل وہی تھا جس کی بنیاد بہمنی سلطنت نے رکھی تھی کیونکہ یہ سلطنتیں دراصل بہمنی سلطنت کے کھنڈرات پر ہی تعمیر ہوئی تھیں' ان میں سے عادل شاہی سلطنت کے نظام عدل کا تذکرہ کرتے ہوئے' امداد صابری لکھتے ہیں:۔

"... عادل شاہی دور میں شرع محمدی کے مطابق مجرم کو سزا دی جاتی تھی' چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا' زانی کی سزا سنگسار کر کے مار ڈالنا تھی' شرابیوں کو اسی درے لگائے جاتے تھے' جو کوئی کسی کو قتل کر دیتا تھا اس سے جان کا قصاص لیا جاتا تھا' اور پھانسی کی سزا دی جاتی تھی' مقتولین کے عزیز اگر قاتل کو معاف کر دیتے تھے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا تھا..." "5"

1۔ عبدالحفیظ' برصغیر پاک و ہند میں اسلامی عدل گستری' ص 137

2۔ محمد قاسم فرشتہ' تاریخ فرشتہ' (لاہور: علمی کتب خانہ 1982ء) ص 280 - 281

3۔ عبدالحفیظ' برصغیر پاک و ہند میں اسلامی عدل گستری' ص 53

4۔ ایضاً۔ ص 124

5۔ امداد صابری' قدیم ہندوستان کی تاریخ جرم و سزا' (دہلی: جمعی پریس' 1945ء) ج 1 حصہ اول' ص 95

marfat.com

حیدر آباد دکن کی ایک اور سلطنت، محمد شاہ بادشاہ دہلی کے دور میں سلطنت آصفیہ کے نام سے قائم ہوئی جو چھ سو برس تک مسلمانوں کے زیر نگیں رہی، سلاطین آصفیہ نے یہاں کم و بیش دو سو برس حکومت کی، اس خاندان کی حکومت میں معمولی تبدیلی کے ساتھ اسلامی نظام عدل رائج رہا اور شرعی حدود کا نفاذ 1822ء یعنی 1231ھ تک ہوتا رہا۔ "1" اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک جزوی طور پر اسلامی سزائیں سلطنت کے نظام عدل میں رائج رہیں خاص طور پر سرقہ کی سزا قطع ید ہی مقرر تھی۔ "2"

علاوہ ازیں ہندوستان کی دیگر خود مختار اسلامی حکومتوں میں بنگال کی خود مختار اسلامی حکومت 741 - 982ھ (1340ء - 1574ء) جونپور کی خود مختار اسلامی حکومت 979 - 879ھ (1394ء - 1474ء) کشمیر کی خود مختار اسلامی حکومت 747 - 997ھ (1346 - 1588ء) مالوہ کی خود مختار اسلامی حکومت 804 - 941ھ (1401 - 1534ء)، گجرات کی خود مختار اسلامی حکومت 802 - 979ھ (1399ء - 1571ء) خاندیش کی اسلامی حکومت 797 - 1008ھ (1394ء - 1599ء) شامل ہیں، چونکہ یہ خود مختار حکومتیں سلطنت دہلی سے الگ ہو کر آزادی و خود مختاری کا اعلان کرتی تھیں لہٰذا اصلا" یہاں ایک عرصہ تک مرکزی حکومت کے نظام عدل کا اثر بعد میں بھی قائم رہا اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، چنانچہ شرعی حدود کا نفاذ حکمران کی دینداری اور اسلام سے تعلق کے حوالہ سے تھا، جس ریاست کا حکمران جتنا زیادہ دیندار اور متشرع ہوتا اتنے ہی اس کی ریاست کے قوانین اسلام کے تابع ہوتے، بحیثیت مجموعی ان آزاد اور خود مختار اسلامی ریاستوں میں اسلام کا نظام حدود و تعزیرات نافذ رہا۔ "3"

1۔ میر باسط علی خان، تاریخ عدالت آصفی، ص 23

2۔ ایضا"۔ ص 25

3۔ مفتی شوکت علی فہمی، ہندوستان پر اسلامی حکومت، (دہلی: دین و دنیا پبلشنگ کمپنی، 1951ء) ص 479 - 480

marfat.com

عہد مغلیہ

ہندوستان میں دہلی کی اسلامی سلطنت کے زوال اور کئی ایک خود مختار اسلامی حکومتوں کے قیام کے بعد مسلمانوں کی قوت پارہ پارہ ہو چکی تھی' خود اسلامی ریاستیں آپس میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھیں' دہلی کی بچی کھچی سلطنت پر "ابراہیم لودھی کا قبضہ تھا اور مسلم رعایا اس سے پریشان تھی۔ بعض اسلامی ریاستوں کے حکمرانوں نے بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تاکہ لودھی سے نجات حاصل ہو سکے "1" چنانچہ ظہیر الدین محمد بابر نے 1519ء (925ھ) میں ہندوستان پر پہلا حملہ کیا "2" اور اس کے بعد مسلسل کئی برس تک وہ ہندوستان پر حملہ آور ہوتا رہا' مورخین میں اس کے ہندوستان پر حملوں کی تعداد میں اختلاف ہے' تاہم بابر نے کم و بیش پانچ یا چھ حملے کئے اور بالآخر 932ھ / 1526ء میں وہ ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان میں مغلیہ ترکوں کی ساڑھے تین سو سالہ بادشاہت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو گیا "3" بابر خود ابتداء عیش کوش اور شراب کا رسیا تھا اور وہ خود اس کا معترف بھی تھا' تزک بابری میں اس نے اپنی مے نوشی اور پھر اس سے توبہ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:-

"منگل کے دن 23 جمادی الثانی 933ھ / 1527ء کو میں سیر کرنے کے لئے سوار ہوا' اثنائے راہ میں خیال آیا کہ ہمیشہ سے دل میں توبہ کرنے کا ارادہ تھا' اور خلاف شرع فعل کرنے سے دل خوش نہ تھا' میں نے کہا اے نفس!

دور ساز از جملہ مناہی خودرا   پاک ساز از ہمہ گناہی خود را

یعنی' اپنے آپ کو تمام ممنوعات سے روک اور اپنے دامن کو ہر گناہ سے پاک کر اسی سوچ میں یہاں سے جا کر میں نے شراب سے توبہ کی' نقرئی اور طلائی صراحیاں اور گلاس وغیرہ تمام سامان بزم اسی وقت منگوا کر تڑوا ڈالا' ساری شراب پھنکوا دی اور اپنے دل کو پاک کر لیا۔ "4"

1۔ عبدالقادر بدایونی' منتخب التواریخ' ص 217، 218

2۔ ظہیر الدین محمد بابر' تزک بابری' (لاہور۔ سنگ میل پبلیکیشنز 1965ء) ص 89

3۔ ایضاً۔ ص 192

4۔ بابر' تزک بابری' ص 225

marfat.com

بابر نے اس موقع پر نہ صرف خود شراب نوشی سے توبہ کی بلکہ ایک حکم کے ذریعہ شراب نوشی پر مکمل پابندی بھی عائد کر دی۔ "1" بابر مغلیہ خاندان تیمور کا پہلا ہندوستانی فرمانروا تھا اس کے بعد ہندوستان پر جن مغل بادشاہوں نے قابل ذکر حکومت کی ان میں ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگزیب عالمگیر اور بہادر شاہ ظفر معروف ہیں،

بابر کی طرح مغل بادشاہوں میں اگرچہ بعض خود عملاً" شرع کے پابند نہ تھے تاہم ریاست کی حد تک وہ اسلامی قوانین ہی کے حامی و محافظ تھے "2"

ہمایوں اور شیر شاہ کے دور کے فوجداری قانون اور سزاؤں کے بارے میں ایشوری پرشاد کی رائے یہ ہے:-

"_ Sher Shah delt out even-handed justice to the high and low and no man could escape punishment by reason of his birth or rank. There were courts called the "Darul-Adalat" in which the "Qazi" and "Mir Adl" tried civil cases and administered justice, the hindus probably settled their disputes relating to inheritence, succession, and the like in their punchayat, but in cirminal cases they were amenable to the law of state. The criminal law was severe, punishments were harsh and cruel and their object was not to reform the culprit but to set an example_" (3)

مغلیہ دور کا نظام عدالت وہی تھا جو سلاطین دہلی کے دور میں رائج و قائم تھا، جناب ابن حسن سلطنت مغلیہ کے نظام عدل کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"__ The organization of the judicial system of the mughuals was entirely the same as laid muslim jurists and established in northern India by the Sultansof Dehli_" (4)

1۔ صلاح الدین ناسک، دور مغلیہ ((1526 تا 1748ء)) (لاہور: عزیز بکڈپو، 1973ء) ص 34
2۔ ایضاً"۔

3- History of MuslimRule in India, by: ishwari Parasad, P.244.

4 - Cneteral Rule of India, Page 310.

marfat.com

ترجمہ:۔ (مغلوں کا نظام عدالت وہی تھا جو سلاطین دہلی کے دور میں شمالی ہندوستان میں رائج تھا۔

اگرچہ اکبر کے دور میں قانون اسلامی سے انحراف کی بعض مثالیں پائی جاتی ہیں' لیکن وہ صرف چند ایک ہیں اور عملاً" ان کا دائرہ اثر بھی محدود ہی تھا اکبر کی حکمت عملی نظام عدل کے سلسلہ میں زیادہ موثر نہ ہو سکی اگرچہ کہیں کہیں اس نے اسلام کے قانون فوجداری کو پس پشت ڈال کر خود ایسی سزائیں بھی دیں جو اسلام کے نظام حدود سے متجاوز تھیں۔ "1"

مغلیہ نظام عدل میں قاضی القضاۃ کا تقرر بادشاہ کرتا تھا اور اسے جج کے اختیارات حاصل ہوتے تھے' قاضی القضاۃ کو ریاست کے دیگر علاقوں میں قاضی مقرر کرنے کا اختیار تھا نیز ایک عمدہ میر عدل کا بھی تھا' چھوٹے بڑے تمام شہروں قصبوں اور پرگنوں میں بھی قاضی مقرر کئے جاتے تھے' تاہم اکبر کے دور میں حد یا قصاص کے نفاذ سے قبل بادشاہ سے اس کی منظوری حاصل کی جاتی تھی' اکثر قضاۃ حدود و قصاص کے قضایا بادشاہ کو بھجواتے تھے اور خود قطع ید یا سزائے موت (قصاص) نافذ نہیں کرتے تھے' جہانگیر کے دور حکومت میں ایسی شہادتیں ملتی ہیں کہ مجرموں کو بادشاہ کے سامنے حد لگائی جاتی یا قصاص میں سزائے موت دی جاتی۔ "2" لیکن ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ حد شرعی سے مختلف سزا جرائم حدود میں دی گئی۔

سن 12 جلوس میں جہانگیر کے سامنے احمد آباد کے قیام کے دوران ایک چور کو پیش کیا گیا' کوتوال چور پکڑ کر لایا' پہلے بھی وہ کئی چوریاں کر چکا تھا اور ہر مرتبہ اس کا کوئی نہ کوئی عضو کاٹ دیا گیا تھا' ایک بار اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا گیا' دوسری بار اس کے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا' تیسری بار اس کا بایاں کان' چوتھی بار اس کے پیر کی نس کاٹ کر اسے لنگڑا بنا دیا گیا اور آخر میں اس کی ناک کاٹ ڈالی گئی تھی' لیکن ان سزاؤں کے باوجود وہ اپنی عادت سے باز نہیں آیا اور چوری کرنے کی غرض سے ایک گھسیارے کے مکان میں گھس گیا' اتفاق سے مالک مکان ہوشیار تھا اور اسے پکڑ لیا' چور نے گھسیارے پر چاقو سے کئی وار کر کے زخمی کر دیا جس سے وہ مر گیا' شور و ہنگامہ اور گڑ بڑ میں گھسیارے کے اقرباء نے حملہ کر کے چور کو پکڑ لیا' اس چور کے بارے میں جہانگیر نے حکم دیا کہ چور کو متوفی کے ورثاء کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ وہ از خود اس سے قصاص لے لیں۔ "3"

---

1 - do - Page. 308.

2- Centeral Structure of the Mughal Empire in northern India, By: Ibn-e- Hassan, Page. 320

3- جہانگیر' تزک جہانگیری' (لاہور: سنگ میل پبلیکشنز 1967ء) ص 281

marfat.com

ابن حسن کہتے ہیں مغلیہ دور میں چار قسم کی سزائیں رائج تھیں:۔

1۔ قصاص

2۔ دیت

3۔ حدود

4۔ تعزیرات

قاضی اور مجسٹریٹ تمام مقدمات کے فیصلے اسلامی قوانین کے مطابق کرتے اور فوجداری مقدمات میں اسلامی سزائیں نافذ کی جاتیں۔ "1" جہانگیر کے دور میں اسلامی قوانین فوجداری پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا' حدود و قصاص کے مقدمات میں سزائیں شریعت کے مطابق دی جاتی تھیں' امیر و غریب کوئی اس سے مستثنیٰ نہ تھا حتیٰ کہ ملکہ نور جہاں کے ہاتھوں ایک شخص کی موت واقع ہوگئی تو بھی بادشاہ نے مقدمہ قاضی کو بھیجا اور حکم دیا کہ فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جائے اور کوئی رو رعایت نہ برتی جائے' علامہ شبلی نعمانی نے جہانگیر کے عدل کا یہ واقعہ والہ داغستانی کے حوالہ سے ریاض الشعراء سے نقل کیا ہے ریاض الشعراء میں یہ واقعہ منظوم انداز میں بڑے خوبصورت پیرائے میں اس طرح بیان ہوا ہے۔ "2"

قصر شاہی میں، کہ ممکن نہیں غیروں کا گزر   ایک دن نور جہاں بام پہ تھی جلوہ فگن
کوئی شامت زدہ رہ گیر ادھر آنکلا   گرچہ تھی قصر میں ہر چار طرف سے قدغن
غیرت حسن سے بیگم نے طمنچہ مارا   خاک کا ڈھیر تھا اک کشتہ بے گور و کفن
ساتھ ہی شاہ جہانگیر کو پہنچی یہ خبر   غیظ سے آگئی ابروئے عدالت پہ شکن
حکم بھیجا کہ کنیزان شبستان شہی
جا کے پوچھ آئیں کہ سچ یا کہ غلط ہے یہ سخن

نخوت حسن سے بیگم نے بصد ناز کہا   میری جانب سے کرو عرض بہ آئین حسن
ہاں مجھے واقعہ قتل سے انکار نہیں   مجھ سے ناموس حیا نے کہا تھا کہ بزن
اس کی گستاخ نگاہی نے کیا اس کو ہلاک
کشور حسن میں جاری ہے یہی شرع کہن

---

1 - Centeral Sturcture of the Mughal Empire in northern India, By: Ibn-e-Hassan, Page. 328,329

2۔ شبلی نعمانی' مقالات شبلی' مرتبہ سید سلیمان ندوی' (اعظم گڑھ' انڈیا: مطبع معارف' 1956ء) ج 4 ص 108 و 109

marfat.com

مفتی' دیں سے جہانگیر نے فتوئ پوچھا   کہ شریعت میں کسی کو نہیں کچھ جائے سخن
مفتی' دین نے ۰ بے خوف و خطر صاف کہا   شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اڑا دو گردن
لوگ دربار میں اس حکم سے تھرا اٹھے   پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن
ترکنوں کو یہ دیا حکم کہ اندر جا کر   پہلے بیگم کو کریں بستہ' زنجیر و رسن
پھر اسی طرح اسے کھینچ کے باہر لائیں
اور جلاد کو دیں حکم کہ ہاں تیغ بزن

یہ وہی نور جہاں ہے کہ حقیقت میں یہی   تھی جہانگیر کے پردہ میں شہنشاہ زمن
اس کی پیشانی نازک پہ جو پڑتی تھی گرہ   جاکے بن جاتی تھی اوراق حکومت پہ شکن
اب نہ وہ نور جہاں ہے نہ وہ انداز و غرور   نہ وہ غمزے ہیں' نہ وہ عربدہ صبر شکن
اب وہی پاؤں ہر اک گام پہ تھراتے ہیں   جنکی رفتار سے پامال تھے مرغان چمن
ایک مجرم ہے کہ جس کا کوئی حامی نہ شفیع
ایک بیکس ہے کہ جس کا نہ کوئی گھر نہ وطن

خدمت شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام   خوں بہا بھی تو شریعت میں ہے اک امر حسن
مفتی شرع سے پھر شاہ نے فتوئ پوچھا   بولے جائز ہے' رضا مند ہوں گر بچہ و زن
وارثوں کو دیئے لاکھ درہم بیگم نے   سب نے دربار میں کی عرض کہ اے شاہ زمن
ہم کو مقتول کا لینا نہیں منظور قصاص
قتل کا حکم جو رک جائے تو ہے مستحسن

شاہ جہاں خود داد رسی کے لئے بیٹھتا تھا' روداد مقدمہ' افسران انصاف' قضاۃ اور مفتیوں کے سامنے شروع ہوتی تھی' داروغہ عدالت ہر مقدمہ کو الگ الگ پیش کرتا تھا' بادشاہ خود دعویداروں کی گفتگو سنتا اور حسب شرع فیصلہ کرتا تھا۔"[1]

1۔ بنی پرشاد سکسینہ' تاریخ شاہ جہاں' (لاہور: پروگریسو بکس' 1988ء)' ص 218

marfat.com

دار السلطنت میں قاضی القضاۃ اس کا قانونی مشیر اعلیٰ تھا جبکہ صوبہ جات میں یہ فرض قاضی اور میر عدل ادا کرتے تھے۔ "1" شاہ جہاں کے دور میں اگر کوئی مجسٹریٹ اپنے زیر سماعت مقدمات میں شریعت کے احکام سے تجاوز کرتا تو اس جرم کی پاداش میں اسے شریعت کے مطابق سزا دی جاتی تھی۔ "2"

مغلیہ دور کے عہد وسط 964 - 1014ھ (1556 - 1605)ء کا ذکر کرتے ہوئے احمد محمود ساداتی لکھتے ہیں:۔

"...وکان صدر الصدور (المفتی) وقاضی القضاۃ و مساعدوھم یعاونون البادشاہ عادۃ فی فصل القضایا وفق قواعد الشرع الشریف۔" - "3"

(یعنی صدرو الصدور (مفتی) اور قاضی القضاۃ اور ان کے نائب شرع شریف کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرنے میں عام طور پر بادشاہ کی معاونت کرتے تھے۔)

اکبر، جہانگیر، اور شاہجہاں کے دور میں خود بادشاہوں کے نافذ کردہ فیصلوں کی کوئی تعداد تاریخی مراجع ذکر کرنے سے قاصر ہیں۔

مغل بادشاہوں کے نظام عدل میں ایک خرابی یہ پیدا ہو گئی تھی کہ بادشاہ چونکہ خود کو مطلق العنان سمجھتا تھا اس لیے وہ شرعی احکام میں کبھی حد سے تجاوز بھی کر جاتا اور سزاؤں کے معاملہ میں وہ اپنی صوابدید کو حکم شرعی پر مقدم رکھتا' چنانچہ ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ بادشاہوں نے شرعی حدود کے نفاذ کی بجائے سزائے موت یا کسی اور قسم کی سزا دے ڈالی' عالمگیر کے ابتدائی دور تک یہ سلسلہ یونہی قائم تھا کہ عالمگیر نے اپنے پیشروؤں کی خود ساختہ جسمانی سزاؤں کو موقوف کر دیا' ماسوائے حدود شرعیہ یعنی چور کے ہاتھ کاٹنے یا دوسری مرتبہ چوری کرنے پر پاؤں کاٹنے کے' وہ اس کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ مثلاً" ناک کاٹنے کو خلاف شرع سمجھتا تھا۔ "4"

---

1 - بنی پرشاد سکسینہ' تاریخ شاہ جہاں' (لاہور پروگریسو بکس' 1988ء)' ص 245

2 - Centeral Structure of the Mughal Empire in northern India, By: Ibn-e- Hassan.

Page. 328

3 - احمد محمود الساداتی' تاریخ المسلمین فی شبہ القارۃ الھندیہ و حضارتھم (القاھرہ: مکتبۃ الاداب بالجمامیز' سن ندارد) ص 2: 114

4 امداد صابری' تاریخ جرم و سزا ج 1 حصہ اول ص 130 (بحوالہ لین پول' سوانح عالمگیری)

marfat.com

اورنگ زیب عالمگیر کا دور اس لحاظ سے دیگر بادشاہوں کے دور سے ممتاز ہے کہ اس نے اسلامی قوانین کو مکمل طور پر نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کی' اسلامی فقہ کی تدوین میں عالمگیر کا زندہ شاہکار فتاوئ عالمگیری ہے جو اس نے اپنے دور کے ممتاز علماء سے مرتب کروایا' عالمگیر کے دور حکومت میں مجرموں کو حد لگانے کے سلسلہ میں جملہ فقہی امور کو مدنظر رکھا جاتا' ضرب متوسط ماری جاتی تھی' شرمگاہ اور چہرہ کو بچا کر تمام بدن پر علیحدہ علیحدہ کوڑے لگائے جاتے تھے' مجرم کو بغیر مدد کے کھڑا کیا جاتا تھا' زمین پر لٹا کر یا گھسیٹ کر نہ مارا جاتا تھا اور نہ کوڑا مارنے کے وقت ہاتھ کو سر پر کھینچا جاتا کہ ضرب شدید نہ پہنچے اور کوڑا مار کر اسے کھینچتے بھی نہ تھے کہ زخمی نہ ہو جائے' عورتوں پر حد جاری کرتے وقت ان کا لباس نہ اتارا جاتا تھا جبکہ مردوں کا لباس اتارا جاتا تھا' مجرم اگر بیمار ہوتا تو صحت یابی تک اس کی حد موقوف رہتی تاکہ حد لگنے سے اس کی موت واقع نہ ہو جائے تاہم حد رجم میں چونکہ ویسے ہی سنگسار کر کے مارنا مقصود ہوتا ہے اس لئے اس میں صحت و بیماری کا لحاظ نہ رکھا جاتا تھا۔ "1"

حد زنا میں شبہ پیدا ہو جانے کی صورت میں حد ساقط ہو جاتی' حد قذف ان لوگوں کو لگائی جاتی جو کسی پر زنا کا الزام لگاتے اور پھر ثابت نہ کر سکتے تھے اگر کوئی شخص دس درہم سے زیادہ قیمت کی کوئی شئی چرا لیتا اور اس کا اقرار کرتا یا اس پر گواہ مل جاتے تو دو مردوں کی گواہی پر اس چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور داغ دیا جاتا۔ "2"

اگر وہ شخص دوبارہ چوری کے جرم میں ماخوذ ہوتا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جاتا' تیسری مرتبہ چراتا تو قطع نہ کیا جاتا بلکہ اسے قید کر دیا جاتا تھا تاآنکہ وہ چوری سے توبہ کر لے۔ "3"

ہندوستان کے مغل بادشاہوں کے دور میں ہندوستان کا فوجداری نظام' اسلامی قانون حدود تعزیرات ہی کے تابع تھا' پروفیسر وی۔ ڈی۔ مہاجن کہتے ہیں:۔

1۔ امداد صابری' تاریخ جرم و سزا ج 1 حصہ اول ص 130 (بحوالہ۔ لین پول' سوانح عالمگیری) ص 142 / 144

2۔ امداد صابری' تاریخ جرم و سزا ج 1 حصہ اول۔ ص 142، 144

3۔ ایضاً۔

marfat.com

"__ There were three groups of crims. viz.

Offences against God.

Offfences against the State,

and offences against Private Individuals.

The four kinds of punishments were.

Hadd, Tazir, Qisas, and Tashir.

Hadd was a punishment for crimes against God, Tazir was punishable by public reprimand dragging of the offender and exposing him to public scron, Qisas was in the nature of retaliation. The lines upon which justice was administered by the officers of Akbar were the same as those introduced by his Afghan predecessors, The Quraan was the basis upon which the law rested, Even Akber did not interfer with the administration of criminal justice which was based on Islamic Law__" (1)

(جرائم کے تین گروپ تھے، جرائم خلاف خدا، جرائم خلاف ریاست، جرائم خلاف افراد، اور چار قسم کی سزائیں یہ تھیں، حد، تعزیر، قصاص اور تشہیر، حد ایک ایسی سزا تھی جو جرائم خلاف خدا (حقوق اللہ) میں دی جاتی تھی، تعزیر کی سزا پبلک کے خلاف جرائم (حقوق العباد) پر دی جاتی تھی جبکہ قصاص ایک طرح کا بدلہ تھا۔ اکبر کے دور کا نظام عدل انہی خطوط پر قائم تھا جو اس کے پیش رو افغانوں نے قائم کئے تھے۔ قرآن وہ بنیاد تھا جس پر تمام قوانین کا انحصار تھا۔ حتیٰ کہ اکبر نے خود کبھی فوجداری قوانین میں مداخلت نہیں کی جو اسلامی قانون کے مطابق تھے۔)

ایک اور ہندو مورخ سری رام شرما، ہندوستان میں مغلوں کے نظام عدل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

---

1 - V.D.Mahajan, The muslim rule in India P.207.

marfat.com

"... The criminal law was again Muslim. the relations between the subjects themselves as also between the state and its subjects were fundamentally goverened by the Muslim law. We have seen that Akber made serious changes here when he changed the religious policy of the State. His modifications. however really concerned the field of public law_" (1)

(فوجداری قانون پھر اسلامی تھا' ریاست کے تمام معاملات اور نظام عدل کا آپس میں تعلق مسلم لاء کے ماتحت چلتا تھا' ہم نے دیکھا کہ اکبر نے جب ریاستی پالیسی تبدیل کی تو اس نے بہت سی تبدیلیاں کیں مگر اس کی اصلاحات پبلک لاء تک ہی محدود رہیں۔)

ہندوستانی تاریخ کے ایک اور انگریز ماہر مسٹر (G.B. Melson.) جی۔ بی' میلسن' مغل حکمرانوں کے نظام عدل کے بارے میں اپنی رائے یوں بیان کرتے ہیں:-

"_ The administration of justice was perfect. for it was dispensed according to the Muhammadan principal that the State was dependent on the law. that law was administered by the Kazi's or Judges in confirmity with a code which was the result of accumulated decisions based on the Kuran, but modified by the customs of the Country. The Kazi decided all matters of a civil charcter, all questions in fact,whichdid not affect the safety of the state. But criminal cases were reserved to the jurisdiction of a body of men_" (2)

---

1 - Sri Ram Sharma. The Religious Policy of the Mughul Emprors. P. 181

2 - Rulers of India. Akbar and the Rise of Mughal Epire. By: G.B.Malleson. (Islamic Book Service, Lahore, 1903 & 1979.) Page.75

marfat.com

(نظام عدل عمدہ تھا' کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر استوار تھا۔ قوانین پر عمل در آمد قاضیوں کے ذریعہ ہوتا تھا' جو قرآن سے ماخوذ تھے۔ مگر اس میں ملکی حالات و زمانہ کی رعایت کے مطابق کچھ ترمیم کر لی گئی تھی۔ قاضی ہی تمام سول معاملات نمٹانے کا ذمہ دار تھا۔ اور ان تمام سوالات پر جوابدہ تھا جن سے ملکی سلامتی وابستہ نہ ہو' تاہم فوجداری قوانین پر عمل در آمد چند افراد کی ایک کمیٹی کے سپرد تھا')

ہندوستان کے ایک اور ماہر تاریخ' مغلیہ دور کے نظام عدل کے بارے میں مندرجہ ذیل شہادت پیش کرتے ہیں:-

"__ Islamic criminal law and punishment remained in force throughout the Mughulage. Even Akbar did not make any fundamental change in the cirminal law.

The punishmentunder this law were more severe in the times of Jahangir and Shah jahan that, in that of Akbar. Aurang Zeb was very particular in enforcing Islamic law in all branches of admiinstration and making the law available for any reference to his officers and Judges..." (1)

---

1 - The History and Culture of The Indian People, The Mughul Empire, By : R.C.Majumdar, ,(Bhartiya Vidya Bhvan, Bombay - 1974- page. 544

marfat.com

(پورے مغلیہ دور میں ہندوستان میں اسلام کا قانون فوجداری نافذ رہا' حتیٰ کہ
اکبر نے بھی کریمنل لاء میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی ان قوانین کے تحت
دی جانے والی سزائیں' جہانگیر اور شاہجہاں کے دور میں اکبر کے دور کی
بنسبت زیادہ سخت تھیں' اورنگ زیب اسلامی قوانین کو تمام شعبہ ہائے
زندگی میں نافذ کرنے کے سلسلے میں خصوصی شہرت رکھتا ہے اس کے دور میں
سرکاری افسروں اور ججوں کے خلاف پیش ہونے والے ریفرنسز میں بھی ان
قوانین پر عمل ہوتا تھا)

مندرجہ بالا تاریخی شہادات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہندوستان میں شاہان مغلیہ کے دور میں نظام عدل اسلامی تھا اور حدود نافذ تھیں۔

marfat.com

انگریزی عہد کا ہندوستان۔ (British India)

نفاذ حدود کا عمل سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کے بعد بھی جاری رہا' ایک انگریز مورخ ایم۔ پی جین' ہندوستان میں انگریزی عملداری کے ابتدائی دور کے قانونی حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> "...ہندوستان میں مغلوں کے دور حکومت میں فوجداری عدل گستری کے لئے اسلامی قانون فوجداری ملک کا قانون بن گیا تھا' اس وقت جبکہ انگریزوں نے بنگال' بہار' اور اڑیسہ کے نظم و نسق کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں لی تو ان علاقوں میں اسلامی قانون فوجداری کو بہت زیادہ دخل تھا' انگریزوں نے اس وقت موجود صورتحال میں فوراً" کوئی تبدیلی نہیں کرنی چاہی اور اسلامی قانون فوجداری کو وہاں جاری رہنے دیا' چنانچہ انگریزوں کے ہندوستان میں آنے کے بعد سو سال سے زیادہ عرصہ تک اسلامی قانون فوجداری' بنگال' بہار' اور اڑیسہ کے مفصلات میں باضابطہ طور پر نافذ رہا۔ تاآنکہ 1860ء میں قانون تعزیرات ہند وضع کیا گیا..."۔"1"

جناب محمد اللہ کہتے ہیں:۔

"_ According to firman of 1765, the Nizamut or administration of criminal justice was left under the supervision and control of the nawab. The Muhammadan courts were retained and the Muhammaden Law was in force throughout the country_" (2)

(1765ء کے فرمان کے مطابق نظامت قانون یا کریمنل لاء کا استعمال نوابوں کے اختیار میں رہنے دیا گیا' پورے ملک میں نوری (اسلامی) عدالتیں موجود تھیں اور ان میں شرعی قوانین کا نفاذ روبہ عمل تھا)

(فرمان 1765ء کے مطابق فوجداری مقدمات کا نظام نوابوں کے زیر نگرانی رہنے دیا

1- ایم۔ پی۔ جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو' 1982ء) ج 2 ص 714 - 715

2- The Administration of justice of Muslim Law, By: Muhammadullah, Al-Haj Page 92

marfat.com

گیا' شرعی عدالتیں بحال رکھی گئیں اور قانون شرعی (محمدی) ملک بھر میں نافذ رہا۔)

انگریزی عملداری میں جو اسلامی قانون فوجداری رائج تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ مختلف جرائم کے لیے سزاؤں کو چار وسیع زمروں میں تقسیم کیا گیا تھا:۔

1- قصاص
2- دیا (دیت)
3- حدود
4- تعزیرات۔"1"

ہندوستان میں رائج اسلامی قانون فوجداری کے مطابق جرائم دو طرح کے شمار ہوتے تھے:۔

1- خدا کے خلاف جرائم' جیسا کہ شراب نوشی اور بدکاری' ان جرائم کو غیر مہذب اور زیادہ سنگین نوعیت کا سمجھا جاتا تھا۔

2- انسان کے خلاف جرائم' جیسا کہ قتل' رہزنی' ان جرائم کو ذاتی نوعیت کے جرائم سمجھا جاتا تھا۔ "2"

اٹھارویں صدی کے وسط تک کمپنی کی حکمرانی میں صرف کلکتہ' مدراس اور بمبئی کے تین پریسڈنسی شہر شامل تھے۔ (جن میں انگریزی نظام عدالت قائم تھا) کمپنی نے سب سے پہلے جو علاقہ جات حاصل کئے وہ بنگال' بہار' اور اڑیسہ پر مشتمل تھے' ان علاقوں میں سب سے پہلا انگریزی نظام عدالت 1772ء (1186ھ) میں قائم کیا گیا' اس وقت تک صرف شرعی عدالتیں ہی قائم تھیں جو حدود کا نفاذ کرتی تھیں۔ "۳" حد کے زمرے میں آنے والی سزاؤں کے لئے یہ ضروری ہوتا تھا کہ جرم کا ثبوت مناسب اور باضابطہ ہو' مجرم کو سزا دینے کے لئے ضروری تھا کہ دو یا چار ایسے عینی شاہدوں کی گواہیاں ہوں جن کی دیانتداری مسلم الثبوت ہو' مثال کے طور پر زنا کے ثبوت کے لئے' صرف ایسی صورت میں سزا دی جا سکتی تھی جبکہ ایسے چار گواہ موجود ہوں جو یہ شہادت دیں کہ انہوں نے زنا کا فعل ہوتے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ "۴"

ایم۔ پی۔ جین' کا خیال ہے کہ حد کے زمرے میں آنے والی سزائیں بہت سخت تھیں' وہ کہتا ہے:۔

1- ایم۔ پی۔ جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' ج 2 ص 715
2- ایضاً۔ ج 2 ص 720
3- ایم۔ پی۔ جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' ج 1' ص 133
4- ایضاً' ج 2 ص 716

marfat.com

"... آج کے دنوں میں وہ سزائیں ہو سکتا ہے کہ وحشیانہ معلوم ہوں مگر ان سزاؤں کے پس پشت جو مقصد تھا وہ یہ کہ مجرموں کو ایسے جرائم کے ارتکاب سے ڈرا کر باز رکھا جائے جو خدا کی مخلوق کے لئے مضرت رساں ہوں' اس اعتبار سے حدود و قصاص میں فرق تھا' جبکہ تعزیر غیر متعین ہوتی' اور جج کے اختیار تمیزی پر منحصر ہوتی تھیں' اور حد کو چونکہ عوامی حق سمجھا جاتا تھا اس لئے حکمران یا اس کے نائب کو حد پر عمل در آمد کرانے کے اختیار مطلق حاصل تھا۔" "1"

حد زنا کے بارے میں ایم پی جین کہتا ہے:۔

"... کسی شخص کو عصمت دری کے الزام میں سزا دینے کے لئے یہ ضروری تھا کہ چار ایسے گواہ موجود ہوں جو حلفیہ بیان دیں کہ انہوں نے ملزم کو مجرمانہ فعل کرتے ہوئے بذات خود دیکھا تھا..." "2"

حد سرقہ کی شہادت کے بارے میں اس کا بیان ہے کہ:۔

"..... کسی چور کو اسی وقت سزا دی جا سکتی تھی جب کہ دو اشخاص گواہی دیں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں کہ انہوں نے شخص فلاں کو مال چراتے ہوئے دیکھا ہے' دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر سمجھی جاتی تھی..." ۔ (3)

حد حرابہ سے متعلق ایم پی جین کے مشاہدات حسب ذیل ہیں:۔

"۔اسلامی قانون نے رہزنی کے جرم کے تعین کے لئے جو اصول رکھے تھے وہ مساوی انصاف اور عدل عامہ کے اصولوں کے خلاف تھے۔ "4" مثال کے طور پر خفیہ طور پر کی گئی چوری کے لئے' بجز ایسی صورت میں کہ چوری کئے ہوئے مال کی قیمت دس درہم سے بھی کم ہو' ہاتھ کاٹنے کی سزا مقرر تھی' اگر ملزم نے پہلی بار چوری کا جرم کیا ہو تو داہنا ہاتھ کاٹنے کی سزا تھی اور اگر دوسری بار یہی جرم کیا ہو تو الٹا پیر کاٹنے کی سزا تھی' رہزنی کے ساتھ اگر تشدد کیا گیا ہو تو داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹنے کی سزا تھی۔" ۔ "5"

1۔ ایم۔ پی۔ جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' ج 2۔ ص 728۔

2۔ ایضاً۔

3۔ ایم پی جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' ج 1 ص 133

4۔ یہ اس انگریز کی اسلام دشمنی اور اسلام سے تعصب کی علامت ہے' ورنہ بہت سے منصف مزاج غیر مسلم اسلامی نظام عدل کے مبنی بر عدل ہونے کے ہمیشہ معترف رہے ہیں۔

5۔ ایم۔ پی۔ جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ ج 2 ص 745

marfat.com

کلکتہ جو انگریزی عملداری میں اہم مرکز تھا کی جرم و سزا کی صورتحال بیان کرتے ہوئے ایم پی جین کہتے ہیں:-

"۔یکم جنوری 1762ء (1176ھ) سے یکم اکتوبر 1774ء (1188ھ) تک کوارٹر سیشن (انگریزی عدالت) کلکتہ میں 45 مقدمات میں 62 افراد مختلف جرائم میں ماخوذ ہوئے' جن میں سے اکثریت ہندوستانیوں کی تھی - 26 میں سے 21 افراد کی سزا' سزائے موت تھی' ایسے جرائم جیسے عصمت دری' قتل' نقب زنی' اور فریب دہی میں سزائے موت دی جا سکتی تھی۔ "1"

گویا عدالت کو اپنے اختیار تمیزی کے مطابق بعض مقدمات میں عصمت دری اور نقب زنی کی صورت میں جب کہ جرم کی نوعیت زیادہ شنیع ہو' سزائے موت کا اختیار تھا' یہ بھی ممکن ہے کہ ان جرائم کے لئے سزائے موت کا اختیار انگریزوں کی آمد کے بعد عدالتوں کو دیا گیا ہو' کیونکہ انگریز بہرکیف ہندوستان کے ان علاقوں سے شرعی قوانین کو بتدریج ختم کر رہے تھے' جہاں جہاں وہ اپنی پوری آب و تب کے ساتھ نافذ تھے' اسلامی قوانین کے خاتمہ کی انگریزوں کو خاص فکر تھی' وارن ہیسٹنگز نے 21 مارچ 1774ء کو ایک خط لارڈ مینس فیلڈ کو بھیجا جس میں ہندوستان کی قانونی پوزیشن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"۔اسلامی قانون صوبہ بنگال کی کم از کم ایک چوتھائی آبادی کا دستور العمل ہے۔ (2)
واضح ہو کہ صوبہ بنگال میں اس وقت بہار اور اڑیسہ شامل تھے۔
ہندوستان کے مسلم اکثریتی آبادی والے جن علاقوں پر انگریزوں کا مکمل کنٹرول ہو گیا وہاں شرعی قوانین کو انگریزی قوانین سے بدل دیا گیا۔

1- ایم - پی - جین' ہندوستان کی قانونی تاریخ' ج 1 ص 119 / 120

2- عبداللہ یوسف علی' انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ (کراچی: کریم سنز' 1967ء) ص 86

(بحوالہ Keith's speaches and documents on Indian Policy. Vol.I)

marfat.com

جناب محمد اللہ کہتے ہیں:۔

"_ In A.D.1772 warn Hastings Completely transformed the machinery for the administration of Criminal Justice. The office of nawab diwan was abloshed, the work was taken up by the British agency. A new court of criminal judicature called "the faujdary adawlat" was established in each district for the trial of murder, robery and theft and all other felonies, forgery, perjury, and all sorts of frauds and misdmeanours, assaults, frays, quarels, adultery and every other breach of the piece or violent of property. In 1790 the entire system of the administration of criminal justice was remodelled_ ((1))

(1772ء میں وارن ہیسٹنگز نے فوجداری عدالتوں کا نظام یکسر تبدیل کر دیا' نواب دیوان کا عہدہ ختم کر دیا گیا' اور برطانوی ایجنسی نے یہ کام سنبھال لیا' ایک نئے طرز کی عدالتیں قائم کی گئیں جنہیں فوجداری عدالتوں کا نام دیا گیا' یہ عدالتیں ہر ضلع میں قائم ہوئیں اور ان کے دائرہ اختیار میں قصاص' ڈکیتی' چوری' اور اسی نوعیت کے دیگر مقدمات تھے' دھوکہ دہی اغوا اور تمام قسم کے فراڈ' جھگڑے' زنا' جائیداد اور امن عامہ سے متعلق بہت سے معاملات بھی انہیں عدالتوں کے اختیار میں تھے۔ 1790ء میں فوجداری عدالتوں کا اندرونی نظام از سر نو مرتب کیا گیا۔)

شرعی حدود کا نظام ختم کر دیا گیا اور صرف سول مقدمات کی حد تک اسلامی قوانین کا نفاذ باقی رہا' سکسینہ کے مطابق مسلم قانون فوجداری اور مسلم قانون شہادت کا نفاذ باقی نہیں رہا اگرچہ فریقین مقدمہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں:۔

"_ Muslim criminal Law and the muslim Law of evidence are not applied at all, though the parties are muslims_" (2)

1- Muhammadullah, Adminstration of Justice of Muslim Law, P. 92-93

2- Saksena, Kashi Parsad, Muslim law as administered in British India, p.38

marfat.com

(اسلامی فوجداری قوانین اور اسلامی قانون شہادت پر عمل کہیں بھی نہیں رہا اگرچہ فریقین مقدمہ مسلمان ہی ہوں)

1890ء میں ہندوستانی عدالتوں سے قاضی کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔ جبکہ 1864ء کے ایکٹ XI کے تحت محمدن لاء آفیسرز، قاضی القضاۃ وغیرہ کے مناصب بھی ختم کر دیئے گئے۔ "۱" یوں ہندوستان سے نظام حدود اور شرعی (فوجداری) قوانین کا نفاذ کلیتہً ختم ہو گیا۔

---

1. -Jo-

marfat.com

اسلامی دنیا

اسلامی ممالک میں نفاذ حدود کی کیفیت:۔

آج کی اسلامی دنیا میں نفاذ حدود کی موجودہ صورتحال (Current Position) جاننے کے لئے جدید ترین معلومات حاصل کرنے کی غرض سے مختلف کتب سے رجوع کرنے پر معلوم ہوا کہ اکثر کتابیں جدید ہونے کے باوجود قدیم معلومات کی حامل ہیں کیونکہ اکثر و بیشتر مصنفین نے جدید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے پہلے سے موجود مراجع میں دی گئی معلومات پر اکتفاء کیا ہے' چنانچہ جدید مراجع و مصادر کی تلاش کے ساتھ ساتھ ہم نے اسلامی ممالک کے سفراء (مقیم پاکستان) اور خود ان ممالک کی وزارت قانون و پارلیمانی امور کو براہ راست خطوط روانہ کئے جن میں سے بعض کے جوابات موصول ہوئے جو شامل کتاب ہیں' جدید مراجع میں سے

The cambridge Encyclopaedia of the Middle East and North Africa.

"کیمبرج انسائیکلو پیڈیا آف مڈل ایسٹ اینڈ نارتھ افریقہ" ایک ایسا مصدر نظر آیا جو اس کتاب کی تیاری کے دوران ہی شائع ہوا اور جس میں درج معلومات کو جدید ترین کہا جاسکتا ہے چنانچہ اسلامی دنیا کے نظام قانون کے بارے میں اسی کی معلومات پر زیادہ تر انحصار کیا گیا ہے۔
اسلامی ممالک کے نظام قانون سے بحث کرتے ہوئے مذکورہ انسائیکلو پیڈیا کے ایک مقالہ نگار مسٹر ٹریوور ماسٹائن لکھتے ہیں:

"__ From the end of the Second World War on wards, thoose countries of the Middle East and North Africa were under European rule achieved full indepen-dence. Most of them adopted new Legal systems, and it is now possible to distinguish four diferent types of system, but it should be remembered that a country in one class may move into another over

marfat.com

time, owing to the incessant flux which disturbs most Legal system in the region..." ((1))

جنگ عظیم دوم کے بعد شرق اوسط اور شمالی افریقہ کے ممالک جو کہ یوروپ کے زیر تسلط تھے آزاد ہو گئے' ان میں سے بیشتر نے نیا نظام قانون اپنایا اس لحاظ سے ان ممالک کو چار مختلف اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے' مگر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ چونکہ ان میں سے بعض ممالک نئے نئے تجربات کرتے رہے اس لئے یہ ایک قسم سے دوسری میں منتقل ہوتے رہے ہیں' جس کی وجہ سے اس خطہ میں نظام قانون اکثر ڈسٹرب رہا ہے۔

1- ایسے ممالک جہاں مکمل طور پر سیکولر نظام قانون رہا:-

ایسے ممالک جہاں مکمل طور پر سیکولر نظام قائم رہا کے بارے میں ٹریور کی رائے یوں ہے:-

"... Under the firm rule of Kemal Ataturk, Turky embarked on a policy of secularism, a course maintainedby the state until today. The reform of the legal system in that direction strated in 1926 with swiss code, and includes not only the law of contracts and torts but also persnal and family law. A penal code based on the Italian crinimal code of 1889 was also enacted in 1926, to be followed by other European-inspired pieces of legislation, such as the commercial code of 1956. Since the Turkish experiment there has been no other attempt at outright secularism, apart from the rather exceptional case of South Yeman, which beginning in 1970 took

---

1 - Trevor Mostyn, The Cambridge Encyclopaedia of the Middle East and North Africa, pages, 131, 132, 133, Cambridge University Press, 1988

marfat.com

several steps towards sceentific socialism by reforming and codifying its local lwas and customs. including family law, the provision of Islamic law were set aside when the government, under the influence of its form of socialsim, felt it to be necessary to do So..." (1)

کمال اتاترک کے دور میں ترکی نے مکمل طور پر سیکولر نظام اپنانے کی طرف پیش قدمی کی' 1926 سے نظام قانون کو سیکولر بنانے کے کام کا آغاز ایک سول کوڈ کے نفاذ سے ہوا جو دراصل سوس کوڈ (Swiss Code) سے مستعار ہے جس میں صرف کنٹریکٹ لاء اور قانون ٹارٹ ہی نہیں بلکہ پرسنل اور فیملی لاء بھی شامل ہے۔

اسی طرح اٹلی کے 1889ء کے فوجداری قانون کی طرز پر ایک پینل کوڈ بھی 1926ء ہی میں متعارف کرایا گیا جس کے اثرات دیگر قانون سازی کے شعبوں پر بھی پڑے جیسے 1956ء کا کمرشل کوڈ۔ ترکی کے تجربہ کے بعد کسی اور اسلامی ملک میں سیکولر نظام کے علاوہ کسی اور نظام قانون کو نہیں اپنایا گیا' ماسوا جنوبی یمن کے جہاں 1970ء کے شروع میں سائنٹیفک سوشلزم کے لئے بعض اقدامات کئے گئے اور وہاں کے مقامی نظام میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں جس میں فیملی لاء بھی شامل ہے' تاہم حکومت نے جب دباؤ کے تحت ضروری محسوس کیا تو بعض اسلامی قوانین بھی سوشلزم کے ساتھ ساتھ نافذ کئے۔

2۔ ایسے ممالک جہاں ابھی تک شرعی احکام نافذ ہیں:-

شرعی احکام کے نفاذ کے حامل ممالک کا ذکر کرتے ہوئے ٹرایوور کہتے ہیں:-

"— The Legal systems of saudi Arabia, Oman and North yemen still rely heavily on the Sharia, although in different forms: Saudi Arabia follows the Hanbali School, whileIbadism is prevalent in Oman.

1- Trevor Mostyn, The Cambridge Encyclopaedia of the Middle East and North Africa, pages, 131, 132, 133.

marfat.com

and the Zaydi and Shafi; i schools in Yemen. Each of these countries, however has adopted a substantial number of systems through the intermediary of Egyptian and Lebanese draftsmen, and these Limit the Shari'a to a certain extent. of the three countries, only Oman has adopted a secular criminal code, that of 1974 which met with opposition from conservative quarters at first, but was accepted..." (1)

سعودی عرب، سلطنت عمان اور شمالی یمن میں ابھی تک بھرپور انداز میں شرعی احکام نافذ ہیں اگرچہ تینوں ممالک میں فقہی اختلافات کی بناء پر مختلف مذاہب فقہ کے مطابق نفاذ شریعت کا عمل جاری ہے کہ سعودی عرب میں فقہ حنبلی، سلطنت عمان میں اباضی اور شمالی یمن میں زیدی فقہ پر عمل ہوتا ہے۔ تاہم بعض قوانین میں فرانسیسی اور یوروپی طرز بھی شامل ہے اور اس کی وجہ وہاں کے قانون ساز اداروں میں مصری اور لبنانی عنصر کی شمولیت ہے جس نے شریعت کو بعض معاملات تک محدود کردیا ہے، مذکورہ بالا تین ممالک میں سے صرف یمن نے سیکولر کرمینل کوڈ 1974ء میں متعارف کرایا جس کی شروع میں اپوزیشن نے مخالفت کی لیکن بالآخر اسے قبول کر لیا گیا۔

3- ایسے ممالک جہاں مکمل طور پر مقامی قانونی نظام رائج ہے:

مقامی رسوم و رواجات کے تابع اور قومی قوانین کے حامل ممالک کے بارے میں ٹریوور کہتے ہیں:-

"... In Egypt, Iraq, Syria, Lebanon, Jordan, Tunisia, Algeria and Morocco there are national Legal systems which have certain common characteristics. for

1- Trevor Mostyn, The Cambridge Encyclopaedia of the Middle East and North Africa, pages, 131, 132, 133.

marfat.com

example, their commercial and penal codes are practically unrelated to the Shari'a modelled as they are on European counterparts and administered by secular courts, whereas family land laws of inheritance continue to be derived form the Shari'a and administered by religious courts. By exception, in Tunisia and Egypt the religious courts were disbanded inthe mid-1950s and the application of religious Laws was entrusted to secular courts. Tunisia is also exceptional because a Law of personal status, which was remarkably radical when compard with traditional teaching of the Shari's was promulgated in 1956 brought intoeffect in 1957 and substantially supplemented in 1959..." (1)

مصر، عراق، سوریا، لبنان، اردن، تیونس، الجزائر اور مراکش میں مقامی / قومی قانونی نظام رائج ہے جن میں قدرے مماثلت پائی جاتی ہے مثلاً" ان ممالک کے تجارتی قوانین عملاً" شریعت سے متعلق نہیں بلکہ یورپی قوانین سے مستفاد ہیں اور سیکولر عدالتوں کے ذریعہ نافذ العمل ہیں۔ جبکہ قانون میراث شریعت کے مطابق ہے اور شرعی عدالتوں کے ذریعہ نافذ العمل ہے۔ شرعی عدالتیں 1950ء کے وسط میں باستثناء تیونس اور مصر، ممنوعہ قرار دی گئی تھیں اور مذہبی قوانین سے متعلق معاملات سیکولر عدالتوں کے حوالہ کر دیئے گئے تھے، تیونس بھی اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ شخصی قوانین کا شرعی امور کی روشنی میں 1956ء میں جائزہ لیا گیا اور انہیں 1957ء میں نافذ کیا گیا جبکہ 1959ء میں اس میں ترمیم کی گئی۔

مندرجہ بالا سطور میں اسلامی دنیا میں نظام قانون کا ایک عمومی جائزہ پیش کیا گیا ذیل میں ان اسلامی ممالک کا قدرے تفصیلی ذکر ہو گا جن میں شرعی حدود نافذ ہیں۔

---

1 - Trevor Mostyn, The Cambridge Encyclopaedia of the Middle East and North Africa, pages, 131, 132, 133.

marfat.com

1- سعودی عرب میں نفاذ حدود:

سعودیہ میں شرعی حدود کے نفاذ کا عمل اس وقت بھی تھا جب ابھی یہ صرف نجد تک محدود ایک ریاست تھی' شاہ عبدالعزیز نے 1319ھ (1902ء) میں ریاض پر حملہ کر کے اس کا قبضہ حاصل کیا تھا اور یوں جزیرہ عرب میں سعودی خاندان کے اقتدار کا آغاز ہوا' نجد میں سعودی اقتدار کے بعد قاضی کا تقرر بادشاہ کی طرف سے عمل میں آتا تھا جو حاکم کے نائب کی حیثیت سے عدالت لگاتا تھا۔ ہر قسم کے مقدمات و تنازعات کا فیصلہ شرعی احکامات کی روشنی میں دیا جاتا اور اہل علم' قاضی اور حاکم شرمل کر نفاذ شریعت کا کام انجام دیتے تھے۔ تاہم حجاز میں خلافت عثمانی سے وابستگی کی بناء پر ترکی نظام عدل رائج تھا' جسے "قانون عثمانی" کہا جاتا تھا۔ نجد و حجاز کے اتحاد اور متحدہ "ریاست نجد و حجاز" کے قیام سے قبل مکہ مکرمہ میں ایک اعلیٰ مرکزی عدالت قائم تھی' جس میں مذاہب اربعہ کے قاضی موجود رہتے تھے جو قول راجح کے مطابق قضایا کے فیصلے سناتے تھے۔

سعودی عرب (حجاز) میں "قانون عثمانی" 1345ھ (1926ء) تک رائج تھا جیسا کہ ایک سرکاری سرکلر بنام اٹارنی جنرل مورخہ 27 ذی الحجہ 1345ھ (1926ء) سے ظاہر ہے۔ "1"

4 صفر 1346ھ (1927ء) کو ایک شاہی فرمان جاری ہوا جس میں شرعی عدالتوں کے قیام اور ان کی حیثیت سے متعلق وضاحت تھی' اس فرمان کی رو سے قانون عثمانی منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ سعودی عرب کے اپنے قوانین نے لی۔

جناب ابو علیہ کہتے ہیں:۔

"القضاء هو حل المشكلات المتعلقة بامور الدين ويستند القضاء فی حكمه طبقا لما جاء به الشرع' لذا فقد انتشرت المحاكم الشرعية فی بلدان الدولة (السعودية) و بخاصة ان الدولة قائمة على الدعوة الدينية۔" "2"

1- حسن عبداللہ آل شیخ' التنظیم القضائی فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ' (اردو ترجمہ' بعنوان: سعودی عرب کا عدالتی نظام) مطبوعہ ادارہ معارف اسلامی لاہور' 1990ء) ص 104

2- ابو علیہ عبدالفتاح' الدولۃ السعودیۃ الثانیۃ' (الریاض: دارۃ الملک عبدالعزیز 1394ھ / 1974ء) ص 250

marfat.com

یعنی قضاء ہی تمام دینی امور میں درپیش مشکلات کا حل پیش کرتی ہے اور قضاء کا نظام شریعت مطہرہ کے تابع ہے' چنانچہ مملکت سعودی عربیہ کے تمام شہروں میں شرعی عدالتوں کا جال بچھا ہوا ہے اور یہ اس لئے بھی ہے کہ یہ مملکت دعوت دین کی بنیاد پر قائم ہے۔

جرائم حدود سے متعلق مقدمات کی سماعت عام شرعی عدالتوں اور اعلیٰ شرعی عدالت کے دائرہ اختیار میں دی گئی ہے' نظام عدل کی دفعہ 23 کے مطابق عام عدالتوں میں مقدمات حدود کے لئے ایک مکمل بنچ میں قاضیوں کی کم از کم تعداد تین (3) مقرر کی گئی ہے اور یہ شرط رکھی گئی ہے کہ سزائے موت یا قطع عضو کی سزا والے مقدمات اس عدالت میں اسی وقت زیر بحث آئیں گے جب عدالت کا پورا بنچ موجود ہو۔ "1"

قتل، قطع اعضاء اور رجم کے فیصلوں پر نظرثانی کا اختیار' نظام عدل کی دفعہ 8 کے تحت قضاء کی مجلس اعلیٰ کو دیا گیا ہے۔ محرم 1374ھ (1954ء) میں جاری ہونے والے حکم کے مطابق' قتل' قطع عضو اور ملکیت کی قرقی جیسے مقدمات کے فیصلے نفاذ سے قبل اعلیٰ عدالتوں کی نظر سے گزارے جائیں گے۔ "2"

نظام عدل کی دفعہ 51 - 52 کے مطابق مکہ مکرمہ کے علاوہ حجاز کی دیگر عدالتوں کے ایسے فیصلے جن کا تعلق قتل' قطع اعضاء اور رجم سے متعلق ہو' پر عمل درآمد اپیل کورٹ اور چیف جسٹس کی منظوری کے بعد کیا جاتا ہے۔ "3"

سعودی عرب میں نفاذ حدود کے بعد سے جرائم کی شرح میں "ریکارڈ کمی" ہوئی ہے سعودی وزارت داخلہ کے (1386ء) 1966ء کے سالانہ سروے میں دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق ہر ایک ہزار افراد میں جرائم کی شرح 32 فیصد تھی اور یہ پہلا سال تھا جب جرائم کی شرح معلوم کرنے کی خاطر سروے کیا گیا' اس سال کے بعد سے شرح جرائم میں خاطر خواہ کمی نوٹ کی گئی' جو 1395ء/ 1975ء تک گھٹ کر 18% فی ہزار فرد تک پہنچ چکی تھی۔

1۔ حسن عبداللہ آل شیخ' التنظیم القضائی فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ' ص۔ 106' 136

2۔ ایضاً" - ص 132

3۔ ایضاً" - ص 140

marfat.com

سرکاری سروے رپورٹ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"...ولقد بلغ معدل حدوث الجريمة فی المجتمع السعودی فی عام 1386ء الموافق 1966ء 32% فی الالف من السکان و قد اختیرت هذه السنة کبدایة للاحصاءات الجنائیة لانه توفرت الارقام' ومن قبل لم یکن یعنی بجمع الاحصاءات و بعد تلک السنة بداء المعدل ینخفض حتی بلغ فی العام الماضی 1395ھ والموافق 1975ء حدا ادنی لا یزید عن 18% فی الالف من السکان..."۔ "1"

سعودی عرب میں شرح جرائم اور مقدمات حدود کا حال بیان کرتے ہوئے جناب خلیل حامدی کہتے ہیں:

"...1966ء میں' میں جدۃ شریعت کورٹ کے چیف جسٹس شیخ محمد علی الحرکان کے پاس تھا' موصوف کو اس وقت جدۃ کی عدالت میں کام کرتے ہوئے 15 سال گزر چکے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے اب تک کتنے فوجداری مقدمات میں سزائیں جاری کی ہیں ◻ انہوں نے بتایا کہ "میری حدود عدالت' جدۃ سے رابغ تک کئی سو کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہیں' میں نے ان 15 سالوں کے اندر اب تک قتل کے ایک کیس اور سرقہ کے دو کیسوں میں سزا نافذ کی ہے..."۔ "2"

2- ایران:

ایران ان اسلامی ممالک میں سے ایک ہے جہاں انقلاب اسلامی کے بعد سے شرعی احکام نافذ ہیں۔

قبل ازیں ایران میں 1926ء تک عدالتی نظام اسلامی قوانین کے مطابق تھا' تاہم 1926ء - 1928ء کے عرصہ میں فرانسیسی نظام عدالت نافذ کیا گیا۔

1- وزارۃ الداخلیہ' الکتاب الاحصائی لوزارۃ الداخلیہ للسنوات 1386ھ - 1395ھ (الریاض: وزارۃ الداخلیہ ادارہ العامہ للتعلیم والبرامج الاحصاء المرکزی) 1396ھ' ص- 99

2- خلیل احمد الحامدی' سعودی عرب کا عدالتی نظام' (تعارف) ص 15

marfat.com

ایرانی وزارت اطلاعات کے ایک نشریئے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:۔

"_ The judiciary in Iran was originally based on the Islamic Law, between 1926 and 1928. The French Judiciary system was adoppted as a basic text, a moderanised legel system ..." (1)

(ایران میں عدلیہ بنیادی طور پر اسلامی قانون پر استوار تھی' 1926 - 1928ء کے دوران فرانسیسی نظام قانون نافذ کیا گیا جسے ایک جدید نظام قانون کے طور پر اپنایا گیا)

ایران میں 1307ھ (1889ء) میں نیا قانون "اصول تشکیلات عدلیہ" نافذ کیا گیا جس کی رو سے جرائم حدود کی سزائیں بدل دی گئیں۔ "2" تاہم ایران کے تازہ انقلاب کے بعد سے ایران میں نفاذ حدود پھر سے شروع کر دیا گیا ہے۔

اس نئے ایرانی نظام قانون کے بارے میں ٹریور کہتے ہیں:۔

" __ The changes which have taken place in the Iranian legal system since the revolution of 1978 - 79 have shown the determination of the advocates of Sha-ri'a. Under the constitution of 1979, the teaching of the shi'i school of law was proclaimed to be the primary source of law. Criminal law was fundamentally changed in line with Islamic precepts, and secular legislation which conflicted with Islamic norms was declared to be no longer enforceable, courts were strongly advised to rely on the legal opinions (fatwa) of the Ayatollah Khomeini ..." ((3))

---

1 - وزارت اطلاعات ' ایران ' "Iran"

2 - عبدالقیوم جالندھری ' قوانین اسلامی ممالک ' (لاہور: مکتبہ فکر و عمل) 1958ء ص 65

3 - Trevor Mostyn, The Cambridge Encyclopaedia of the Middle East and North Africa, Page 135

marfat.com

1978 / 1979ء کے انقلاب کے بعد سے ایرانی نظام قانون میں جو تبدیلیاں آئی ہیں ان کے مطابق شرعی وکلاء کا تقرر طے پایا۔ 1979ء کے دستور کے مطابق شریعت کی تعلیمات قانون کو اسلامی قانون کا بنیادی مصدر قرار دیا گیا' کرمنل لاء کو بنیاد اسلامی اصولوں کے مطابق تبدیل کر دیا گیا' اور اسلام سے متصادم سیکولر قانون کو ختم کر دیا گیا۔ عدالتوں کو اس بات کی ہدایت کر دی گئی کہ وہ آیت اللہ خمینی کے قانونی فتاویٰ پر انحصار کریں۔

چنانچہ ایران میں فقہ شیعی کے مطابق نظام حدود قائم ہے۔

3- آزاد کشمیر

عالم اسلام میں سعودی عرب کے بعد آزاد کشمیر ہی ایسا واحد خطہ ارضی ہے جہاں اسلامی قوانین کے عملی نفاذ اور شرعی حدود کے نفاذ کا تجربہ کیا گیا' آزاد کشمیر کے معروف سیاسی رہنما' سابق صدر اور وزیراعظم سردار عبدالقیوم خان کو شکوہ ہے کہ جدید دنیائے اسلام میں سعودی عرب کے بعد آزاد کشمیر میں سب سے پہلے' نظام حدود متعارف کرایا گیا مگر اس کا ذکر اسلامی تاریخ میں نہیں کیا جاتا' ان کے بقول' اس سلسلہ میں 1974ء میں آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے ایک ایکٹ پاس کیا جس کی رو سے ملک میں شرعی حدود کو نافذ کیا گیا۔"1"' ایکٹ کی توثیق صدر آزاد کشمیر نے 3 ستمبر 1974ء کو کی 1989ء میں اس میں بعض اہم ترامیم کی گئیں اس لئے اسے نفاذ شریعت ایکٹ VIII بابت 1989ء کا نام دیا گیا۔

سابق صدر آزاد کشمیر جناب سردار عبدالقیوم خان آزاد کشمیر میں نفاذ حدود کا تجربہ کرنے کے بعد اس نظام کی برکات کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

"۔۔ نفاذ شریعت کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے سے قبل میں نے انسپکٹر جنرل سے پیوستہ سال کے جرائم کی ایک رپورٹ طلب کی' جرائم کی کمی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ایک سال کے عرصہ میں آزاد کشمیر میں صرف 21 چوریاں ہوئیں جن میں سے سترہ ایسی تھیں جو شرعاً" چوریاں نہیں بنتیں' کیونکہ جنگل سے لکڑی کاٹنے کی چوری کی گئی تھی۔"2"

گویا نفاذ حدود سے ایک سال قبل کے بعض ابتدائی اقدامات سے جرائم کی تعداد میں حیرت انگیز کمی ہوئی۔

1- سردار محمد عبدالقیوم خان' آزاد کشمیر میں اسلامی قوانین کا نفاذ' (لاہور: الفاروق بک فاؤنڈیشن' نومبر 1991ء' ص- 163

2- سردار محمد عبدالقیوم خان' آزاد کشمیر میں اسلامی قوانین کا نفاذ' ص- 52

marfat.com

4۔ قطر:۔

قطر میں شرعی حدود ایک عرصہ سے نافذ ہیں' قطر کے شرعی عدالتوں کے شعبہ رياسة المحاكم الشرعيه والشؤن الدينيه کی جاری کردہ سالانہ اعداد و شمار کی رپورٹ 1401ھ - 1402ھ (1980 - 1981ء) کے مطابق جرائم کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

سن 1402ھ (1981ء) کے دوران شریعت کورٹ قطر میں 3298 مقدمات درج ہوئے۔ "[1]" جن میں حدود سے متعلق مقدمات کی تفصیل مرفقہ جدول میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

1۔ عبدالرحمن بن عبداللہ آل محمود' التقرير الاحصائی' (دولة قطر' رياسة المحاكم الشرعيه والشؤن الدينيه 1401ھ- 1402ھ) ص 50 - 52

marfat.com

شریعت کورٹ ، دولۃ قطر ، کے جاری کردہ اعداد وشمار
برائے سالہائے ۱۳۹۵ھ تا ١٤٠٢ھ پر مبنی جدول

هذا ونورد في الجدول رقم ١٠ عدد القضايا التي صدرت بها أحكام خلال السنوات ١٣٩٥ - ١٤٠٢ هـ.

ونبين في الجدول رقم (١١) عدد المتخاصمين بحسب الجنسية والجنس ونوع الدعوى ، كما نبين في الجدول رقم (١٢) الأحكام الخاصة بالعقوبات الصادرة خلال عام ١٤٠٢ هـ. حسب أنواع الجرائم ونوع العقوبة ، ومدد أحكام السجن.

جدول رقم ١٠ - عدد القضايا التي صدرت بها أحكام حسب أنواع القضايا خلال السنوات ١٣٩٥ - ١٤٠٢ هـ.

أنواع القضايا / السنة	جنايات	حقوق	شؤون زوجية*
١٣٩٥	٩٢٦	٤٦٣	١٦١
١٣٩٦	١٠١٣	١٧٧	١٣٥
١٣٩٧	١٠١٣	١٣٥	١١٠
١٣٩٨	١٠١٧	٢٤٦	١٥٣
١٣٩٩	٨٨١	٦٥٨	١٣٣
١٤٠٠	٨٩٨	٩١٢	١٩٨
١٤٠١	٩٠٩	١٠٢٠	١٩٧
١٤٠٢	٨٧٣	٨١٥	١٣٠

* [illegible]

[illegible]

marfat.com

شریعت کورٹ ، دولة قطر ، میں ۱٤۰۲ھ میں
پیش ہونے والے مقدماتِ حدود و دیگر

جدول رقم (١١) - عدد المتخاصمين في الدعاوى المرفوعة الى المحاكم الشرعية حسب الجنسية والجنس ونوع الدعوى في سنة ١٤٠٢ هـ .

الجنسية وأطراف النزاع		جنايات			حدود			حقوق			شؤون زوجية			طلاق			المجموع		
		مرد	عورت	مجموعی	مرد	عورت	مجموعی	مرد	عورت	مجموعی	مرد	عورت	مجموعی	مرد	عورت	مجموعی	مرد	عورت	مجموعی
قطري	مدعي	٢٥٩	١٨	٢٧٧	١٨١	١١	١٩٢	٩٩٠	٤١	١٠٣١	٨٠	٦٦	١٤٦	٣١	٢٧	٥٨	١٥٤١	١٦٦	١٧٠٧
	مدعى عليه	٢٩١	٩	٣٠٠	٢٣٧	٥	٢٤٢	٧٨٨	٢١	٨٠٩	٨٦	٥٨	١٤٤	٣١	٢٧	٥٨	١٤٣٨	١١٥	١٥٥٣
دول مجلس التعاون	مدعي	١٨	١	١٩	٤	٢	٦	٧٤	٤	٧٨	١١	١١	٢٢	١	٣	٤	١٠٨	٢١	١٢٩
	مدعى عليه	٥٤	١	٥٥	٥٠	–	٥٠	٩٧		٩٧	٩	١١	٢٠	١	٣	٤	٢١١	١٥	٢٢٦
مصري	مدعي	٣٤	٤	٣٨	٩	٣	١٢	٧٥	٤	٧٩	٢	١٤	١٦	–	٦	٦	١٢٠	٣١	١٥١
	مدعى عليه	٤٩	٣	٥٢	١١	–	١١	١٠٣	٥	١٠٨	٣	٨	١١	–	٥	٥	١٦٦	٢١	١٨٧
سوداني	مدعي	٩	–	٩	٣	–	٣	١٨	–	١٨	–	–	–	–	–	–	٣٠	–	٣٠
	مدعى عليه	١٠	–	١٠	٢	–	٢	٣٠	–	٣٠	–	–	–	–	–	–	٤٢	–	٤٢
أردني	مدعي	١٢	٢	١٤	٤	–	٤	٣٧	١	٣٨	٢	٢	٤	–	٢	٢	٥٥	٧	٦٢
	مدعى عليه	١٤	–	١٤	–	–	–	٢٢	١	٢١	٢	١	٣	١	١	٢	٤٠	٣	٤٣
فلسطيني	مدعي	١٠	١	١١	٤	١	٥	٢٣	–	٢٣	٤	٢	٦	١	–	١	٤٢	٤	٤٦
	مدعى عليه	٢٦	٢	٢٨	١٢	–	١٢	١١٥	–	١١٥	٤	٥	٩	١	–	١	١٨٨	٧	١٩٥
إيراني	مدعي	٦١	–	٦١	١٢	–	١٢	٢٠٩	–	٢٠٩	١٦	١٢	٢٨	٢	٢	٤	٣٠٠	١٤	٣١٤
	مدعى عليه	٤٧	١	٤٨	١٦	–	١٦	٢١٥	–	٢١٥	١٢	١٣	٢٥	٢	٢	٤	٢٩٢	١٦	٣٠٨
باكستاني	مدعي	١٠١	٤	١٠٥	٢٢	–	٢٢	٣٠٩	–	٣٠٩	٣	٥	٨	–	١	١	٤٣٥	١٠	٤٤٥
	مدعى عليه	١٢٠	–	١٢٠	٣٤	١	٣٥	١٨٤	–	١٨٤	٢	٣	٥	١	–	١	٣٤١	٤	٣٤٥
هندي	مدعي	٩٢	١٤	١٠٦	٢٥	٣	٢٨	٦٩	٣	٧٢	١	٥	٦	١	٣	٤	١٨٨	٢٨	٢١٦
	مدعى عليه	٨٦	٧	٩٣	٣٩	٣	٤٢	٧٠	٥	٧٥	٤	٥	٩	–	٦	٦	١٩٩	٢٦	٢٢٥
أخرى	مدعي	٤٨	٣	٥١	٢١	٣	٢٤	١٠١	١	١٠٢	٣	٤	٧	٣	١	٤	١٧٦	١٢	١٨٨
	مدعى عليه	٧٥	١	٧٦	٣١	–	٣١	١٥٢	١	١٥٣	٣	–	٣	١	١	٢	٢٦٢	٣	٢٦٥
المجموع	مدعي	٦١٤	٤٧	٦٩١	٢٨٥	٢٣	٣٠٨	١٩٠٥	٥٧	١٩٦٢	١٢٢	١٢١	٢٤٣	٣٩	٤٥	٨٤	٣٠٩٥	١٩٣	٣٢٨٨
	مدعى عليه	٧٧٧	١٩	٧٩٦	٤٣٢	٩	٤٤١	١٨٠٧	٣٣	١٨٤٠	١٢٥	١٠٤	٢٢٩	٣٨	٤٥	٨٣	٣١٧٩	٢١٠	٣٣٨٩

marfat.com

جدول رقم (١٢) – الأحكام الخاصة بالعقوبات الصادرة عام ١٤٠٢ هـ . حسب أنواع الجرائم ، ونوع العقوبة ، ومدد أحكام السجن

أنواع الجرائم	نوع العقوبة								مدد أحكام السجن			
	براءة	دية	جلد	جلد وسجن	إرش	سجن	أحكام أخرى	المجموع	٣ سنوات فأكثر	١ - ٣ سنوات	٦ - ١٢ شهراً	أقل من ٦ أشهر
١ - الجرائم المرتكبة ضد حياة الأشخاص أو ما يتعلق بالنفس	٢٦	٥٣	٣	٥	١٦٥	١٨	٤٩	٣١٩	–	١	١	٤٤
- القتل العمد	–	–	–	–	–	–	–	–	–	–	–	–
- القتل الخطأ :												
أ - بسبب حوادث المرور	٨	٤١	١	–	٨	١	١١	٧٠	–	١	–	٩
ب - بأسباب أخرى	٢	١١	–	–	١	١	٢	١٧	–	–	١	–
- الإيذاء أو الاعتداء :												
أ - الشديد	٦	١	–	٣	١٢٢	٤	١٧	١٥٣	–	–	–	١٨
ب - البسيط	١٠	–	٢	١	٣٤	١١	١٨	٧٦	–	–	–	١٥
- الانتحار	–	–	–	١	–	١	١	٣	–	–	–	٢
٢- الجرائم المخلة بالأخلاق والآداب العامة أو العرض	٥	–	١٣	١٨	–	٥	٩	٥٠	–	٧	٤	١٤
- الإخلال بالآداب العامة	١	–	٢	١	–	٢	–	٦	–	–	–	٣
- الزنا	–	–	٣	٥	–	–	٣	١١	–	٣	٢	٢
- هتك العرض	٣	–	١	٤	–	١	٢	١١	–	٢	–	٣
- اللواط	١	–	٦	٨	–	١	١	١٧	–	٢	٢	٤
- أخرى	–	–	١	–	–	١	٣	٥	–	–	–	٢
٣ - الجرائم المرتكبة ضد حرية الأشخاص	٨	–	٩	١٠	–	٨	٧	٤٢	–	٢	–	١٦
- خطف الأشخاص وحجز حريتهم	–	–	١	١	–	٢	١	٥	–	١	–	٢
- النيل من سمعة الأشخاص	١	–	١	–	–	–	١	٣	–	–	–	–
- الإرهاب والتهديد والوعيد	٢	–	–	–	–	١	٢	٥	–	–	–	١
- خرق حرمة المنازل	٥	–	٧	٩	–	٥	٣	٢٩	–	١	–	١٣

marfat.com

تابع جدول رقم (١٢)

أنواع الجرائم	نوع العقوبة: براءة	دية	جلد	جلد وسجن	أرش	سجن	أحكام أخرى	المجموع	مدد أحكام السجن: ٣ سنوات فأكثر	١ - ٣ سنوات	٦ - ١٢ شهراً	أقل من ٦ أشهر
٤ - الجرائم المرتكبة ضد الأموال	١٢	—	٢١	٣١	٣	٦	١٢	٨٥	٢	٣	٣	٣٠
- السلب والنهب بالطريق العام	—	—	١	٥	—	—	١	٧	—	١	—	٤
- سرقة المساكن	٤	—	٦	٩	١	—	٥	٢٥	١	—	١	٨
- سرقة المحلات التجارية	٣	—	١١	١٢	٢	٢	٦	٣٦	١	٢	١	١١
- حيازة الأموال المسروقة	١	—	—	—	—	—	—	١	—	—	—	—
- أخرى	٤	—	٣	٥	—	٤	—	١٦	—	—	١	٧
٥ - التعدي على الأملاك العامة أو الخاصة	١	—	—	—	٥	١	١	٨	١	—	—	١
- الإتلاف عمداً	—	—	—	—	٣	١	١	٥	١	—	—	١
- الإتلاف خطأ	١	—	—	—	٢	—	—	٣	—	—	—	—
٦ - الجرائم المرتكبة ضد موظفي الدولة والإخلال بسير العدالة	—	—	١	١	—	٢	٢	٦	—	—	—	٤
- التعدي على الموظفين	—	—	١	—	—	٢	٢	٥	—	—	—	٣
- البلاغ أو الإخبار الكاذب	—	—	—	١	—	—	—	١	—	—	—	١
- أخرى	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٧ - الجرائم المرتكبة ضد النظام العام	—	—	٥٧	٦٤	١	٤	١٣	١٣٩	—	٤	٨	٥٥
- تعاطي المسكرات المقرون بالشغب	—	—	٣٦	٤٧	١	١	٧	٩٢	—	٣	٤	٤٠
- حيازة المسكرات وصناعتها	—	—	٢١	١٧	—	١	٥	٤٤	—	١	٤	١٣
- الإخلال بالأمن وإقلاق الراحة العامة	—	—	—	—	—	١	١	٢	—	—	—	١
- أخرى	—	—	—	—	—	١	—	١	—	—	—	١
٩ - الجرائم الأخرى غير المذكورة سابقا	١	—	١	—	—	٢	٢	٦	—	—	—	٢
المجموع العام	٥٣	٥٣	١٠٥	١٢٩	١٧٥	٤٦	٩٥	٦٥٥	٣	١٧	١٦	١٦٦

marfat.com

سوڈان

سوڈان ان اسلامی ملکوں میں سے ایک ہے جہاں شرعی حدود نافذ ہیں، جناب طیب زین الدین سوڈان میں دخول اسلام سے نفاذ احکام شرعیہ کے بارے میں شہادت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"۔۔ عرف السودان تطبيق احكام الشريعة الاسلامية منذ مطلع القرن السادس عشر حين قامت في البلاد ممالك اسلامية مثل سلطنة الفوغ في سنار و مشيخة العبدلاب في وسط البلاد و مملكة تقلى في كردفان و سلطنة دارفور في الغرب، التزمت هذه الممالك بصورة عامة باحكام الاسلام حسب ما تيسر لهم من علم في ذلك الزمان و اختلطت تلك الاحكام بقدر غير قليل من الاعراف القبلية التي كانت سائدة۔

فقد كان من موهلات القاضي في سلطنة الفوغ وهي اكبر تلك الممالك واطولها عمرا ان يكون متصوفا منفقها على منبب الامام مالک..." "1

یعنی سوڈان میں احکام شریعت سولہویں صدی عیسوی سے نافذ تھے جب یہاں مختلف اسلامی حکومتیں، سوڈان کے مختلف علاقوں پر مختلف ناموں سے قائم تھیں ان میں سے سنار میں سلطنت الفوغ، وسط سوڈان میں مشیخہ العبدلاب اور کرفان میں مملکت، تقلی، مغرب میں سلطنت دارفور قائم تھیں۔ ان ممالک میں اس زمانہ میں جیسا اور جتنا یہاں کے لوگوں کا علم تھا اسی حساب سے بالعموم احکام اسلامی نافذ تھے، تاہم بعض امور میں قبائلی نظام بھی رائج تھا، "الفونج" (جو کہ ان تمام ریاستوں میں بڑی اور طویل عرصہ قائم رہنے والی ریاست تھی) میں قاضی کے تقرر کے لئے جو معیار مطلوب تھا وہ یہ کہ وہ صوفی ہو اور مذہب امام مالک کے مطابق فقہ کا علم رکھتا ہو۔

مندرجہ بالا تاریخی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوڈان میں نفاذ شریعت کا ایک تاریخی پس منظر ہے یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ایک صدی سے سوڈان میں اسی نظام عدل کے نفاذ کا مطالبہ و

۱۔ الطيب زين الدين، الدكتور، القانون الجنائي السوداني، لسنة 1991ء (اسلام آباد، الجامعة الاسلامية العالمية، 1991ء / 1412ھ) ص۔ 5 (المقدمہ)

marfat.com

بازگشت سنائی دے رہی تھی جو یہاں قدیم زمانہ میں رائج رہا' اہل سوڈان اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے اور بالاخر وہاں شرعی احکام نافذ کئے گئے۔

1988ء میں اسلامی جماعتوں نے انتخابی معرکہ میں کامیابی کے بعد بھرپور طریقہ سے نفاذ شریعت کی تحریک اٹھائی اور بالاخر حدود کا نظام بحال ہوا۔ جناب طیب زین الدین کہتے ہیں:-

"... فی عام 1988ء دخلت الجبھة الاسلامیة ضمن حکومتی الائتلاف واتفاق علی تغییر قانون العقوبات باخر یقوم علی احکام الشریعة الاسلامیة و ینفادی سلبیات القانون القدیم و تمت بالفعل صیا غة قانون جنائی جدید ینبثق من الاحکام الاسلامیة و یتسم باصالة فی التبویب ودقة الصیاغة مستفیداً من مشروعات القوانین التی قامت باعدادھا الجامعة العربیة والازھر و دولة الامارات و باکستان و مصر' اجیز ھذا القانون بما یشبه الاجماع داخل البرلمان فی مرحلة القرأة الاولی والثانیة..."[1]

یعنی 1988ء میں اسلامی گروپ حکومتی سطح پر اس مہم میں کامیاب ہو گیا اور بالاخر قانون عقوبات کو احکام شرعیہ سے بدل دیا گیا' اور پرانے قانون کے نقص دور کر کے احکام اسلامی پر مبنی نیا قانون تیار کیا گیا' اور بڑی محنت سے اسلامی قانون کی تقنین کی گئی' اس سلسلہ میں جامعہ عربیہ' ازھر' حکومت امارات' نیز پاکستان اور مصر میں تیار ہونے والے مسودہائے قانون سے مدد لی گئی' اور پارلیمنٹ میں اس پر پہلی اور دوسری خواندگی کے بعد تقریباً" اتفاق رائے سے اسے رائج کر دیا گیا۔

"سوڈانی شرعی قانون" عقوبات کے مطابق حدود نافذ کر دی گئیں' "جرائم قابل حد" کو قابل حد قرار دیا گیا اور دستور میں ضروری ترامیم بھی کی گئیں۔' قانون عقوبات کی بعض اہم شقیں بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

الفصل الثانی: الازعاج العام والخمر والمیسر۔

اس فصل میں شرب خمر کی سزا بیان کرتے ہوئے آرٹیکل نمبر 78 یوں ہے

"... (78) 1 - من یشرب خمراً او یحوزھا او یضعھا یعاقب بالجلد

1- الطیب زین الدین' الدکتور' القانون الجنائی السودانی' لسنة 1991م' ص - 18

marfat.com

اربعین جلدة اذا کان مسلما۔

2 - دون مساس باحکام البند (ا) من یشرب خمرا و یقوم باستفزاز مشاعر الغیر او مضایقتهم او ازعاجهم او یشربها فی مکان او یاتی مکانا عاما وهو فی حالة سکر' یعاقب بالسجن مدة لا تجاوز شهرا او بالجلد بما لا یجاوز اربعین جلدة کما تجوز معاقبته بالغرامة ایضا۔ ""ا"

اس طرح اسلامی ممالک میں فی الوقت سعودی عرب' ایران' قطر' یمن سوڈان اور آزاد کشمیر و پاکستان میں شرعی حدود کا قانون رائج ہے' تاہم اس پر سو فیصد عمل سعودی عرب' سوڈان اور قدرے ایران میں ہو رہا ہے۔ دیگر اسلامی ممالک میں نفاذ حدود کا قانون یا تو سرے سے مفقود ہے یا وہاں عرفی قوانین کو شرعی قوانین پر ایسی فوقیت حاصل ہے کہ نفاذ حدود عملاً" معطل ہے۔

اسلامی ممالک میں نفاذ حدود کی کرنٹ پوزیشن جاننے کے لئے ہم نے اسلامی ممالک کے سفراء' اور ان ممالک کی متعلقہ وزارتوں کو خطوط ارسال کئے ان میں سے جن ممالک نے جوابات ارسال کئے وہ شامل کتاب ہیں۔ (دیکھئے صفحہ نمبر 295 تا 302)
پاکستان میں نافذ حدود کے سلسلہ میں مکمل بحث اس کتاب کے باب دوم میں مذکور ہے

ا۔ ا۔ الطیب زین الدین' الدکتور' القانون الجنائی السودانی' لسنة 1991م' ص۔ 86

marfat.com

نفاذ حدود کی کرنٹ پوزیشن معلوم کرنے کے لئے
اسلامی ممالک کے سفارتخانوں اور، وزارات عدل کو
لکھے گئے خط اور اس کے جوابات کا عکس

marfat.com

نوراحمد شاهتاز

ايم اي - ايل ايل بي - فاضل عربي - فاضل اردو

Date: ٣٠-١٢-١٩٩٢

التاريخ : ٣٠/١٢/٩٢م

صاحب السعادة معالي وكيل وزارة العدل   حفظه الله تعالى

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

يسرني ويسعدني ان ابعث الى معاليكم هذه الرسالة المتواضعة و اعرفكم عن شخصي الضعيف قبل كل شئ .

انا طالب باحث في جامعة كراتشي بقسم الدراسات الاسلامية و مقيد في الدراسات العليا ، و اعد بحثي في موضوع " تطبيق الحدود الشرعية عبر التاريخ " و ذلك لنيل درجة الدكتوراة .

اريد أن اعرف عن النظام القضائي الموجود والمطبق في بلادكم وعندى بعض الأسئلة فيها .

أرجو من معاليكم عدم مواخذتي على ازعاجكم و أرجو مساعدتكم حتى يتمنى لي كتابة البحث بطريقة صحيحة ، وسيكون بحثي هذا اضافة جديدة في المكتبة الاسلامية و ستعطي فكرة عن النظام القضائي الموجود حاليا (و في الماضي)في البلاد الاسلامية ' انشاء الله .

هذا والمرفق طيه بعض الاسئلة التي تتعلق بالموضوع ، ارجو من معاليكم مساعدتي بارسال الرد و تفضلوا بقبول اطيب تحياتي .

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

نوراحمد شاهتاز

ص ب ١٧٨٨٧ كلشن اقبال

كراتشي - باكستان

پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال - کراچی 47 (پاکستان)

marfat.com

نوراحمد شاهتاز
ایم اے - ایل ایل بی - فاضل عربی - فاضل اردو

(۲)

التاريخ : ____________ (تابع) Date:____________

الاسئلة

١- ما هو النظام القضائي الموجود في بلدكم حاليا ؟

٢- هل تطبق الحدود الشرعية في الجنايات (اعني حد السرقة ،حد الزنا ، حد شرب الخمر ، حد القذف ، حد الحرابة فقط)

ان كان الجواب بنعم

فمنذ متى ؟
وعلى اى مذهب من المذاهب الاربعة المشهورة ؟

٣- كم قضية طبقت فيها الحدود منذ تطبيق الحدود الشرعية ؟
(ان كان هناك اى احصائيات موجودة فالمرجو ارسال نسخة منها ٠)

ان كان الجواب بلا

فهل كانت الحدود الشرعية مطبقة سابقا فى البلاد ؟
ان كان الجواب بنعم فمن ______
إلى ______ ؟

وشكــــرا

پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال - کراچی 47 (پاکستان)

marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

EMBASSY OF
THE STATE OF KUWAIT
Islamabad-Pakistan

سفارة دولة الكويت
اسلام آباد - پاکستان

KE/5.180.3(1)

6th December,1992

Mr. Noor Ahmed Shahtaz,
Po.Box 17887, Gulshen Iqbal,
Karachi (47).

Dear Sir,

Regarding your letter dated 30th December,1992 about "Islamic Limitations", request that you contact Mr. Nasser Aziz Al-Otaibi at the Embassy of Kuwait, University Road, Diplomatic Enclave, Islamabad. Contact No. 212801 (5 lines).

Look forward to hearing from you soon.

Nasser Aziz Al-Otaibi
Charge d'Affaires

marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

سفارة الجمهورية اليمنية

إسلام آباد

الرقم

التاريخ ١١ يناير ٦٢

الملف

المرفقات

الاخ السيد / نور احمد شاهناز

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

هـذه هي الجوابات على سؤالاتكم الثلاثة واسأل اللـــه لك النجاح والتوفيـــق . والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

اخوكم عبد الملك الطيب

سفيـــر اليمـــن

الجواب الاول : النظام القضائي اداريا يسير على غرار النظام القضائي المصري .

الجواب الثاني : الشريعة الاسلامية هي المعمول بها في اليمن وبدأ التطبيق منذ دخلت الشريعة الاسلامية وسنها القضاء الاسلامي على يد معاذ بن جبل رضي الله عنه مبعوثا من الرسول عليه الصلاة والسلام . وفــي القرن العاشر الهجري ظهر في اليمن المذهب الشافعي وبدأ فــي الانتشار وقبل ثلاثين سنة كان القضاء على المذهب الشافعي والمذهب الزيدي وكلاهما على السنة فالمذهب الزيدي ظهر في اليمن قبـــل اربعمائة سنة وهو لا يختلف عن المذهب الحنفي وغالبا كانت جميع الحدود مقامة والقضاء في اليمن حاليا اسلامي ولكن يحصل تقصيــر في تطبيق الحدود .

الجواب الثالث : لا يوجد احصاء وكم سيكون الاحصاء لمدة ١٤٠٠ عام لا سيما وانه في الازمنة القديمة ما كان الناس متعودين على احصاء الحوادث والجرائم والعقوبات .

marfat.com

شماره [illegible]
تاریخ [illegible]
پیوست [illegible]

سفارت جمهوری اسلامی ایران
اسلام آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

ايها الاخ العزيز السيد نور احمد شاهتاز

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

سررنا وسعدنا برسالتكم الشريفة المشحونة بحبّ الاخاء.

اليكم جواب الاسئلة التي طرحتموها في الرسالة

نعرفكم جيداً" ان بعد الثورة الاسلامية في ايران جُدّد النظر في قوانين الجزاء ما جمعها ثم دوّنت على اساس شرع الاسلام الاقدس الاطهر وصوّت لها المجلس الشوري الاسلامي وحكّمها في اكتوبر ١٩٨٢ وكذلك أُجري الحدود (اخص بالذكر القصاص وحدود الزنا، وشرب الخمر والسرقة) منذ ذلك التاريخ.

مرفقا" لرسالتكم نرسل نسخة من مجموعة لقوانين الجزاء في جمهورية الاسلامية الايرانية باللغة الانكليزية نرجو ان تجدوها نافعة ان شاء الله.

نسأل الله سبحانه ان يوفقكم لخدمة الاسلام والمسلمين

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

marfat.com

الجمهورية اللبنانية
وزارة العدل

الرقم: ٦٨١/٧

السيد نور احمد شاهناز

ص.ب ١٧٨٨٧ – كلشن اقبال
كراتشي ٤٧ – باكستان

بالاشارة الى كتابكم المؤرخ في ١٩٩٢/١٢/٣٠م نعلمكم بان النظام القضائي المعمول به في لبنان يعتمد الشريعة الاسلامية بالنسبة للمسلمين فيما يتعلق بالاحوال الشخصية .

اما لجهة تطبيق الحدود الشرعية في الجنايات (حد السرقة ، حد الزنا ، حد شرب الخمر ، حد القذف وحد الحرابه) فان هذه الحدود لم تطبق في لبنان في الماضي ولا تطبق حاليا .

بيروت في ١٩٩٣/٣/١٢
المدير العام لوزارة العدل

وجيه خاطر

marfat.com

نوراحمد شاهتاز

Date: ____________ التاريخ: ____________

الأسئلة

١- ما هو النظام القضائي الموجود في بلدكم حاليا ؟

٢- هل تطبق الحدود الشرعية في الجنايات (أعني حد السرقة ، حد الزنا ، حد شرب الخمر ، حد القذف ، حد الحرابة فقط)

ان كان الجواب بنعم	ان كان الجواب بلا
فمنذ متى ؟ وعلى أي مذهب من المذاهب الاربعة المشهورة ؟	فهل كانت الحدود الشرعية مطبقة سابقا في البلاد ؟
٣- كم قضية طبقت فيها الحدود منذ تطبيق الحدود الشرعية ؟	ان كان الجواب بنعم فمن ________ إلى ________ ؟
وان كان هناك اي احصائيات موجودة فالمرجو ارسال نسخة منها .	

وشكرا

بسم الله الرحمن الرحيم

الأخ الفاضل نور أحمد شاهتاز حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

جوابا على سؤالكم عن النظام القضائي عندنا في الاردن ليست [illegible] لا نطبق احكام الشريعة الاسلامية بل نطبق القوانين الوضعية الشائعة في العالم سواء في الامور المدنية والتجارية او في القضايا الجزائية . انه احكام الشريعة تطبق لدينا فقط في القضايا الشرعية وهي التي تتعلق بالزواج والطلاق والنفقة والميراث والوقف . المسائل هي اختصاص القضاء الشرعي وهذه الاحوال [illegible] قانون الاحوال الشخصية وهو مستمد من احكام الشريعة الاسلامية ويعتمد المذهب الحنفي

[illegible] 1787 [illegible] - كراچی ١٨ (پاکستان)

او انه عدل اخيرا بحيث اخذت احكامه من المذاهب الاربعة ولم يعد يقتصر على المذهب الحنفي فقط . لم نطبق الحدود الشرعية سابقا لأن القوانين الوضعية هي المطبقة منذ نشأة المملكة . او ان القانون المطبق لدينا وهو يتعلق بالمعاملات وقضايا الناس اليومية فهو مستمد من احكام الشريعة

marfat.com

الشريعة الاسلامية وهذا القانون سرى مفعوله اعتبارا من تاريخ ١٩٣٣/٧/١ .
حيث كانت محاكم الاتهام العدلية وهي ايضاً مستمدة من الشريعة الاسلامية ومن المذهب
الحنفي بالذات وهو المذهب الذي كانت تعتمده الدولة العثمانية التي كانت تحكم البلاد
سابقاً هذه القانون المطبق لدينا منذ تأسيس المملكة وحتى العام ١٩٧٧ كما بينت اعلاه
ارجو ان اكون قد اجبت على استفساركم واذا احتجت الى اية ايضاحات اخرى
فانا على استعداد لتقديم ما استطيع والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

محمود حجازي
امين عام وزارة العدل

وزارة ...

marfat.com

بابِ دُوم

پاکستان میں نفاذِ حدُود

کا

جائزہ

marfat.com

فصل اول　　　　باب دوم

قیام پاکستان کا پس منظر۔ مقصد قیام پاکستان

پاکستان کسی اچانک حادثہ کی پیداوار نہیں بلکہ اس کا قیام ایک طویل، صبر آزما اور مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے اس کے لئے مسلمانوں کو بے پناہ جانی اور مالی قربانیاں دینی پڑیں، مسلمانوں نے یہ قربانیاں کیوں دیں؟ انہوں نے تقسیم ملک اور پاکستان کا مطالبہ کیوں کیا؟ اور وہ محرکات کیا تھے جو مطالبہ پاکستان کا سبب بنے، ان سوالات کے جواب میں ہمیں ہندوستان کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔ خواجہ رضی حیدر ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی صورتحال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"... برصغیر کی تاریخ میں اورنگزیب کے انتقال کے بعد مسلمانوں کا عمومی رویہ تین صورتیں اختیار کرتا نظر آتا ہے، اول حفظ ذات، دوئم لاتعلقی و گوشہ نشینی، سوئم احساس زوال کے زیر اثر احیاء ملت کی کوشش۔ چنانچہ پہلی صورت میں انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں نے پیش رفت کی، دوسری صورت میں روساء اور جاگیرداروں نے حکومت کے معاملات اور ملت اسلامیہ کے احیاء کی کوشش سے لاتعلقی اختیار کی اور تیسری صورت میں زوال کے شدید احساس کے زیر اثر احیاء کی کوششیں کی گئیں۔ احیاء کی بنیاد دراصل دین کے غلبہ اور اس کی سالمیت کے تخیل پر قائم ہوئی اور نصب العین یہ قرار پایا کہ اسلام کی حکومت پھر سے قائم کی جائے کیونکہ عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اسلام کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا اور مسلمان کسی کے غلام ہو کر نہیں رہ سکتے، چنانچہ شاہ ولی اللہ سے لے کر علامہ فضل حق خیر آبادی تک احیاء دین اور اسلامی اقدار کے فروغ کی تمام کوششوں میں یہی روح کار فرما نظر آتی ہے، اس کے ساتھ ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس کا یہ خیال تھا کہ اسلامی حکومت کے قیام کا تصور ضروری مگر قبل از وقت ہے، اور اس مرحلہ پر صرف انگریزوں کی دی ہوئی مراعات اور حقوق میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کو مقصد واحد قرار دیا جائے۔ یہ طبقہ مغربی تعلیمات سے آراستہ اور جدید انداز فکر کا مالک تھا اس طبقہ میں سرسید احمد خان سے لے کر قائداعظم تک متعدد معروف شخصیات سرفہرست نظر آتی ہیں، اس طبقہ کی جدوجہد کا آغاز 1858ء سے ہوا اور قیام پاکستان پر ختم ہوا..."[1]

1۔ خواجہ رضی حیدر، قرارداد پاکستان تاریخ اور تجزیہ، کراچی، ایوان تحقی، دسمبر 1990ء، ص 12، 13

marfat.com

ہندوؤں کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے نفرت کے جذبات نے جلد ہی کھل کر ثابت کر دیا کہ ہندو مسلم اتحاد' غیر فطری ہے اور ہندوؤں سے مسلمانوں کو کبھی بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا' چنانچہ مسلم قائدین نے اس بات کو محسوس کرتے ہوئے 1906ء میں مسلمانوں کی ایک علیحدہ تنظیم آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی جس نے دو قومی نظریہ کو اجاگر کیا۔
کانگریس اور اس کے حمایتی عناصر اس بات کے دعویدار تھے کہ دو قومی نظریہ چند مفاد پرست مسلمانوں نے مذہب کی آڑ لے کر اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اختراع کیا ہے' بعض لوگوں نے اسے انگریز کی "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی پالیسی کا نتیجہ قرار دیا' بعض لوگوں کا خیال تھا کہ زبان' مذہب اور ثقافت کے تفرقات سطحی ہیں' ان سطحی تفرقات کے پیچھے ہندوستانی قومیت اور اتحاد کا واضح تصور موجود ہے جس کی بنیاد پر ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی متحدہ حکومت قائم کی جا سکتی ہے' جبکہ بعض حساس اور دور اندیش مسلمان یہ جانتے تھے کہ ہندوستان کا آئینی نظام جن اصولوں پر ترقی کر رہا ہے اس میں مسلمان آگے چل کر محض اقلیت بن کر رہ جائیں گے اور اپنے پر شوکت ماضی کے باوجود ہندوستان میں ان کی حیثیت بہرحال ثانوی ہو گی اور ان کو کسی نہ کسی مشکل میں ہندو اکثریت کا دست نگر اور محتاج ہونا پڑے گا۔ "1"
مسلمان یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اسلام چند عقائد اور مذہبی فرائض تک محدود محض ایک مذہب ہی نہیں بلکہ قرآن کریم کے مطابق ایک مکمل دین ہے' یعنی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کا تعلق ایک فرد کی انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگیوں سے ہے جو قانون خداوندی کی روشنی میں زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے' مکہ میں اسلام جب اپنے یہ فرائض کماحقہ ادا نہ کر سکا تو مسلمانوں نے مدینہ جیسے محفوظ مقام کی طرف ہجرت کی' جہاں رسول کریم ﷺ کو سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کو منظم کر کے ایک اسلامی ریاست کے قیام کا موقع ملا۔ جہاں پہلی دفعہ اسلامی آئین و قانون کا نفاذ ہوا' جہاں قرآنی اصولوں کے مطابق اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہوئی' مکہ کے ماحول میں یہ سب کچھ ہونا ناممکن تھا اس لئے کہ مسلمان اقلیت میں تھے اور ایک مظلوم اور ستم رسیدہ قوم تھے اور اپنے دین کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے' چنانچہ ہجرت کے بعد مدینہ میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نئی اسلامی ریاست کے سربراہ بنے تو نماز باجماعت' اذان' مساجد کی تعمیر' امتناع شراب و قمار بازی کے احکام

۱۔ خواجہ رضی حیدر' قرارداد پاکستان تاریخ اور تجزیہ' ص 13

marfat.com

اور وہ تمام قوانین جن کا تعلق مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے تھا' رائج کئے گئے اور مسلمان چند مظلوم اور منتشر فدائیان دین حق کی بجائے ایک منظم قوم بن گئے۔

الغرض ہجرت نے مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا کہ اسلام میں قومیت کی بنیاد وطن نہیں اس کی بنیاد دین ہے' خدا کی ہر وہ زمین جہاں مسلمان احکام الہی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں' ان کا وطن ہے' یہ قومیت نسل و خون سے بھی بالا تر ہے' نیز مہاجرین مکہ نے کمال ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے وطن اعزہ اور مال سے دست بردار ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کے لئے عزیز ترین متاع زیست ان کا مذہب ہے اور ان کے سامنے دنیاوی فوائد بے حقیقت اور بے معنی ہیں' اسی حقیقت کے پیش نظر ہندوستان کے مسلمانوں نے دو قومی نظریہ کے فروغ کے لئے بھرپور جدوجہد کی' اور ان کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی اساس دو قومی نظریہ پر رکھی گئی' اس جماعت کا پہلا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے جداگانہ انتخاب کے اصول کو تسلیم کرایا جو فی الحقیقت دو قومی نظریہ کی عمارت کا بنیادی پتھر تھا۔

علامہ اقبال نے اس بات پر زور دیا کہ مسلم قوم کا اپنا نظریہ حیات ہے' اس کا مذہب قانون' ادب اور تمدن ہندو قوم سے بالکل مختلف ہے' اس لئے انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے اکثریتی علاقوں میں خود مختار ریاست قائم کریں اور اس میں اپنی روایات' رسوم' تمدن اور مذہب کے مطابق اپنا انفرادی اور اجتماعی نظام حیات مرتب کریں۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی علامہ اقبال سے اپنی ایک ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ :-

"... 22 نومبر 1937ء کو ان سے ایک تفصیلی ملاقات کا موقع ملا' ہندوستان میں اسلام کی تجدید و احیاء کی بات نکلی تو شیخ احمد سرہندی' شاہ ولی اللہ اور سلطان محی الدین عالمگیر کی بڑی تعریف کی اور فرمایا: "میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ ان کا وجود اور ان کی جدوجہد نہ ہوتی تو ہندوستانی تہذیب اور فلسفہ' اسلام کو نگل جاتا" پاکستان کے بارے میں فرمایا "جو قوم اپنا ملک نہیں رکھتی وہ اپنے مذہب اور تہذیب کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ دین و تہذیب حکومت و شوکت سے زندہ رہے ہیں' اس لئے پاکستان ہی مسلم مسائل کا واحد حل ہے اور یہی اقتصادی مشکلات کا حل بھی ہے..."-"1"

22 مارچ 1940ء کو قائداعظم نے دو قومی نظریہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"... ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے اور اس مسئلہ کو بین الاقوامی

---

1 - ابوالحسن ندوی' نقوش اقبال' (لکھنؤ: 1970ء) ص 11

marfat.com

مان کر حل کرنا چاہیے' اگر برطانوی حکومت یہ چاہتی ہے کہ ہندوستانیوں کو امن و سکون حاصل ہو تو اس کی صرف ایک صورت ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کرکے دو جداگانہ قومی وطن منظور کیے جائیں' ہندو مسلم کبھی ایک قوم نہیں بنے نہ دونوں کے درمیان شادیاں ہوتی ہیں نہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ایسی تمدنیوں کے ماننے والے ہیں جن کی بنیاد متصادم افکار و تصورات پر ہے' ان کے کارنامے مختلف ہیں' اکثر اوقات ایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہوتا ہے' ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہوتی ہے۔ ایسی قوموں کو ایک ایسے نظام میں باندھنا جس میں ایک اقلیت ہو اور دوسری اکثریت' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں بے چینی بڑھے گی اور بالآخر وہ نظام تباہ و برباد ہو جائے گا"۔"1"

قائداعظم نے اس غلط فہمی کی تردید کی کہ مسلمان ایک اقلیت ہیں' انہوں نے فرمایا کہ مسلمان اقلیت نہیں بلکہ وہ قومیت کی ہر تعریف کی رو سے ایک قوم ہیں اور ان کا ایک علاقہ اور وطن ہونا چاہیے"۔"2"

23 مارچ 1940ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں جو قرارداد پیش کی گئی اس کا متن یہ تھا

"... قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی رائے یہ ہے کہ کوئی بھی آئینی منصوبہ اس ملک میں قابل عمل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر مبنی نہ ہو یعنی یہ کہ جغرافیائی حیثیت سے ایسے متصل علاقے جن کی ضرورت کے مطابق ملکی لحاظ سے اس طرح حد بندی کر دی گئی ہو کہ جن علاقوں میں تعداد کے اعتبار سے مسلمانوں کی اکثریت ہے جیسا کہ شمال مغربی اور مشرقی حصوں میں ہے وہ خود مختار حکومت قرار دے دیئے جائیں اور ان علاقوں کے اجزائے ترکیبی اندرونی طور پر خود مختار اور بااختیار ہوں۔""3"

قرارداد کی تائید چوہدری خلیق الزمان' مولانا ظفر علی خان' آئی آئی چندریگر' مولانا عبدالحامد بدایونی اور بیگم محمد علی جوہر وغیرہ نے کی' بیگم محمد علی جوہر نے اپنی تقریر میں پاکستان کا لفظ استعمال کیا۔"4"

اس قرارداد کے بعد مسلم لیگ کی حکمت عملی میں کوئی ابہام باقی نہ رہا' اس کے نزدیک تمام مسائل کا واحد حل ملک کی تقسیم تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور تجویز پر غور ناممکن تھا۔

1۔ صاحبزادہ عبدالرسول' تحریک پاکستان' ص 208

2۔ عاشق حسین بٹالوی' چند یادیں چند تاثرات' ص 245

3۔ محمد علی' چوہدری' ظہور پاکستان' (لاہور' مکتبہ کاروان' سن ندارد) ص 58

4۔ صاحبزادہ عبدالرسول' تحریک پاکستان' ص 226

marfat.com

تمام قائدین تحریک آزادی اس بات پر متفق تھے کہ آزادانہ طور پر اسلامی اقدار کی پیروی اور نفاذ شریعت کے لئے الگ وطن کا ہونا از بس ضروری ہے وہ ایک ایسا جمہوری وطن چاہتے تھے جہاں نبی آخر الزمان ﷺ کی تعلیمات کے مطابق مکمل اسلامی نظام قائم کیا جا سکے' قائداعظم نے نفاذ شریعت کو پاکستان کا مقصد قرار دیتے ہوئے فرمایا:-

"... پاکستان کی سکیم کو پیش کرنے میں ایک ہی بنیادی اصول میرے پیش نظر تھا یعنی اسلامی جمہوریت کا اصول' میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس میں مضمر ہے کہ ہم ان بیش بہا اصولوں کی پیروی کریں جو ہمارے عظیم المرتبت قانون دہندہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لئے وضع کر دیئے ہیں۔ آیئے ہم اپنی جمہوریت کی اساس سچے اسلامی تصورات اور اصولوں پر قائم کریں۔ ہمارے اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے امور حکومت باہمی مشوروں سے طے کیا کریں..." "1"

تحریک پاکستان کو علماء و اسلامی فکر کے حامل مفکرین کی حمایت صرف اس لئے حاصل تھی کہ اس کا مقصد ایک ایسے خطہ ارضی کا حصول تھا جہاں قرآن و سنت کے احکامات نافذ ہوں' جہاں اسلام عملی صورت میں جلوہ گر نظر آئے اور جہاں مسلمانوں کو ان کے اپنے ضابطہ حیات کے مطابق عدل و انصاف میسر آسکے۔ مذہبی رہنماؤں کے بیانات اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے جمعیت العلماء اسلام کے سالانہ اجلاس منعقدہ کلکتہ میں کہا:-

"... میں زمانہ دراز تک ان مسائل کی اطراف و جوانب پر غور کرتا رہا ہوں اور آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کو حصول پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں حدود شرعی کی رعایت کے ساتھ حصہ لینا چاہئے..." "2" کلکتہ میں جمعیت کے اجلاس منعقدہ 1945ء میں مولانا نے یہ قرار داد پیش کی:-

"... غلبہ کفر و استیلاء کفر سے نکلنے اور مسلمانوں کی آزادی اور استخلاص اور دین و شریعت کی حفاظت و مدافعت کرنے کی عملی صورت یہی ہے کہ مسلمانان ہند' اکھنڈ بھارت اور آل انڈیا فیڈریشن کی سختی سے مخالفت کریں۔ پاکستان و تقسیم ہند کے مطالبہ کی جو آل انڈیا مسلم لیگ کی نمائندہ جمعیت المسلمین نے مسلم قوم کی طرف پیش کیا ہے پرزور تائید کریں۔" "3"

1۔ قائداعظم محمد علی جناح' تقریر' فروری 1948

2۔ شبیر احمد عثمانی' پیغام شیخ الاسلام' ص 22

3۔ چراغ راہ' نظریہ پاکستان نمبر' ص 543

marfat.com

پیر جماعت علی شاہ صاحب کی سرپرستی میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) منعقدہ اپریل 1946ء میں یہ قرارداد پاس کی گئی:-

"... آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے' اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت' اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں' اور ہم اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔ "1"

مسلم لیگ نے قیام پاکستان کی نہایت موثر مہم شروع کی قائداعظم نے جگہ جگہ تقریریں کیں اپنی خطابت اور استدلال کا سارا زور دو قومی نظریہ اور قیام پاکستان کی ضرورت پر صرف کیا یہ مہم نہایت کامیاب رہی' آزاد مسلم ریاست کا تصور مسلم عوام کے لیے اس قدر خوش آئند تھا کہ ان میں جوش و خروش کی انتہا نہ رہی۔ اگرچہ ہندو بظاہر قائل ہوتے نظر نہیں آتے تھے لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مسلم لیگ کے دلائل میں وزن نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ سارے برصغیر میں ہندو راج مسلط کرنے کا خواب پریشان ہوتا نظر آرہا تھا اور بالآخر مسلمانوں کی مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں قیام پاکستان کی راہ میں حائل شدہ دیواریں گر گئیں اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

تحریک پاکستان کے صف اول کے قائدین دو قومی نظریئے کی بنیاد پر جس الگ وطن کا مطالبہ کر رہے تھے اس کے بارے میں ان کا یہ دو ٹوک اور واضح موقف تھا کہ الگ ملک کے حصول کا مقصد دراصل ہندوستان میں ایسے آزاد خطہ اراضی کا حصول ہے جس میں مسلمان آزادانہ طور پر اپنے مذہب' اپنے کلچر اور اپنے نظام سیاست کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

علامہ اقبال نے اپنے تاریخی خطبہ صدارت' الہ آباد میں کہا:-

"... اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے جو خود اسی کا پیدا کردہ ہے الگ نہیں' دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں' اگر آپ نے ایک کو ترک کیا تو بالآخر دوسرے کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا' میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی کسی ایسے نظام سیاست پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہو گا جو کسی ایسے وطن یا قومی اصول پر مبنی ہو جو اسلام کے اصول اتحاد کے منافی ہو یہ وہ مسئلہ ہے جو آج مسلمانان ہندوستان کے سامنے ہے..." "2"

1۔ پیر جماعت علی شاہ' خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ' مختصر رپورٹ (مراد آباد مطبوعہ 1946ء) ص 29

2۔ علامہ محمد اقبال' خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ الہ آباد 1930ء

marfat.com

اسی خطبہ میں انہوں نے کہا:۔

"... ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقہ میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے..."[1]

1۔ لطیف احمد شیروانی' حرف اقبال' ص 17 - 58

marfat.com

مقصد تخلیق پاکستان
فرمودات قائداعظم کی روشنی میں

بعض لوگ حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات کا غلط مطلب نکال کر ایک عرصہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں کہ حصول پاکستان کا مقصد' نفاذ شریعت ہرگز نہیں تھا بلکہ ان کا قصد ایک سیکولر ریاست کا قیام تھا جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ایام تحریک آزادی میں لگنے والا معروف نعرہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" اس بات کا غیر مبہم اور واضح اعلان تھا کہ قیام پاکستان کا مقصد کارکنان و قائدین تحریک آزادی اور خود قائداعظم کی نگاہ میں ایک ایسے خطہ ارضی کا حصول تھا جس میں مکمل طور پر آزادی کے ساتھ نظام شریعت قائم کیا جا سکے' مگر بدقسمتی سے پاکستان کے ابتدائی تیس سالہ دور نے عملی طور پر اس مقصد سے گریز اور دورنگی کا جو نقشہ پیش کیا' نیز زبانی جمع خرچ کا جو بھونڈا کھیل یہاں کھیلا گیا اس نے نئی نسل کے ذہن میں قیام پاکستان کا مقصد اور نصب العین دھندلا دیا' زبان و عمل کے اس تضاد کا ذکر کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل نے 1992ء میں اپنی رپورٹ میں واضح طور پر اور برملا لکھا کہ:-

> "... زبان و عمل کے اس تضاد نے ایسے عناصر کو زندہ کیا اور طاقتور بنایا جنہوں نے متعین منزل کی بابت شکوک کا پنڈورا بکس کھول دیا' بھانت بھانت کے ازم اور نصب العین جنم لینے لگے اور ہر فریق اپنے پسندیدہ ازم کے حق میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے لگا' پچاس کی دہائی کے بعد سے ملک مچھلی بازار بن گیا جہاں اہل پاکستان سر پکڑے سوچ رہے تھے کہ آخر ہماری منزل کون سی ہے؟ خود اسلامی نظام کو مشکوک اور متنازعہ بنا دیا گیا اور غضب خدا کا کہ غیر ملکی قوتیں بھی اہل پاکستان کی منزل متعین کرنے میں علی الاعلان مداخلت کرنے لگیں۔"1

قائداعظم کی سوچ کا انداز شروع ہی سے خالص اسلامی تھا' آپ نے نوجوانی میں عملی سیاست میں قدم رکھا اور سیاست کا آغاز انڈین نیشنل کانگریس کی رکنیت سے کیا' اس کے باوجود

1۔ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل' برائے سال 1992' اسلام آباد' اسلامی نظریاتی کونسل 1992ء' ص 17

marfat.com

آپ نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لئے نہایت واضح اور بیباکانہ انداز میں کام کیا' آپ نے کانگریس کے سیاسی پلیٹ فارم سے سب سے پہلی تقریر 1906ء کے اجلاس میں کی' جو کلکتہ میں ہوا تھا' اس اجلاس میں ان کی تقریر کا موضوع "وقف علی الاولاد" تھا جو ایک خالص اسلامی موضوع تھا۔ 1909ء میں وہ مرکزی کونسل کے رکن منتخب ہوئے تو انہوں نے "وقف علی الاولاد" کے مسئلہ کو قانونی حیثیت دلوانے کے لئے کونسل میں "جواز وقف بل" پیش کیا جو تین سال کے مسلسل غور و خوض کے بعد قانون بن گیا۔

ایک موقع پر قائداعظم نے قیام پاکستان کا تصور اپنے الفاظ میں یوں پیش کیا:

"۔۔۔ قیام پاکستان کا تصور یہ تھا کہ ہماری ایک ایسی مملکت ہونی چاہئے جس میں ہم آزادانہ انسانوں کی طرح زندہ رہ کر سانس لے سکیں اور جس مملکت کی ہم اپنی بصیرت اور اپنی ثقافت کے مطابق نشو و نما کر سکیں اور جہاں اسلامی معاشرتی انصاف پوری طرح عمل میں آسکے۔۔۔" "1"

اسلام کی ہمہ جہتی حیثیت کے بارے میں انہوں نے کہا:۔

"۔۔ کوئی شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ ہمارا مدعا پوری طرح نہیں سمجھتے' جب ہم اسلام کا ذکر کرتے ہیں تو اسلام محض چند عقیدوں' رواجوں اور روحانی تصورات کا نام نہیں' اسلام ہر مسلمان کے لئے ایک ضابطہ بھی ہے جو اس کی زندگی' کردار اور معیشت تک کے معاملات میں ایک نظم و ضبط عطا کرتا ہے۔۔۔" ۔"2"

اسلام کی روح کے بارے میں قائداعظم نے کہا:۔

"۔۔ اسلام ذات پات کی تقسیم کو تسلیم نہیں کرتا اور رسول اکرم ﷺ نے ذاتوں کی تقسیم اور اونچ نیچ کو ہموار کیا تھا اور ملک عرب میں عربوں کے اندر ایک ملی وحدت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے' ہماری بنیاد اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام ہے' یہاں شیعہ سنی کا سوال نہیں' ہم ایک ہیں اور ایک ملت کی حیثیت سے آگے بڑھنا ہے تبھی ہم پاکستان حاصل کر سکتے ہیں۔۔۔" ۔"3"

اسلام کے ابدی اصولوں کے بارے میں قائداعظم کی رائے یہ تھی کہ ان اصولوں کا جواب نہیں' آج تک یہ اصول زندگی میں اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ "4"

1- قائداعظم محمد علی جناح' افواج پاکستان سے خطاب' 11 اکتوبر 1947ء

2- جمیل احمد' سپیچز اینڈ رائٹنگز آف مسٹر جناح' ج 1 ص 241

3- قائداعظم اکیڈمی کراچی کرم حیدری' ملت کا پاسباں' (کراچی: قائداعظم اکیڈمی) ص 329

4- ماہنامہ طلوع اسلام' (لاہور: فروری 1989ء) ص 70

marfat.com

اسلامی حکومت کا تصور پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا:۔

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن حکیم کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں عملاً" نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی نہ کسی اور شخص' یا ادارہ کی' قرآن حکیم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں' اسلامی حکومت دوسرے معنوں میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے..." - "1"

آئین پاکستان کے بارے میں ایک انٹرویو میں آپ نے کہا:۔

"۔ پاکستان کا آئین ابھی آئین ساز اسمبلی کے ہاتھوں تیار ہونا ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس آئین کی آخری شکل کیا ہو گی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ جمہوری انداز کا ہو گا جس میں اسلام کے اہم اصول ہونگے ان اصولوں کا آج بھی عملی زندگی پر ویسا ہی اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ تیرہ سو سال قبل۔ اسلام اور اس کی مثالیت نے ہمیں جمہوریت سکھائی ہے' اس نے ہمیں انسانوں کی برابری' انصاف اور ہر شخص کے ساتھ حسن سلوک کا سبق سکھایا ہے' ہم ان شاندار روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے واضعین کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے پوری طرح آگاہ ہیں..." - "2"

تحریک آزادی کے نصب العین کا تذکرہ کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا تھا:۔

"... ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ایک ایسی مملکت وجود میں آئے جس کی آزاد فضاؤں میں رہ کر ہم زندگی بسر کر سکیں' جس کی نشوونما ہم اپنے نظریات اور اپنی تہذیبی روایات کے مطابق کر سکیں' اور جہاں اسلام کے سماجی عدل و انصاف کے اصولوں کو کسی بھی روک ٹوک کے بغیر پھلنے پھولنے کے پورے مواقع حاصل ہوں..." - "3"

11 اکتوبر 1947ء کو افسران سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:۔

"... قیام پاکستان جس کے لیے ہم گزشتہ دس سال سے جدوجہد کر رہے تھے' خدا کا شکر ہے کہ آج ایک مسلمہ حقیقت ہے' اپنے لئے ایک مملکت قائم کرنا ہی ہمارا مقصود نہیں تھا' بلکہ یہ ذریعہ تھا حصول مقصد کا' خیال یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کے مالک ہوں جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں' جہاں اسلام کے عدل و مساوات کے

1۔ قائداعظم اکیڈمی کراچی 'ملت کا پاسباں' (کراچی: قائداعظم اکیڈمی) ص 330

2 - ایضاً - ص 333

3. Indian Muslims. A Political History. By: Ram Gopal, Asia Publishing House, Bombay. page.35

نیز - محمد علی چوہدری 'ظہور پاکستان' ص 451

marfat.com

اصولوں کو آزادی سے بر سر عمل آنے کا موقع حاصل ہو..." "1"

21 فروری 1948ء کو افواج پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:۔

"۔ ہم نے پاکستان کی جنگ آزادی جیت لی ہے مگر اسے برقرار رکھنے اور مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کی سنگین ترین جنگ ابھی جاری ہے' اور اگر ہمیں ایک بڑی قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو اس جنگ میں کامیابی حاصل کرنی ہو گی' فطرت کا اٹل قانون ہے "بقائے اصلح" ہمیں خود کو اس نئی آزادی کا اہل ثابت کرنا ہے' فاشیت کے خطرات سے دنیا کو بچانے اور اسے جمہوریت کے لئے محفوظ بنانے کی خاطر کرہ ارض کے دور دراز حصوں میں جا کر آپ نے میدان جنگ میں داد شجاعت حاصل کی ہے' مگر اب آپ کو اپنے ہی وطن عزیز کی سرزمین پر اسلامی جمہوریت' اسلامی معاشرتی عدل اور مساوات انسانی کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہے' آپ کو ان کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑے گا..." "2"

27 جولائی 1944ء کو قائداعظم کشمیر سے راولپنڈی جا رہے تھے کہ رات کو آپ نے ڈھیری حسن آباد کے مقام پر عبدالغنی ٹھیکیدار کے ہاں کھانا کھایا' کھانے کی میز پر مسلم لیگ راولپنڈی کے صدر جناب محمد جان بیرسٹر بھی تھے' اس موقع پر بیرسٹر نے قائداعظم سے دستور پاکستان کے بارے میں سوال کیا' سر! اگر ہم فرض کر لیں کہ آپ کی موجودگی میں پاکستان بنتا ہے اور آپ اس ملک کے سربراہ بنتے ہیں تو پھر دستور کی حیثیت کیا ہو گی؟

قائداعظم نے جواب دیا:

"اس کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے آپ کے پاس تیرہ سو (1300) سال سے دستور موجود ہے"۔

اس پر جناب محمد جان نے سوال کیا اس دستور کو غیر مسلم بھی تسلیم کر لیں گے؟ قائداعظم نے جواب دیا کہ:

"میں قرآن کا بہت بڑا عالم ہونے کا دعویدار تو نہیں لیکن قرآن کا جتنا علم مجھے ہے اس کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ قرآنی دستور وہ ہے کہ جس کے متعلق غیر مسلم خود کہیں گے کہ یہ ہم پر لاگو کیا جائے۔"

اس پر محمد جان صاحب نے پھر سوال کیا کہ' قرآن میں تو شراب ممنوع ہے' کیا پاکستان میں شراب بند ہو گی؟

1۔ رئیس احمد جعفری' خطبات قائداعظم (لاہور: مکتبہ شعاع ادب 1961ء) ص 582 / 583

2۔ رئیس احمد جعفری' خطبات قائداعظم' ص 656

marfat.com

قائد اعظم نے کہا: "بیشک پاکستان میں شراب پر پابندی ہو گی"۔"1"

26 نومبر 1946ء کو مسٹر بدر الدین سے گفتگو کرتے ہوئے قائد اعظم نے کہا:۔

مسٹر بدر میرا ایمان ہے کہ قرآن و سنت کے زندہ جاوید قانون پر مبنی ریاست پاکستان دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ہو گی، میں کسی ازم پر یقین نہیں رکھتا، میں اسلام کے کامل نظام زندگی پر ایمان رکھتا ہوں، مجھے اقبال سے پورا اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مسائل کا حل اسلام سے بہتر کہیں نہیں ملتا۔ انشاء اللہ پاکستان کے نظام حکومت کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہو گی اور یہ ایک فلاحی و مثالی ریاست ہو گی..." - "2"

1942ء میں وکلاء کے ایک وفد سے الہ آباد میں نواب سر محمد یوسف کی رہائش گاہ پر گفتگو کرتے ہوئے قائد نے وفد کے اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان کا دستور کیسا ہو گا؟ اور کیا آپ پاکستان کا دستور بنائیں گے، کہا:۔

پاکستان کا دستور بنانے والا میں کون ہوتا ہوں؟ پاکستان کا دستور تو تیرہ سو سال پہلے ہی بن گیا تھا۔"3"

25 جنوری 1948ء کو عید میلاد النبی کے مبارک موقع پر کراچی ایسوسی ایشن کے استقبالیہ میں "شریعت اسلامیہ" پر تقریر کرتے ہوئے قائد اعظم نے کہا:۔

"۔ کون کہتا ہے کہ پاکستان کے آئین کی اساس شریعت پر نہیں ہو گی؟ جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ .... ہیں، ہماری زندگی میں آج بھی اسلامی اصولوں پر اسی طرح عمل ہوتا ہے جس طرح کہ تیرہ سو سال پہلے ہوتا تھا، اسلام نے جمہوریت دکھائی ہے، مساوات اور انصاف کا سبق دیا ہے، لہٰذا اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کر سکیں گے..." "4"

21 نومبر 1942ء کو لاہور ٹاؤن ہال گراؤنڈ میں مسلم خواتین کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے پاکستان میں اسلامی عدل و انصاف کے احیاء کے بارے میں قائد اعظم نے اپنا نقطہ نظریوں بیان فرمایا:۔

1۔ سعید راشد، قائد اعظم گفتار و کردار، (لاہور، مکتبہ میری لائبریری، فروری 1986ء) ص 514 / 515

2۔ ایضاً۔ ص 510

3۔ سعید راشد، قائد اعظم گفتار و کردار، ص 514

4۔ محمد حنیف شاہد، اسلام اور قائد اعظم (لندن، انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، 1991ء) ص 116

marfat.com

"... اتاترک کو بھی ترکی کو زندہ کرنے کے لیے چودہ سال لگ گئے تھے ہم تو دو سو سال کے غلام ہیں' اب ہم آزاد ہونا چاہتے ہیں' اپنی حکومت کرنے کے لئے علاقہ مانگتے ہیں' جس میں ہم اسلامی عدل و انصاف کی تاریخ دھرائیں..." "1"

قائداعظم پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کرنا چاہتے تھے' مولانا ظفر احمد عثمانی سے اس سلسلہ میں ایک گفتگو کے دوران آپ نے کہا:۔

"... باقی رہا نظام اسلام کا مسئلہ تو آپ مطمئن رہیں ذرا مجھے مہاجرین کی طرف سے اطمینان ہو جائے اور اسمبلی کو بھی اطمنان نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ بہت جلد دستور پاکستان اصول اسلام کے موافق مرتب ہو جائے گا' میرا خیال ہے کہ پاکستان میں ایک شیخ الاسلام ہو گا جو حکومت پاکستان کو کنٹرول کرتا رہے گا کہ کوئی دستور اور کوئی قانون خلاف اسلام پاس نہ ہو سکے..." "2"

قائداعظم کے مندرجہ بالا بیانات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کے قیام' اسلامی دستور کی تشکیل اور اسلامی نظام عدل و انصاف کے نفاذ کے خواہاں تھے اور یہی پروگرام تحریک پاکستان کے تمام قائدین کے پیش نظر تھا' قیام پاکستان کے بعد قائداعظم جلد ہی رحلت فرما گئے' ان کے انتقال کے بعد ان کے عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا کام ان کے جانشینوں اور حاکم طبقہ کا تھا انہوں نے مقاصد قیام پاکستان کو کس حد تک پیش نظر رکھا اور ملک کو ایک فلاحی اسلامی ریاست بنانے اور اس میں اسلام کا نظام عدل (حدود و تعزیرات) نافذ کرنے کے سلسلہ میں کیا اقدامات کئے اس کا جائزہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

1- محمد حنیف شاہد' اسلام اور قائداعظم' ص 121

2- ایضاً' ص 132

marfat.com

فصل دوم

پاکستان میں نفاذ حدود کی کوششوں / اقدامات کا تاریخی جائزہ

(1947ء تاحال)

پاکستان میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں کی گئی کوششوں یا اقدامات کا حال معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کی دستوری و قانونی تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ملک میں (آزادی سے لے کر) اب تک نفاذ حدود کے سلسلہ میں کیا اقدامات کئے گئے' اس بحث کو مندرجہ ذیل ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

1- قیام پاکستان سے مارشل لاء اول تک

2- ایوب خان اور یحییٰ خان کا دور حکومت

3- عوامی دور سے دوسرے مارشل لاء تک

4- جنرل محمد ضیاء الحق کے دس سال

5- بحالی جمہوریت سے تاحال

marfat.com

1-پاکستان میں نفاذ حدود کی آئینی و قانونی تاریخ

(الف)- قیام پاکستان سے مارشل لا اول تک:

-(14 اگست 1947 - 7 اکتوبر 1958ء)

یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک میں یہ طے کرنے میں انیس ماہ کا عرصہ صرف اس بحث کی نذر ہو گیا کہ پاکستان کا نظام حکومت کیا ہو گا' اور شدید رد و کد کے بعد بالاخر یہ طے پایا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہو گی' اس سے بھی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ پاکستان کو اسلامی ریاست قرار دیئے جانے کے باوجود اس کا کوئی دستور اسلامی نہ بن سکا' آٹھ سالہ جدوجہد کے بعد اس کا پہلا دستور 1956ء میں منظور ہوا جو اپنے کامل نفاذ سے قبل ہی معطل کر دیا گیا' اس کے بعد 1962ء کا آئین بھی مارشل مارشل لاء کی نذر ہو گیا۔

پاکستان میں دستور سازی کی تاریخ جتنی طویل ہے اتنی ہی پاکستان کے دساتیر کو اسلامی بنانے کی جدوجہد کرنے والوں کی داستان بھی' بدقسمتی سے قیام پاکستان سے لے کر طویل عرصہ تک اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے یہ کوششیں جاری رہیں کہ اس ملک میں سیکولر نظام حکومت قائم ہو اور اسلامائزیشن کے عمل کو اس قدر طول دیا جائے کہ یہ کبھی بھی رو بعمل نہ آسکے' پاکستان کے کسی بھی دستور کو لے لیجئے سب کے سب Compromised Documents ہی محسوس ہوتے ہیں' کوئی بھی دستور کھلے دل سے ملک کو ایک حقیقی اسلامی نظریاتی ریاست بناتا ہوا نظر نہیں آتا' اسلامائزیشن کے عمل سے ان دساتیر میں ایسا بھونڈا مزاق کیا گیا کہ کبھی تو ملک میں نفاذ اسلام سے متعلق حصہ کو دیباچہ میں رکھا گیا اور کبھی صرف پالیسی کے بنیادی اصولوں تک محدود کر دیا گیا لیکن کسی بھی دستور کے نافذ العمل حصہ میں اسلامائزیشن کا کوئی ذکر نہیں رہا' یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں نفاذ حدود کا عمل مسلسل کئی سال تک معطل رہا' اور یہ ملک اسلام کے نظام عدل کے ثمرات حاصل نہ کر سکا۔

دساتیر پاکستان میں جو بعض اسلامی دفعات شامل کی گئیں وہ بھی قانون ساز اسمبلیوں میں علماء کی موجودگی' عوام کے شدید رد عمل کے خوف اور مذہبی طبقہ کے دباؤ کے باعث تھیں ورنہ جہاں تک حکومتوں یا حکمرانوں کا تعلق ہے تو ماسوائے جنرل محمد ضیاء الحق کے دور کے کسی بھی دور

marfat.com

حکومت میں اسلامائزیشن اور اسلامی قانون سازی پر توجہ نہیں دی گئی نتیجہ پاکستانی عدالتوں میں وہی انگریزوں کے کالے قوانین رائج رہے اور ابھی تک ان سے مکمل چھٹکارا نہیں مل سکا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ہر دستور میں یہ بات کہی گئی کہ

"No Law could be made against the Quraan and the Sunnah"

یعنی کوئی بھی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا' مگر عملاً" اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ہر دستور میں اسلامی اداروں اور قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے والے اداروں کی تشکیل و عمل کی بات کی گئی مگر یہ ادارے اتنے بے بس اور اس قدر بے اختیار تھے کہ ان کی تجاویز کو کبھی بھی مکمل طور پر تسلیم نہیں کیا گیا اور یہ صرف تجاویز دینے کے مجاز تھے جب کہ ان تجاویز کے رد و قبول کا اختیار ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا جو یا تو اسلام سے بے بہرہ یا اس سے الرجک - یہی وجہ ہے کہ "تعلیمات اسلامیہ بورڈ" جو اسلامائزیشن کے حوالہ سے علماء پر مشتمل پہلا سرکاری ادارہ تھا' اس کی تشکیل سے بھی علماء مطمئن نہ تھے اور انہوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اعلیٰ عدالتوں کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ قوانین پر نگاہ رکھیں اور غیر اسلامی قانون سازی نہ ہونے دیں۔

نفاذ حدود کے لیے ضروری قانون سازی انتہائی اہمیت رکھتی ہے لیکن بدقسمتی سے کسی بھی دستور میں مقننہ کے اراکین کے انتخاب کے لئے یہ شرط نہیں رکھی گئی کہ وہ اسلامی تعلیمات یا قوانین اسلام سے واقفیت رکھتے ہوں بلکہ انتہائے ظلم تو یہ کہ' تعلیم یافتہ ہونے کی شرط بھی نہیں' گویا ہر جاہل ان پڑھ شخص بھی مجلس قانون ساز کا ممبر بن سکتا ہے' اور جب اسمبلیوں میں ہر کہ و مہ ممبر بن سکتا ہو تو وہ اسلامی قانون سازی میں کس قدر معاون ثابت ہو گا یا دلچسپی لے گا یہ بدیہی طور پر Understood ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح اور دیگر زعماء تحریک آزادی کا پاکستان میں مکمل نفاذ اسلام کا خواب ہنوز شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا جس کے کئی اسباب و عوامل ہیں' ان اسباب و عوامل میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

1 - قائداعظم کا قیام پاکستان کے بعد جلد انتقال

2 - اقتدار کی رسہ کشی

3 - قانون ساز اداروں پر اسلام دشمن عناصر کی گرفت

marfat.com

قائداعظم اگر کچھ عرصہ مزید زندہ رہتے اور ان کی نگرانی میں دستور سازی کا کام مکمل ہو جاتا تو اس ملک میں رائج ہونے والا قانون قائداعظم کی امنگوں کے مطابق اسلامی ہوتا' شراب پر پابندی لگتی' چوروں کے ہاتھ کاٹے جاتے' زانی سنگسار ہوتے' جھوٹی تہمت لگانے والوں پر کوڑے برستے اور رہزنوں کو قانون شریعت کے مطابق عبرتناک سزائیں دی جاتیں۔ لیکن فرشتہ اجل نے اس کی مہلت نہ دی' اسلام دشمن ان کی موت کا سبب بنے' اب تک یہ معمہ لاینحل ہے کہ وہ طبعی موت مرے تھے یا انہیں سازش کے تحت زہر دلوایا گیا تھا' بہرکیف قائداعظم کے مختصر دور حکومت (14 اگست 1947ء - 1948ء) میں شرعی حدود کے نفاذ کے لئے ضروری قانون سازی نہ ہو سکنے کے سبب ملک میں وہی ہندوستان کے کالے قوانین رائج رہے۔

اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک میں اسلام سے جو اغماض و تغافل برتا گیا یا مخاصمت روا رکھی گئی اس کا اندازہ لگانے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ انیس ماہ تک یہی تسلیم نہیں کیا گیا کہ ملک کی نظریاتی اساس اسلام ہو گی' کارپردازان حکومت یا غاصبان اقتدار ایک عرصہ تک ایسی کوشش میں مصروف رہے کہ پاکستان میں کسی نئے دستور و آئین کی بجائے 1935ء کے انگریزی ایکٹ ہی کو چند معمولی تبدیلیوں کے ساتھ برقرار رکھا جائے چنانچہ عملاً" ایک عرصہ تک انڈین گورنمنٹ ایکٹ 1935ء ہی (بعض ترامیم کے ساتھ) پاکستان کا آئین رہا۔ "1" تاآنکہ عوامی رد عمل کے پیش نظر 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی نے ایک قرار داد پاس کی جسے قرار داد مقاصد کا نام دیا گیا۔ "2"

جس کے مطابق یہ طے پایا کہ ملک کا آئین قرآن و سنت کے مطابق ہو گا۔ چنانچہ دستور ساز اسمبلی میں ایک دستوری کمیٹی قائم کی گئی تاکہ وہ دستور کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ترتیب دینے کے لئے کام کرے اس کمیٹی کو (Basic Principles Committee) بنیادی اصولوں کی کمیٹی کہا گیا' اس کمیٹی کی مدد کے لئے مولانا سید سلیمان ندوی کی چیئرمین شپ میں ایک پانچ رکنی بورڈ تشکیل دیا گیا تاکہ دستور اسلام کی تعلیمات کے مطابق بن سکے۔ جس کا نام تعلیمات اسلامیہ

---

1 - Pakistan year Book - 1977, By: Rafique Akhter, (Islamabad) East and West publishing Co. 1977 P.132

2 - قرار داد پاکستان کا مکمل متن حسب ذیل ہے:

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے لہٰذا جمہور

marfat.com

پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

(الف) جس کی رو سے جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعہ استعمال کرے۔

(ب) جس میں اصول جمہوریت و حریت و مساوات و رواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے' پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

(ت) جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں' ترتیب دے سکیں۔

(ث) جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

(ج) جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاق بنائیں جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و معینہ اختیارات کے تحت خود مختار ہوں)

(ح) جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق کے ماتحت مساوات حیثیت و مواقع قانون کی نظر میں برابری' عمرانی اقتصادی اور سیاسی عدل' اظہار خیال' عقیدہ' دین' عبادات اور ارتباط کی آزادی شامل ہو۔

(خ) جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔

(د) جس کی رو سے وفاق کے علاقوں کی صیانت' اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بحر و بر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں' تحفظ کیا جائے ۔تاکہ اہل پاکستان فلاح و خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں کما حقہ اضافہ کر سکیں۔

marfat.com

بورڈ قرار پایا' اس بورڈ نے جلد ہی اپنی سفارشات مرتب کر کے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کو پیش کر دیں' مگر 7 ستمبر 1950ء کو جب کمیٹی کی رپورٹ منظر عام پر آئی تو معلوم ہوا کہ علماء اور تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی پیش کردہ سفارشات کو اس میں شامل ہی نہیں کیا گیا۔ "1" چنانچہ علماء نے ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ اس رپورٹ سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی سفارشات کو شائع کیا جائے۔ "2" غرضیکہ تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی سفارشات کو نظر انداز کئے جانے پر بورڈ کے اراکین اور دیگر علماء حکومت سے سخت مایوس ہوئے اور مولانا سید سلیمان ندوی چیئرمین تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے انتقال اور اس کے ایک معزز رکن جناب ڈاکٹر حمید اللہ کی مستقل پیرس منتقلی کے باعث بورڈ ٹوٹ گیا۔ گویا حکومت کی طرف سے قرآن و سنت کے مطابق آئین کا مسودہ تیار کرنے کے سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ کوئی توجہ نہیں دی گئی بلکہ اس سے عمداً" اغماض برتا گیا۔

جولائی 1952ء میں ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی گئی جس سے اس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے ایک اسلامی آئین قرار داد مقاصد کی روشنی میں تیار کرایا جسے وہ دستور ساز اسمبلی سے منظور کرانے کے لیے اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ ان کی وزارت عظمیٰ کا دھڑن تختہ ہو گیا' خواجہ ناظم الدین کے بعد جناب محمد علی بوگرہ کے دور وزارت عظمیٰ میں عوامی مطالبہ پر اس دستور کو اسمبلی میں پیش کرنے کی کوشش ہوئی تو اسمبلی ہی توڑ دی گئی' اس طرح پاکستان میں نفاذ حدود کا عمل غیر اسلامی آئین و قوانین کی بناء پر موقوف رہا۔

1955ء میں پاکستان کی نئی دستور ساز اسمبلی وجود میں آئی' وزارت عظمیٰ کا قلمدان چوہدری محمد علی کے سپرد ہوا' اور دستور ساز اسمبلی نے ایک آئین کی منظوری دی جس میں قرار داد مقاصد کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا اس آئین کے مطابق پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار پایا'

آئین میں مندرجہ ذیل اہم امور مذکورہ تھے :-

1- قرآن و سنت کے منافی تمام قوانین کو منسوخ کر دیا جائے گا۔

2- موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق تبدیل کر دیا جائے گا۔

3- قوانین کو اسلامی رنگ دینے کے لئے ایک اسلامی نظریہ کی کونسل تشکیل دی جائے گی جو پانچ سال کے اندر اندر تمام غیر اسلامی قوانین کو اسلامی بنانے کے لئے سفارشات مرتب کرے گی۔

1- روزنامہ نوائے وقت لاہور' 24 دسمبر 1962 (اداریہ ص 3)

2- روزنامہ جنگ کراچی' 14 اکتوبر 1950ء

marfat.com

4- عصمت فروشی، قمار بازی، شراب نوشی اور منشیات خوری ممنوع ہو گی۔ "1"

23 مارچ 1956ء کو یہ دستور نافذ ہوا جس کے حصہ 12 کے باب نمبر1 میں "اسلامی احکام" کے عنوان سے مندرجہ ذیل دفعات شامل تھیں۔

باب 1- "اسلامی احکام"

اسلامی تحقیق و تعلیم کا ادارہ۔

197- (1) پریذیڈنٹ ایک ادارہ "ادارہ تحقیقات اسلامی و اعلیٰ تعلیم" کے نام سے قائم کرے گا تاکہ صحیح اسلامی بنیادوں پر مسلم معاشرہ کی جدید تنظیم کی جائے۔

(2) - پارلیمنٹ مجاز ہو گی کہ وہ بذریعہ قانون مسلمانوں پر ایک خاص ٹیکس عائد کرے جس کی آمدنی سے فقرہ (1) کے تحت قائم کئے گئے ادارہ کے مصارف پورے کئے جائیں گے اور باوجود کسی حکم کے جو دستور میں موجود ہو مذکورہ ٹیکس کی آمدنی وفاقی مجموعی فنڈ میں شامل نہ کی جائے گی۔

قرآن پاک اور سنت سے متعلق احکام:

198- (1) کوئی ایسا قانون وضع نہ کیا جائے گا جو احکام قرآن و پاک و سنت جنہیں عبارت بابعد میں اسلامی احکام کہا گیا ہے، کے منافی ہو اور موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔

(2) فقرہ (1) میں مذکورہ احکام کی تعمیل صرف اس طرح کی جائے گی جس کی صراحت فقرہ (3) میں کی گئی ہے۔

(3) یوم دستور سے ایک سال کے اندر پریذیڈنٹ ایک کمیشن مقرر کرے گا تاکہ وہ:-

(الف) ایسی سفارش تیار کرے جو:-

(اول) موجودہ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے سے متعلق ہوں اور

(دوم) احکام اسلامی کے نفاذ کے مراحل اور طریقوں سے۔ نیز

(ب) قومی و صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لئے ایسے اسلامی احکام مناسب طور پر مدون کرے جنہیں بطور قانون نافذ کیا جا سکے۔

مذکورہ کمیشن تقرر سے پانچ سال کے اندر اپنی آخری و قطعی رپورٹ پیش کرے گا یا کوئی عبوری رپورٹ بھی اس سے پہلے پیش کر سکے گا۔ مذکورہ رپورٹ خواہ وہ قطعی ہو یا عبوری، موصول ہونے کے چھ ماہ کے اندر مجلس ملیہ میں پیش کی جائے گی اور مجلس اس پر غور کرنے کے

---

1 حفیظ الرحمن صدیقی، قرار داد مقاصد سے اسلامی قانون تک (کراچی: طاہر سنز، 1981ء) ص 57

marfat.com

بعد اس کی سفارشات سے متعلق قوانین وضع کرے گی۔

(4) دفعہ ہذا میں موجود کوئی حکم غیر مسلموں کے شخصی قوانین پر اثر انداز نہ ہوگا نہ اس سے غیر مسلموں کی حیثیت پر پاکستان کے شہری ہونے کے لحاظ سے یا دستور کے کسی حکم پر کوئی برا اثر پڑے گا۔

تشریح: کسی مسلم فرقے کے شخصی قوانین پر دفعہ ہذا کے اطلاق میں قرآن و سنت سے وہی مراد مفہوم ہوگا جسے وہ مخصوص فرقہ مانتا ہو۔"[1]

1956ء کا یہ آئین جس کے مطابق ملک میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں اسلامی قانون سازی کا عمل مکمل ہونا تھا 1958ء میں صدر اسکندر مرزا نے منسوخ کر دیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ ہو گیا۔

۱۔ دستور پاکستان، 1956ء

marfat.com

2- ایوب خان اور یحییٰ خان کا دورِ حکومت

(7 اکتوبر 1958ء - 20 ستمبر 1971ء)

جون 1962ء میں صدر محمد ایوب خان نے ایک نیا آئین نافذ کیا جس میں صرف ایک شق اسلامی تھی اور وہ یہ کہ ملک کا کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو گا۔

اس آئین میں قانون سازی میں مشاورت کے لئے ایک اسلامی مشاورتی کونسل اور اسلامی تحقیقاتی ادارہ کے قیام کا ذکر بھی کیا گیا' لیکن عملاً" اسلامی قانون سازی پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور یوں 1969ء تک پاکستان میں نفاذ حدود کا عمل ضروری قانون سازی کے نہ ہونے کے باعث معطل رہا۔

1969ء میں محمد یحییٰ خان عبوری عرصہ کے لئے صدر بنے اور ان کے دور میں اسلامائزیشن یا نفاذ حدود کے سلسلہ میں کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔

marfat.com

3- عوامی دور سے دوسرے مارشل لاء تک

(20 دسمبر 1971ء - 6/5 جولائی 1977ء)

1971ء میں ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار آئے۔ انہوں نے اپنی حکومت کو عوامی حکومت قرار دیا۔ انہیں مغربی پاکستان کی اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل تھی اور ان کا رجحان اسلام سے زیادہ سوشلزم کی طرف تھا وہ روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر برسر اقتدار آئے تھے لہٰذا ان کی ترجیحات میں اسلامائزیشن شامل ہی نہ تھی بلکہ وہ ملک میں سوشلزم کے نفاذ کے داعی تھے ان کے خیال میں سوشلزم ہی ملکی مسائل کا حل اور قومی ترقی و خوشحالی کا ضامن تھا' مگر عوامی دباؤ اور اسمبلی میں مذہبی جماعتوں کے سرکردہ لیڈرز کی موجودگی کے باعث انہیں سوشلزم کے نفاذ کے لئے فری ہینڈ نہ مل سکا' چنانچہ انہوں نے اپنے سوشلزم کو اسلامی سوشلزم کا نام دیا کہ شاید یوں کامیابی ہو سکے لیکن ان کا نفاذ سوشلزم کا خواب شرمندہ تعبیر پھر بھی نہ ہو سکا۔

ملک میں ایوب خان کے مارشل لاء کے آنے سے آئین منسوخ ہو چکا تھا اور ایک نئے آئین کی ضرورت تھی چنانچہ 1973ء میں ایک مسودہ دستور پر غور ہوا جو پارلیمنٹ سے منظوری کے بعد 1973ء کا آئین کہلایا اس آئین میں قومی اسمبلی میں موجود مذہبی جماعتوں کے ممبران اور عوامی پریشر کے پیش نظر - "1" مندرجہ ذیل اسلامی دفعات شامل کی گئیں' یہ دستور 12 اپریل 1973ء کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا:-

دفعہ 2- مملکت کا مذہب اسلام ہو گا

ا- بھٹو خود سیکولر تھے اور انہوں نے تھوڑی سی پینے کا اعتراف برسرعام کر کے اپنا مذہب سب پر واضح کر دیا تھا' اس لئے ان سے یہ توقع ہی نہ تھی کہ وہ دستور میں کوئی ایسی بات شامل کریں یا ہونے دیں جس سے شرابیوں کو کوڑے لگیں' زانیوں کو سنگسار کیا جائے اور چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں' 73 کے آئین میں جو اسلامی دفعات شامل کی گئیں ان کے محرکین اسلامی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے اراکین تھے' اور بھٹو کو یہ ہلکی پھلکی دفعات بھی "بجبوراً" و "مصلحتاً" قبول کرنا پڑیں۔ جیسا کہ روبیہ مہدی نے دی اسلامائزیشن آف لاز ان پاکستان میں لکھا ہے:

bhuttohimself a modern secular politician never cnocouraged any attempt to include specific Islamic- Laws in the legal System.

but at the end of his period, it became politically xpedient for him to do so.

(Rubia Mehdi, The Islamization of the Laws in pakistan, P.25

marfat.com

دفعہ 227 شق 1: قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا

دفعہ 228 شق 1 دستور کے نفاذ کے 90 دن کے اندر اندر اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل لازمی ہو گی۔

دفعہ 230 شق (3) اسلامی نظریاتی کونسل کا مشورہ موصول ہونے سے پیشتر انتہائی ضروری حالات میں کوئی قانون پاس ہو جائے اور کونسل بعد میں رائے دے کہ یہ قرآن و سنت کے منافی ہے تو اس پر لازما" نظر ثانی کی جائے گی۔

کونسل کی آخری رپورٹ موصول ہونے کے دو سال کے اندر اندر قومی اور صوبائی اسمبلیاں ان قوانین کو کونسل کے مشورہ کے مطابق بنانے کی پابند ہوں گی'

دفعہ 41 شق (2) صدر مملکت لازما" مسلمان ہو گا۔ "1"

1973ء کے دستور میں مذکورہ بالا اسلامی دفعات کے باوصف کوئی قابل ذکر اسلامی قانون سازی نہ ہو سکی اور 1973ء سے 1977ء تک کسی بھی غیر اسلامی قانون کو اسلامی بنانے یا کسی غیر اسلامی قانون کو منسوخ کر کے اس کی جگہ اسلامی قانون نافذ کرنے کا کام نہ ہو سکا' اس کی بنیادی وجہ حکمران طبقہ کا اسلام اور اسلامائزیشن سے عدم دلچسپی اور نظریاتی اختلاف تھا۔

پاکستان کی قانونی تاریخ اور ملک کے دستوری ارتقاء کا جائزہ اگر مختصر الفاظ میں پیش کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ گزشتہ 30 برس (1947ء سے 1977ء) کا عرصہ اسلامی قانون سازی کے لحاظ سے جمود کا عرصہ تھا' اس ایک چوتھائی صدی پر پھیلے ہوئے طویل عرصہ میں نفاذ شریعت کے لئے درکار قانون سازی میں سے جو کام بدقت تمام ہو سکا وہ حسب ذیل تھا:-

1 - قرار داد مقاصد کی منظوری

2 - تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کے عمل میں مشاورت کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام۔

3 - قرآن و سنت کے احکام کے خلاف کوئی قانون سازی نہ کرنے پر اتفاق رائے۔

مگر عملاً" اس کارکردگی کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی تیس سالوں میں اسلامی قانون سازی نہ ہو سکی' روبیہ مہدی کے بقول:

---

1 - دستور پاکستان 1973ء

marfat.com

"... No islamization took place untill the Islamization movement of 1977...." (1) The period of Islami revivalism, popularly known as Islamization started in 1977. Most of it was carried out by one man, General Zia-ul-Haq who took over in 1977.." ((2))

---

1 - The Islamization of the law in Pakistan. By: Ruhya Mehdi, Curzon Pess U.K. 1994) P. 205

2 - do - Page. 25.

marfat.com

4- جنرل محمد ضیاء الحق کے دس سال

(1977-1987ء)

5/6 جولائی 1977ء کو ملک میں ایک بار پھر مارشل لاء نافذ ہوا' مگر آئین کو منسوخ نہیں کیا گیا۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے ستمبر 1977ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کی' اور اسے یہ فریضہ سونپا کہ وہ غیر اسلامی قوانین کی نشاندہی کرے اسی کے ساتھ ہی ملک کی اعلیٰ عدالتوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ملک میں رائج کسی بھی قانون کو اگر خلاف اسلام سمجھیں تو عدالتی فیصلہ کے ذریعہ اسے منسوخ کردیں۔

نفاذ حدود کے سلسلہ میں اقدامات:

1 - 1977ء میں شراب اور جوئے پر مکمل پابندی عائد کی گئی اور یوں نفاذ حدود کے عمل کی طرف پیش قدمی کا آغاز ہوا۔

2 - نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے کے لئے ملک میں خصوصی شرعی عدالتیں (Shariah Benches) قائم کی گئیں' اس مقصد کے لئے صدر نے 2 دسمبر 1978ء کو شریعت بنچز کے فریم ورک کے سلسلہ میں ایک صدارتی حکم جاری کیا۔ "1" جس کے مطابق ملک کے چاروں صوبوں کے ہائی کورٹوں میں شریعت بنچز اور سپریم کورٹ میں ایک شریعت اپیلیٹ بنچ قائم کرنے کے لئے کہا گیا اور ہر شریعت بنچ میں تین تین حاضر سروس مسلمان ججوں کے تقرر کا فیصلہ ہوا'

3 - شرعی عدالتوں کے قیام کو آئینی بنانے کے لئے 8 فروری 1979ء کو دستوری ترمیم کا آرڈر جاری ہوا اور اسی روز ان عدالتوں کے ججوں کی نامزدگی بھی عمل میں آئی۔ "2" ان عدالتوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ملک میں رائج قوانین کا جائزہ لیں کہ وہ روح اسلام کے خلاف یا قرآن وسنت کی تعلیمات کے برعکس تو نہیں' عوام کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ کسی بھی قانون کو اگر خلاف تعلیمات اسلام سمجھیں تو عدالت میں چیلنج کریں اور اس کے لیے کوئی عدالتی فیس بھی ادا نہیں

---

1 - Pakistan year Book-1979, By: Rafiq Akhter, Page.167

2 - Pakistan year Book-1979, By: Rafiq Akhter, page 167/168

marfat.com

کرنا ہوگی۔

شرعی عدالتوں کے طریقہ کار میں یہ بات طے کی گئی کہ ان کے فیصلے عدالت کے ممبروں کی اکثریت کی رائے کی بنیاد پر نافذ العمل ہوں گے۔ ایسے قوانین جو شرعی عدالتوں سے غیر اسلامی قرار پائیں گے انہیں ختم کرنے یا تبدیل کرنے کے لئے صدر پاکستان مرکزی سطح کے قوانین اور گورنر زصوبائی سطح کے قوانین کے سلسلہ میں ضروری کارروائی کریں گے تاکہ انہیں ختم کر کے ان کی جگہ اسلامی قوانین کو رائج کیا جا سکے۔ "1"

4- شریعت بنچز کے قیام کا باقاعدہ اعلان صدر نے 12 ربیع الاول 1399ھ (10 فروری 1979ء) کو کیا۔ "2" چنانچہ کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ میں یہ عدالتیں قائم ہوئیں جبکہ شریعت اپیلٹ بنچ راولپنڈی/اسلام آباد میں قائم ہوئی۔ "3"

5- اسی روز صدر نے حدود آرڈیننس * مجریہ 1979ء کے تحت پانچ قوانین حدود بھی نافذ کئے یعنی حد سرقہ، حد حرابہ، حد زنا، حد قذف اور حد شرب خمر۔ "4"

6- شرعی عدالتوں کے قیام اور اسلامائزیشن سے متعلق دیگر امور صدارتی آرڈیننسوں اور مارشل لاء آرڈیننسوں کی صورت میں نافذ کئے جا رہے تھے اور اس بات کا خدشہ موجود تھا کہ ملک میں کبھی کوئی ایسی حکومت بھی آسکتی ہے جو اسلامائزیشن کے عمل کو ناپسند کرتے ہوئے ان تمام آرڈیننسوں کو بیک جنبش قلم منسوخ کر دے اس لئے دستور میں ترمیم کر کے ان اقدامات کو دستوری تحفظ فراہم کرنا ضروری تھا، اس مقصد کے پیش نظر سینٹ (جو ملکی پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے) میں ایک شریعت بل پیش کرنے کی تجویز ہوئی، اس بل کے ذریعہ عدالتوں کو وسیع تر اختیارات دینے کا پروگرام بھی تھا، تاکہ شرعی عدالتیں کسی دباؤ کے بغیر شریعت کے مطابق فیصلے کر سکیں نیز شریعت سے متصادم قوانین کو کالعدم قرار دے سکیں۔ چنانچہ مولانا سمیع الحق اور مولانا عبداللطیف نے ایک پرائیویٹ شریعت بل 13 جولائی 1985ء کو سینٹ میں پیش کیا جس کا متن حسب ذیل ہے:-

---

1- Pakistan year Book-1979, By: Rafiq Akhter, page 167/168

2- ایس ایم شاہد، پاکستان کا نظریہ حکومت و سیاست (لاہور: نیو بک پیلس، سن ندارد)، ص 567-

3- Paksitan Year Book-1979, By: Rafiq Akhter, Page 167

4- Ministry of Law and Parlmentary Affaris, Gov't of paksitan, Islamabad. A Collection of the islamic Laws, page. 1

marfat.com

شریعت بل:-

"چونکہ قرار داد مقاصد جسے سابقہ دساتیر میں بطور تمہید کے رکھا گیا تھا' جناب صدر مملکت نے اپنے صدارتی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کو دستور کا مستقل حصہ قرار دیا ہے۔

اور چونکہ قرار داد مقاصد میں اس ملک کا حاکم اعلیٰ تشریعی اور تکوینی دونوں حیثیتوں سے رب العالمین خالق کائنات کو تسلیم کیا گیا ہے۔

اور چونکہ یہ ملک مسلمانوں کی عملی زندگی کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھالنے کے لئے معرض وجود میں لایا گیا ہے۔

اور چونکہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ یہ عہد کیا گیا ہے کہ یہاں قرآن و سنت کا قانون زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور نافذ ہو گا۔

اور چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدر مملکت اور پارلیمنٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لئے منتخب کیا ہے۔

لہٰذا' "ایوان سینٹ" اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے حسب ذیل قانون وضع اور منظور کرتا ہے:-

ابتدائیہ:

(دفعہ نمبر۱) تاریخ نفاذ اور حدود نفاذ

(الف) یہ قانون شریعت کے نام سے موسوم ہو گا۔

(ب) یہ قانون منظوری کے مراحل طے کرنے کے بعد فوری طور پر نافذ ہو گا۔

(ج) یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں اور تمام باشندوں پر نافذ ہو گا البتہ غیر مسلم باشندوں کے شخصی معاملات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

شریعت کی قانونی تعریف:

(دفعہ نمبر2) (الف) شریعت سے مراد دین کا وہ خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے۔

(ب شرعی قوانین کا اصل ماخذ قرآن کریم اور سنت رسول ہے۔

(ج) اجماع امت کو قرآن اور سنت نے حجت قرار دیا ہے' اس لئے جو قانون اجماع امت سے ثابت اور ماخوذ ہو وہ بھی شریعت کا قانون ہے۔

marfat.com

(د) جو احکام امت کے معتمد اور مستند مجتہدین نے قرآن و سنت اور اجماع کے قواعد و ضوابط معینہ کے مطابق مستنبط کر کے مدون کئے ہیں وہ بھی شریعت ہی کے قوانین ہیں اس لئے کہ قیاس اور اجتہاد کو بشرطیکہ وہ قرآن و سنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو' قرآن اور سنت نے حجت قرار دیا ہے۔

شریعت کی بالا دستی:۔

(دفعہ نمبر3) مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرار داد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر کوئی قانون یا قرار داد منظور کر لی گئی تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہو گی اور اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کے فوراً" بعد عدالت کے آخری فیصلہ تک اس پر عمل در آمد ملتوی ہو جائے گا۔

(دفعہ نمبر4) ملک کی تمام عدالتیں ہر قسم کے مقدمات بشمول مالی وغیرہ کے شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہونگی اور شریعت کے خلاف کئے گئے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہو گی۔

(دفعہ نمبر5) وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار سماعت و فیصلہ بلا کسی استثنیٰ ہر قسم کے مقدمات پر حاوی ہو گا اور عبوری دستور حکم 1985ء کی دستوری ترامیم کے ذریعہ لگائی گئی پابندیاں فوراً" ختم کر دی جائیں گی۔

(دفعہ نمبر6) انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیراعظم کے شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا ہو تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہو گی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(دفعہ نمبر7) حکومت کے تمام عمال پر بشمول صدر مملکت شرعی عدالت کا فیصلہ ملک کے عام دوسرے باشندوں کی طرح یکساں طور پر نافذ ہو گا اور کوئی بھی ملک کا باشندہ اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالا تر نہیں ہو گا۔

(دفعہ نمبر8) مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کئے جائیں گے۔

(دفعہ نمبر9) غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے بچوں کے لئے مذہبی تعلیم اور اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اپنی مذہبی تبلیغ کی آزادی ہو گی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق ہو گا۔

marfat.com

(دفعہ نمبر10) تمام عدالتوں میں حسب ضرورت تجربہ کار جید اور مستند علماء دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت تقرر کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر11) علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا موثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً" اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

(دفعہ نمبر12) قرآن و سنت کی وہی تعبیر معتبر ہو گی جو اہل بیت عظام' صحابہ کرام اور مستند مجتہدین کے علم اصول تفسیر اور علم اصول حدیث کے مسلمہ قواعد و ضوابط کے مطابق ہو۔

(دفعہ نمبر13) انتظامیہ' عدلیہ' مقننہ کے ہر فرد کے لئے فرائض شریعت کی پابندی اور محرمات شریعت سے اجتناب کرنا لازم ہو گا۔

(دفعہ نمبر14) تمام ذرائع ابلاغ کو خلاف شریعت پروگراموں فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

(دفعہ نمبر15) حرام طریقوں اور خلاف شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہو گی۔

(دفعہ نمبر16) شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگان ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہو گی اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

مسودہ قانون شریعت کے اغراض و مقاصد و وجوہ:

- ملک خداداد' پاکستان' ایک نظریاتی ملک ہے۔
- اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔
- اس مسودہ قانون کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔
- اہل ملک جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لیے بے چین ہیں' کو مطمئن کرنا ہے ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعے امن و امان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔

مندرجہ بالا شریعت بل سینٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے قانون و پارلیمانی امور کے سپرد کر دیا گیا اور اس پر اس کمیٹی سے غور و خوض کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا۔ لیکن مذکورہ کمیٹی نے اس بل پر تین ماہ مزید لگا دیئے' کمیٹی کے رویے پر احتجاج ہوا اور بالآخر یہ بل سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا جسے فوری طور پر بل پر ضروری کارروائی کے لئے کہا گیا'

marfat.com

سلیکٹ کمیٹی نے اس بل پر غور و خوض کے بعد 12 دسمبر 1985ء کو اپنی رپورٹ پیش کی'
یہ رپورٹ 26 جنوری 1986ء کو ہاؤس (سینٹ) میں منظوری کے لئے پیش کی گئی، مگر رپورٹ منظور ہونے کی بجائے اس تجویز کے ساتھ سرد خانے میں چلی گئی کہ اس پر پبلک سے رائے لی جائے اور اس مقصد کے لئے اس کی تشہیر کی جائے' چنانچہ یہ بل اخبارات میں چھپا۔ اخبارات میں شائع ہونے والے شریعت بل کا متن اور اس پر ہونے والی دیگر کارروائی کا ذکر ہم فصل سوم میں تفصیلی طور پر کریں گے۔

marfat.com

فصل سوم

نفاذ حدود (بعہد ضیاء الحق) کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

پاکستان میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں کئے گئے اقدامات کا جائزہ لینے کے لئے نفاذ حدود کے سلسلہ میں ان اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لینا ہوگا جن کے ذمہ ملکی قانون سازی کا اہم فریضہ ہے یا جن کا کام' قانون سازی کے عمل میں معاونت کرنا یا قوانین نافذ کرانا ہے اس ضمن میں مندرجہ ذیل ادارے اہم ہیں:۔

- سینٹ
- قومی اسمبلی
- ادارہ تحقیقات اسلامی
- اسلامی نظریاتی کونسل
- جامعہ اسلامیہ
- شریعت اکیڈمی
- عدلیہ
- وفاقی شرعی عدالت
- لاء کمیشن
- وزارت قانون
- پولیس

نفاذ حدود کے اداروں کی کارکردگی:

ذیل میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں ان اداروں کے کردار کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ نفاذ حدود کے سلسلہ میں ان اداروں کی (قیام سے عہد ضیاء الحق تک) کارکردگی کی صورتحال کیا رہی۔

marfat.com

ہم یہ بات پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ملک میں نفاذ حدود کے لیے عہد ضیاء الحق سے قبل کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی اور مقتدر اداروں پر ایسے گروہ کا کنٹرول رہا جو نفاذ شریعت کا اگر بظاہر مخالف نہیں تھا تو حقیقتاً اس کا حامی بھی نہیں تھا' اس لئے سینٹ ہو یا قومی اسمبلی کسی نے بھی ملکی قوانین کو اسلامی قدروں کے مطابق ڈھالنے کے سلسلہ میں اور خصوصاً نفاذ حدود کے لیے کوئی قانون سازی نہیں کی بلکہ ملک میں رائج سیکولر قوانین ہی کو استحکام عطاء کیا۔ ہماری اس بات کے موید ملک کے اسلام دوست حلقوں سے شائع ہونے والے اخبارات و جرائد ہیں' چنانچہ ماہنامہ بینات کراچی کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:

"... اس میں شک نہیں کہ نظام اسلام برپا کرنے کے نعرے قیام پاکستان سے لے کر ہمیشہ لگائے جاتے رہے ہیں اور یہ نعرے صرف سیاسی لیڈروں کے نہیں بلکہ حکمرانوں کے بھی روز مرہ میں شامل رہے ہیں' یہاں بہت سی حکومتیں آئیں اور گئیں' اور کم و بیش اسلامی نظام نافذ کرنے کا نعرہ بھی سب نے لگایا' لیکن عملی طور پر اسلام کو فائدہ پہنچانے یا اسلامی نظام کے لئے فضا تیار کرنے میں سابقہ حکومتوں کی کارکردگی نہ صرف صفر رہی بلکہ مسلسل ایسے حالات پیدا کئے جاتے رہے کہ عملی طور پر اسلام کے نفاذ میں زیادہ سے زیادہ رکاوٹیں پیدا ہوتی جائیں اور اس ملک میں اسلام کے نفاذ کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے....."-"1"

1- سینٹ

سینٹ نے "جو ملکی پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے" نفاذ شریعت یا نفاذ حدود کے سلسلہ میں روز قیام سے عہد ضیاء الحق تک کوئی قابل ذکر قانون سازی نہیں کی' تاہم ضیاء دور میں اسلامائزیشن کے عمل میں سینٹ نے بھی حصہ لیا اور ضروری قانون سازی کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کیا' 1985ء میں اراکین سینیٹ کی طرف سے ایک شریعت بل سینٹ میں پیش کرنے کی تجویز ہوئی' اس بل کے ذریعہ عدالتوں کو وسیع تر اختیارات دینے کا پروگرام تھا' تاکہ شرعی عدالتیں کسی دباؤ کے بغیر شریعت کے مطابق فیصلے کر سکیں نیز شریعت سے متصادم قوانین کو کالعدم قرار دے سکیں۔

چنانچہ مولانا سمیع الحق اور مولانا عبداللطیف (اراکین سینٹ) نے ایک پرائیویٹ شریعت بل 13 جولائی 1985ء کو سینٹ میں پیش کیا' (جس کا مکمل متن فصل دوم میں درج کیا جا چکا ہے)

1- ایڈیٹر' اداریہ "بصائر و عبر" ماہنامہ بینات' شمارہ شعبان 1398ھ (کراچی: دارالعلوم جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن' 1398ء) ص 1

marfat.com

شریعت بل سینٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے قانون و پارلیمانی امور کے سپرد کر دیا گیا اور اس پر اس کمیٹی سے غور و خوض کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا۔ لیکن مذکورہ کمیٹی نے اس بل پر تین ماہ مزید لگا دیئے، کمیٹی کے رویے پر احتجاج ہوا اور بالاخر یہ بل سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا جسے فوری طور پر بل پر ضروری کارروائی کے لئے کہا گیا' سلیکٹ کمیٹی نے اس بل پر غور و خوض کے بعد 12 دسمبر 1985ء کو اپنی رپورٹ پیش کی'

یہ رپورٹ 26 جنوری 1986ء کو ہاؤس (سینٹ) میں منظوری کے لئے پیش کی گئی، مگر رپورٹ منظور ہونے کی بجائے اس تجویز کے ساتھ سرد خانے میں چلی گئی کہ اس پر پبلک سے رائے لی جائے اور اس مقصد کے لئے اس کی تشہیر کی جائے' چنانچہ یہ بل اخبارات میں چھپا۔

اخبارات میں شائع ہونے والے شریعت بل کا متن حسب ذیل ہے:۔

چونکہ قرار داد مقاصد کو جو کہ سابقہ دساتیر میں بطور تمہید رکھی گئی تھی' جناب صدر مملکت نے اپنے صدارتی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے دستور کا مستقل حصہ قرار دے دیا۔

اور چونکہ قرارداد مقاصد میں اس ملک کا حاکم اعلیٰ تشر-عی اور تکوینی دونوں حیثیتوں سے رب العالمین خالق کائنات کو تسلیم کیا گیا ہے۔

اور چونکہ یہ ملک مسلمانوں کی عملی زندگی کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھالنے کے لئے معرض وجود میں لایا گیا ہے۔

اور چونکہ اس ملک کے باشندوں کے ساتھ یہ عہد کیا گیا ہے کہ یہاں قرآن و سنت کا قانون زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور نافذ ہو گا۔

اور چونکہ موجودہ ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام نے صدر مملکت اور پارلیمنٹ کو شریعت کے عملی نفاذ کے لئے منتخب کیا ہے۔

لہٰذا اب حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:

مختصر عنوان' وسعت اور آغاز نفاذ:

یہ ایکٹ نفاذ شریعت ایکٹ 1985ء کے نام سے موسوم ہو گا

marfat.com

1- یہ پورے پاکستان پر وسعت پذیر ہو گا۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔
2- تعریف: اس ایکٹ میں شریعت سے مراد:
(الف) دین کا وہ خاص طریقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ سے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے۔
(ب) شریعت کا اصل ماخذ قرآن پاک اور سنت رسول (ﷺ) ہے۔
(ج) کوئی حکم یا ضابطہ جو اجماع امت سے ثابت اور ماخوذ ہو' شریعت کا حکم متصور ہو گا۔
(د) ایسے احکام جو امت کے مسلمہ اور مستند فقہاء (مجتہدین) نے قرآن پاک سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اجماع امت کے قیاس و اجتھاد کے ذریعہ مستنبط کر کے مدون کئے ہیں شریعت کے احکام متصور ہونگے۔
کوئی مقننہ شریعت کے خلاف قانون نہیں بنائے گی۔
3- مقننہ کوئی ایسا قانون یا قرار داد منظور نہیں کر سکے گی جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔ اگر ایسا کوئی قانون یا قرار داد منظور کرلی گئی تو اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جاسکے گا۔
4- عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گی۔
ملک کی عدالتیں تمام امور و مقدمات میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند رہیں گی۔
5- وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ کار:
وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار و سماعت و فیصلہ بلا استثناء تمام امور و مقدمات پر حاوی ہو گا۔
6- شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی
انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیر اعظم شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔
7- عدالتی عمل اور احتساب:
حکومت کے تمام عمال بشمول صدر مملکت اسلامی قانون عدل کے مطابق عدالتی احتساب سے بالا تر نہیں ہونگے' (حذف کر دی گئی)
8- غیر مسلم کو تبلیغ کی آزادی:

marfat.com

غیر مسلم باشندگان مملکت کو اپنے ہم مذہبوں کے سامنے تبلیغ کی آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

9 - علماء کو جج مقرر کیا جائے گا:

تمام عدالتوں میں حسب ضرورت تجربہ کار جید اور مستند علماء دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت تقرر کیا جائے گا۔

10 - ججوں کی تربیت کے انتظامات:

علوم شرعیہ اور اسلامی فنون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا موثر انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً" اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

11 - قرآن و سنت کی تعبیر:

قرآن و سنت کی وہی تعبیر معتبر ہوگی جو اہل بیت عظام اور صحابہ کرام اور مستند مجتہدین کے علم اصول تفسیر اور علم اصول دین کے مسلمہ قواعد کے مطابق ہو۔

12 - عمال حکومت کے لئے شریعت کی پابندی:

انتظامیہ، عدلیہ، مقننہ کے ہر فرد کے لئے فرائض شریعت کی پابندی اور محرمات شریعت سے اجتناب کرنا لازم ہوگا۔

13 - ذرائع بلاغ کی تطہیر:

تمام ذرائع ابلاغ کو خلاف شریعت پروگراموں، فواحش اور منکرات سے پاک کیا جائے گا۔

14 - حرام کمائی پر پابندی:

حرام طریقوں اور خلاف شریعت کاروبار کے ذریعہ دولت کمانے پر پابندی ہوگی۔

15 - بنیادی حقوق کا تحفظ:

شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگان ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔

16 - بیان اغراض ووجوہ:

مملکت خدا داد پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔ اس مسودہ قانون کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام، اہل

marfat.com

ملک کو جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لئے بے چین ہیں مطمئن کرنا ہے ملک میں صحیح اسلامی معاشرے کے ذریعے امن اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔ "1"

اس بل پر حکومت کو ایک لاکھ چالیس ہزار کے قریب آراء موصول ہوئیں جن میں سے 99 فیصد بل کے حق میں تھیں۔ "2"

چاہیے تو یہ تھا کہ ان آراء کے بعد بل فوری طور پر منظور کر لیا جاتا مگر جب یہ بل منظوری کے لئے دوبارہ سینٹ میں پیش کیا گیا تو ایک اور کمیٹی بنانے کی تجویز ہوئی جو پبلک سے موصولہ آراء پر غور و خوض کرے' اسلامی گروپ نے اس کمیٹی کا بائیکاٹ کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ اب ایک نئی کمیٹی کے قیام کا مقصد بل کی منظوری میں مزید تاخیر کرنا ہے' اس پرائیویٹ بل کی مخالفت بعض مذہبی سیاسی گروپوں کی طرف سے محض ذاتی عناد و مخاصمت کی بناء پر کی گئی' تاہم بل کی حمایتی مذہبی جماعتوں نے متحدہ شریعت محاذ کے نام سے ایک پلیٹ فارم تشکیل دیا اور بل پر ہونے والے اعتراضات کو دور کرنے کی خاطر مخالف مذہبی گروپوں کی بعض تجاویز کو قبول کر لیا گیا' اس سلسلہ میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نمائندوں کا ایک اجلاس 26 اکتوبر 1986ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر بعض ترامیم کو بل میں شامل کر لیا گیا اور ترمیم شدہ متفقہ بل پر اتفاق ہوا' اس بل کا متن (ترامیم کے بعد) حسب ذیل طے پایا۔ "3"

ا۔ پی سی پی آئی 424 (85) سینٹ / 300

2 - Islamization of Laws in paksitan. By: Mohammad Amin. Sang-e-Meel Publications. 25. Shahra-e- Lahore, 1989. Page 173.

3۔ قاضی حسین احمد' شریعت بل اور اس پر اعتراضات کا جائزہ' (لاہور: متحدہ شریعت محاذ' اکتوبر 1986ء)

marfat.com

متفقہ ترمیمی شریعت بل 1986ء

ابتدائیہ:

ہرگاہ کہ قرار داد مقاصد جو پاکستان میں شریعت کو بالا دستی عطا کرتی ہے، کو دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء کا مستقل بالذات حصہ بنا دیا گیا ہے، اور ہرگاہ کہ مذکورہ قرار داد مقاصد کے اغراض کو بروئے کار لانے کے لئے ضروری ہے کہ فی الفور نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔

لہٰذا حسب ذیل قانون بنایا جاتا ہے۔

دفعہ 1: مختصر عنوان، وسعت اور آغاز نفاذ:

(الف) اس ایکٹ کو نفاذ شریعت ایکٹ 1986ء کہا جائے گا۔

(ب) یہ ایکٹ تمام پاکستان پر وسعت پذیر ہو گا۔

(ج) ایکٹ میں شامل کسی امر کا اطلاق غیر مسلموں کے شخصی قوانین پر نہ ہو گا۔

(د) یہ ایکٹ فوری طور پر نافذ العمل ہو گا۔

دفعہ نمبر 2 تعریفات

اس ایکٹ میں تاوقتیکہ متن سے ۔کوئی مختلف مفہوم مطلوب ہو مندرجہ ذیل اصطلاحات سے وہ مفہوم مراد ہے جو آرٹیکل 2 الف دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء میں اسے دیا گیا ہے۔

(ب) مقررہ سے مراد اس ایکٹ کے تحت مقررہ قواعد ہیں۔

(ج) شریعت سے مراد قرآن و سنت ہیں۔

توضیح:- قرآن و سنت کے احکام کی تعبیر کرتے ہوئے درج ذیل ماخذ سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔

(1)۔ سنت خلفائے راشدین

(2)۔ تعامل اہل بیت عظام و صحابہ کرام

(3)۔ اجماع امت

(4)۔ مسلمہ فقہائے اسلام کی تشریحات و آراء۔

marfat.com

دفعہ نمبر3 شریعت کی دیگر قوانین پر بالا تری:
کسی دیگر قانون' رواج' تعامل یا بعض فریقوں کے مابین معاملہ یا لین دین میں شامل کسی بھی امر کے اس سے مختلف ہونے کے باوجود' شریعت پاکستان میں بالاتر قانون کی حیثیت سے موثر ہوگی۔

دفعہ نمبر4: عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گی:
ملک کی تمام عدالتیں تمام امور و مقدمات بشمول مالی امور وغیرہ میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہوں گی اور شریعت کے خلاف فیصلوں کی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اگر کسی عدالت میں یہ سوال اٹھایا جائے کہ آیا کوئی قانون یا فیصلہ شریعت کے منافی ہے تو اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کیا جائے گا۔

دفعہ نمبر5: وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار: وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار' سماعت و فیصلہ' بلا استثنی تمام امور و مقدمات پر حاوی ہوگا۔

دفعہ نمبر6: شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی:-
انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت اور وزیراعظم' شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا گیا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی اور اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا بشرطیکہ شکایت کنندہ کے لئے کوئی اور قانونی مداوا موجود نہ ہو۔

دفعہ نمبر7: عدالتی عمل اور احتساب
حکومت کے تمام عمال' بشمول صدر مملکت' اسلامی قانون عدل کے مطابق احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے۔

دفعہ نمبر8: مسلمہ اسلامی فرقوں کے شخصی معاملات ان کے اپنے فقہی مسلک کے مطابق طے کئے جائیں گے۔

دفعہ نمبر9 غیر مسلم کو تبلیغ کی آزادی:-
یہ شق حذف کر دی گئی ہے (کیونکہ دفعہ (1) کی شق ج کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہی)

سفارشی دفعہ نمبر10 علماء کو جج مقرر کیا جائے گا۔
تمام عدالتوں میں حسب ضرورت تجربہ کار اور جید علمائے دین کا بحیثیت جج اور معاونین عدالت تقرر کیا جائے گا۔

marfat.com

سفارشی دفعہ نمبر11: ججوں کی تربیت کے انتظامات:

علوم شرعیہ اور اسلامی قانون کی تعلیم اور ججوں کی تربیت کا ایسا انتظام کیا جائے گا کہ مستقبل میں علوم شرعیہ اور خصوصاً" اسلامی قانون کے ماہر جج تیار ہو سکیں۔

دفعہ نمبر12: قرآن و سنت کی تعبیر کا طریق کار:

قرآن و سنت کی تعبیر کا طریق کار وہی ہو گا جو مسلمہ مجتہدین کے علم اصول تفسیر اور علم اصول حدیث و فقہ کے مسلمہ قواعد اور ضوابط کے مطابق ہو۔

دفعہ نمبر13: عمال حکومت کے لئے شریعت کی پابندی:

انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کے ہر فرد کے لیے فرائض شریعت کی پابندی اور محرمات سے اجتناب کرنا لازم ہو گا۔

جو شخص اس کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو گا، وہ مستوجب سزا ہو گا۔ (یہاں کوئی سزا متعین کر دی جائے) بشرطیکہ کسی دیگر قانون کے تحت یہ جرم مستوجب سزا نہ ہو۔

دفعہ نمبر14: ذرائع ابلاغ کی تطہیر:

تمام ذرائع ابلاغ سے خلاف شریعت پروگراموں، فواحش اور منکرات کی اشاعت ممنوع ہو گی۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو گا مستوجب سزا ہو گا (یہاں متعین طور پر سزا کا ذکر کرنا مناسب ہو گا مثلاً" دو سال قید با مشقت اور جرمانہ) بشرطیکہ کسی دوسرے قانون کے تحت یہ جرم مستوجب سزا نہ ہو۔

دفعہ نمبر15: حرام کمائی پر پابندی:

خلاف شریعت کاروبار کرنا اور حرام طریقوں سے دولت کمانا ممنوع ہو گا۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کرنے کا مرتکب ہو گا، مستوجب سزا ہو گا (یہاں سزا متعین کی جائے گی) بشرطیکہ کسی دوسرے قانون کے تحت یہ جرم مستوجب سزا نہ ہو۔

دفعہ نمبر16: بنیادی حقوق کا تحفظ:

شریعت نے جو بنیادی حقوق باشندگان ملک کو دیئے ہیں ان کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا جائے گا۔

دفعہ نمبر17: قواعد سازی کے اختیارات:

اس ایکٹ کے مقاصد کے حصول اور شریعت کے عملی نفاذ اور اس قانون پر عمل در آمد کرانے کے لئے مرکزی حکومت کو اختیار ہو گا کہ ضروری قواعد وضع کرے۔ ان قواعد کا نفاذ اس دن سے ہو گا جس دن مرکزی حکومت انہیں گزٹ میں شائع کرے گی۔

marfat.com

نمائندگان کے دستخط:

1- مفتی محمد عبدالقیوم ناظم اعلی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

2- حافظ عبدالرحمن مدنی رابطہ علمائے اہل حدیث پاکستان

3- محمد اجمل نائب امیر مرکزیہ جمعیت علماء اسلام پاکستان

4- محمد اسلم سلیمی نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان

5- میاں شیر عالم ایڈووکیٹ لاہور نائب صدر ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس۔

اسلامی گروپ نے بل میں متفقہ ترامیم سینٹ میں پیش کر دیں اور یہ مطالبہ کیا کہ بل ان ترامیم کے ساتھ منظور کر لیا جائے۔

حکومتی پارٹی نے بل کی منظوری کے سلسلہ میں غیر ضروری ٹال مٹول سے کام لیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ آئین میں نویں ترمیم کے بعد اس بل کی خاص ضرورت باقی نہیں رہی۔ تاہم 13 مئی 1990ء کو سینٹ نے متعدد ترامیم کے بعد شریعت بل منظور کر لیا۔

marfat.com

سینٹ کے منظور کردہ شریعت بل کا مکمل متن۔

ہرگاہ کہ قرار داد مقاصد کو جو پاکستان میں شریعت کو بالادستی عطا کرتی ہے دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء کے مستقل حصہ کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا ہے۔
اور ہرگاہ کہ مذکورہ قرار داد مقاصد کے اغراض کو بروئے کار لانے کے لئے ضروری ہے کہ شریعت کے فی الفور نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔
لہٰذا حسب ذیل قانون بنایا جاتا ہے۔

(1) مختصر عنوان وسعت اور آغاز نفاذ

(2) یہ ایکٹ نفاذ شریعت ایکٹ 1990ء کے نام سے موسوم ہو گا۔

(3) یہ پورے پاکستان پر وسعت پذیر ہو گا

(4) یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا

(5) اس میں شامل کسی امر کا اطلاق غیر مسلموں کے شخصی قوانین پر نہیں ہو گا

2۔ تعریفات:۔
اس ایکٹ میں، تاوقتیکہ متن سے اس سے مختلف مطلوب ہو، مندرجہ ذیل عبارات سے وہ مفہوم مراد ہے جو یہاں ترتیب وار دیا گیا ہے۔

(الف) حکومت سے مراد

(اول) کسی ایسے معاملے سے متعلق جسے دستور میں وفاقی قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شمار کیا گیا ہو یا کسی ایسے معاملات کے بارے میں جس کا تعلق "وفاق" سے ہو "وفاقی حکومت" ہے، اور

(دوم) کسی ایسے معاملے سے متعلق جسے مذکورہ فہرستوں میں سے کسی ایک میں شمار نہ کیا گیا ہو یا کسی ایسے معاملے کے بارے میں جس کا تعلق صوبے سے ہو صوبائی حکومت ہے۔

(ب) "شریعت" سے مراد وہ احکام اسلام ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔
تشریح:۔ شریعت کی تشریح اور تفسیر کرتے وقت قرآن و سنت کی تشریح و تفسیر کے مسلمہ اصول و قواعد کی پابندی کی جائے گی اور رہنمائی کے لئے اسلام کے مسلمہ فقہاء کی تشریحات اور آراء کا لحاظ رکھا جائے گا جیسا کہ دستور کی دفعہ 227 شق (1) کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے۔

marfat.com

(ج) "عدالت" سے کسی عدالت عالیہ کے ماتحت کوئی عدالت مراد ہے اس میں وہ ٹریبونل یا مقتدرہ شامل ہے جسے فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کی رو سے یا اس کے تحت قائم کیا گیا ہو۔

(د) قرار داد مقاصد سے مراد وہ قرار داد مقاصد ہے جس کا حوالہ دستور کے آرٹیکل (2) الف میں دیا گیا ہے اور جس کو دستور کے ضمیمے میں درج کیا گیا ہے۔

(ھ) "مقررہ" سے مراد اس ایکٹ کے تحت مقررہ قواعد ہیں۔

(و) "مستند دینی مدرسہ" سے مراد پاکستان یا بیرون پاکستان کا وہ دینی مدرسہ ہے جسے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن یا حکومت قواعد کے مطابق تسلیم کرتی ہے۔

(ز) "مفتی" سے مراد شریعت سے کماحقہ واقف وہ مسلمان عالم ہے جو کسی باقاعدہ مستند دینی مدرسہ کا سند یافتہ اور تخصص فی الفقہ کی سند حاصل کر چکا ہو اور پانچ سال کسی مستند دینی درسگاہ میں علوم اسلامی کی تدریس یا افتاء کا تجربہ رکھتا ہو' یا جو دس سال تک کسی مستند دینی مدرسہ میں علوم اسلامی کی تدریس یا افتاء کا تجربہ رکھتا ہو' اور جسے اس قانون کے تحت شریعت کی تشریح اور تعبیر کرنے کے لئے عدالت عظمیٰ' کسی عدالت عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت کی اعانت کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔

3 - شریعت کی بالا دستی :- شریعت پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہو گی اور اسے مذکورہ ذیل طریقے سے نافذ کیا جائے گا۔ اور کسی دیگر قانون' رواج یا دستور العمل میں شامل کسی امر کے علی الرغم موثر ہو گی۔

4 - عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کریں گی (1) اگر کسی عدالت کے سامنے یہ سوال اٹھایا جائے کہ کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے تو عدالت اگر اسے اطمینان ہو کہ سوال غور طلب ہے' ایسے معاملات کی نسبت جو دستور کے تحت وفاقی شرعی عدالت کے اختیار سماعت کے اندر آتے ہوں وفاقی شرعی عدالت سے استصواب کرے گی اور مذکورہ عدالت مقدمہ کا ریکارڈ طلب کر سکے گی اور اس کا جائزہ لے سکے گی اور امر تنقیح طلب کا ساٹھ دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی مگر شرط یہ ہے کہ اگر سوال کا تعلق کسی ایسے مسئلے سے ہو جو دستور کے تحت وفاقی شریعت کورٹ کے دائرہ اختیار سے باہر ہو تو عدالت امر تنقیح طلب کو عدالت عالیہ کے حوالہ کر دے گی' جو اس کا سات دن کے اندر اندر فیصلہ کرے گی۔

marfat.com

مزید شرط یہ ہے کہ عدالت کسی ایسے قانون یا قانون کے حکم کی نسبت اس کے شریعت کے منافی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کسی سوال پر غور نہیں کرے گی جس کا وفاقی شرعی عدالت یا عدالت عظمٰی کی شرعی مرافعہ بنچ پہلے ہی جائزہ لے چکی ہو اور اس کے شریعت کے منافی نہ ہونے کا فیصلہ کر چکی ہو۔

(2) ذیلی دفعہ (1) کا دوسرا فقرہ شرطیہ' وفاقی شرعی عدالت یا عدالت عظمٰی کی شرعی مرافعہ بنچ کی جانب سے دیئے گئے کسی فیصلے یا صادر کسی حکم پر نظرثانی کرنے کے اختیار پر اثر انداز نہیں ہو گا۔

(3) عدالت عالیہ' خود اپنی تحریک پر یا پاکستان کے کسی شہری یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر یا ذیلی دفعہ (1) کے پہلے فقرہ شرطیہ کے تحت اس سے کئے گئے کسی استصواب پر' اس سوال کا جائزہ لے سکے گی اور فیصلہ کر سکے گی کہ آیا کوئی مسلم شخصی قانون کسی عدالت یا ٹریبونل کے ضابطہ کار سے متعلق کسی قانون یا کوئی اور قانون جو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہو یا مذکورہ قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے یا نہیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ سوال کا جائزہ لیتے ہوئے عدالت عالیہ توضیح طلب سوال سے متعلقہ شعبہ کا تخصیصی ادراک رکھنے والے ماہرین میں سے جن کو وہ مناسب سمجھے' کو طلب کرے گی اور ان کے نقطہ نظر کی سماعت کرے گی۔

(4) جبکہ عدالت عالیہ ذیلی دفعہ (3) کے تحت کسی قانون یا قانون کے حکم کا جائزہ لینا شروع کرے' اور ایسا قانون یا قانون کا حکم شریعت کے منافی معلوم ہو' تو عدلت عالیہ ایسے قانون کی صورت میں جو دستور میں وفاقی فہرست قانون سازی یا مشترکہ فہرست قانون سازی میں شامل کسی معاملہ سے متعلق ہو' وفاقی حکومت کو یا کسی ایسے معاملہ سے متعلق کسی قانون کی صورت میں جو ان فہرستوں میں سے کسی ایک میں بھی شامل نہ ہو صوبائی حکومت کو ایک نوٹس دے گی جس میں ان خاص احکام کی صراحت ہو گی جو اسے اپنے طور پر منافی معلوم ہوں اور مذکورہ حکومت کو اپنا نقطہ نظر عدالت عالیہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے مناسب موقع دے گی۔

(5) اگر عدالت عالیہ فیصلہ کرے کہ کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم شریعت کے منافی ہے تو وہ اپنے فیصلے میں حسب ذیل بیان کرے گی۔

(الف) اس کی مذکورہ رائے قائم کرنے کی وجوہ'

(ب) وہ حد جہاں تک ایسا قانون یا حکم بایں طور پر منافی ہے اور اس تاریخ کا تعین جس پر وہ فیصلہ نافذ العمل ہو گا مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کوئی فیصلہ اس میعاد کے گزرنے سے پہلے' اس کے

marfat.com

اندر، عدالت عظمیٰ میں اس کے خلاف اپیل داخل ہو سکتی ہو یا، جبکہ اپیل بایں طور داخل کر دی گئی ہو، اس اپیل کے فیصلے سے پہلے نافذ العمل نہیں ہو گا۔

(6) عدالت عالیہ کو اس دفعہ کے تحت اپنے دیئے ہوئے کسی فیصلے یا صادر کردہ کسی حکم پر نظر ثانی کرنے کا اختیار ہو گا۔

(7) اس دفعہ کی رو سے عدالت عالیہ کو عطا کردہ اختیار سماعت کو کم از کم تین ججوں کی کوئی بنچ استعمال کرے گی۔

(8) اگر ذیلی دفعہ (1) یا ذیلی دفعہ (2) میں محولہ کوئی سوال عدالت عالیہ کی یک رکنی بنچ یا دو رکنی بنچ کے سامنے اٹھے تو اسے کم از کم تین ججوں کی بنچ کے حوالے کیا جائے گا۔

(9) اس دفعہ کے تحت کسی کارروائی میں عدالت عالیہ کے قطعی فیصلہ سے ناراض کوئی فریق مذکورہ فیصلہ سے 60 دن کے اندر عدالت عظمیٰ میں اپیل داخل کر سکے گا مگر شرط یہ ہے کہ وفاق یا کسی صوبے کی طرف سے اپیل مذکورہ فیصلے کے چھ ماہ کے اندر داخل کی جا سکے گی۔

(10) اس قانون میں شامل کوئی امر یا اس کے تحت کوئی فیصلہ اس قانون کے آغاز نفاذ سے قبل کسی عدالت یا ٹربیونل یا مقتدرہ کی طرف سے کسی قانون کے تحت دی گئی سزاؤں، دیئے گئے احکام یا سنائے ہوئے فیصلوں، منظور شدہ ڈگریوں، ذمہ کئے گئے واجبات، حاصل شدہ حقوق، کی گئی تشخیصات، وصول شدہ رقوم، یا اعلان کردہ قابل ادا رقوم پر اثر انداز نہیں ہو گا۔

(تشریح) اس ذیلی دفعہ کی غرض کے لئے "عدالت" یا "ٹربیونل" سے مراد اس قانون کے آغاز نفاذ سے قبل کسی وقت کسی قانون یا دستور کی رو سے یا اس کے تحت قائم شدہ کوئی عدالت یا ٹربیونل ہو گی اور لفظ "مقتدرہ" سے مراد فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت قائم شدہ کوئی مقتدرہ ہو گی۔

(11) کوئی عدالت یا ٹربیونل بشمول عدالت عالیہ کسی زیر سماعت یا اس قانون کے آغاز نفاذ کے بعد شروع کی گئی کسی کارروائی کو محض اس بناء پر موقوف یا ملتوی نہیں کرے گی کہ یہ سوال، کہ آیا کوئی قانون یا قانون کا حکم شریعت کے منافی ہے یا نہیں عدالت عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کر دیا گیا ہے یا یہ کہ عدالت عالیہ نے اس سوال کا جائزہ لینا شروع کر دیا ہے اور ایسی کارروائی جاری رہے گی اور اس میں امر دریافت طلب کا فیصلہ فی الوقت نافذ العمل قانون کے مطابق کیا جائے گا۔ بشرطیکہ عدالت عالیہ ابتدائی سماعت کے بعد یہ فیصلہ نہ دے دے کہ زیر سماعت مقدمات کو عدالت کے فیصلہ تک روک لیا جائے۔

marfat.com

5- شریعت کے خلاف احکامات دینے پر پابندی:
انتظامیہ کا کوئی بھی فرد بشمول صدر مملکت' وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکے گا اور اگر ایسا کوئی حکم دے دیا گیا ہو تو اسے عدالت عالیہ میں چیلنج کیا جا سکے گا۔

(6) عدالتی عمل اور احتساب:- حکومت کے تمام عمال دستور کے تابع رہتے ہوئے اسلامی نظام انصاف کے پابند ہوں گے اور شریعت کے مطابق عدالتی احتساب سے بالاتر نہیں ہوں گے۔

7- علماء کرام کو جج' اور معاونین عدالت مقرر کیا جاسکے گا:-
(1) ایسے تجربہ کار اور مستند علماء جو اس قانون کے تحت مفتی مقرر کئے جانے کے اہل ہوں' عدالتوں کے ججوں اور معاونین عدالت کے طور پر مقرر کئے جانے کے بھی اہل ہوں گے۔

(2) ایسے اشخاص جو پاکستان یا بیرون ملک اس مقصد کے لئے متعلقہ حکومت کے تسلیم شدہ' اسلامی علوم کے معروف اداروں اور مستند دینی مدارس سے شریعت کا راسخ علم رکھتے ہوں' فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوجود شریعت کی تشریح اور تعبیر کے لئے عدالت کے سامنے اس مقصد کے لئے وضع کئے جانے والے قواعد کے مطابق پیش ہونے کے اہل ہوں گے۔
(3)- صدر' چیف جسٹس عدالت عالیہ کے مشورہ سے ذیلی دفعہ (1) کی غرض کے لئے قواعد مرتب کرے گا جن میں ججوں اور عدالتوں میں معاونین عدالت کی حیثیت سے تقرر کے لئے مطلوبہ اہلیت اور تجربہ کی وضاحت ہو گی۔
(4) ایسے اشخاص جو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد یا کسی دیگر یونیورسٹی سے قانون اور شریعت میں گریجویٹ یا پوسٹ گریجویٹ ڈگریاں رکھتے ہوں' فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون میں شامل کسی امر کے باوجود اس غرض کے لئے حکومت کے وضع کردہ قواعد کے مطابق ایڈووکیٹ کی حیثیت سے اندراج کے اہل ہوں گے۔
(5) اس دفعہ کے احکام کسی طور پر بھی قانون پیشہ اشخاص اور مجالس وکلاء سے متعلق قانون کے تحت اندراج شدہ وکلاء کے مختلف عدالتوں' ٹریبونل اور دیگر مقتدرات بشمول عدالت عظمیٰ کسی عدالت عالیہ یا وفاقی شرعی عدالت میں پیش ہونے کے حق پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔
8- مفتیوں کا تقرر (1) صدر' چیف جسٹس پاکستان یا چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت اور چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورہ سے' جس طرح وہ مناسب تصور کرے ایسے اور اتنے

marfat.com

مفتیوں کا تقرر کرے گا جو عدالت عظمیٰ، عدالت عالیہ اور وفاقی شرعی عدالت کے احکام کی تعبیر و تشریح میں اعانت کے لئے مطلوب ہوں۔

(2) ذیلی دفعہ (1) کے تحت مقرر کردہ کوئی مفتی صدر کی رضامندی کے دوران اپنے عہدہ پر فائز رہے گا اور اس کا عہدہ فی الوقت کسی نائب اٹارنی جنرل برائے پاکستان کے برابر ہوگا۔

(3) مفتی کا یہ فرض ہوگا کہ وہ حکومت کو ایسے قانونی امور کے بارے میں جن پر شریعت کی تشریح و تعبیر درکار ہو مشورہ دے اور ایسے دیگر فرائض انجام دے جو حکومت کی طرف سے اس کے سپرد یا اس کو تفویض کئے جائیں اور اسے حق حاصل ہوگا کہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں عدالت عظمیٰ اور عدالت عالیہ میں جب کہ وہ اس قانون کے تحت اختیار سماعت استعمال کر رہی ہو اور وفاقی شرعی عدالت میں سماعت کے لئے پیش ہو'

(4) کوئی مفتی کسی فریق کی وکالت نہیں کرے گا بلکہ کارروائی سے متعلق اپنی دانست کے مطابق شریعت کا حکم بیان کرے گا' اس کی توضیح تشریح اور تعبیر کرے گا اور شریعت کی تشریح کے بارے میں اپنا تحریری بیان عدالت میں پیش کرے گا۔

(5) حکومت پاکستان کی وزارت قانون و انصاف مفتیوں کے بارے میں انتظامی امور کی ذمہ دار ہوگی۔

9- شریعت کی تدریس و تربیت:

(1) مملکت' اسلامی قانون کے مختلف شعبوں میں تعلیم و تربیت کے لئے موثر انتظامات کرے گی تاکہ شریعت کے مطابق نظام عدل کے لئے تربیت یافتہ افراد دستیاب ہو سکیں۔

(2) - مملکت' ماتحت عدلیہ کے ارکان کے لئے وفاقی جوڈیشنل اکادمی اسلام آباد اور اس طرح کے دیگر اداروں میں مسلمہ مکاتب فکر کے فقہ اور اصول فقہ کی تدریس و تربیت نیز باقاعدہ وقفوں سے تجدیدی پروگراموں کے انعقاد کے لئے موثر انتظامات کرے گی۔

(3) مملکت' پاکستان کے لاء کالجوں میں مسلمہ مکاتب فکر کے فقہ اور اصول فقہ کے جامع اسباق کو نصاب میں شامل کرنے کے لئے موثر اقدامات کرے گی۔

10- معیشت کو اسلامی بنانا:

(1) مملکت اس امر کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کے معاشی نظام کی تعمیر اجتماعی عدل کے اسلامی معاشی اصولوں' اقدار اور ترجیحات کی بنیاد پر کی جائے اور دولت کمانے کے ان تمام ذرائع پر پابندی ہو جو خلاف شریعت ہیں۔

marfat.com

(2) صدر، اس قانون کے آغاز و نفاذ کے ساٹھ دن کے اندر ایک مستقل کمیشن مقرر کرے گا جو ماہرین معاشیات، علماء اور منتخب نمائندگان پارلیمنٹ پر مشتمل ہو گا جس کو وہ موزوں تصور کرے اور ان سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

(3) کمیشن کے چیئرمین کو حسب ضرورت مشیر مقرر کرنے کا اختیار ہو گا، کمیشن کے کارہائے منصبی حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) معیشت کو اسلامی بنانے کے عمل کی نگرانی کرنا اور عدم تعمیل کے معاملات وفاقی حکومت کے علم میں لانا۔

(ب) کسی مالیاتی قانون یا محصولات اور فیسوں کے عائد کرنے اور وصول کرنے سے متعلق کسی قانون یا بینکاری اور بیمہ کے عمل اور طریقہ کار کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کے لئے سفارش کرنا۔

(ج) دستور کے آرٹیکل 38 کی روشنی میں عوام کی سماجی اور معاشی فلاح و بہبود کے حصول کے لئے پاکستان کے معاشی نظام میں تبدیلیوں کی سفارش کرنا، اور

(د) ایسے طریقے اور اقدامات تجویز کرنا جن میں ایسے موضوع مبادلات شامل ہوں جن کے ذریعے وہ نظام معیشت نافذ کیا جا سکے جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔

(ہ) کمیشن کی سفارش پر مشتمل ایک جامع رپورٹ اس کے تقرر کی تاریخ سے ایک سال کی مدت کے اندر وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی اور اس کے بعد کمیشن حسب ضرورت وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹیں پیش کرتا رہے گا، البتہ سال میں کم از کم ایک رپورٹ پیش کرنا لازمی ہو گا۔ کمیشن کی رپورٹ حکومت کو موصول ہونے کے تین ماہ کے اندر اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور تمام صوبائی اسمبلیوں کے سامنے بحث کے لئے پیش کی جائے گی۔

(6) کمیشن کو ہر لحاظ سے، جس طرح وہ مناسب تصور کرے، اپنی کارروائی کے انصرام اور اپنے طریقہ کار کے انضباط کا اختیار ہو گا۔

(7) جملہ انتظامی مقتدرات، ادارے اور مقامی حکام کمیشن کی اعانت کریں گے۔

(8) وزارت خزانہ حکومت پاکستان اس کمیشن سے متعلق انتظامی امور کی ذمہ دار ہو گی۔

11- ذرائع ابلاغ عامہ اسلامی اقدار کو فروغ دیں گے:

مملکت کی یہ ذمہ داری ہو گی کہ وہ ایسے موثر اقدام کرے جن کے ذریعے ابلاغ عامہ سے اسلامی اقدار کو فروغ ملے نیز نشر و ابلاغ کے ہر ذریعہ سے خلاف شریعت پروگرام، فحش اور منکرات کی اشاعت پر پابندی ہو گی۔

marfat.com

12- تعلیم کو اسلامی بنانا:-

(1) مملکت معاشرہ کی اسلامی حیثیت سے جامع اور متوازن ترقی کے لئے موثر اقدامات کرے گی تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ پاکستان کے نظام تعلیم و تدریس کی اساس اسلامی اقدار پر ہو۔

(2) صدر مملکت اس قانون کے آغاز و نفاذ کے 60 دن کے اندر تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کرے گا جو ماہرین تعلیم' ماہرین ابلاغ عامہ' علماء اور منتخب نمائندگان پارلیمنٹ پر مشتمل ہو گا جن کو وہ موزوں تصور کریں اور ان میں سے ایک کو چیئرمین مقرر کرے گا۔

(3) کمیشن کے چیئرمین کو حسب ضرورت مشیر مقرر کرنے کا اختیار ہو گا۔

(4) کمیشن کے کارہائے منصبی یہ ہوں گے۔

(الف) دفعہ 11 اور اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (1) میں محولہ مقصد کے حصول کے لئے پاکستان کے تعلیمی نظام اور ذرائع ابلاغ کا جائزہ لے اور اس بارے میں سفارشات پیش کرے

(ب) تعلیم اور ذرائع ابلاغ کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے عمل کی نگرانی کرے اور عدم تعمیل کے معاملات وفاقی حکومت کے علم میں لائے۔

(5) کمیشن کی سفارشات پر مشتمل ایک جامع رپورٹ اس کے تقرر کی تاریخ سے ایک سال کی مدت کے اندر وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی اور اس کے بعد کمیشن حسب ضرورت وقتاً" فوقتاً" اپنی رپورٹیں پیش کرتا رہے گا البتہ سال میں کم از کم ایک رپورٹ پیش کرنا لازمی ہو گا۔ کمیشن کی رپورٹ حکومت کو موصول ہونے کے تین ماہ کے اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور تمام صوبائی اسمبلیوں کے سامنے بحث کے لئے پیش کی جائے گی۔

(6) کمیشن کو ہر لحاظ سے' جس طرح وہ مناسب تصور کرے' اپنی کارروائی کے انصرام اور اپنے طریقہ کار کے انضباط کا اختیار ہو گا۔

(7) جملہ انتظامی مقتدرات' ادارے اور مقامی حکام کمیشن کی اعانت کریں گے۔

(8) وزارت تعلیم حکومت پاکستان اس کمیشن سے متعلق انتظامی امور کی ذمہ دار ہو گی۔

13- عمال حکومت کے لیے شریعت کی پابندی:-

انتظامیہ' عدلیہ اور مقننہ کے تمام مسلمان ارکان کے لئے فرائض شریعت کی پابندی اور کبائر سے اجتناب لازم ہو گا۔

marfat.com

14- قوانین کی تعبیر شریعت کی روشنی میں کی جائے گی۔ اس قانون کی غرض کے لئے:۔

(اول) قانون موضوع کی تشریح و تعبیر کرتے وقت اگر ایک سے زیادہ تشریحات اور تعبیرات ممکن ہوں، تو عدالت کی طرف سے اس تشریح و تعبیر کو اختیار کیا جائے گا جو اسلامی اصولوں اور فقہی قواعد و ضوابط و اصول ترجیح کے مطابق ہو، اور

(دوم) جبکہ دو یا دو سے زیادہ تشریحات و تعبیرات مساوی طور پر ممکن ہوں تو عدالت کی طرف سے اس تشریح و تعبیر کو اختیار کیا جائے گا جو اسلامی ارکان اور دستور میں بیان کردہ حکمت عملی کے اصولوں کو فروغ دے۔

15- بین الاقوامی مالی ذمہ داریوں کا تسلسل:

اس قانون کے احکام یا اس کے تحت دیئے گئے کسی فیصلے کے باوجود اس قانون کے نفاذ سے پہلے کسی قومی ادارے اور بیرونی ایجنسی کے درمیان عائد کردہ مالی ذمہ داریاں اور کئے گئے معاہدے موثر لازم اور قابل عمل رہیں گے۔

تشریح: اس دفعہ میں "قومی ادارے" کے الفاظ میں وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت کوئی قانونی کارپوریشن کمپنی، ادارہ، ہیئت، تجارتی ادارہ اور پاکستان میں کوئی شخص شامل ہوں گے اور "بیرونی ایجنسی" کے الفاظ میں کوئی بیرونی حکومت کوئی بیرونی مالی ادارہ بیرونی سرمایہ منڈی بشمول بنک اور کوئی بھی قرض دینے والی ایجنسی بشمول کسی شخص کے شامل ہوں گے۔

16- موجودہ ذمہ داریوں کی تکمیل:

اس قانون میں شامل کوئی امر یا اس کے تحت کوئی دیا گیا فیصلہ کسی عائد کردہ مالی ذمہ داری کی باضابطگی پر اثر انداز نہیں ہو گا بشمول ان ذمہ داریوں کے جو وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا کسی مالی یا قانونی کارپوریشن یا دیگر ادارے نے کسی دستاویزات کے تحت واجب کی ہوں یا اس کی طرف سے کی گئی ہوں، خواہ وہ معاہداتی ہوں یا بصورت دیگر ہوں یا ادائیگی کے وعدہ کے تحت ہوں اور یہ تمام ذمہ داریاں وعدے، اور مالی پابندیاں قابل عمل لازم اور موثر رہیں گی۔

17- قواعد:۔

متعلقہ حکومت، سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعہ اس قانون کی اغراض کی بجا آوری کے لئے وضع کر سکے گی۔

marfat.com

بیان اغراض و وجوہ:

مملکت خداداد پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔
اس کی بنیاد اسلام کے نظریہ پر قائم ہے۔
اس مسودہ قانون کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملک کے اسلامی نظریہ کا استحکام ہے۔
اہل ملک کو جو بلا امتیاز عرصہ سے اس نظام کے لئے بے چین ہیں مطمئن کرنا ہے۔ ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ کے ذریعہ امن و امان اور اسلامی مساوات قائم کرنا ہے۔ "1"

ضیاء الحق دور میں اسلامائزیشن کے سلسلہ میں سینٹ کا کردار شریعت بل کی صورت میں پیش کیا گیا اب ملک کے دوسرے بڑے دستور ساز ادارہ کی کارکردگی پر نظر ڈالتے ہیں۔

ب۔ قومی اسمبلی:

قومی اسمبلی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی ہے جس کے دائرہ اختیار میں دستوری ترامیم / سفارشات کی منظوری، نئے قوانین کا نفاذ، نافذ شدہ قوانین کی تنسیخ یا اسی طرح کے دیگر تمام امور ہیں جن کا تعلق ملکی معاملات چلانے اور قانون سازی سے ہے، یہ ملک کا سب سے بااختیار ادارہ ہے۔ صدر اور وزیراعظم تک اس کے سامنے جواب دہ ہیں۔

یوں تو قومی اسمبلی کے ریکارڈ پر بہت سے نیک نامی کے کام ہونگے، مگر نفاذ حدود کے سلسلہ میں قومی اسمبلی کی کارکردگی تاریخ پاکستان کے شروع کے تیس سالوں میں قابل رشک نہیں رہی جس کی متعدد وجوہ ہیں جن پر بحث کے یہ صفحات متحمل نہیں اور نہ ہی یہ اس کتاب کا موضوع ہے، تاہم قومی اسمبلی نے ضیاء دور میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں جو قانون سازی یا آئینی ترامیم کیں ان کا مختصر حال بیان کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ نفاذ حدود کے سلسلہ میں اس سب سے بااختیار قومی فورم کا کردار سامنے آسکے:

1۔ روزنامہ نوائے وقت کراچی، اشاعت ٹی 28 جون 1990ء

marfat.com

نفاذ حدود کے سلسلہ میں قومی اسمبلی کا بنیادی کارنامہ تو قرار داد مقاصد کو دستور کا ایک مستقل حصہ بنانے کا ہے' تاہم مزید عملی اقدامات کے طور پر اسمبلی نے 16 اکتوبر 1985ء کو ایک قرار داد پاس کی۔ "1" جس کا مقصد ملکی قانون میں قرآن و سنت کو بالادستی عطا کرنا تھا' قومی اسمبلی کی قرار داد کا متن حسب ذیل ہے۔

قرآن و سنت کی بالادستی کے لیے قومی اسمبلی کی متفقہ قرار داد کا متن:۔

قومی اسمبلی متفقہ طور پر یہ قرار داد منظور کرتی ہے کہ اس کے آئندہ اجلاس میں ایک نئے دستوری ترمیمی بل کے ذریعہ درج ذیل دستوری ترامیم کی جائیں:

(الف) آرٹیکل نمبر203 (ج) میں ترمیم کی جائے تاکہ درج ذیل کو موثر بنایا جا سکے

i - قانون کی تعریف درج ذیل ہو گی: قانون میں کوئی بھی رواج یا رسم جسے قانون کی طاقت حاصل ہو شامل ہے' لیکن اس میں دستور شامل نہیں ہے۔

ii - جملہ کا بقیہ حصہ مسلم پرسنل لاء سے لے کر آخری لفظ تک حذف کر دیا جائے۔

iii - ایک وضاحتی شق کا اضافہ کیا جائے تاکہ مالیاتی بینکاری سے متعلق معاملات میں فیڈرل شریعت کورٹ متعلقہ ماہرین کے مشورے کے بعد متعین اقدامات اور ایک مقررہ مدت کی سفارش کرے گی جس مدت میں متعلقہ قانون ساز ادارہ کو ضروری اقدامات کرنے ہوں گے تاکہ قانون کو اسلام کے ضابطوں کے مطابق بنایا جا سکے۔

2 - مزید برآں قومی اسمبلی یہ قرار داد بھی منظور کرتی ہے کہ وزیراعظم ایک کمیشن قائم کریں جو چھ ماہ کے اندر اندر پارلیمنٹ کو رپورٹ دے کہ اس قرار داد کے پیراگراف نمبر1 اور دستور کے آرٹیکل نمبر2 اے کو پورا کرنے کے لئے دستور میں مزید کن ترامیم و تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

3 - یہ کمیشن ملک میں نفاذ اسلام کے عمل کو تیز بنانے کے لئے اقدامات اور ذرائع بھی تجویز کرے گا اور پارلیمنٹ کو اس سمت میں ہونے والی پیش رفت سے بھی آگاہ کرے گا۔ "2"

نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے اور اس سلسلہ میں کئے گئے بعض اقدامات و آرڈیننسز کو آئینی تحفظ فراہم کرنے کے لئے قومی اسمبلی میں دسمبر 1985ء میں دستور میں آٹھویں ترمیم کا بل

---

1 - یہ قرار داد 16 اکتوبر 1985ء کو قومی اسمبلی نے اپنے اجلاس میں حکومتی پارٹی اور آزاد گروپ کے درمیان ہونے والے معاہدے کے تحت متفقہ طور پر منظور کی۔

2- Islamization of Laws in Pakistan, By Muhammad Amin, page 216

marfat.com

پیش کیا گیا اور اسے قومی اسمبلی نے منظور کیا۔ آٹھویں ترمیم کا متن حسب ذیل ہے:-

آٹھویں ترمیم

نفاذ حدود کے احکامات و اقدامات کو آئینی تحفظ فراہم کرنے اور انہیں آنے والی حکومتوں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کی خاطر دستور میں ترمیم کی ضرورت تھی چنانچہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے دستور میں ضروری ترامیم کیں اور ان تمام ترامیم کو آئینی جواز و تحفظ دینے کے لیے قومی اسمبلی کے ذریعہ آٹھویں ترمیم کی گئی جسے اس وقت کی مجلس شوریٰ یا قومی اسمبلی نے منظور کیا۔ اس ترمیم کا قومی اسمبلی میں پیش ہو کر منظوری حاصل کرنے والا بل حسب ذیل ہے۔

قومی اسمبلی کا منظور کردہ "آٹھویں ترمیم کا بل"

(1) 5 جولائی 1977ء کے اعلان کے ساتھ صدر کے جملہ آرڈرز، آرڈیننسز، مارشل لاء ریگولیشنز، مارشل لاء آرڈرز، مع 1984ء کا ریفرنڈم آرڈر (پی او نمبر 11، آف 1984ء) جس میں 19 دسمبر 1984ء کو ہونے والے ریفرنڈم کے نتیجے میں جنرل ضیاء الحق پاکستان کے صدر بن گئے تھے جس دن مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا پہلا اجلاس ہوا تھا تو آرٹیکل نمبر 41 کی دفعہ (7) کے مطابق عمل کرتے ہوئے مشترکہ اجلاس میں جو فیصلہ کیا گیا 1973ء کے دستور کی بحالی کا آرڈر 1985ء (پی او نمبر 4 آف 1985ء) دستور میں (دوسری ترمیم کا) آرڈر 1985ء - دستور میں (تیسری ترمیم کا) آرڈر 1985ء (پی او نمبر 34 آف 1985ء) اور 5 جولائی 1977ء سے اس آرٹیکل کے نافذ العمل ہونے تک تمام قوانین کی تصدیق توثیق کی جاتی ہے اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی عدالتی فیصلے کے علی الرغم یہ قوانین مقتدرہ مجاز نے قانون کے مطابق بنائے ہیں اور دستور میں خواہ ان کے خلاف کچھ بھی لکھا ہو ان کو کسی بنیاد پر کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ بشرطیکہ صدر کا کوئی آرڈر مارشل لاء ریگولیشن یا مارشل لاء آرڈر جو 30 ستمبر 1985ء کے بعد بنایا جائے تو اس کو ان قوانین کا مددگار اور معاون خیال کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ وہ 5 جولائی

marfat.com

1977ء کے اعلان کی تنسیخ ہے۔

(2) 5 جولائی 1977ء سے اس آرٹیکل کے نافذ العمل ہونے تک صدر کے اعلان سے حاصل ہونے والے اقتدار کی رو سے جو آرڈرز' آرڈ ۔ننسز' مارشل لاء ریگولیشنز' مارشل لاء آرڈرز وضع کئے ہوئے قوانین' نوٹیفیکیشنز رولز' آرڈرز' ضمنی آرڈرز کسی بنائے ہوئے قانون پر عمل در آمد کرنے اور ان پر عمل کرتے ہو یا کسی اتھارٹی کا سزا دینا' کسی عدالت کے فیصلے کے علی الرغم ان کو یہ خیال کیا جائے گا جیسے کہ وہ مقتدرہ مجاز نے قانون کے مطابق بنائے ہیں اور ان کو کسی عدالت میں کسی بنیاد پر چیلنج نہیں کیا جائے گا۔

(3) صدر کے تمام احکامات' آرڈی ننس' مارشل لاء ریگولیشنز' مارشل لاء آرڈرز اور وضع کئے ہوئے قوانین نوٹیفیکیشنز' رولز' آرڈر' ضمنی آڈرز' اس آرٹیکل کے نافذ العمل ہونے تک جاری ہیں اور جوں کے توں اس وقت تک نافذ العمل رہیں گے جب تک ان کو مقتدرہ مجاز تبدیل یا منسوخ نہیں کر دیتی ہے۔

تشریح: اس دفعہ میں مقتدرہ مجاز سے مراد یہ ہے۔

(1) صدر کے احکامات' آرڈی ننس' مارشل لاء ریگولیشنز' ماشل لاء آرڈرز اور وضع کئے ہوئے قوانین کے متعلق مناسب قانون ساز ادارہ ہے۔

(ب) نوٹیفیکشنز' رولز' آرڈرز' ضمنی آرڈرز کے متعلق وہ مقتدرہ ہے جس کو یہ قوانین بنانے' تبدیل کرنے' منسوخ کرنے یا ترمیم کے اختیارات حاصل ہیں۔

(4) دفعہ (2) بالا میں دیئے گئے اختیارات کے تحت کسی اتھارٹی یا شخص کے خلاف کوئی مقدمہ یا سزا یا قانونی کارروائی نہیں کی جا سکتی ہے جس نے ان اختیارات پر عمل کرتے ہوئے کوئی قانون بنایا ہو' کارروائی کی ہو' عمل کیا ہو' یا سزا دی ہو۔

(5) دفعہ (1) (2) اور (4) بالا کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر کوئی آرڈر بنایا گیا ہے' کارروائی کی گئی ہے' عمل کیا گیا ہے یا اس مقصد کے مطابق عمل کیا گیا ہے جس کا محرک کوئی شخص یا مقتدرہ ہے اس کے متعلق یہ خیال کیا جائے گا کہ اس نے یہ عمل خلوص نیت سے کیا ہے۔

(6) - صدر کے وہ آرڈرز اور آرڈ ۔ننسز جن کا دفعہ (1) بالا میں ذکر کیا گیا ہے اور ساتویں شیڈول میں انکی تشریح کر دی گئی ہے ان کو صرف اسی طریقے سے تبدیل کیا جا سکتا ہے جیسے دستور کو کیا جاتا ہے اور متذکرہ بالا کلاز میں جن قوانین کا حوالہ دیا گیا ہے ان کو مجاز قانون ساز ادارہ ہی تبدیل کر سکتا ہے جیسے کہ ان قوانین کو تبدیل کرنے کا طریقہ ہے۔

تشریح :۔ اس آرٹیکل میں صدر کے احکامات میں صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے احکامات شامل ہیں۔

marfat.com

دستور کی آٹھویں ترمیم سے
نفاذ حدود کے عمل کو حاصل ہونے والا تحفظ

1- نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے کے لئے آئین کی دفعہ 3 (الف) کے ذریعہ قرار داد مقاصد کو دیباچہ سے نکال کر آئین کا مستقل حصہ بنایا گیا جس کی وجہ سے ملک میں شرعی قوانین کا نفاذ ایک آئینی ضرورت قرار پایا اور یوں نفاذ حدود کے لئے جو نظام شریعت کا ایک اہم جزو ہے راہ ہموار ہوئی' چنانچہ اس کا ایک فوری فائدہ یہ ہوا کہ ملکی عدالتوں کو بعض ایسے قوانین کو ختم کرنے یا تبدیل کرنے کا پہلی بار موقع ملا جو خلاف اسلام تو تھے ہی مگر اب قرار داد مقاصد سے متصادم ہونے کی بناء پر قانون سے متصادم ٹھہرے اور یوں انجام کو پہنچے۔ اس دفعہ کو قانونی و آئینی تحفظ آٹھویں ترمیم سے حاصل ہوا۔

2- دستور میں باب 3 (الف) کا اضافہ کر کے وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی تھی' جس کا قیام و وجود نفاذ حدود کے لئے از حد ضروری تھا' اس کا قیام بھی مارشل لاء دور میں عمل میں آیا تھا لہٰذا آٹھویں ترمیم کے ذریعہ ہی اس کے وجود کو آئینی جواز اور اس کے بقاء کی ضمانت حاصل ہو سکی۔

آٹھویں ترمیم کے علاوہ قومی اسمبلی نے شریعت بل منظور کر کے بھی نفاذ حدود کے عمل میں اپنا کردار ادا کیا' گو یہ شریعت بل اتنا جاندار نہیں اور علمی حلقوں کی طرف سے اسے ہدف تنقید بھی بنایا گیا اور اس پر کافی لے دے ہوئی تاہم قومی اسمبلی کے "اسلامی کارناموں" میں یہ بل بھی شامل ہے۔

قومی اسمبلی سے منظور کیے جانے والی شریعت بل کا متن:-

ہرگاہ کہ ساری کائنات پہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس حاکمیت کو پاکستان کے عوام کی طرف سے اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعہ اس کی بیان کردہ حدود کے اندر استعمال کرنا ایک مقدس امانت ہے۔

marfat.com

اور ہرگاہ کہ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا جا چکا ہے اور اس طرح تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ قرآن مجید اور سنت کے احکام پر عمل کریں تاکہ ان کی زندگیاں مکمل طور پر خدائی قوانین کی اطاعت کے تحت آجائیں

اور ہرگاہ کہ قرار داد مقاصد کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مستقل جزووں کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

اور ہرگاہ کہ اسلامی ریاست کی یہ ایک بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کی عزت زندگی' آزادی' جائیداد اور بنیادی حقوق کا تحفظ کریں اور امن کو یقینی بنائیں اور اسلامی نظام عدل کے ذریعہ تمام عوام کو سستا اور جلد انصاف فراہم کریں

اور ہرگاہ کہ اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اسلامی اقدار کی بنیاد پر سماجی نظام قائم کرنے کا حکم دیتا ہے

اور ہرگاہ کہ مذکورہ بالا مقاصد اور اہداف کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان اقدامات کی آئینی اور قانونی پشت بانی کی جائے

چنانچہ درج ذیل قانون بنایا جاتا ہے:۔

(1) مختصر نام اطلاق اور آغاز'

(2) اس ایکٹ کو نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء کا نام دیا گیا ہے'

(3) اس کا اطلاق پورے پاکستان پر ہو گا

(4) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہو گا

(5) اس ایکٹ کا کوئی جزو غیر مسلموں کے پرسنل لاز' مذہبی آزادی' روایات' رسم و رواج اور طرز زندگی پر اثر انداز نہیں ہو گا۔

"2" تعریف : اس ایکٹ میں شریعت کا مطلب قرآن و سنت کے بیان کردہ اسلامی احکامات ہیں۔

وضاحت :

(1) - شریعت کی تشریح و توضیح کرتے وقت قرآن و سنت کی تشریح و توضیح کے مسلمہ اصولوں کی پیروی کی جائے اور اسلام کے مسلمہ فقہ کی تشریح اور آراء پر عمل کیا جائے گا۔

marfat.com

موجودہ اسلامی مکاتب فقہ کی آراء پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

وضاحت:

(2) - جیسا کہ آئین کے آرٹیکل 227 میں بیان کیا گیا ہے' مسلمانوں کے کسی بھی فرقہ کے پرسنل لاز کے حوالہ سے تشریح کرتے وقت قرآن و سنت کی تشریح سے مراد قرآن و سنت کی اس فرقہ کی تشریح ہوگی

(3) - شریعت کی بالادستی۔

شریعت یعنی اسلام کے احکامات جو قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں' پاکستان کا بالا دست قانون (سپریم لاء) ہوں گے بشرطیکہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متاثر نہ ہو۔

(4) - قوانین کی تشریح شریعت کی روشنی میں ہوگی اس ایکٹ کے مقصد کے لئے الف کی تشریح کرتے وقت اگر ایک سے زائد تشریحات مساوی طور پر ممکن ہوں' تو وہ تشریح اختیار کی جائے گی جو آئین میں پالیسی کے اصولوں اور اسلامی دفعات کو آگے بڑھائے۔

(5) مسلمان شہریوں کی طرف سے شریعت پر عمل کرنا:

پاکستان کے تمام مسلمان شہری شریعت ایکٹ پر عمل کریں گے۔

(6) شریعت کی تعلیم اور اس کی تربیت وغیرہ:

ریاست درج ذیل مقاصد کے لئے موثر انتظامات کرے گی۔

الف - تعلیمی اور پیشہ ورانہ تربیت کی مناسب سطح پر شریعت' اسلامی فقہ اور اسلامی قانون کی دیگر تمام شاخوں کی تعلیم و تربیت۔

ب - لاء کالجوں کے نصاب میں شرعی کورس شامل کرنا۔

ج - عربی زبان کی تعلیم دینا اور

د - شریعت' اسلامی فقہ اور افتاء کی مناسب تعلیم رکھنے والے افراد کی خدمات عدالتی نظام کے لئے حاصل کرنا۔

(7) تعلیم کی اسلامائزیشن:

ا - ریاست اس بات کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کا تعلیمی نظام تعلیم تدریس اور کردار سازی کی اسلامی اقدار کی بنیاد پر قائم ہو۔

marfat.com

(2) وفاقی حکومت اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد 30 دنوں کے اندر اندر ماہرین تعلیم' ماہرین قانون' علماء اور منتخب نمائندوں جنہیں وہ مناسب سمجھے پر مشتمل ایک کمیشن قائم کرے گی اور ان میں سے ایک کو کمیشن کا چیئرمین مقرر کرے گی۔

(3) کمیشن کا کام یہ ہو گا کہ وہ پاکستان کے نظام تعلیم کا جائزہ لے تاکہ ذیلی دفعہ 1 میں بیان کردہ مقاصد حاصل کئے جا سکیں اور اس سلسلہ میں سفارشات تیار کرے۔

(4) کمیشن کی سفارشات پر مشتمل ایک رپورٹ وفاقی حکومت کو پیش کی جائے گی جو اسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں کے سامنے رکھے گی۔

(5) کمیشن کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ جس حوالے سے بھی مناسب سمجھے اپنی کارروائی کرے۔ اور اپنا طریقہ کار بنائے۔

(6) تمام انتظامی اتھارٹیاں' ادارے اور مقامی اتھارٹیاں کمیشن کی مدد کریں گی۔

(7) حکومت پاکستان کی وزارت تعلیم کمیشن سے متعلقہ انتظامی امور کی ذمہ دار ہو گی۔

(8) معیشت کی اسلامائیزیشن:

(1) ریاست اس امر کو یقینی بنانے کے اقدامات کرے گی کہ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلامی مقاصد اصولوں اور ترجیحات کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے۔

(2) وفاقی حکومت اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد 30 دن کے اندر اندر ماہرین اقتصادیات' بنکاروں' قانون دانوں' علماء اور منتخب نمائندوں اور ایسے دوسرے افراد جنہیں وہ مناسب سمجھے پر مشتمل ایک کمیشن قائم کرے گی اور ان میں سے ایک کو کمیشن کا چیئرمین مقرر کرے گی۔

(3) کمیشن کے ذمہ یہ کام ہوں گے۔

(الف) ایسے اقدامات' جن میں مناسب متبادل بھی شامل ہوں گے' تجویز کرنا جن کی بدولت اسلام کا بیان کردہ اقتصادی نظام قائم کیا جا سکے۔

(ب) پاکستان کے اقتصادی نظام میں ایسی تبدیلیوں کے لئے جن سے آئین کے آرٹیکل 38 میں بیان کردہ عوام کی سماجی اور اقتصادی بہبود حاصل ہو سکے' ذرائع' طریقے اور حکمت عملی تجویز کرنا۔

(ج) ہر مالی قانون یا ٹیکس اور فیس عائد کرنے یا ان کی وصولی سے متعلقہ قانون یا بنکاری اور انشورنس کے قانون یا طریقہ کار کا جائزہ لینا تاکہ یہ امر متعین کیا جا سکے کہ یہ قوانین شریعت

marfat.com

سے متصادم ہیں یا نہیں اور ان قوانین کے طریقہ ہائے کار کو شریعت کے مطابق بنانے کے لئے سفارشات تیار کرنا اور

(د) اقتصادیات کی اسلامائزیشن میں ہونے والی پیش رفت کی نگرانی کرنا اس میں کوتاہیوں اور رکاوٹوں کی شناخت کرنا اور کسی بھی مشکل کو دور کرنے کے لئے متبادل تجویز کرنا۔

(4) کمیشن اقتصادی امور کے ہر شعبہ سے کم از کم ممکن وقت میں ربوا کے خاتمہ کے عمل کی نگرانی کرے گا اور حکومت کو اقدامات کی سفارش کرے گا جو معیشت سے ربوا کے مکمل خاتمہ کو یقینی بنائیں گے۔

(5) کمیشن باقاعدہ بنیادوں پر مناسب وقفوں سے اپنی رپورٹیں وفاقی حکومت کو پیش کرے گا جو انہیں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں میں رکھے گی اور کمیشن اسلام کے اقتصادی نظام کے قیام کے سلسلہ میں وفاقی حکومت کے کسی بھی استفسار کا جواب دے گا۔

(6) کمیشن کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی کارروائی اور طریقہ کار کو ہر حوالہ سے جو مناسب سمجھے چلائے

(7) تمام انتظامی اتحاد' اتھارٹیاں' ادارے اور مقامی اتھارٹیاں کمیشن کی مدد کریں گی۔

(8) حکومت پاکستان کی وزارت خزانہ کمیشن سے متعلق انتظامی امور کی ذمہ دار ہوگی۔

فروغ:۔

1۔ حکومت ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلامی اقدار کو فروغ دینے کے سلسلہ میں ضروری اقدامات کرے گی۔

2 - شریعت کے خلاف توہین آمیز مواد جس میں فحاشی کی ترغیب دی گئی ہو کی اشاعت پر مکمل پابندی ہوگی۔

(10) ہر شہری کی جان و مال اور شخصی آزادی کی ضمانت۔ پاکستان کے ہر شہری کے جان و مال عزت حقوق اور آزادی کے تحفظ کی خاطر حکومت قانونی اور انتظامی اقدامات کرے گی جس کے تحت۔

(الف) انتظامیہ اور پولیس میں اصلاحات کا نفاذ

(ب) دہشت گردی اور سبوتاژ اور تخریبی سرگرمیوں کو روکنا۔

marfat.com

(ج) غیر قانونی اسلحہ کے رکھنے اور اس کے مظاہرہ پر پابندی لگانا

(11) رشوت اور کرپشن کا خاتمہ :-

رشوت ستانی، کرپشن اور بد دیانتی پر قابو پانے کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی اقدامات کرے گی اور ہر جرم کے لئے مثالی سزا دی جائے گی۔

(12) فحاشی اور بے حیائی کو دور کرنا:

فحاشی بے حیائی اور دیگر غیر اخلاقی حرکات کے خاتمہ کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی اختیارات کا سختی سے استعمال کرے گی۔

(13) سماجی برائیوں کا خاتمہ :-

قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصولوں کے تحت اسلامی شعائر کے فروغ کے لیے حکومت سماجی برائیوں پر قابو پانے اور ان پر عملدرآمد کے لئے ضروری قوانین وضع کرے گی۔

(14) نظام عدل :-

حکومت عدلیہ کے نظام کو اسلامی رنگ دینے کے لئے ضروری اقدامات کرے گی اور ایسے قوانین کو ختم کر دے گی جن میں مختلف عدالتوں میں ایک ہی مقدمہ کی سماعت سے انصاف حاصل کرنے میں تاخیر ہوتی ہو اس کے علاوہ مقدمہ کے اخراجات میں کمی کے علاوہ عدالت سے انصاف کے حصول کی جستجو کو یقینی بنایا جائے گا۔

(15) بیت المال (ویلفیئر فنڈ)۔

غریبوں، بے سہارا، حاجتمندوں، مزدوروں، بے واؤں، یتیموں، اور بے کس لوگوں کی مالی امداد کے لئے حکومت ایک بیت المال قائم کرے گی

(16) نظریہ پاکستان کا تحفظ :-

پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے اس کے نظریہ، یکجہتی اور استحکام کی حفاظت کے لئے حکومت ضروری قوانین نافذ کرے گی۔

(17) جھوٹے الزامات کے خلاف حفاظتی اقدامات:

marfat.com

پاکستانی شہریوں کے خلاف جھوٹے الزامات کردار کشی اور ان کی پرائیویٹ زندگی کے خلاف سرگرمیوں کو روکنے کے لئے حکومت قانونی اور انتظامی کارروائی کرے گی تاکہ ان کی عزت اور شہرت کا تحفظ کیا جائے:۔

(18) بین الاقوامی مالیاتی فرائض:

اس ایکٹ میں شامل ہر جزو یا کسی عدالت کے فیصلے کے باوجود جب تک کہ متبادل اقتصادی نظام نافذ نہیں کر دیا جاتا' موجودہ مالی ذمہ داریاں اور قومی اداروں اور غیر ملکی اداروں کے درمیان کئے جانے والے معاہدے' برقرار' قانونی' واجب العمل اور جاری رہیں گے۔
تشریح:۔ اس شق میں قومی ادارے کی تشریح کے طور پر ایسے تمام وفاقی اور صوبائی ادارے قانونی کارپوریشنیں 'کمپنیاں' ادارے' باڈی' کار عظیم یا پاکستان کا کوئی شخص او رغیر ملکی ایجنسی کی اصطلاح میں بیرونی حکومت' غیر ملکی مالیاتی ادارہ' غیر ملکی کیپٹل مارکیٹ جس میں بنک یا کوئی غیر ملکی قرضہ جاری کرنے والی کمپنی بشمول فرد واحد اور مال مہیا کرنے یا خدمات ادا کرنے والا شخص۔

(19) موجودہ فرائض کو پورا کرنا:

اس ایکٹ میں شامل ہر جزو یا اس کے تحت کیا جانے والا کوئی فیصلہ' کسی بھی ادا شدہ مالیاتی فرائض بشمول کوئی معاہدہ جو کنٹریکٹ کے تحت کیا گیا ہو یا کسی دوسرے طریقہ سے جس میں رقم کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا ہو یا وفاقی' صوبائی حکومت کسی مالیاتی یا قانونی ادارے یا کسی دیگر ادارے نے ادائیگی کا وعدہ کیا ہو اور یہ سب کنٹریکٹ اور ادائیگی کے وعدے قانونی اور پابند رہیں گے اور اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کہ ایک متبادل اقتصادی نظام معرض وجود میں نہ آجائے۔

(20) عورتوں کے حقوق متاثر نہیں ہونگے:۔

اس ایکٹ میں شامل کسی بھی جزو کے باوجود آئین کے تحت عورتوں کو دیئے جانے والے کوئی بھی حقوق متاثر نہیں ہوں گے۔

(21) پارلیمنٹ کے قانون سازی کے حقوق متاثر نہیں ہوں گے:

marfat.com

اس ایکٹ میں شامل کسی بھی جزو کے باوجود پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو آئین کے تحت متعلقہ امور کے بارے میں قانون سازی کے خصوصی حقوق حاصل ہوں گے۔

(22) اس ایکٹ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے وفاقی حکومت سرکاری گزٹ میں ایک نو ٹیفیکیشن کے ذریعہ قوانین کا اعلان کر سکے گی۔

مقاصد اور ان کی وجوہات کی تشریح

پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی عوامی خواہش کا احترام کرتے ہوئے دیگر امور کے علاوہ (الف) ایک ایسا سماجی نظام قائم کیا جائے گا جس میں شہریوں کے مابین مساوات پر مبنی ایک ایسی سوسائٹی قائم کی جائے جو لوٹ کھسوٹ کی بجائے شہریوں کے جان و مال آزادی اور حقوق کو یقینی بنائے اور آزادانہ اسلامی انصاف کی طرز پر ہر شہری کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرے۔

(ب) شریعت کے مطابق ایسا سسٹم رائج کیا جائے جس کے تحت رشوت، کرپشن اور بد عنوانی کا خاتمہ ہو۔

(ج) فحاشی، غیر اخلاقی اور دیگر سماجی برائیوں کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ یہ بل قرار دیتا ہے کہ شریعت یعنی قرآن و سنت کے بیان کردہ احکام پاکستان کا سپریم لاء ہوں گے۔ بل تقاضا کرتا ہے کہ پاکستان کے تمام مسلمان شہری شریعت پر ایمانداری سے عمل کریں گے بل ریاست پر ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ

(الف) شریعت اور اسلامی فقہ کے اصولوں کی تعلیم و تربیت کے لئے نتیجہ خیز انتظامات کرے۔

(ب) اسلامی طریقہ انصاف کو بااثر بنانے کے لئے ضروری اقدامات کرے تاکہ لوگوں کو مختلف عدالتوں سے رجوع کرنے کی ضرورت سے بچایا جا سکے۔

(ج) لوگوں کی زندگی، عزت، آزادی، جائیداد اور حقوق کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے پولیس میں اصلاحات کرے۔

(د) ہر قسم کی کرپشن کو ختم کرنے کے لئے قانون کو جامع اور موثر پذیر بنائے۔

(ڈ) غریبوں، حاجتمندوں، بیواؤں، یتیموں اور بے سہارا شہریوں کی مدد کے لیے ایک بیت المال قائم کیا جائے۔

(ذ) فحاشی، بے حیائی اور دیگر برائیوں کے خاتمہ کے لئے قانونی اور انتظامی اقدامات کرے

marfat.com

(ر) پاکستان کے نظریہ استحکام اور یک جہتی کی حفاظت کے لیے ضروری قوانین بنائے

(ز) پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلامی اقدار اور اصولوں کی بنیاد پر قائم رکھنے کے لئے ایک کمیشن قائم کرے جس میں ماہر اقتصادیات، بنکنگ، قانونی ماہرین، علماء اور عوام کے منتخب نمائندے شامل ہوں جن کے فرائض میں ایسے اقدامات اور طریق کار کی سفارش کرنا ہے جو موجودہ اقتصادی نظام کے بدلے ایک اسلامی اقتصادی نظام کی بنیاد رکھ سکے جس پر عمل کرنے سے اقتصادیات کو اسلامائزیشن کے روپ میں ڈھالا جاسکے اور یہ ایک ایسا اسلامی اقتصادی نظام ہو جو اقتصادیات کے شعبہ سے ربوا کا کلی طور پر خاتمہ کرسکے اور یہ عمل جلد از جلد ہونا چاہیے۔

(ژ) ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کرے

(س) پاکستان کے تعلیمی نظام کو اسلامی اقدار پر مبنی تعلیمات، درس و تدریس اور اخلاقیات کے فروغ کو یقینی بنانے کے لئے ضروری اقدامات کے سلسلہ میں ایک کمیشن قائم کرے جس میں تعلیمی ماہرین، قانون دان، علماء اور عوام کے منتخب نمائندے شامل ہوں۔ جو درج ذیل امور کے لئے اپنی سفارشات پیش کریں۔

(ا) سماجی برائیوں کو دور کرنے اور قرآن و سنت میں بیان کردہ امربالمعروف و نہی عن المنکر کے اسلامی اصولوں پر مبنی اسلامی اقدار کے فروغ کو یقینی بنائے۔

(ب) پاکستان کے اقتصادی نظام کو تباہی سے بچانے اور تمام معاہدوں کا احترام کرتے ہوئے انہیں باعزت طور پر پورا کرنے کی خاطر یہ بل تمام مالی فرائض اور معاہدہ جات جو قومی اداروں اور غیر ملکی ایجنسیوں کے مابین کئے گئے ہیں کسی نئے اقتصادی نظام کے نفاذ تک ان پر عمل درآمد یقینی بنائے۔

یہ طول طویل داستان جسے شریعت بل کا نام دیا گیا ہے کسی سیاسی پارٹی کے منشور سے زیادہ حیثیت کا حامل نظر نہیں آتا۔ کئی صفحات پر پھیلا ہوا یہ بل نفاذ شریعت کے سلسلہ میں کسی طور پر بھی ایک قابل عمل دستاویز نہیں اس میں ماسوائے زبانی جمع خرچ کے اور کچھ نہیں۔ مگر افسوس کہ اسے شریعت بل کا نام دے کر شریعت سے بھونڈا مذاق کیا گیا۔

marfat.com

ادارہ تحقیقات اسلامی:- (ISLAMIC RESEARCH INSTITUTE)

یہ ایک معاون دستور / قانون ساز ادارہ ہے' جو تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے خاتمہ کے بعد معرض وجود میں آیا' تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی تحلیل کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک مستقل ادارہ ایسا ہونا چاہیے جو بورڈ کو تفویض کردہ فرائض انجام دے اور دستور سازی میں اسلامی تعلیمات کے سلسلہ میں مواد فراہم کرے' چنانچہ 1954ء میں قانون ساز اسمبلی کے رکن اور اس وقت کے وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے فروری 1954ء میں ایک اجلاس پشاور میں طلب کیا جس میں چاروں صوبوں سے وزارت تعلیم کے اعلیٰ عہدیداران نے شرکت کی اور ایک "مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی" قائم کرنے کی تجویز سے اتفاق کیا' لیکن اس اجلاس کے جلد ہی بعد ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے امریکہ چلے جانے کی بناء پر اس کی تشکیل نہ ہو سکی' تاہم سیکرٹری مالیات مسٹر ممتاز حسن نے اس ادارہ کے قیام میں دلچسپی لیتے ہوئے اکتوبر 1954ء میں جناب عبدالعزیز میمن کی نگرانی میں اساسی کام شروع کروا دیا۔

1956ء کے دستور میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کی سفارش کی گئی اور دستور کے آرٹیکل نمبر197 میں ادارہ تحقیقات کے قیام کی منظوری دی گئی۔ "1"

14 مارچ 1958ء کو ایک قرار داد کے ذریعہ اگرچہ ادارہ کی بنیاد رکھ دی گئی تھی تاہم اس کا باضابطہ قیام 10 مارچ 1960ء کو عمل میں آیا جب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس کے پہلے فل ٹائم ڈائریکٹر مقرر ہوئے جبکہ 1961ء میں ادارہ کے لئے اسٹاف کا تقرر ہوا' 1962ء میں دستور کی دفعہ 207 کے تحت اسے باقاعدہ طور پر ایک تحقیقی ادارہ کی حیثیت دی گئی۔ "2"

مقصد قیام:

1962ء کے دستور کی دفعہ 207 کے مطابق ادارہ کے قیام کا مقصد حسب ذیل بیان کیا گیا:-

"... The function of the Institute shall be to undertake Islamic research and instruction in Islam for the purpose of assisting in the reconstruction of muslim society on a truely islamic basis ..." (3)

1- Islamizaton of Laws in Paksitan, By: Mohammad Amin, page 86

2- احمد خان' "ماہنامہ فکر و نظر کے پندرہ سال" فکر و نظر' اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی' مئی 1979ء ص 1 تا 3

3- دستور پاکستان 1962ء دفعہ 207

marfat.com

جبکہ 1979ء میں حکومت کی طرف سے جاری کردہ ایک نوٹیفکیشن میں ادارہ تحقیقات کے قیام کے مقاصد درج ذیل بیان کئے گئے ہیں:- "1"

اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت یا کسی دیگر سرکاری ایجنسی کی طرف سے

موصول ہونے والے کسی قانون پر تحقیقی رائے پیش کرے کہ وہ قانون اسلامی روح کے منافی تو نہیں، علاوہ ازیں، اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کو اور دیگر ایجنسیوں کو قانونی معاملات پر تحقیقی مواد فراہم کرنا اور قانونی معاملات پر تحقیق کرنا نیز قانونی کتب کا عربی سے اردو میں ترجمہ کرنا اور انہیں شریعت بنچ، بار کونسل اور عوام کی رہنمائی کے لئے شائع کروانا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کا اسلامائزیشن اور نفاذ حدود میں کردار (Role)

مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لئے ادارہ تحقیقات اسلامی نے بھرپور جدوجہد کی، اور ادارہ نے مندرجہ ذیل قوانین کی اسلامائزیشن کے سلسلہ میں اپنی تحقیقی آراء اسلامی نظریاتی کونسل کو بھجوائیں۔ "2"

افیون ایکٹ 1857ء

(The Opium Act 1857)

قانون شہادت ایکٹ 1972ء

(The Evidence Act 1872)

قانون ازدواج ایکٹ 1872ء

(The Marriage Act 1872)

قانون بحری کسٹم 1878ء

(The Sea Customs Act 1878)

ٹریژری ایکٹ 1878

The Treasury Act 1878

ولی اور زیر ولایت ایکٹ 1890

The Guardian and Wards Act 1890

---

1 - The Government of pakistan notification SRO No. 745 (I)79 Dtd. 22.8.1979

2 - Islamization of Laws in pakistan, By: Mohammad Amin, Page.90

marfat.com

محاصل اراضی ایکٹ 1896ء

The Land Revenue Act 1896

دفعات عمومی ایکٹ 1897ء

The General Clauses Act 1897

قانون ڈاکخانہ جات 1898ء

The Post Office Act 1898

قانون جذامیاں 1898ء

The Lepers Act 1898

قوانین ضوابط فوجداری 1898ء

The Code of Criminal procedures 1898

مسلم عائلی قوانین 1961ء

The Muslim Family Laws Ordinance 1961

مغربی پاکستان قانون شریعت ترمیمی آرڈیننس 1967ء

The West Pakistan Muslim Personal Laws (Shariat) Ammendment Act 1967

علاوہ ازیں نفاذ حدود کے سلسلہ میں ادارہ نے سرکاری اداروں کے استفسار پر جو تحقیقاتی مواد فراہم کیا وہ اس کے علاوہ ہے۔

ادارہ تحقیقات نے ملک میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں بالخصوص اور نفاذ اسلام کے سلسلہ میں بالعموم مناسب کردار ادا کیا ہے، مختلف شرعی موضوعات پر کتب و ترجمہ و طباعت کا اہتمام اور حکومت کی طرف سے ارسال کی جانے والی بعض قانونی دستاویزات و مسودات پر علمی و تحقیقی آراء پیش کی ہیں، اسلامی قانون سازی میں اس ادارہ کی خدمات بلاشبہ قابل قدر ہیں۔

marfat.com

اسلامی نظریاتی کونسل (Council for Islamic Ideology)

1956ء کے دستور میں ایک اسلامی مشاورتی کونسل اور اسلامی تحقیقاتی ادارہ کے قیام کی شق رکھی گئی تھی لیکن اس پر عمل در آمد کی نوبت نہ آسکی۔ "1" ازاں بعد 1962ء کے دستور کی دفعات 206 - 199 میں اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل (Advisory Council for Islamic Ideology) کے قیام کا ذکر ہوا۔ دستور کے مطابق: پانچ سے بارہ ممبرز پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کونسل (ACII) قائم کی جائے گی جس کے ممبرز صدر پاکستان کے نامزد کردہ ہوں گے۔ کونسل کے ممبران کی مدت نامزدگی تین سال مقرر کی گئی، ان ممبران میں سے ایک کو صدر پاکستان کونسل کا چیئرمین نامزد کریں گے، آئین کی دفعہ 204 میں کونسل کے فرائض، مندرجہ ذیل قرار پائے۔

1 - مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو ایسے ذرائع و وسائل کی سفارشات پیش کرنا جن سے ملک کے مسلمانوں کو تمام معاملات میں اپنی زندگیاں اسلام کے اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور اعانت ملے۔

2 - قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں، صدر یا گورنر کے طلب پر جو کہ کونسل سے دستور کی دفعہ 6 کے مطابق دریافت کیا گیا ہو مشورہ دینا کہ آیا کوئی مجوزہ قانون، قانون سازی کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں (جن میں قوانین کا اسلام کے مطابق ہونا بھی شامل تھا۔) "2"

1963ء میں ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ کونسل کو مزید کام سونپا گیا، چنانچہ کونسل کے فرائض میں یہ طے پایا کہ وہ تمام رائج الوقت قوانین کا جائزہ لے کر ان میں ایسی ترامیم تجویز کرے کہ رائج الوقت قوانین قرآن و سنت کے مقرر کردہ اسلامی تقاضوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو جائیں۔ نئے آئین کے مطابق اراکین کی تعداد کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بارہ مقرر کی گئی جن کا تقرر تین تین سال کے لئے صدر پاکستان کرے گا۔

اگست 1962ء میں پہلی "اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل" قائم کی گئی تھی جو آٹھ ممبرز پر مشتمل تھی، فیڈرل کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج ابو صالح محمد اکرم کو کونسل کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

---

1 - دستور پاکستان 1956ء آرٹیکل 197 (1)

2 - دستور پاکستان 1962، 204 بی

marfat.com

اس کونسل نے اگست 1962ء سے فروری 1964ء تک کام کیا۔ "1" فروری 1964ء میں کونسل کے چیئرمین اور دو دیگر ممبران کے استعفیٰ کے بعد علامہ علاء الدین صدیقی سابق وائس

چانسلر پنجاب یونیورسٹی کو کونسل کا چیئرمین مقرر کیا گیا 1965ء میں ممبران کی تعداد آٹھ سے بڑھا کر نو کر دی گئی، اس کونسل نے جنوری 1972ء تک فرائض انجام دیئے اور مجموعہ قوانین پاکستان (Pakistan Code) کی سترہ جلدوں پر اسلامی نقطہ نظر سے غور و خوض کیا اور مندرجہ ذیل قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کے لئے مکمل ترامیم و تجاویز پیش کیں:۔

1- قمار بازی ایکٹ (The Gambling Act - 1878)

2- طلاق ایکٹ (The Divorce Act - 1869)

3- قانون ولی اور زیر ولایت (The Guardians & Wards Act - 1890)

4- قانون شہادت (The Evidence Act - 1872)

5- قانون جذامیاں (The Lepers Act - 1898)

6- قانون جواز ازدواج (The Marriage Validation Act - 1892)

کونسل نے 19 سرکاری ریفرنسز پر اپنے جوابات ارسال کئے، 24 مختلف، مفصل تجاویز حکومت کو پیش کیں جن کا تعلق معاشرہ کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے عمل سے تھا۔ "2" ان میں سے بعض اہم تجاویز مندرجہ ذیل امور سے متعلق تھیں:۔

1- مسلم فیملی لاء آرڈیننس 1961ء

2- سود

3- سرکاری تقریبات میں شراب کے استعمال پر پابندی

4- احترام رمضان

5- تعلیمی پالیسی

6- اسکولوں اور کالجوں میں اسلامیات کی لازمی تعلیم

7- زکوۃ کی رضاکارانہ وصولی

8- فلم سنسر بورڈ میں اسلامی ذہن رکھنے والے افراد کی نامزدگی

1- ڈاکٹر تنزیل الرحمن، ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد، شمارہ مارچ / اپریل 1981ء (عدد خاص) مضمون بعنوان "اسلامی نظریاتی کونسل" ص 156

2- اسلامی نظریاتی کونسل، سہ سالہ رپورٹ، سالانہ عبوری رپورٹ 1977 - 1976ء (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان، 1986ء) ص 317 - 321

marfat.com

اس کونسل نے نفاذ حدود کے سلسلہ میں اگرچہ دو ٹوک اور واضح سفارشات پیش نہیں کیں تاہم بعض ایسی سفارشات "ضمناً" کی گئیں جو نفاذ حدود کے عمل کے لئے راہ ہموار کرتی تھیں۔
1973ء کے آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کی سفارش دستور کے آرٹیکل 228 میں اس طرح کی گئی:۔

آرٹیکل 228 (1) یوم آغاز سے نوے دن کی مدت کے اندر اسلامی نظریہ کی ایک کونسل تشکیل کی جائے گی جس کا اس حصے میں بطور اسلامی کونسل حوالہ دیا گیا ہے۔

(2) اسلامی کونسل کم سے کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ایسے اراکین پر مشتمل ہو گی جو صدر ان اشخاص میں سے مقرر کرے گا جنہیں قرآن پاک اور سنت کے متعینہ اسلامی اصولوں اور فلسفے کا علم ہو یا پاکستان کے اقتصادی' سیاسی' قانونی' اور انتظامی مسائل کا فہم و ادراک ہو۔

(3) اسلامی کونسل کے اراکین مقرر کرتے وقت صدر ان امور کا تعین کرے گا کہ۔

(الف) جہاں تک قابل عمل ہو کونسل میں مختلف مکاتیب فکر کو نمائندگی حاصل ہو۔

(ب) کم از کم دو ارکان ایسے اشخاص ہوں جن میں سے ہر ایک عدالت عظمی یا کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہا ہو۔

(ج) کم از کم چار ارکان ایسے ہوں جن میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ سال کی مدت سے اسلامی تحقیق یا تدریس کے کام سے وابستہ چلا آرہا ہو اور

(د) کم از کم ایک رکن خاتون ہو۔

(4) صدر شق (3) کے پیراگراف (ب) میں محولہ ارکان میں سے ایک کو اسلامی کونسل کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

(5) شق (6) کے تابع اسلامی کونسل کا رکن تین سال کی مدت کے لئے اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔

(6) کونسل کا کوئی رکن صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے یا اگر اسلامی کونسل کے کل ارکان کی اکثریت سے ایک قرارداد کونسل کے کسی رکن کی برطرفی سے متعلق منظور ہو جائے تو صدر اس رکن کو برطرف کر سکتا ہے۔

آرٹیکل 229 میں کونسل سے مشورہ طلبی کے طریقہ کار کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

صدر یا کسی صوبے کا گورنر اگر چاہے یا اگر کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کی کل رکنیت

marfat.com

کا 5/2 (چالیس فیصد) حصہ اگر مطالبہ کرے تو کسی سوال پر کونسل سے مشورہ کیا جائے گا کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلام کے احکام کے منافی ہے یا نہیں۔

1973ء کے دستور کے آرٹیکل نمبر 230 میں اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض حسب ذیل قرار دیئے گئے:۔

(1) الف - پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے ان اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور مدد ملے جو قرآن پاک اور سنت میں متعین ہیں۔

(ب) کسی ایوان' کسی صوبائی اسمبلی' صدر یا کسی گورنر کو کسی ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا جس میں کونسل سے اس بابت رجوع کیا گیا ہو کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں۔

(ج) ایسی تدابیر کی' جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے عین مطابق بنایا جائے گا نیز ان مراحل کی' جن سے گزر کر محولہ تدابیر کا نفاذ عمل میں لانا چاہیے۔ سفارش کرنا اور

(د) پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لے اسلام کے ایسے احکام کی ایک موزوں شکل میں شیرازہ بندی کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جا سکے۔

(2) جب دفعہ 229 کے تحت کسی سوال کے بارے میں کوئی ایوان کوئی صوبائی اسمبلی' صدر یا کوئی گورنر اسلامی نظریاتی کونسل سے مشورہ مانگے تو کونسل کے لیے لازمی ہو گا کہ وہ اس کے بعد پندرہ دن کے اندر اس ایوان' اسمبلی' صدر یا گورنر کو جیسی بھی صورت ہو اس مدت سے مطلع کر دے جس کے اندر وہ مطلوبہ مشورہ فراہم کرنے کی توقع رکھتی ہے۔

(3) جب کوئی ایوان' کوئی صوبائی اسمبلی' صدر یا گورنر جیسی بھی صورت ہو مفاد عامہ کی خاطر یہ ضروری خیال کرے کہ اس مجوزہ قانون کا وضع کرنا جس کے بارے میں سوال اٹھایا گیا تھا مشورہ حاصل ہونے تک ملتوی نہ کیا جائے تو اس صورت میں مذکورہ قانون مشورہ مہیا ہونے سے قبل وضع کیا جا سکتا ہے' مگر شرط یہ ہے کہ جب کوئی قانون اسلامی کونسل کے پاس مشورے کے لئے بھیجا جائے اور کونسل یہ مشورہ دے کہ قانون اسلام کے احکام کے منافی ہے تو ایوان' یا جیسی بھی صورت ہو' صوبائی اسمبلی صدر یا گورنر اس طرح وضع کئے گئے قانون پر دوبارہ غور کرے گا۔

(4) اسلامی کونسل اپنے تقرر سے سات سال کے اندر حتمی رپورٹ پیش کرے گی نیز سالانہ عبوری رپورٹ پیش کیا کرے گی۔ یہ رپورٹ خواہ عبوری ہو یا حتمی موصولی سے چھ ماہ کے اندر دونوں ایوانوں اور ہر صوبائی اسمبلی کے سامنے برائے بحث پیش کی جائے گی اور پارلیمنٹ اور

marfat.com

اسمبلی رپورٹ کے بعد دو سال کے اندر قوانین وضع کرے گی۔

1973ء کے دستور کی پارلیمنٹ سے منظوری کے بعد فروری 1974ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو ہوئی مسٹر جسٹس حمود الرحمن کو اس کا چیئرمین نامزد کیا گیا جو سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق چیف جسٹس تھے' اس کونسل نے اپنے تین سالہ دور (فروری 1974 - فروری 1977ء تک) میں اسلامائزیشن کے حوالہ سے اکتیس (31) سفارشات حکومت کو پیش کیں جن میں نفاذ حدود کی سفارش خاص طور پر قابل ذکر ہے' کونسل کی سفارشات مندرجہ ذیل امور سے متعلق تھیں:۔ "1"

1- ہجری تقویم کی ترویج

2- ہفتہ وار تعطیل کے لئے جمعہ کے دن کی سفارش

3- سادہ قومی و سرکاری لباس کی سفارش

4- سرکاری تقریبات میں سرکاری لباس کی سفارش

5- اوقات نماز میں تقریبات کا التواء۔

6- ملازمین کی سالانہ خفیہ رپورٹوں (A.C.R's) میں ان کے اسلامی کردار کے اندراج کا اہتمام۔

7- مقابلہ کے امتحانات میں اسلامی نظریہ حیات کا مضمون شامل کرنے کی سفارش۔

8- (سرکاری دفاتر میں اوقات نماز میں وقفہ نیز سرکاری تقریبات میں نماز کا وقفہ کرنے کی سفارش)

9- مسجد کی مرکزیت (سرکاری خرچ پر ملک بھر میں نمایاں مقامات پر تعمیر مسجد کی سفارش)

10- نماز جمعہ میں اصحاب اقتدار کی شمولیت کی سفارش

11- پرائمری تعلیم تک تعلیم میں ثنویت کا خاتمہ (یعنی اس سطح تک دینی مدارس اور دیگر اسکولوں کی تعلیم میں یکسانیت پیدا کرنے کی سفارش)

12- اسلامی معاشرہ کی تشکیل۔

13- قانون کی تعلیم میں مسلمہ مکاتب فقہ کے ابواب کی شمولیت کی سفارش

14- ریڈیو ٹی وی سے پنجگانہ اذان نشر کرنے کی سفارش۔

15- تبلیغ کے لئے سرکاری انتظامات کی سفارش

16- نظام زکوۃ کے قیام کی سفارش

1۔ اسلامی نظریاتی کونسل' سالانہ عبوری رپورٹ 1978 - 1977ء (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان' 1986ء) ص 261 - 252

marfat.com

17- ربا کی ممانعت
18- سرکاری تقریبات میں ممنوعات (حرام اشیاء) کے استعمال کی ممانعت کی سفارش۔
19- فحاشی کے سدباب (ذرائع ابلاغ سے فحاشی کے خاتمہ) کی سفارش
20- سرکاری تقریبات میں رقص و سرود کی نمائش پر پابندی کی سفارش
21- عصمت فروشی کے خاتمہ کی سفارش
22- دیگر سماجی برائیوں مثلاً" فحاشی' ملاوٹ' ذخیرہ اندوزی وغیرہ پر جسمانی سزاؤں کی سفارش۔
23- تعزیرات پاکستان میں سزائے زنا میں ترمیم۔ (یعنی غیر شادی شدہ عورت سے زنا پر سزا کی سفارش)
24- زنا بالجبر کی سزا بر سر عام دینے کی سفارش (قانون میں موجود زنا بالجبر کی سزا میں پچاس کوڑوں کی مزید سزا کی سفارش)
25- سٹیج' ٹی وی میں نسوانی رقص کی ممانعت کی سفارش
26- ہوٹلوں اور عام مقامات پر حرام اشیاء کے استعمال کی ممانعت
27- شرط لگا کر گھڑ دوڑ کی ممانعت
28- روزہ کی بر سر عام بے حرمتی کو قابل تعزیر بنانے کی سفارش

مذکورہ بالا سفارشات میں سے بیشتر مختلف ادوار میں منظور ہو کر عملاً" قانونی شکل میں نافذ ہو چکی ہیں' علاوہ ازیں 1962ء سے 1977ء تک کی کونسل کی مرتب کردہ سفارشات کی بنیاد پر فلاحی معاشرہ کے قیام کی خاطر مندرجہ ذیل اہم امور انجام پائے۔

1- احترام رمضان آرڈیننس کا اجراء
2- ملک کی ہر یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کا قیام
3- امتناع شراب
4- گھڑ دوڑ اور جوئے کا خاتمہ
5- نائٹ کلبوں کا خاتمہ
6- جمعۃ المبارک کی ہفتہ واری تعطیل

marfat.com

1977ء سے ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین جناب محمد افضل چیمہ (ریٹائرڈ جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان) کو مقرر کیا گیا جو 1980ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ اس عرصہ میں اسلامی نظریاتی کونسل نے ڈاکٹر معروف الدوالیبی کی زیر نگرانی ایک مسودہ قانون بعنوان قوانین نفاذ حدود مرتب کیا جس میں مندرجہ ذیل حدود کو شامل کیا گیا۔"1"

1- حد زنا
2- حد سرقہ
3- حد حرابہ
4- حد شرب خمر
5- حد قذف

1980ء میں جناب جسٹس تنزیل الرحمٰن کو کونسل کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

جناب تنزیل الرحمٰن کی سربراہی میں قائم کونسل نے نفاذ حدود کے سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دیں، چنانچہ 10 ستمبر 1979ء کو شرعی عدالتوں کے قیام کے لئے ایک پیپر ورک کونسل نے صدر مملکت کو پیش کیا جسے عملی جامہ پہناتے ہوئے اسی سال ملک کے چاروں صوبوں کے ہائی کورٹس میں ایک ایک شریعت بنچ قائم کرنے کا اعلان کیا گیا نیز سپریم کورٹ میں ایک شریعت اپیلیٹ بنچ قائم کی گئی، ملک میں اسلامائزیشن کے عمل کو تیز کرنے اور نفاذ حدود کے کام کی رفتار بڑھانے کی خاطر 1980ء میں ایک مستقل عدالت، وفاقی شرعی عدالت کے نام سے تشکیل دی گئی جس کے ذمہ دیگر امور کے علاوہ ملک میں موجود ایسے قوانین کا جائزہ لینا تھا جو خلاف تعلیمات کتاب و سنت ہوں اور انہیں کالعدم قرار دینا تھا۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے ملک میں بڑھتی ہوئی عریانی، فحاشی، و بے حیائی کے خاتمہ کے لئے ضروری مسودہ قانون بنا کر حکومت کو پیش کیا، علاوہ ازیں، سرقہ، حرابہ، زنا، مسکرات، قذف سے متعلق حدود آرڈیننس مرتب کر کے حکومت کو پیش کیا۔

نیز تازیانے کی سزا کو مطابق شریعت بنانے پر اپنی تحقیقی رائے قانونی شکل میں پیش کی

1- اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ عبوری رپورٹ 1978 - 1977ء (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، 1986ء) ص 261 - 252

marfat.com

کونسل کے مرتب کردہ حدود سے متعلق مسودہ ہائے قوانین کو 10 فروری 1979ء کو ملک میں نافذ کیا گیا۔ "1"

جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی سربراہی میں قائم اسلامی نظریاتی کونسل کی ٹیم نے نفاذ حدود کے سلسلہ میں انتہائی محنت و جانفشانی سے کام کیا اور مختلف معاملات پر اپنی محققانہ آراء اور مسودات قوانین مرتب کئے' کونسل کی بعض قابل ذکر تجاویز اور کام حسب ذیل ہیں:۔

1- عدلیہ کی تربیت کے لئے ایک جوڈیشل اکیڈمی کے قیام کی تجویز
2- لاء کالجوں میں دینی مدراس کے فارغ التحصیل طلباء کو داخلہ دینے کی تجویز
3- لاء کالجوں کے نصاب میں شرعی قانون کو بطور خاص شامل کرنے کی سفارش
4- ملک میں ایک لاء کمشن کے قیام کی سفارش
5- حدود سے متعلق مقدمات کی ابتدائی سماعت ایڈیشنل ججوں کی عدالتوں میں کرنے کی تجویز۔ اور ان عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار شریعت بنچوں / وفاقی شرعی عدالت کو دینے کی تجویز۔
7- پاسپورٹ اور شناختی کارڈ میں "دین" سے متعلق کالم رکھنے کی سفارش
8- میڈیا کی اصلاح و اسلامائزیشن سے متعلق بعض سفارشات
9- کورٹ فیس کے خاتمہ کی سفارش
10- سرکاری ملازمتوں میں علوم اسلامیہ سے واقفیت رکھنے والوں کی بھرتی ترجیحی بنیادوں پر کرنے کی سفارش۔
11- سادہ لباس کی ترویج اور شادی بیاہ پر فضول خرچی اور بے پناہ اسراف کے سلسلہ میں تجاویز
12- ارکان عدلیہ اور وکلاء کی اسلامی فقہ اور نظام قضاء میں تربیت کے لئے ایک مستقل ادارہ کے قیام کی سفارش۔
13- ملک میں رائج غیر اسلامی قانون شفعہ کی جگہ' اسلامی قانون شفعہ کی تدوین نو کر کے اسے رائج کرنے کی سفارش۔
14- قصاص و دیت سے متعلق مسودہ قانون کی تیاری۔
15- مسلم عائلی قوانین میں بعض ترامیم کی سفارش۔
16- قانون شہادت سے متعلق بعض سفارشات

1- Islamic Criminal Laws (Part-I Hudood) By:

Mr. justice Tanzil-ur-Rehman, Chairman Council of Islamic Ideology, Page. 51-92

marfat.com

17- پاکستان کوڈ پر نظرثانی اور حسب ضرورت بعض قوانین میں ترامیم کی سفارشات۔
18- طرز انتخابات کے سلسلہ میں بعض تجاویز۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی 1957ء سے 1984ء تک کے عرصہ کی کارکردگی کا اندازہ ذیل کے ایک گوشوارہ سے لگایا جا سکتا ہے:-

کارگزاری	1957ء تا 1977ء (2 سال)	1977 تا 1984ء (7 سال)
کل اجلاس	48	53
ایام کار کی تعداد	136	388
نظرثانی کردہ قوانین	133	329
خصوصی رپورٹس	-	8
قوانین کو اسلامی بنانے سے متعلق رپورٹوں کی تعداد	-	15
آرڈیننسز کے ڈرافٹس کی تعداد	-	17 روپے
مختلف سوالات کے جوابات کی تعداد	19	135
کونسل کے اراکین کی تعداد	15-8	20
کل وقتی اسکالرز کی تعداد	-	5
کونسل کے تیار کردہ ان قوانین کی تعداد جو حکومت نے نافذ کئے:	4	6

مندرجہ بالا گوشوارہ سے ظاہر ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی کیا رہی افسوس کہ اس کی اکثر رپورٹوں اور سفارشات پر عمل در آمد اب تک نہیں ہو سکا۔

marfat.com

جامعہ اسلامیہ: (International Islamic Universtiy)

جامعہ اسلامیہ کا قیام 1980 عمل میں آیا' جبکہ 1985 میں اسے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔ جامعہ اسلامیہ کے قیام کا مقصد جیسا کہ اس کے Aims and objectives میں مذکور ہے' ایسے اسکالرز پیدا کرنا جو دینی علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم میں بھی ماہر ہوں' اور ایک اسلامی معاشرہ کی اقتصادی' سیاسی' اجتماعی و دیگر ضروریات کے سلسلہ میں رہنمائی کر سکیں' اور اسلامائیزیشن کے عمل میں آگے بڑھ کر ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔ "1"

جامعہ کے قیام کے مقاصد کی تشریح کرتے ہوئے اسلامائزیشن کے عمل کی نقاد' و معاند' روبیہ مہدی کہتی ہیں:

"_ the Aims of the University were described as being to produce Scholars who are imbued with Islamic learning and character and capable of meeting economic, social, political, technological, physical, intellectual Aesthetic needs of the society_" ((2))

(یعنی یونیورسٹی کے قیام کے مقاصد میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ یہاں سے ایسے اسکالرز تیار کئے جائیں گے جو اسلامی علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی اقتصادی' معاشرتی' سیاسی' تکنیکی' اور علمی ضروریات کو پورا کریں گے۔)

---

1 - Pakistan Times 5th july 1989. By M.Farani, "Judicral Review of Martial Law Actions"

2 - The Islamization of the Law in Pakistan, By Rubya Mehdi (Curzon Press, U.K 1994) Page 210.

marfat.com

ایک اور مصنف کی رائے میں جامعہ کے قیام کا مقصد حسب ذیل تھا:

"... The purpose and goal of the University is to fuse pakistan's dual parallel systems of secular and religious learning, so as to provide an Islamic vision for those engaged in education and to enable them to reconstruct human through in all its forms on the foundations of Islam...." ((1))

(یونیورسٹی کے قیام کا مقصد پاکستان میں رائج دو طرح کے متوازی نظام (سیکولر اور اسلامی تعلیمات پر مبنی نظام) کو ختم کر کے تعلیم کے شعبہ سے وابستہ افراد کو اسلامی تعلیمات سے یوں روشناس کرانا کہ وہ معاشرے کو اسلامی خطوط پر استوار کر سکیں۔

(جامعہ اسلامیہ نے ایک مخصوص مذہبی فکر کے حامل طلباء کی ایک بڑی تعداد تو تیار کی مگر افسوس کہ ایسے اسکالرز تیار نہ کیے جا سکے جو آگے بڑھ کر نفاذ حدود کے سلسلہ میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کا کام کرتے۔ تاہم جامعہ کی شریعت اکیڈمی نے جج، پراسیکیوٹرز اور دیگر قانون نافذ کرنے والے افراد و اداروں کو مناسب تربیت و رہنمائی فراہم کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز کروائے جو اس کی نیک نامی کا سبب ہیں۔ تاہم عدالت عالیہ سندھ کے ایک فاضل جج کے بقول (جنھوں نے اس اکیڈمی میں شارٹ کورس کیا) اس ادارہ میں جس قدر وقت کا زیاں ہوتا ہے اور شاید ہی کہیں ہوتا ہو، نیز یہ کہ اساتذہ کا علم بھی اس پائے کا نہیں کہ وہ واقعتاً تربیت اور تدریس کے تقاضے پورے کر سکیں۔) (واللہ اعلم)

---

1. The Islamization of the law in Pakistan, By: RubyaMehdi, page 210 with reference to (Esposito 1982a 213, Caroll (Esposito, John L. Islamization: Religion and politics in Pakistan The Muslim World Vol LXXII july October, PP 197 223)

marfat.com

شریعت اکیڈمی: (Shariah Academy)

8 اکتوبر 1979ء کو قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں شریعت فیکلٹی کا قیام عمل میں آیا' جس کا مقصد شرعی حدود و تعزیرات کے نفاذ کے لیے عدالتوں میں پہلے سے موجود ججوں' و دیگر اسٹاف کو مناسب تربیت دے کر اس قابل بنانا تھا کہ وہ شرعی قوانین نافذ کرنے کا طریقہ کار اور ضروری امور سمجھ سکیں۔ 1980ء میں جامعہ اسلامیہ کے قیام کے بعد شریعت فیکلٹی کو اس جامعہ کا ایک مستقل شعبہ قرار دے کر اسے جامعہ اسلامیہ میں منتقل کر دیا گیا۔
شریعت اکیڈمی کے قیام کا مقصد حسب ذیل تھا:-

"_ To promote Islamic Legal philosophy and the Islamic concept of justice through training the judges, attorneys and prosecutors who collectively operate the judicial system_" ((1))

(اسلامی فلسفہ عدل کا فروغ اور اسلامی تصور عدل کی روشنی میں ججز کی تربیت کا اہتمام' نیز اٹارنیز اور پراسیکیوٹرز کی اسلامی تربیت جو کہ نظام عدل کو چلانے والے اہم مناصب ہیں۔)

شریعہ اکیڈمی نے متعدد کورسز کا اہتمام کیا اور نفاذ حدود کے سلسلہ میں عدلیہ و انتظامیہ کی قابل قدر خدمت انجام دیں' اکیڈمی کے پروگرامز کے بارے میں روبیہ مہدی کی رائے حسب ذیل ہے:

"_ A series of Sharia (Islamic Law) courses for judges, Attorneys and prosecutors has been held regularly since 1981. The Shariah course is usually of sixteen weeks duration, and is held at least twice a year. Participants are Distritct and Sessions Judges, Civil judges, district Attorneys, Public prosecutors, Assistant commissioners etc. They are nominated by their respective provincial governments and the government of Azad Kaasmir. A total number of 557 judicial and executive officers of various classifications had taken the fifteen Shariah courses held up to the end of 1986_" (2)

1- The Islamization of the Law in Pakistan, By: Rubya Mehdi, Page. 211
2- The Islamization of the law in Pakistan, By: Rubya Mehdi, page. 211

marfat.com

(1981ء سے ججز' اٹارنیز اور پراسیکیوٹرز کے لئے مختلف شریعت (اسلامک لاء) کورسز کا ایک سلسلہ جاری ہے' شریعت کورس عموماً" سولہ ہفتے کا ہوتا ہے اور سال میں کم از کم دو مرتبہ کرایا جاتا ہے اس میں تربیت پانے والے ججز ضلعی سیشن جج' سول جج ضلعی اٹارنیز' پبلک پراسیکیوٹرز' اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ ہوتے ہیں' جنہیں ان کی متعلقہ صوبائی حکومتیں اور حکومت آزاد کشمیر نامزد کرتی ہیں۔ 1986ء تک مختلف شعبوں کے افسران اور عدلیہ کے کارپردازان میں سے 557 افراد نے سولہ مختلف کورس کئے۔)

یوں شریعت اکیڈمی نے نفاذ حدود کے سلسلہ میں عدلیہ کے افسران کی تربیت کی ذمہ داری انجام دی اور اس ادارہ نے نفاذ حدود کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کیا۔

marfat.com

عدلیہ

قیام پاکستان سے یہ مطالبہ چلا آرہا تھا کہ عدالتوں کو ایسے اختیارات تفویض کئے جائیں کہ وہ از خود ملک میں رائج قوانین کا جائزہ لے کر، غیر اسلامی یا اسلام سے متصادم قوانین کو منسوخ کر کے ان کی جگہ اسلامی قوانین کے نفاذ کو یقینی بنائیں اور آئندہ ہونے والی قانون سازی کو (اگر وہ اسلام کی روح کے منافی یا متصادم ہو تو) عدالتوں میں چیلنج کیا جاسکے تاکہ ملکی قوانین جلد از جلد اسلام کے نظام عدل کے مطابق ڈھل سکیں۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی 1951ء کی رپورٹ میں علماء نے یہ تجویز پرزور انداز میں پیش کی تھی کہ سپریم کورٹ آف پاکستان میں کم از کم پانچ علماء کا تقرر اس مقصد کے لئے کیا جائے کہ وہ عدالت عظمیٰ کی اسلامی قانون سازی کے سلسلہ میں مدد کریں۔ "1"

مگر عرصہ دراز تک ایسا نہ ہو سکا، اسلامی نظریاتی کونسل کو صرف مشورہ دینے کے اختیارات دیئے گئے اور اس کی تجاویز پر عمل در آمد مجلس قانون ساز یا مقننہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا، یوں اسلامی نظریاتی کونسل کی اسلامائزیشن کے سلسلہ میں قیمتی آراء بھی بنڈلوں کی صورت میں سرکاری گوداموں میں جمع ہوتی رہیں اور ان پر غور کرنے یا ان میں سے قانون سازی سے متعلق محققانہ آراء کو مقننہ میں اہمیت نہیں دی گئی۔

مرحوم صدر ضیاء الحق کے دور اقتدار میں اسلامی نظریاتی کونسل نے یہ سفارش پیش کی کہ اعلیٰ عدالتوں کو قوانین کا جائزہ لینے اور قوانین کو شرعی بنانے کے سلسلہ میں اختیارات دیئے جانے چاہئیں، ضیاء حکومت نے کونسل کی اس سفارش کو منظور کرتے ہوئے ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ میں شریعت بنچز قائم کرنے کا اعلان کیا۔ چنانچہ 10 فروری 1979ء سے شریعت بنچز کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن ان شریعت بنچوں میں چونکہ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں ہی کو ممبرز مقرر کیا گیا تھا جو شریعت کے علوم سے تقریباً" نابلد تھے، نیز ان بنچوں میں غیر شرعی قوانین کو چیلنج کرنے کے سلسلہ میں کوئی سرگرمی اس لئے پیدا نہ ہو سکی کہ چیلنج کرنے والے علماء ان ججز کو شریعت کے معاملہ میں کورا تصور کرتے تھے اور ان کے سامنے پیش ہو کر قوانین کو غیر شرعی ثابت کرنے کے لئے علمی بحث کرنے پر اکثر و بیشتر اہل علم تیار نہ تھے، دوسری وجہ یہ کہ ان عدالتوں کو ایسے معاملات نمٹانے کے لئے وقت بھی کم ہی ملتا تھا کیونکہ ہائی کورٹس میں دیگر

1۔ محمد امین، "اسلامائزیشن آف لاز ان پاکستان"، ص 70

(بحوالہ ماہنامہ چراغ راہ، خصوصی شمارہ، ص 14)

marfat.com

مقدمات کی بھرمار کی وجہ سے جج حضرات اس طرف زیادہ وقت نہ دے سکتے تھے، علاوہ ازیں ایک ہی جیسے معاملات میں ان بنچز کے متصادم و متضاد فیصلوں کی وجہ سے بھی یہ تجربہ کامیاب نہ رہا اور صدر نے مستقل وفاقی شرعی عدالت قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ "1" تاکہ یہ عدالت کل وقتی طور پر اسلامی قوانین کے لئے کام کرے۔

1۔ صدارتی حکم مجریہ 26 مئی 1980، حکم نمبر 1 آف 1980 دستور پاکستان

(CONSTITUTIONANL AMMENDMENT ORDER NO. 1,1980)

marfat.com

وفاقی شرعی عدالت- (Federal Shariah Court)

26 مئی 1980ء کو ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ وفاقی شرعی عدالت کے قیام کا اعلان کیا گیا ابتداءً اس عدالت کے پانچ جج مقرر کئے گئے' چار ہائی کورٹس سے اور ایک سپریم کورٹ کا ریٹائرڈ جج بطور چیئرمین۔ وفاقی شرعی عدالت کی اس ہیئت ترکیبی پر علماء اور اسلامی سیاسی جماعتوں نے نکتہ چینی کی اور یہ موقف پیش کیا کہ شرعی عدالت میں علماء کے تقرر کے بغیر اسلامائزیشن اور قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کا کام ناممکن ہے' وفاقی شریعت عدالت نے ایک فیصلہ میں رجم کو حد تسلیم کرنے سے انکار کا فیصلہ صادر کیا۔ "1" جس پر ملک بھر میں اسلامی حلقوں نے شدید رد عمل ظاہر کیا اور یہ مطالبہ شدید ہوگیا کہ شرعی عدالت میں علماء کو بطور جج شامل کیا جائے تاکہ عدالتی فیصلے اسلامی روح کے مطابق ہو سکیں' عوامی احتجاج کے پیش نظر 4' اپریل 1981ء کو صدر نے تین علماء کو وفاقی شرعی عدالت کا جج نامزد کیا۔ اسی طرح سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ میں بھی 7ء اکتوبر 1982ء کو دو علماء کو شامل کیا گیا۔ "2"

وفاقی شرعی عدالت کا اختیار اور دائرہ کار:

وفاقی شرعی عدالت کا صدر مقام اسلام آباد ہے اور کراچی' لاہور' کوئٹہ اور پشاور میں مقدمات کی سماعت کا انتظام ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کے قیام کے وقت اس کے ذمہ دو اہم کام تھے۔:-

1- حدود آرڈیننس کے تحت جن مقدمات کا ماتحت عدالتوں میں فیصلہ ہو' ان کے خلاف اپیلوں کی سماعت کی ذمہ داری۔

2- پاکستان کے کسی بھی شہری کی طرف سے کسی بھی قانون کو خلاف قرآن و سنت سمجھ کر عدالت ہذا میں چیلنج کرنے کی صورت میں اس پر بحث و تحقیق کے بعد اس کے قرآن و سنت سے متصادم یا خلاف ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنا اور خلاف شریعت ہونے کی صورت میں حکومت سے اس قانون کو ایک مدت مقررہ کے اندر اندر ترمیم کرکے اسلامی روح کے مطابق بنانے کی درخواست کرنا۔

عدالت کے قیام کے جلد ہی بعد بہت سے رائج الوقت قوانین کو عدالت میں چیلنج کیا گیا

1- پی ایل ڈی 1981ء 122 SC حضور بخش بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

2- انوار اللہ' ماہنامہ فکر و نظر' مارچ 1983ء ص 177

marfat.com

اور انہیں خلاف روح اسلام قرار دینے کی عدالت سے استدعا کی گئی' چنانچہ عدالت نے بہت سے قوانین کو خلاف قرآن و سنت قرار دے کر حکومت سے ترامیم کی استدعاء کی۔

شروع شروع میں وفاقی شرعی عدالت کو Su Moto پاور حاصل نہ تھی۔ مارچ 1982ء میں وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ رائج الوقت قوانین کا ازخود جائزہ لے اور اگر کسی قانون کو اسلام کی روح کے منافی سمجھے تو اسے کالعدم قرار دے کر متعلقہ قانون ساز اسمبلی یا ادارے کو ہدایت کرے کہ وہ (عدالت کی) مقرر کردہ مدت کے اندر اندر اس کے متبادل ایسا قانون بنائے جو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو' عدالت میں قوانین کی حیثیت کو چیلنج کرنے کے لئے طریقہ کار آسان رکھا گیا اور ہر پاکستانی شہری کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اگر کسی قانون کو خلاف اسلام سمجھے تو اسے عدالت میں بغیر کسی فیس کی ادائیگی کے چیلنج کر سکتا ہے' علاوہ ازیں وفاقی شرعی عدالت کو حدود سے متعلق مقدمات میں ضلعی اور سیشن عدالتوں سے جاری ہونے والے فیصلوں کے خلاف اپیل سننے کا حق بھی دیا گیا' عدالت کے اختیارات اگرچہ اسلامی قانون سازی کے حوالہ سے کافی وسیع رکھے گئے تاہم' مالیاتی قوانین' دستوری معاملات' مسلم پرسنل لاء اور عدالتوں کے طریقہ کار سے متعلق قوانین نیز ٹیکسوں کی وصولیابی' بنک' انشورنس اور فیس وغیرہ سے متعلق قوانین کو عدالت کے دائرہ کار سے باہر رکھا گیا۔"[1]

وفاقی شرعی عدالت کے کسی بھی فیصلے کو سپریم کورٹ کی شریعہ اپیلٹ بنچ میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے سینکڑوں قوانین کو اسلام کی روح کے مطابق بنانے کے فیصلے دیئے ہیں' درجنوں قوانین کو اسلام سے متصادم ہونے کی بناء پر کالعدم قرار دیا ہے اور اس کے اہم فیصلوں میں سے سود کو غیر شرعی قرار دینے کا فیصلہ تاریخی نوعیت کا ہے' مگر عدالت صرف کسی قانون کو غیر اسلامی قرار دے سکتی ہے اس کے متبادل قانون نہ بنا سکتی ہے نہ نافذ کر سکتی ہے' اگر عدالت کو متبادل شرعی قوانین بنانے کا اختیار دے دیا جاتا تو اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کے Joint Venture اور Co-ordination سے بہت جلد تمام قوانین کو اسلامی سانچہ میں ڈھالا جا سکتا تھا۔

وفاقی شرعی عدالت نے حدود سے متعلق مقدمات کے فیصلے کئے ہیں اور ضلعی و سیشن عدالتوں سے صادر ہونے والے فیصلوں کی ایک خاصی تعداد کے خلاف اپیلیں نمٹائی ہیں' اس ادارہ نے بلاشبہ پاکستان میں اسلامائزیشن اور نفاذ حدود کے عمل میں نہایت موثر کردار ادا کیا ہے۔

1۔ آرٹیکل 203 (A & E) آئین پاکستان ترمیمی آرڈر 1980ء (صدارتی حکم 1980ء)

marfat.com

(افسوس ہے کہ وفاقی شرعی عدالت میں سماعت کئے جانے والے اور اس سے یا اس کی ماتحت عدالتوں سے صادر ہونے والے مقدمات کے فیصلوں کی کوئی حتمی تعداد معلوم نہیں ہو سکی اس سلسلہ میں بارہا وفاقی شرعی عدالت کے متعلقہ شعبہ سے رابطہ کیا مگر ہر بار یہ کہہ کر کہ ریکارڈ جمع کیا جا رہا ہے اور وعدہ فردا دے کر مجھے رخصت کر دیا گیا۔)

تاہم سندھ ہائی کورٹ کے توسط سے درج ذیل اعداد و شمار دستیاب ہو سکے۔ جن سے وفاقی شرعی عدالت میں پیش ہونے والے مقدمات اور اپیلوں کا ایک سرسری اندازہ کیا جاتا ہے۔

marfat.com

وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد کو لکھے گئے خط کا عکس ملاحظہ ہو

Date: ____________ التاریخ: 29.4.96

محترم جناب رجسٹرار صاحب: وفاقی شرعی عدالت - اسلام آباد

السلام علیکم!

گزارش ہے کہ میں جامعہ کراچی سے علوم اسلامیہ میں Ph.D کر رہا ہوں۔ میرے تحقیقی مقالہ کا عنوان ہے "نفاذِ حدودِ شرعیہ کی عہد بعہد تاریخ" میں نے عہدِ رسالت سے متحدہ ہندوستان تک کا عرصہ کا کام کر لیا ہے اور اب پاکستان میں نفاذِ حدود پر کام کر رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے قیام سے اب تک ملک بھر میں کتنے مقدمات کی سماعت اس عدالت یا اس کی ماتحت عدالتوں نے کی ہے۔ ان میں سے کتنے مقدمات میں سزا دی گئی اور کتنے خارج ہوئے۔

اگر یہ تفصیل ہر سال کی الگ الگ دستیاب ہو سکے تو یہ میرے تحقیقی مقالہ میں شامل ہو کر ایک اہم دستاویز اور تاریخی ڈاکومنٹ بن جائے گی۔ واضح رہے کہ مجھے مندرجہ ذیل حدود کی تفصیل چاہیے:- حدِ شرب، حدِ قذف، حدِ زنا، حدِ سرقہ، حدِ حرابہ۔

آپ کے گرانقدر تعاون پر ممنون رہوں گا۔

والسلام

دستخط:

نور احمد شاہتاز

لیکچرر جامعہ کراچی

پوسٹل ایڈریس: — پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال - کراچی 47 (پاکستان) (شعبہ شیخ زاید اسلامک سنٹر)

marfat.com

Table 6.2
Statement of Appeals filed in the Federal Shariat Court - 1980 to 1987

Place	Number Filed	Accepted	Partially Accepted	Dismissed	Remanded	Returned	Disposed of	Judgment Reserved	Pending
Islamabad	1255	516	282	385	42	16	1		13
Lahore	1778	590	359	683	52	7	17	4	66
Karachi	198	74	28	65	11				20
Peshawar	147	66	28	35	5	1			12
Quetta	21	8	4	6	1				2
Total	**3399**	**1254**	**701**	**1174**	**111**	**24**	**18**	**4**	**113**

1174 dismissed
701 partially accepted
3399 total

marfat.com

Federal Shariat Court, 1980 - 1987

	Zina cases	Qazf cases
NWFP	147	1
Sindh	198	0
Balochistan	21	0
Punjab	1,778	33
Islamabad	1,255	9
Total	**3399**	**43**

Table 6.1

Year	Total Cases Registered	Zina Cases Registered
1994	43	35
1995	43	37
1996	27	22
3-year total	**113**	**94**

marfat.com

لاء کمیشن: (Law Commission)

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش پر ایک مستقل لاء کمشن کا قیام 30 ستمبر 1978ء کو عمل میں آیا' جس کی سربراہی آئینی طور پر چیف جسٹس آف پاکستان کو سونپی گئی۔ "1"

کمیشن کے قیام کا مقصد ملکی قوانین کا مسلسل جائزہ لیتے رہنا اور انہیں اسلام کے عدل اجتماعی کے مطابق بنانا تھا' نیز ایسے طریقے وضع کرنا جن سے فوری اور سستا انصاف میسر آسکے۔

لاء کمیشن میں چاروں صوبوں کے ہائی کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان' اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین' ہر صوبہ سے ایک ریٹائرڈ جج یا ایک سینئر وکیل' وزارت قانون و پارلیمانی امور کے نمائندگان' اور کسی یونیورسٹی یا کالج میں قانون کی تعلیم دینے والے استاد کو بطور ممبر شامل کرنا قرار پایا' چنانچہ پہلا لاء کمیشن مندرجہ ذیل ممبرز پر مشتمل تھا۔

1- جناب جسٹس محمد حلیم چیف جسٹس آف پاکستان۔
2- جناب شریف الدین پیرزادہ' وزیر قانون و پارلیمانی امور
3- جناب جسٹس ارشاد حسین خان' سیکریٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور
4- جناب جسٹس ذکاء اللہ لودھی' چیف جسٹس کوئٹہ ہائی کورٹ
5- جناب جسٹس عثمان علی شاہ' چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ
6- جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال' چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ
7- جناب جسٹس عبدالحی قریشی' چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ
8- جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن' چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل
9- جناب جسٹس ریٹائرڈ ڈیڈ سی ویلیانی' کراچی
10- جناب شیخ امتیاز علی' وائس چانسلر قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد
11- جناب علی احمد فضیل' سینئر وکیل
12- جناب حاجی شیخ غیاث احمد سینئر وکیل

لاء کمیشن کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ ملکی قوانین پر مسلسل نظر رکھے اور انہیں معاشرتی ضرورت کے مطابق اور اسلامی نظام عدل سے ہم آہنگ کرنے کے لئے از خود اقدامات کرے نیز

1- Pakistan year Book 1980 By: Rafique Akhter, P. 203.

marfat.com

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو قانون سازی میں مدد دے' کسی بھی قانونی امر کو خلاف روح اسلام سمجھے تو اسے اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے یا اس کی جگہ متبادل اسلامی قانون تجویز کرے' مگر بدقسمتی سے لاء کمیشن نے اسلامائزیشن میں کوئی قابل رشک کردار ادا نہیں کیا' جس کی بنیادی وجہ اس کے اکثر ممبرز کا دینی علوم اور اسلامی قانون کی تعلیم سے بے بہرہ ہونا ہے۔ "1" صرف اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کا ووٹ کسی بھی قانون کے منظور یا نامنظور کرنے میں کوئی کردار ادا کر سکنے کے قابل نہ تھا کیونکہ فیصلے اکثریتی بنیادوں پر ہوتے تھے' لاء کمیشن کے ممبرز جس نظام عدل میں کام کر رہے تھے وہ اسی کے محافظ بنے رہے اور اسلامائزیشن کے عمل میں یا نفاذ حدود کے سلسلہ میں لاء کمیشن کوئی مثبت کردار ادا نہ کر سکا' مثال کے طور پر ایک کیس کا حوالہ دیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ لاء کمیشن میں اسلامی نظریاتی کونسل کا تیار کردہ مسودہ قانون شہادت پیش ہوا اور اسے اسلام کی روح کے مطابق ڈھالنے کا کام سونپا گیا مگر کمیشن کے اکثر ارکان نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ مستقل قانون شہادت کی ضرورت نہیں اور ملک میں پہلے سے رائج Law of Evidence کافی ہے۔ "2"

یوں لاء کمیشن نے نفاذ حدود کے سلسلہ میں کوئی خاطر خواہ کردار ادا نہیں کیا۔

1- Islamization of Law in Paksitan, By: Mohammad Amin, Page. 101

2. Islamization of Law in Paksitan By: Mohammad Amin, page. 102

marfat.com

وزارت قانون وپارلیمانی امور

وزارت قانون وپارلیمانی امور کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں ہونے والی قانون سازی کو قانونی زبان عطا کرے اور یہ دیکھے کہ کسی نئے قانون کے بننے سے دیگر قوانین پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے نیز یہ کہ نیا قانون کسی سابقہ قانون سے متصادم تو نہیں؟ وزارت قانون متعلقہ قانون ساز ادارے کو قانونی مشورہ دیتی ہے اور قانون میں ترمیم یا تنسیخ کی صورت میں نئے قوانین کا ریکارڈ مرتب کرتی ہے۔ اسلامائیزیشن کے عمل میں وزارت قانون کا کردار بھی کوئی قابل تحسین نہیں رہا' اس سلسلہ میں قصاص و دیت آرڈیننس اور قادیانیوں سے متعلق بعض قوانین کے مسودات پر وزارت قانون کے بے جا اعتراضات ریکارڈ پر ہیں' نفاذ حدود کے عمل میں وزارت قانون نے بذات خود کوئی اہم کام انجام نہیں دیا بلکہ اسلامی نظریاتی کونسل' وزارت مذہبی امور' ادارہ تحقیقات اسلامی کے تیار کردہ مسودہ ہائے قانون کو قانونی زبان میں ڈھالنے کی حد تک اس وزارت کا عمل محدود رہا۔ "1"

پولیس:

وقوع جرم کے بعد سب سے پہلا ادارہ جو حرکت میں آتا ہے اور جس سے مجرموں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے یا جس سے کسی قانون کے نفاذ کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ پولیس کا محکمہ ہے' پولیس ہی وقوعہ کے بعد پہلی رپورٹ (FIR) درج کرتی ہے جس پر عدالتی کارروائی کا آغاز ہوتا ہے اور مجرموں کو سزا دینے کے لئے قانون حرکت میں آتا ہے یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ ہماری پولیس میں کرپشن عام ہے اور کسی بھی واقعہ کی FIR کا اندراج پولیس بغیر رشوت لئے نہیں کرتی اور پھر رشوت دے کر کسی بھی معمولی جرم کو سنگین اور کسی سنگین واقعہ کو معمولی بنانا پولیس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے' یہ کھیل نفاذ حدود کے سلسلہ میں یوں کھیلا گیا کہ شہادتوں اور واقعہ کی تحقیقات کو مشکوک بنا کر نفاذ حدود کے عمل کی راہ میں قانونی پیچیدگیاں پیدا کی گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ نفاذ حدود کے بعد بھی پانچ سال تک کسی مقدمہ میں کسی جرم کو حدود آرڈیننس کے تحت سزا نہیں دی جا سکی۔ "2"

1- Islamization of Law in Pakistan By: Mohammad Amin page 108

2- Islamization of Law in Pakistan By: Mohammad Amin page 159

marfat.com

نفاذ حدود (بعد ضیاء الحق) کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہونے کے اسباب:

گزشتہ صفحات میں پاکستان میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں ہونے والے کام کا جائزہ پیش کیا گیا' مصادر و مراجع سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ضیاء دور سے قبل ملک میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی' اور جو اقدامات نفاذ حدود کے سلسلہ میں ضیا دور میں کئے گئے ان سے نہ تو معاشرہ سے جرائم کا خاتمہ ہوا اور نہ ہی جرائم کے تناسب میں خاطر خواہ کمی واقعی ہوئی' اس طرح نفاذ حدود کا ہدف اور اصل مقصد حاصل نہ ہو سکا۔

ذیل میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ نفاذ حدود کا عمل کیوں اپنے مقاصد پورے نہیں کر سکا اور یہ کہ موجودہ حالات میں نفاذ حدود سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے' اس سلسلہ میں پہلے ہم ضیاء دور میں نافذ کئے گئے نظام حدود کی بعض خامیوں کی نشاندہی کریں گے پھر اس نظام کی اصلاح اور کامیابی کے لئے تجاویز' گویا اس بحث کو ہم دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔

1- نفاذ حدود کے عمل کی بعض خامیاں
2- اصلاح کی تجاویز

اور یہی ہماری اس بحث کا تتمہ ہو گا۔

1- صدر پاکستان کی طرف سے ملک میں نفاذ حدود کا اعلان ہوا تو اس کا پورے ملک میں پرجوش خیر مقدم کیا گیا' ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے مدیر اعلیٰ اور معروف علمی و روحانی شخصیت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا:

"جناب صدر نے جب سے حدود اسلامی کے نفاذ کا اعلان کیا ہے۔ جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے چوروں نے ان سزاؤں سے ڈر کر چوری ترک کر دینے کا ارادہ کر لیا ہے' وہ لوگ اپنے آپ کو دوسرے پیشوں میں کھپانے میں کوشاں ہیں' امید ہے جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکنے کے لیے حدود کے نفاذ کا اعلان ازحد موثر ثابت ہو گا اور اگر دو چار دفعہ عملی طور پر یہ سزائیں نافذ کر دی گئیں تو آپ دیکھیں گے کہ یہاں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی آپ کو کوئی چور اور شرابی نہیں ملے گا۔ (1)

ا۔ محمد کرم شاہ الازھری' پیر' ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور' شمارہ مارچ 1979ء' اداریہ

marfat.com

نفاذ حدود کا اعلان خوش آیند تھا اور اس کا علمی و دینی حلقوں کی طرف سے خیر مقدم بھی کیا گیا...... لیکن یہ اعلان ایک ایسے معاشرہ اور ایسی مسلم قوم میں ہوا جس کے افراد اسلام کے پرجوش حامی تو تھے مگران میں سے اکثر کے ذہن دو سو سال تک انگریزی قانون پر عمل پیرا رہنے کے سبب اسلامی قانون سے نامانوس ہو چکے تھے' سرکاری مشنری کے لئے اسلامی قوانین بالکل نئے تھے اور اسے ان قوانین کے نفاذ سے قبل نہ تو ان کی مناسب تربیت کا اہتمام ہوا اور نہ ہی ذہنی طور پر اس کے لئے انہیں تیار کیا گیا' بلکہ آرڈیننس کے نفاذ سے یہ سمجھ لیا گیا کہ پوری مشینری اب اسلامی نظام عدل کی کامیابی کے سلسلہ میں ہمہ تن متوجہ او رگمن ہو جائے گی اور بہت جلد معاشرہ جرائم سے پاک ہو جائے گا' حالانکہ صورتحال یہ تھی کہ سرکاری مشینری (بیورو کریسی) کی ذہنی و عملی تربیت نہ ہونے کے باعث اور اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہونے کے سبب اس کے اکثر اہل کار خود تذبذب کا شکار تھے اور نظام کو کامیاب بنانے کی بجائے وہ خود اس پر تنقید کرتے تھے۔

اس صورتحال کو محسوس کرتے ہوئے بعض اہل بصیرت حضرات نے اسی وقت صدر پاکستان کو متنبہ کر دیا تھا کہ اگر نظام کے بنیادی نقائص کو دور نہ کیا گیا تو نفاذ حدود کے مطلوبہ نتائج بر آمد نہ ہو سکیں گے' اس موقع پر علامہ احمد سعید کاظمی نے بعض خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"صدر مملکت نے نظام مصطفیٰ کے نفاذ سے متعلق ابتدائی اقدام کا اعلان فرمایا' قیام پاکستان کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ یہ مژدہ جانفزا ہم نے سنا صدر مملکت نے اپنی حالیہ تقریر میں نظام مصطفیٰ سے متعلق جن عملی اقدامات کا نقشہ پیش کیا ہے مذہبی نقطہ نظر سے جو تردد و تشویش اس عملی نقشہ کے بارے میں جماعت اہل سنت کو لاحق ہے ہم وضاحت کے ساتھ اس کا اظہار کرنا چاہتے ہیں' صدر موصوف کے بیان کے مطابق شریعت بنچ ہائی کورٹ کے تین ججوں پر مشتمل ہو گا۔ جو کتاب و سنت اور فقہ کے ماہر ہوں گے اس بنچ کے سامنے وفاقی و صوبائی حکومتوں کے علاوہ ہر شہری کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ حکومت کے کسی عائد کردہ قانون کی اسلامی حقیقت کو چیلنج کر سکے' علماء اور وکلاء کا مقررہ پینل بنچ کے سامنے دلائل کی روشنی میں چیلنج کرتے ہوئے قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کی وضاحت کرے گا' اور اس طرح علماء اور وکلاء کا وہ پینل بنچ کے لیے ایک مشیر و مددگار کی حیثیت میں اپنا کام کرے گا۔

marfat.com

شریعت بنچ اور شریعت اپیلٹ بنچ دونوں میں، جج صاحبان کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے اور انہیں کے فیصلے کو قطعی، حتمی اور آخری قرار دیا گیا ہے۔ علماء کو محض مددگار مشیر کی حیثیت سے رکھا گیا ہے۔ یہ امر اس لئے تشویش ناک ہے کہ ہر دو بنچوں کے جج کتاب و سنت و فقہ سے واقفیت کے باوجود علماء دین کی طرح قرآن و حدیث اور علوم دینیہ و فقہ میں ماہر نہیں ہو سکتے، ہر شخص جانتا ہے کہ جج صاحبان کو انگریزی زبان اور مروجہ قوانین میں وہ مہارت تامہ حاصل ہے جو علماء دین کو نہیں مگر کتاب سنت اور فقہ میں ان علماء دین کی مہارت قابل اعتماد ہو سکتی ہے جو کتاب سنت اور فقہ پڑھنے پڑھانے اور مسلمانوں کو ہر قسم کے دینی مسائل اور احکام بتانے میں مصروف رہے۔

ہمیں اس بات پر بھی تشویش ہے کہ مالی نوعیت کے مروجہ قوانین ان بنچوں کے حیطہ سماعت میں شامل نہیں ہوں گے۔ فیملی لاز کو بھی چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ ہمارے خیال میں ان خامیوں کی اصلاح ازبس ضروری ہے۔"[1]

ا۔ سید احمد سعید کاظمی، علامہ :- "ماہنامہ عرفات" لاہور، فروری 1979ء

marfat.com

اسی موقع پر ماہنامہ "البلاغ" کراچی کے مدیر اعلیٰ جناب مفتی محمد تقی عثمانی نے اداریہ البلاغ میں "تاریخی اعلانات اور فوری اصلاح طلب امور" کے عنوان سے گفتگو کرتے ہوئے لکھا:-

"...... صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی سلسلہ میں چند نئے اور اہم اقدامات کا اعلان کیا ہے جن سے سالہا سال کے بعد امید کی کچھ کرنیں روشن ہوئی ہیں' ان اقدامات میں اعلیٰ عدالتوں کو غیر اسلامی قوانین منسوخ کرنے کا اختیار دینے کے لئے شریعت بنچوں کا قیام' 12 ربیع الاول سے چوری' رہزنی' شراب نوشی اور زنا کی حدود کا نفاذ' زکوۃ و عشر کا نظام نافذ کرنے کے عزم کا اعادہ' این آئی ٹی یونٹ سے سودی سرمایہ کاری ختم کرنے اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے کچھ قرضوں پر فوری طور سے سود ختم کرنے کا اعلان شامل ہے۔

یہ اقدامات بلاشبہ ایسے ہیں کہ اگر واقعۃً ان پر ٹھیک ٹھیک عمل ہوگیا تو یہ پاکستان کی تاریخ میں انقلابی واقعات کی حیثیت سے یاد رکھے جائیں گے' ان سے ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی بنیادیں پڑ جائیں گی اور اس گم کردہ راہ قافلہ کی کم از کم سمت درست ہو جائے گی جو تیس سال تک اپنی منزل بھول کر لادینیت کی وادی تیہ میں بھٹک رہا ہے۔ لیکن ان اقدامات میں جو بعض شدید قسم کے نقص باقی رہ گئے ہیں ان کی وجہ سے ذہن فکر مند بھی ہے کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ ان نقائص کی موجودگی میں ان پر مسرت اعلانات کے حقیقی فوائد و ثمرات حاصل نہیں ہوں گے' اور خطرہ یہ ہے کہ اگر ان نقائص کی بناء پر خدا نخواستہ ان اقدامات کے فوائد سامنے نہ آئے یا ناتمام رہے تو اس سے دشمنان اسلام کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ عدالتوں کو نفاذ شریعت کا مکمل اختیار ملنے کے باوجود معاملہ جوں کا توں ہے' اور ملک کی فضا میں کوئی خوشگوار تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم حکومت سے بڑی دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ان نقائص کی طرف فوری توجہ دے..."[1]

نفاذ حدود کے عمل میں جو خامیاں رہ گئی تھیں اور جن کی وجہ سے اس نظام کی برکات ظاہر نہ ہو سکیں وہ حسب ذیل نکات میں بیان کی جاتی ہیں:-

۱- قوم کی ذہنی تیاری:

نفاذ حدود سے قبل قوم کی ذہنی تربیت کی ضرورت تھی جس پر توجہ نہیں دی گئی اور ملک

۱- محمد تقی عثمانی' ماہنامہ البلاغ' کراچی' محرم ۱۳۹۹ھ' ص ۱-

marfat.com

کی ان پڑھ اکثریتی آبادی کو ثمرات و فوائد حدود سے آگاہ نہیں کیا گیا' اور مجرموں پر کوڑے برسانے کا کام شروع کر دیا گیا' نتیجہ اسلام دشمن' سیکولر عناصر نے اس کے خلاف طوفان اٹھایا اور عوام کو اس طرح گمراہ کیا کہ وہ اس نظام سے متنفر ہونے لگے' اس صورت حال کا نوٹس لیتے ہوئے دینی صحافت نے بروقت نشاندہی کی' ماہنامہ بینات نے اپنے اداریہ میں لکھا:

"... اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے ایک اہم اقدام یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر اس کے لئے آمادہ کیا جائے' کیونکہ دو سو سال تک انگریزی قانون پر عمل کرنے کے سبب اکثر مسلمانوں کے ذہن اسلامی قانون سے نامانوس ہو چکے ہیں اور انہیں "اسلامی قانون" ایک عجیب سی چیز نظر آنے لگا ہے۔ ادھر اباحیت پسند ملاحدہ' ناواقف لوگوں کو اسلامی قانون سے متنفر کرنے کے لئے بہت شوشے چھوڑ رہے ہیں...."[1]

2- عوامی تربیتی مہم:-

پاکستانی معاشرہ میں فروغ فحاشی و عریانی میں ذرائع ابلاغ خاصی شہرت رکھتے ہیں' خصوصاً" الیکٹرانک میڈیا اس سلسلہ میں پیش پیش رہا ہے' لیکن اگر حکومت کے زیر کنٹرول چلنے والے ابلاغ کے ان اداروں پر توجہ دی جاتی تو ان سے نفاذ حدود کے عمل کو کامیاب بنانے میں خاصی مدد لی جا سکتی تھی' اور یہی ادارے معاشرہ میں موجود برائیوں کے خاتمہ کے لئے اہم کردار ادا کر سکتے تھے' لیکن ہوا یہ کہ ان پر گرفت زیادہ مضبوط نہیں رکھی گئی اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ قوم کے نوجوانوں کی ذہنی تربیت کر کے انہیں اسلام سے قریب تر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اس کے برعکس ان ذرائع سے نوجوانوں کو ایسی غذا ملتی رہی جس سے معاشرہ دن بدن روبہ زوال رہا' اخلاقی گراوٹ بڑھتی رہی' اور عوامی سطح پر لوگوں کی ذہنی تیاری کا کام جو ذرائع ابلاغ کو کرنا تھا نہ ہو سکا۔ نفاذ حدود کے اعلان کے ساتھ ہی ایک زور دار تربیتی مہم کی ضرورت تھی جس کے ذریعہ ان قوانین کی تفصیلات' ان کے مقاصد' ان کا فلسفہ' اور ان کا طریق کار عوام کو ذہن نشین کرایا جاتا اور نشریاتی ادارے' اخبارات و جرائد اور دیگر ذرائع کو ایک منصوبے کے مطابق اس کام کے لئے استعمال کیا جاتا' نیز ان ممالک کی معاشرتی کیفیات بیان کی جاتیں جہاں نفاذ حدود کے عمل سے جرائم میں کمی واقع ہوئی' ان ممالک کی سالانہ کرائم رپورٹس پبلک کے سامنے لائی جاتیں' اور جن ممالک میں غیر شرعی قوانین رائج ہیں وہاں کے جرائم کا تناسب تقابلی صورت میں پیش کیا

1- اداریہ' ماہنامہ بینات' کراچی' ربیع الاول 1399ھ' ص 5-

marfat.com

جاتا' علاوہ ازیں ایسے تربیتی پروگرام رکھے جاتے جن سے لوگوں میں خوف خدا اور فکر آخرت پیدا ہوتی تو نفاذ حدود کا عمل خاصا موثر ثابت ہوتا لیکن ٹی وی پر چند خشک مذاکرات اور عوامی ذہن سے بلند سطح کے مناقشات کے سوا اور کوئی عوامی تربیتی پروگرام پیش نہ کیا جا سکا۔

3- نظام تعلیم کی اصلاح:

تعلیمی اداروں میں رائج نظام و نصاب تعلیم کو تبدیل کرنے اور اسے اسلامی روح سے ہم آہنگ کرنے کی اشد ضرورت ہے' کیونکہ ملکی درسگاہوں میں رائج تعلیمی نظام لارڈ میکالے کا وضع کردہ' خالص الحاد و کجروی' انار کی و مغرب پرستی اور دین بیزاری پر مبنی نظام تعلیم نوجوان نسل کی تباہی اور دین سے دوری کا اصل سبب ہے۔ "1" چاہئے تو یہ تھا کہ نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے کے لئے نصاب تعلیم میں ایسی تبدیلیاں کی جاتیں جن سے نئی نسل دین سے بیگانہ ہونے کی بجائے دین سے محبت و لگاؤ کی طرف مائل ہوتی اور شرعی حدود و دیگر احکامات اسے کی دل و جان سے قدر دان بن کر اسلام کے نظام عدل کی کامیابی میں ممد و معاون ثابت ہوتی اور نصاب کی تبدیلی سے ایک نئی نسل وجود میں آتی جو دلی طور پر معاشرہ سے برائیوں کے خاتمہ اور جرائم کی بیخ کنی کے لئے اسلام کے ابدی اصولوں کو اپنا کر صالح معاشرہ کو جنم دیتی' لیکن ایسا نہ ہو سکا' نصاب تعلیم میں اگرچہ کہیں کہیں معمولی تبدیلی کی گئی مگر وہ ضرورت کے مطابق نہ تھی۔ "کو ایجوکیشن" جو نوجوان نسل کی تباہی کا ایک اہم سبب ہے کے خاتمہ اور طلباء و طالبات کے لئے الگ الگ تعلیمی اداروں کا قیام' اور خواتین کے لئے غیر مخلوط ذرائع روز گار کا بندوبست انتہائی ضروری تھا تاکہ ان ذرائع کو بند کر دیا جاتا جو زنا جیسے گھناؤنے جرائم کے پروان چڑھانے کا باعث ہیں' لیکن اس طرف توجہ نہیں دی جا سکی۔

4- اسلامی قانون سازی:

اسلامی قانون سازی کے اداروں کو صرف مشاورتی حیثیت کا قرار دے کر نفاذ حدود کے عمل کو سست کر دیا گیا' مثلاً" اسلامی نظریاتی کونسل کی وہ سفارشات جو حدود سے متعلق تھیں' انہیں براہ راست قانون کا درجہ دینے کی ضرورت تھی' جبکہ ایسا کرنے کی بجائے انہیں ایک ایسے طویل عمل Process سے گزارنے کا طریقہ رکھا گیا کہ وہ قانون کا درجہ حاصل کرتے کرتے

1- اداریہ 'ماہنامہ حیات' کراچی' شمارہ شعبان ۱۴۰۸ھ' ص ۔4

marfat.com

اپنی افادیت اور اصل روح ہی سے محروم ہو جائیں' یعنی پہلے ان سفارشات کا وزارت مذہبی امور کو بھیجا جانا' پھر وزارت قانون' پھر کابینہ اور پھر مجلس قانون ساز سے منظوری حاصل کرنا' یہ اتنا طویل اور دوراز کار طریقہ ہے جس کی وجہ سے اسلامی نظریاتی کونسل کی اکثر و بیشتر سفارشات بنڈلوں کی صورت میں ریکارڈ روم میں پڑی پڑی ردی میں تبدیل ہو گئیں یا سرخ فیتے کی نذر ہو کر۔ "1" قانون کا درجہ حاصل نہ کر سکیں۔

5- نفاذ حدود کے ذمہ دار اداروں کی کارکردگی:-

نفاذ حدود کے اداروں پر تفصیلی گفتگو ہو چکی جس کا خلاصہ یہ رہا کہ نفاذ حدود کے اداروں کی کارکردگی اگرچہ گزشتہ تیس برسوں کے مقابلہ میں ضیاء دور میں خاصی بہتر رہی اور جو ادارے بالکل جمود کا شکار تھے انہوں نے بھی اس عرصہ میں خواہی نخواہی نفاذ حدود کے عمل میں کسی نہ کسی طرح حصہ لیا' تاہم مجموعی طور پر براہ راست ذمہ دار اداروں کی کارکردگی قابل رشک نہیں رہی بلکہ ان میں سے سب سے بنیادی ادارہ (پولیس) جو فوجداری قوانین کو کامیاب یا ناکام بنانے میں انتہائی اہم کردار کا حامل ہے۔ "2" اور جسے کسی وقوعہ کی ابتدائی رپورٹ درج کرنا ہوتی ہے' کی تربیت نہیں کی گئی نہ اس بدنام زمانہ ادارے کی اصلاح ہو سکی' نتیجہ حدود آرڈیننس اور قوانین حدود کا غلط استعمال کر کے اس ادارہ نے لوگوں میں نظام نفاذ حدود سے نفرت پیدا کی اور شہادتوں کے معاملہ میں ایسی چابکدستی دکھائی کہ لوگ نفاذ حدود کی برکات سے مستفید ہونے کی بجائے انہیں ناقابل عمل اور ناقابل داد رسی خیال کرنے لگے۔ پولیس کے ادارہ میں غیر تربیت یافتہ عملہ کی وجہ سے بنیادی رپورٹیں درج کرنے میں مطلوبہ شرعی قواعد کو پیش نظر نہیں رکھا گیا اور یوں مقدمات بے جان ہو کر رہ گئے' جس کے نتیجے میں مجرموں کو قرار واقعی سزائیں نہ مل سکیں اور معاشرہ سے جرائم کے خاتمہ کا ہدف پورا نہ ہو سکا۔

6- عدلیہ کی تربیت:

نفاذ حدود کا عمل اس وقت تک کسی صورت بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا جب تک عدلیہ کا عملہ شرعی قوانین کا ماہر اور اسلامی نظام عدل سے پوری طرح واقف نہ ہو' اور عملہ کی تربیت کی ضرورت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب اسلامی قوانین کے سرچشموں پر مبنی

1- اداریہ' ماہنامہ بینات' کراچی' شمارہ شعبان ۱۴۰۸ھ' ص ۸۔

2- اداریہ' ماہنامہ البلاغ' کراچی' شمارہ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ' ص ۸۔

marfat.com

علمی ذخیرہ عربی زبان میں ہو' اس لئے اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ ججز اور مجسٹریٹ صاحبان کی ایک ایسی کھیپ تیار کی جاتی جو دینی و دنیاوی علوم کی ماہر اور شرعی قوانین پر مکمل دسترس رکھتی ہو' لیکن نفاذ حدود کے اعلان کے وقت ملک میں موجود جج صاحبان اور عدلیہ کے عملہ کی کیفیت یہ تھی کہ وہ شرعی قوانین سے بالکل کورے اور عربی زبان سے ناآشنا تھے۔ "[1]" شریعت فیکلٹی اور جامعہ اسلامیہ کی خدمات اگرچہ تربیت کے سلسلہ میں حاصل کی گئیں لیکن چند ہفتوں کے کورس یا عربی زبان کی معمولی شدھ بدھ سے یہ کام چلنے والا نہ تھا۔ اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ شرعی عدالتوں کے لئے نیا اسٹاف بھرتی کیا جائے' خصوصاً" جج ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو شرعی علوم کے ماہر اور فقہ اسلامی پر عبور رکھتے ہوں' لیکن اس پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ حالانکہ یہ بات بڑی واضح تھی کہ شرعی قوانین خصوصاً" نفاذ حدود کے لئے ماہرین کا ہونا ازبس ضروری ہے' عدلیہ کے جن افسران سے یہ کام لیا گیا ان کے پاس انگریزی قوانین کا تجربہ' ان قوانین کی بے شمار شروحات' اہم نظائر اور ہر طرح کا ضروری مواد موجود تھا اور وہ اس سے استفادہ کی بھرپور صلاحیت بھی رکھتے تھے جبکہ شرعی قوانین کی زبان تک سے وہ نابلد اور فقہ اسلامی کی گہرائی سے ناآشنا تھے' اس لئے انہیں مقدمات کی سماعت اور تصفیہ کے سلسلہ میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور ایک جیسے مقدمات میں مختلف ججوں کے مختلف ریمارکس اور فیصلے سامنے آنے لگے۔

اگرچہ اس وقت علماء کرام نے حکومت کو اس طرف متوجہ کیا اور اس بات پر زور دیا کہ شرعی عدالتوں میں صرف ایسے ہی لوگوں کا تقرر کیا جائے جو قرآن و سنت کا وسیع علم رکھتے ہوں اور استنباط و استدلال احکام کا ملکہ رکھتے ہوں' لیکن حکومت نے صرف وفاقی شرعی عدالت میں چند علماء کرام کی شمولیت کو کافی سمجھا اور ضلعی' یا تحصیل کی سطح پر قاضیوں کا تقرر نہ کیا جا سکا۔ یوں عدالتوں کا اکثر عملہ شرعی قوانین سے بڑی حد تک غیرمانوس رہا اور نفاذ حدود کے ثمرات ظاہر نہ ہو سکے۔

غرضیکہ ضیاء دور میں نفاذ حدود کے عمل میں بعض خامیوں کی بناء پر نفاذ حدود کا یہ مبارک و مستحسن اقدام دور رس نتائج کا حامل اور معاشرہ سے جرائم کے خاتمہ کے سلسلہ میں خاطر خواہ کامیابیوں کا باعث نہ بن سکا۔

ذیل میں بعض تجاویز پیش کی جا رہی ہیں جن کا مقصد نفاذ حدود کے عمل کو ممکن و موثر بنانا ہے۔

ا اداریہ' ماہنامہ البلاغ' کراچی' محرم ۱۳۹۹ھ' ص ۔ ۴

marfat.com

تتمہ:

نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے کے لیے مندرجہ ذیل امور کا انجام پانا ضروری ہے:-

1- تخم ریزی سے قبل زمین کی تیاری

(الف)- اصلاح معاشرہ

(ب)- اصلاح نظام تعلیم

(ج)- اصلاح نظام عدلیہ

(د)- اصلاح نظام ابلاغ

(ھ)- فقہ کی تدوین جدید

2- نفاذ حدود کے اداروں کو فعال اور موثر بنانے کی ضرورت

3- حالات و زمانہ کی رعایت

1- تخم ریزی سے قبل زمین کی تیاری

(الف) اصلاح معاشرہ:

نفاذ حدود کے ثمرات حاصل کرنے کے لئے اصلاح معاشرہ کی ضرورت انتہائی اہم ہے' مولانا محمد متین ہاشمی موجودہ پاکستانی معاشرہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"۔ ہماری مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے سامنے ایک ایسی بالٹی دھرے بیٹھا ہے جس میں پانچ سو چھید ہیں اس بالٹی میں وہ شخص "آب خیر" مسلسل ڈالے جا رہا ہے لیکن ان چھیدوں کی وجہ سے پانی بالٹی میں ٹھہرتا نہیں' لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ خیر کا پانی معاشرے کی بالٹی میں ٹہرے تو ہمیں سب سے پہلے ان سوراخوں کو بند کرنا ہو گا جن کے راستے تمام اچھی تعلیمات باہر نکل جاتی ہیں..." -"1"

اصلاح معاشرہ کے لئے مختلف حلقوں کی طرف سے وقتاً" فوقتاً" بہت سی تجاویز سامنے آتی رہی ہیں' اسلامی نظریاتی کونسل نے جن پر اپنے اجلاسوں میں غور و خوض کیا اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کی زیر نگرانی ایک خصوصی کمیٹی برائے معاشرتی اصلاحات بھی قائم ہوئی' اس کمیٹی نے کافی

1- محمد متین ہاشمی' اسلامی نظام عدل کا نفاذ' مشکلات' ان کا حل (لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ) ص- 27

marfat.com

غور و خوض مطالعہ اور مباحثہ کے بعد ایک جامع رپورٹ تیار کی جو اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے' کمیٹی کی اس رپورٹ میں اصلاح معاشرہ کی بہترین تجاویز و اسکیمیں مذکور ہیں۔ "1" ان تجاویز میں سے ہماری نظر میں اصلاح معاشرہ کے لئے کم از کم مندرجہ ذیل اقدامات کئے جانا انتہائی ضروری ہیں:۔

1۔ افراد کی اصلاح و تربیت:۔

معاشرہ افراد سے مل کر بنتا ہے اور معاشرتی اصلاح کے لئے افراد کی اصلاح انتہائی بنیادی اہمیت رکھتی ہے' کیونکہ فرد کی اصلاح ہی دراصل معاشرہ کی اصلاح ہے اور فرد کی ذہنی تربیت ہی معاشرہ کی پاکیزگی کی ضمانت ہے۔ قرآن کریم نے فرد کی اصلاح پر جتنا زور دیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام جس طرح کی معاشرتی اصلاحات کا علمبردار ہے ان کی بنیاد فرد ہی کے ہاتھوں پڑ سکتی ہے۔ جب تک افراد معاشرہ کی تربیت اس انداز کی نہیں ہوگی جس انداز کی اسلام میں مطلوب ہے اس وقت تک اسلام کی دی ہوئی اصلاحات نتیجہ خیز نہیں ہو سکیں گی۔ اسلامی قوانین و ضوابط کا موثر نفاذ ہو یا اسلامی عدل و احسان کا قیام غرضیکہ کچھ بھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ افراد معاشرہ کی تربیت نہ ہو۔ تربیت افراد کے لئے ان میں تقویٰ و طہارت کا رجحان پیدا کرنا سب سے اہم ہے کہ تقویٰ سے آخرت کی جوابدہی کا احساس پیدا ہوتا ہے جو تربیت افراد کا اہم ستون ہے۔ جس قدر افراد کے دل میں خدا ترسی اور جوابدہی کا تصور گہرا ہوگا اسی قدر ان میں جرائم و معاصی سے نفرت اور اسلامی قانون کے احترام و توقیر کا جذبہ پیدا ہوگا اور وہ اتنے ہی صالح اور قانون پسند شہری ہوں گے' اسلامی تعلیمات و دینی اقدار کے ساتھ افراد کی وابستگی جتنی گہری اور مضبوط ہوگی معاشرتی اصلاحات کا کام اتنا ہی دیرپا اور نتیجہ خیز ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ نے اسلامی نظام کے لیے باقاعدہ حکومت قائم کی اور پھر بتدریج اسلام کا مکمل نظام عدل رائج کیا جبکہ اس نظام کے نفاذ کے قبل ذہنی طور پر لوگوں کو اس کے لئے تیار کرنے کا جو کام تھا وہ مکمل کیا جا چکا تھا۔ آپ نے سب سے زیادہ توجہ افراد کی ذہن سازی اور اخلاقی تربیت پر فرمائی اور ہر فرد کو اپنی ذاتی توجہ سے نوازا اور اس کی ذہنی تعمیر نو اور اخلاقی تشکیل جدید کا کام براہ راست خود کیا یا اپنی نگرانی میں کرایا۔ بدقسمتی سے ہم نے مغرب و لادینی تصورات کے زیر اثر اشیاء کے ظاہری پہلوؤں اور ادارہ سازی و تشکیلات پر غیر معمولی توجہ

1۔ محمد حلیم، اجلاس اور رپورٹ بعنوان "معاشرتی اصلاحات"
(اسلام آباد، اسلامی نظریاتی کونسل، ۱۴۱۱/۱۹۹۱)

marfat.com

دے کر فرد کو نظر انداز کیا ہے' جبکہ ادارہ سازی دراصل افراد ہی کی رہین منت ہے اگر افراد کی تربیت صحیح نہ ہو گی تو ادارے کبھی بھی مفید و بار آور ثابت نہیں ہو سکتے۔ افسوس ہے ہم نے فرد کی تربیت کے بارے میں قرآن سے رہنمائی لینے کی کوشش ہی نہیں کی ورنہ قرآن تو ببانگ دہل یہ کہہ رہا ہے: ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم' "1"

اسی کو اقبال نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا تھا:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

یعنی قوموں کی تقدیر بدلتی ہے افراد کی تربیت سے' اگر کوئی قوم اپنے افراد کی تربیت سے غافل ہو جائے تو اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے اور وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔

نفاذ حدود میں جبر نامناسب ہے:

یہ ماننا پڑے گا کہ نظام حدود کا نفاذ کسی جبر و مجبوری سے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا' بلکہ اس کے لئے ذہن سازی اور افراد کی تربیت انتہائی ضروری ہے' اور افراد کی تربیت کے لئے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ "2"

1- تبلیغ
2- ترغیب
3- ترہیب
4- تدریج
5- تفہیم

1۔ القرآن: الرعد: 11

2۔ محمد متین ہاشمی' اسلامی نظام عدل کا نفاذ' مشکلات اور ان کا حل' (لاہور: دیال سنگھ لائبریری) ص۔ 27

marfat.com

۱- تبلیغ:

قرآن کریم نے تبلیغ کے لئے واضح احکامات دیئے ہیں' ارشاد ربانی ہے:

"...وامر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور..." "1"

(نیکی کا حکم دو' برائی سے روکو اور جو مصیبت تمہیں پہنچے اس پر صبر کرو' بیشک یہ عظیم کاموں میں سے ہے۔)

تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والوں کے بارے میں ارشاد ہے:۔

"...الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ولله عاقبة الامور..." "2"

(یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں بااختیار کر دیں تو یہ لوگ نماز قائم کریں زکوۃ دیں اور نیک کاموں کا حکم کریں' برے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔")

تبلیغ کا طریقہ کیا ہو؟ اس کے لئے قرآنی رہنمائی ان الفاظ میں ہے:

"...ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة..." "(3)"

(یعنی اللہ کے راستے کی طرف حکمت اور نصیحت کے انداز میں بلاؤ)

معاشرہ سے برائیوں کا خاتمہ اور جرائم کی بیخ کنی ہی نفاذ حدود کا اصل ہدف ہے تاکہ صالح معاشرہ قائم ہو' برائیوں کے خاتمہ میں تبلیغ ایک موثر ذریعہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام' اسلام کے نظام عدل کے ساتھ مل کر صالح معاشرہ کی تعمیر کر سکتا ہے' ضرورت اس امر کی ہے کہ "...من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان..." کو مشعل راہ بناتے ہوئے ہم میں سے ہر شخص خواہ وہ کسی

1۔ القرآن، لقمان: 17

2۔ القرآن، الحج: 41

3۔ النحل: 125

marfat.com

بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو' اپنے اپنے دائرہ کار میں تبلیغ کا فریضہ انجام دے اور خود اپنے کردار کی پختگی سے اوروں کو اصلاح معاشرہ کی تحریک میں شمولیت کی دعوت دے' اگر دانشور' ادیب' شعرا' صحافی' اساتذہ' علماء' اور عوام سب مل کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ

انجام دیں تو معاشرہ جلد اصلاح پذیر ہو سکتا ہے اور نفاذ حدود کے ثمرات بہتر صورت میں جلد ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔ ہمارے ملک میں دعوت دین یا تبلیغ کا کام بحمد اللہ خاصا ہو رہا ہے مگر اس میں ربط و ضبط کا فقدان ہے اگر تبلیغی طریقہ کار میں چند معمولی اصلاحات کر لی جائیں اور صرف فضائل اعمال بیان کرنے کی بجائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام مربوط طریقے سے انجام دیا جائے تو اصلاح معاشرہ میں خاصی کامیابی ہو سکتی ہے۔

2- ترغیب:

تبلیغ کے ساتھ ساتھ ایک اور عمل جو اصلاح معاشرہ میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے وہ ترغیب کا عمل ہے' صدر اسلام میں تبلیغ اور ترغیب کا عمل ایک ساتھ جاری تھا' نو مسلموں کے لئے زکوٰۃ فنڈ کے ایک معتد بہ حصہ کی تخصیص اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی' تاریخ شاہد ہے کہ کسی بھی نظام کو مقبول بنانے کے لئے پروپیگنڈہ اور ترغیب نے ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا ہے' ہندوستان میں انگریزوں نے ترغیب کا حربہ استعمال کر کے اپنے مخصوص نظام تعلیم کو پروان چڑھایا۔ اسلامی نظام عدل کو مقبول بنانے کے لئے اور اصلاح معاشرہ کی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ترغیب کا عمل انتہائی ضروری بھی ہے اور مفید بھی' دینی علوم کے ماہرین' اور اہل تقویٰ کو اگر معاشرہ میں ان کا جائز مقام دے دیا جائے تو لوگ خود بخود علم و عرفان کی طرف راغب ہوں' سرکاری اداروں میں باکردار اور باصلاحیت افراد کا تقرر' دینی تعلیم کے حامل افراد کے لئے اضافی ترقیوں کا نظام' اور ملازمین کی سالانہ خفیہ رپورٹوں (A.C.R's) میں دین داری کا سراہا جانا بھی دین سے لگاؤ کی ترغیب پیدا کر سکتا ہے۔

3- ترھیب:

ارشاد باری ہے'

"...ولا تأخذكم بهما رافة فى دين الله ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر..." -"1"

(تمیں ان دونوں پر اللہ کی حد جاری کرنے میں کسی قسم کا ترس اور رحم نہ آنا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو)

1- القرآن: النور: 2

marfat.com

اگرچہ یہ حکم حد زنا کے سلسلہ میں آیا ہے لیکن اس میں ایک عمومی درس یہ ہے کہ جب تبلیغ و ترغیب کے عوامل کسی شخص کی فطرت کو تبدیل نہ کر سکیں اور وہ گناہ کرنے پر دلیر ہو تو پھر اللہ کی حدود نافذ کرنے میں تمہیں کسی پس و پیش سے کام نہ لینا چاہیے' اعلانیہ اجرائے حد کا فلسفہ بھی یہی ہے اور یہ ترہیب کا ایک اسلوب ہے' لوگ جب کسی مجرم کی پشت پر کوڑے برستے دیکھیں گے تو ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو گا اور وہ گناہ سے باز رہنے کی کوشش کریں گے۔

4- تدریج :-

اصلاح معاشرہ کوئی ایسا عمل نہیں کہ جو بٹن دباتے ہی ہو جائے' اس کے لئے تدریجی عمل کی ضرورت ہے' لیکن تدریج کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ضروری ہے' چند اقدامات کرنے کے بعد طویل خلا اور انتظار' تدریج کے عمل کو جمود میں تبدیل کر دیتا ہے' اور تدریج کی رفتار اتنی ست بھی نہ ہو کہ سالہا سال گزرنے پر یہی طے نہ کیا جا سکے کہ اصلاح معاشرہ کا عمل کہاں سے شروع کیا جائے اور کیسے کیا جائے۔

5- تقنین :

نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے اور معاشرہ سے جرائم کے لئے بعض امور پر مملکت کی طرف سے نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے' جب تک ملک میں ایسے معاملات رہیں گے جو جرم کے مواقع فراہم کرتے ہوں یا ان مواقع کا سبب بنتے ہوں' اس وقت تک سخت سے سخت قانون بھی معاشرہ سے برائیوں کو ختم نہیں کر سکتا' مثلاً" زنا کا جرم عموماً" آزادانہ اختلاط مرد و زن کے سبب فروغ پاتا ہے لہٰذا ایسے آزادانہ اختلاط پر پابندی انتہائی ضروری ہے خواہ یہ اختلاط تعلیمی اداروں میں تعلیم کے نام پر ہو یا ترقی کے خوشنما عنوانات کے تحت جیسے خواتین کی غیر ضروری ملازمتوں کے نام پر۔ علاوہ ازیں مخرب اخلاق آڈیو ویژول (Audiovisual) لٹریچر اور جرائد و مجلات چونکہ جنسی برا نگیختگی کا سبب بنتے ہیں اس لئے ان پر پابندی بھی ضروری ہے۔ چنانچہ لڑکوں اور لڑکیوں کی یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم کے الگ الگ اداروں کے قیام کے لئے ضروری قانون سازی اور پھر فوری عملدرآمد کی ضرورت ہے' اسی طرح ضرورتمند خواتین کو ملازمتیں مہیا

marfat.com

کرنے کی غرض سے بعض شعبوں کو مختص کیا جا سکتا ہے جہاں ان کی عزت و آبرو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہ سکے اور وہ روزگار بھی حاصل کر سکیں۔

(ب) اصلاح نظام تعلیم:

نفاذ حدود کے عمل کو موثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آئین و قانون کے ایسے ماہرین تیار کئے جائیں جو علمی، ذہنی و اخلاقی اعتبار سے کامل و اکمل ہوں، قانونی درسگاہوں کے نصاب تعلیم کی اصلاح و ترمیم کے بغیر ایسا ہونا یقیناً" ناممکن ہے"، کیونکہ اس وقت ملک کے لاء کالجز میں فقہ اسلامی کا جو حصہ پڑھایا جا رہا ہے وہ شریعت کو سمجھنے کے لیے ناکافی ہے اور جب تک شریعت کو مکمل طور سے سمجھا نہ جائے گا اس وقت تک اس کے اطلاق اور اطلاق کے ثمرات سے دلچسپی پیدا نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نصاب تعلیم میں جدید عہد کے اصول قانون کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کا بھی خصوصی مطالعہ کرایا جائے اور فقہ کے تمام مشہور مذاہب کی اہم کتب پڑھائی جائیں، اس کے بغیر قانون کے طلبہ میں نہ تو اسلامی عدالت میں وکالت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان میں اجتہادی بصیرت آسکتی ہے۔

قانون کی تعلیم شروع کرانے سے قبل طلبہ کو قرآن و حدیث کے مطالعہ سے دین کا مزاج اور اس کا پورا نظام اچھی طرح سمجھانے کی بھی شدید ضرورت ہے تاکہ ان پر فقہ سے قرآن کا تعلق واضح ہو جائے اور عملی زندگی میں شرعی اور فقہی قوانین کے نفاذ اور اطلاق میں کوئی الجھن پیش نہ آئے۔

قانون کے طلبہ کی اخلاقی تربیت بھی نفاذ شریعت میں اہم ہے، ان طلبہ کو مستقبل میں چونکہ امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام مالک اور قاضی شریح ایسی نابغہ روزگار ہستیوں کا مسند نشیں ہو کر (قاضی و جج بن کر) نفاذ حدود کے عمل کو آگے بڑھانا ہے اس لیے ان کی اخلاقی تربیت بھی اعلیٰ پیمانے پر ہونا اشد ضروری ہے۔

(ج) اصلاح نظام عدلیہ:۔

عدلیہ کی موجودہ ہیئت اور عدالتی نظام میں بھی اصلاحات کی ضرورت ہے، اگرچہ اس

marfat.com

سلسلہ میں کچھ کام ہوا بھی ہے تاہم مکمل اصلاح کی ہنوز ضرورت باقی ہے' اس سلسلہ میں اہم بات یہ کہ عدالتوں میں وکالت کے پیشہ کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے' اگرچہ اس مسئلہ پر ملک میں کئی بار علمی بحثیں ہو چکی ہیں اور یہ مسئلہ وکلاء اور علماء کے مابین نزاعی رہا ہے تاہم ماضی کی روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ وکلاء نے قاتلوں اور مجرموں کے تحفظ میں بھی ایسی ہی مہارت دکھائی ہے جیسی کہ مظلوموں اور انصاف چاہنے والوں کی مدد کرنے میں۔

عدلیہ میں ججوں کی تقرریوں کا نظام بھی اصلاح طلب ہے' ججوں کی تقرری اور ترقی کے سلسلہ میں حکومت کو حاصل صوابدیدی اختیارات نے بدقسمتی سے عدلیہ میں سیاست کو داخل کر دیا ہے اور اب جج صاحبان حکومتی دباؤ کے تحت کام کرنے پر مجبور ہیں' عدلیہ میں تقرریاں اور ترقیاں صرف اہلیت کی بنیاد پر ہونا چاہئیں اور عدلیہ سیاسی و ریاستی دباؤ سے آزاد ہونی چاہئے۔

سعودی عرب میں نظام حدود کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ وہاں کی حکومت کی عدلیہ کے معاملات میں عدم مداخلت ہے' مزید یہ کہ وہاں قاضی مزاجاً" ایسے ہیں کہ ان کے کام میں رکاوٹ یا مداخلت کی کسی کو جرات نہیں ہوتی۔"[1]

شرعی حدود کا مقصد معاشرہ میں توازن قائم کرنا ہے اور یہ جبھی ممکن ہے جب مظلوم کو حکمران یا داد رسی کے اداروں تک رسائی آسان ہو' ورنہ اس نظام کی برکات ظاہر نہ ہوں گی' لہٰذا عدالتی چارہ جوئی کا پرانا نظام تبدیل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو سستا اور فوری انصاف مل سکے۔

ایسی مشینری / عملہ کا ہونا جو خود نفاذ حدود کو باعث خیر و برکت سمجھتی ہو اور خلوص سے اس نظام کو کامیاب بنانے میں معاون ہو' شرعی حدود کے نفاذ کے سلسلہ میں انتہائی اہم معاملہ ہے' چنانچہ عدلیہ کے اہلکاروں کی دینی ماحول میں تربیت کا اہتمام اور تقرری سے قبل ان کے اخلاق و کردار کی باکردار لوگوں سے تصدیق ضروری ہے۔

(د) اصلاح ذرائع ابلاغ

حکومت کے ذرائع ابلاغ کو اسلامی قوانین کے تابع بنانے اور اخلاق اسلامی کا پابند بنانے کی ضرورت ہے تاکہ عوام کی اخلاقی تربیت ممکن ہو' اخبارات اور میڈیا سے ایسے پروگرام اور فیچرز پیش کرنے کی ضرورت ہے جن کی بدولت عوام اسلام کے نظام عدل کی خوبیوں سے آگاہ ہو

1- سردار محمد عبدالقیوم خان' آزاد کشمیر میں اسلامی قوانین کا نفاذ' ص 59

marfat.com

سکیں اور ان کے لئے شرعی حدود کے نفاذ کے مقاصد کو سمجھنا آسان ہو۔ اس مقصد کے لئے ایسے مضامین کی اشاعت اور ایسے پروگرامز کی نمائش پر پابندی عائد کرنا ہوگی جو معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

(ھ) فقہ کی تدوین جدید

نفاذ حدود کے عمل کو موثر و آسان بنانے کے لئے فقہ کی تدوین جدید کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا' یہ سوال گزشتہ ایک عرصہ سے اہل علم کے مابین باعث نزاع رہا ہے کہ آج کے بدلے ہوئے حالات میں دوسری اور تیسری صدی ہجری کی مدونہ فقہ بعینہٖ عدالتی امور میں روبہ عمل آسکتی ہے یا نہیں اس سلسلہ میں اگرچہ ایک سے زاید آرا پائی جاتی ہیں تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قرون اولیٰ میں بھی جب نت نئے مسائل نے سر اٹھایا تو فقہ کی تدوین نو کی ضرورت محسوس کی گئی' چنانچہ اس دور کے فقہاء نے قرآن و سنت پر غور و فکر کر کے ان سے اصولوں کا استخراج کیا اور ان کی بنیاد پر فقہ کا عظیم الشان سرمایہ جمع کر دیا' یہ ایسا قابل عمل فقہی سرمایہ تھا جس پر بنو عباس کی طویل حکومتیں عمل پیرا رہیں اور کامیابی سے نظام حکومت صدیوں چلتا رہا' فقہ کا یہ قیمتی سرمایہ آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہے' پھر ایک دور میں فقہ کی تدوین جدید کی ضرورت نے مسلم مفکرین کو فتاویٰ عالمگیری اور مجلۃ الاحکام العدلیہ جیسے مجموعہ ھائے فقہ کو مدون کرنے پر مجبور کیا۔

موجودہ دور میں فقہ کی تدوین جدید سے مقصود قدیم فقہی آرا کا یکسر خاتمہ یا ان میں اساسی تبدیلیاں ہرگز نہیں بلکہ تدوین جدید کا کام صرف اس قدر ہے کہ قوانین کی دفعہ وار ترتیب ہو جائے اس پر کچھ کام جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن' اسلامی نظریاتی کونسل اور بعض دیگر اہل علم کر چکے ہیں مگر مفصل احکام پر مشتمل جدید مدونہ کتب کی ضرورت بہر طور باقی ہے' تاکہ کوئی بھی شخص کسی بھی معاملہ میں شریعت کا حکم جاننا چاہے تو وہ باسانی تلاش کر سکے۔

علاوہ ازیں جدید پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کیا جائے اور یہ اجتہاد ان شرائط کے مطابق ہو جو اہل علم اور اصولیین نے مقرر کی ہیں' علماء کرام اس قسم کے اجتہاد کی ضرورت کی نشاندہی وقتاً" فوقتاً" کرتے رہے ہیں' جناب مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

"...اس اجتہاد کی ضرورت اور گنجائش اس لئے ہے کہ وقت کے بدلنے کے ساتھ

marfat.com

ساتھ نئی نئی صورتیں اور نئے نئے مسائل سامنے آرہے ہیں جن کا صریح حکم تلاش و جستجو کے باوجود قدیم فقہی کتابوں میں نہیں مل سکتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بعینہ اس قسم کی صورت ان فقہاء کرام کے زمانوں میں پیدا نہیں ہوئی تھی' لہٰذا ظاہر ہے کہ وہ اس کے بارے میں کوئی خاص قانون کس طرح وضع کرتے' یہ تو امرواقعہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے نئے مسائل و واقعات پیش آتے ہیں کہ ان کا تصور تک ان حضرات کے ذہن میں نہیں تھا' ایسے نئے واقعات کے لئے حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے محدود و مشروط اجتہاد اس دور کی اہم ضرورت ہے۔ "1"

علامہ غلام رسول سعیدی (شرح صحیح مسلم ج 3/ 328) لکھتے ہیں:

"... اگر کوئی شخص آئمہ اربعہ کی طرح علوم شرعیہ میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرلے تو اجتہاد فی الشرع کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے' اور پیش آمدہ مسائل میں جزوی طور پر اجتہاد ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور اس دور میں بھی علماء راسخین یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں ..."

فقہ کی تدوین جدید کے سلسلہ میں ایک بات نہایت اہم ہے اور وہ یہ کہ یہ کام وہی لوگ کریں گے جو فقہ میں ملکہ و مہارت رکھتے ہیں۔ بدقسمتی سے کچھ عرصہ سے یہ صدا گشت کر رہی ہے کہ پارلیمنٹ کو اجتہاد کا اختیار ملنا چاہیے؟ حیرت ہے کہ ایک ایسا ادارہ جس کا ممبر منتخب ہونے کے لیے کسی قسم کی تعلیمی استعداد و اہلیت کا ہونا شرط نہیں۔ اس کے ممبران کو اجتہاد کا حق دینے دلانے کی بات کی جاتی ہے' اس سے بڑا جاہلانہ مطالبہ اور کیا ہو سکتا ہے؟۔

3- حالات و زمانہ کی رعایت:

بعض ذمہ داریاں ایسی ہیں کہ جن کی اہمیت اتنی ہے کہ بعض حالتوں میں قوانین کے نفاذ کو موخر کرنا قرین مصلحت ہوتا ہے' ان ذمہ داریوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جس کی مثال وہ ہے جو قحط کے زمانہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قائم کی تھی وہ ذمہ داری عوامی مسائل کا حل اور ضروریات زندگی کی فراہمی ہے۔

جو حکومت عوام کی ضروریات زندگی اسلام کے اصولوں اور تقاضوں کے مطابق فراہم کرنے کی ذمہ داری نہیں لیتی اور اس کا صحیح اہتمام نہیں کرتی اس کو اس امر کا بھی حق نہیں کہ وہ محض شرعی قوانین کے نفاذ پر ہی زور دیتی رہے' مدینہ منورہ میں مشہور قحط کے زمانہ میں خلیفہ

1- اداریہ' ماہنامہ البلاغ' کراچی' شمارہ ذی قعدہ 1399ھ' ص- 20/19

marfat.com

ثانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا' ہاتھ کاٹنے کی سزا کو معطل کرنا ایسا ہی تاریخی واقعہ ہے جو اپنے اندر ہر زمانہ کے لئے رہنمائی کا ایک اصول قائم کر دیتا ہے۔ یہ بنیادی ضروریات روٹی' کپڑا اور مکان ہیں' کیونکہ قانون کا مقصد دراصل افراد کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا ہے' اگر جان ہی نہ ہو تو حفاظت کس چیز کی کی جائے گی؟ اور اگر روٹی کپڑا اور مکان ہو مگر عزت و آبرو محفوظ نہ ہو تو سب بے کار ہے' اس لئے یہ دونوں کام ایسے ہیں جو بیک وقت ہونے چاہئیں۔

marfat.com

خلاصہ بحث

تاریخی مصادر و مراجع سے ثابت ہوا کہ اسلام کا نظام حدود مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست کے وجود میں آنے سے لے کر چودہ صدیوں تک انتہائی کامیابی سے مسلمان معاشرہ کی اصلاح کا موجب اور جرائم کے خاتمہ کا موثر و کامیاب ذریعہ رہا ہے۔ مسلمان جہاں جہاں بھی گئے اور اسلامی پرچم جہاں جہاں بھی لہرایا وہاں وہاں شرعی حدود نافذ رہیں اور جب تک دنیا میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل رہا' مسلمانوں نے اس عدیم النظیر نظام عدل کے ہوتے ہوئے کبھی کسی دوسرے نظام کو اپنانے کے بارے میں سوچا تک نہیں' البتہ اسلامی ریاستوں پر انگریزوں کے قبضہ اور دیگر غیر مسلم اقوام کے تسلط نے شرعی حدود کے نظام کو بتدریج ختم کیا اور ان کے بوئے ہوئے بیج (نام نہاد مسلمان) آج بھی مسلمان کہلانے کے باوجود اسلامی نظام سے خائف اور الرجک ہیں۔

اس سلسلہ میں تتمہ کے طور پر آخری شہادت جناب محمد سلیم العوا کی پیش کی جاتی ہے' وہ کہتے ہیں:

"... منذ بلغ الفتح الاسلامی للعالم العربی مداه فی القرن السابع المیلادی حلت الشریعة الاسلامیة محل القوانین التی کانت مطبقة فی البلاد العربیة والتی کان اهمها القانون الرومانی' وکان تطبیق الشریعة الاسلامیة یشمل احکامها المدنیة وما یطبق علیه احکام المعاملات واحکامها الجنائیة التی قسمت اقساما ثلاثة اختص کل قسم منها بنوع معین من الجرائم والعقوبات' الحدود والقصاص والتعازیر۔

وبقیت الشریعة الاسلامیة مطبقة فی البلاد العربیة انتشر الاسلام فیها الی اواخر القرن التاسع عشر المیلادی و اوائل القرن العشرین حین بدا صدور المدونات الجنائیة الحدیثة فی الدولة العثمانیة و توالی بعد ذلک فی غیرها من الدول العربیة التی کانت خاضعة لسلطان الخلافة و بصدور قانون الجزاء الکویتی (القانون رقم 16 لسنة 1960ء) فی اعقاب

marfat.com

حصول الكويت على استقلالها لم نعدلا حكام الجنائية فى الشريعة الاسلامية مطبقة فى اى بلد عربى اللهم الا المملكة العربية السعودية والجمهورية اليمنية (اليمن الشمالى) حيث لم تصدر ملونات جنائية فى اى من هذين القطرين- كما انحسرت عن مجال التطبيق العملى احكام الشريعة فى باقى البلاد الاسلامية - غير العربية نتيجة خضوع هذه البلاد للاستعمار الاوروبى- وبصفة خاصتة الاستعمار الانجليزى والفرنسى' الذى عمل قبل اى شئ آخر على القضاء على تطبيق الشريعة الاسلامية واحل محلها نظما قانونية اوروبية' انجليزية او فرنسية' وبذلك اصبحت الاحكام الشريعة الاسلامية المطبقة فى حياة المسلمين اليومية هى فحسب احكام ما يسمى بالاحوال الشخصية (الزوجية) بالا حول الشخصية' (الزواج' والطلاق· واحكام الاسرة) والميراث والوصية والوقف (فى البلاد التى لم يتعرض فيها نظام الوقف للالغاء)..."[1]

(یعنی ساتویں صدی عیسوی میں فتوحات اسلامیہ کے زمانہ ہی سے اسلامی شریعت نے عرب ممالک میں رائج ان قوانین کی جگہ لے لی جو وہاں رائج تھے جن میں سے اہم قانون روما تھا' مفتوحہ ممالک میں شریعت اسلامیہ کا نفاذ اس طرح عمل میں آیا کہ سول اور فوجداری قوانین اس میں سرفہرست تھے' اور فوجداری قوانین کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا' ہر حصہ ایک خاص نوعیت کا حامل تھا' جن میں جرائم و عقوبات' حدود و قصاص اور تعزیرات شامل تھیں۔

۱- محمد سلیم العوا" فی اصول النظام الجنائی الاسلامی" الطبعة الثانیہ" (القاہرہ: دار المعارف" 1983ء) ص 17, 18

نیز: علی راشد" القانون الجنائی" (القاہرہ: 1974ء) طبع دوم" ص 63 و 102

نیز: محمود مصطفیٰ اصول قانون العقوبات الدول العربیہ" (القاہرۃ" 1965ء) ص 7 - 17

نیز: Studies in old ottoman Criminal Law, By : uriel Heyd, London, 1973

marfat.com

اسلامی ممالک میں شریعت اسلامیہ' آغاز اسلام سے انیسویں صدی عیسوی کے اواخر تک نافذ تھی تا آنکہ بیسویں صدی کے آغاز پر دولت عثمانیہ کے جدید مجموعہ' فوجداری کا اجراء ہوا' ازاں بعد دولت عثمانیہ کے زیر اثر دیگر عرب ریاستوں میں بھی یہی مجموعہ نافذ کیا گیا اور کویت میں قانون الجزاء الکویتی (نمبر 16 سن 1960ء) کے صادر ہونے کے بعد یعنی کویت کی آزادی کے بعد سے شریعت اسلامیہ کے فوجداری قوانین کسی بھی عرب ملک میں ماسوا سعودی عرب اور شمالی یمن کے باقی نہ رہے اور ان دونوں ممالک میں سے کسی نے بھی نئے فوجداری قوانین اپنے ہاں رائج نہیں کئے۔ جبکہ دیگر غیر عرب' مسلم ممالک میں احکام شریعت اس لئے نافذ نہیں کئے جا سکے کہ وہ اکثر و بیشتر یوروپی استعمار کے تابع تھے خصوصاً" برطانوی اور فرانسیسی استعمار' کہ ہر دور میں کسی بھی ملک پر اپنے قبضے کے فوری بعد انہوں نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ شریعت اسلامیہ کا خاتمہ اور یوروپین (برطانوی یا فرانسیسی) قوانین کا نفاذ تھا' چنانچہ شرعی اسلامی احکام مسلمانوں کی ذاتی زندگی (Private Life) تک محدود ہو کر رہ گئے جن کا تعلق عموماً" نکاح و طلاق' عائلی معاملات' تقسیم میراث' وصیت اور وقف' وغیرہ جیسے امور سے تھا (وقف کے اسلامی قوانین کا اطلاق بھی ان ممالک میں تھا جہاں ان کے متبادل کوئی اور قانون نافذ نہیں کیا گیا)۔

marfat.com

نتائج:

1- شرعی حدود مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست کے قیام سے تیرہ سو سال تک پوری اسلامی دنیا میں نافذ رہی ہیں۔

2- شرعی حدود' اللہ رب العزت کے نازل کردہ احکامات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ کی اصلاح کا خدائی نظام ہیں جو خالق نے اپنی مخلوق کی بہتری و بھلائی کی خاطر مقرر کیا ہے' لہٰذا ان کے متبادل نظام سزا کی تجویز یا ان میں کسی قسم کے رد و بدل کا اختیار مخلوق کو نہیں۔

3- شرعی حدود جاہلی نظام سزا نہیں بلکہ جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنی کی طرف لانے والے رسول اللہ ﷺ کا اختیار کردہ' پسندیدہ اور بامر الٰہی نافذ کردہ نظام ہے

4- اسلام ہی صرف وہ واحد مذہب نہیں جس میں یہ سزائیں مقرر کی گئی ہوں بلکہ اسلام سے قبل کے الہامی مذاہب میں بھی اسی طرح کی' اور بعض ان سے بھی سخت سزائیں رائج رہی ہیں۔

5- پاکستان میں پہلے تیس برسوں میں دانستہ طور پر نفاذ حدود کی کوشش نہیں کی گئی۔

6- 1977ء سے 1987ء کے عرصہ میں نفاذ حدود کے سلسلہ میں پہلی بار ملک کے سربراہ نے سنجیدہ کوشش کی اور ملک کو اسلامی نظام کے تجربہ سے گزارتے ہوئے شرعی حدود کے نفاذ کا اعلان کیا۔

7- پاکستان میں نظام حدود کی کامیابی یقینی ہے' صرف چند بنیادی کام کرنے کے بعد ملک میں رائج حدود کے نظام کو موثر بنایا جاسکتا ہے۔

8- پاکستان میں نفاذ حدود ہی سے امن قائم ہو سکتا ہے۔

9- جن اسلامی ممالک میں شرعی حدود نافذ ہیں وہاں جرائم کا تناسب بہت کم ہے' اور جہاں عرفی قوانین نافذ ہیں وہاں جرائم کی شرح بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں جہاں حدود نافذ ہیں ایک شخص لاکھوں ریال ہاتھ میں لئے آزادانہ گھوم سکتا ہے جبکہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں' جہاں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین رائج ہیں' دس بیس ڈالر سے زیادہ رقم جیب میں ڈال کر چلنا موت کو دعوت دینا ہے۔

10- ترقی یافتہ ممالک میں جرائم حدود سے مماثل جرائم میں سزائیں اس سے بھی کہیں زیادہ سخت ہیں' مثلاً" امریکہ میں اکیاون جرائم کی سزا سزائے موت ہے' لہٰذا یہ کہنا کہ اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں سراسر ظلم اور اسلام پر الزام ہے۔

تمت بالخیر (ماشاء اللہ)

marfat.com

کتابیات

marfat.com

کتابیات - عربی

احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم

المقدسی ، بهاء الدین عبدالرحمن بن ابراهیم ،

دهلی : دارالمصنفین ، سن ندارد .

احکام الجریمة والعقوبة فی الشریعة الاسلامیة ،

ابو حسّان محمد ، مکتبة المنار ، الزرقاء ، اردن : ۱٤۰۸ھ /۱۹۸۷ء

الاحکام السلطانیه ،

ابو یعلی محمد بن الحسین الفراء الحنبلی ،

مکتبه مصطفی البابی الحلبی، القاهره : ۱۹٦٦ء

احکام القرآن ،

ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی ،

سهیل اکیڈ می ، لاهور: ۱٤۰۰ھ

احکام الذمیین والمستأمنین فی دار الاسلام ،

عبدالکریم زیدان ، موسسة الرسالة ، بیروت : ۱۹۷٦ء

الاحکام السلطانیه والولایات الدینیة

ابی الحسن ، علی بن محمد بن حبیب الماوردی ،

بیروت : دارالکتاب العلمیة ، ۱۹۸۲ء

اخبار القضاة ،

محمد بن خلف بن حیّان وکیع ،

مصر: المکتبة التجاریة الکبری، ۱۳٦٦ھ/ ۱۹٤۷ء

الاختیار لتعلیل المختار

عبدالله ابوالفضل مجدالدین الموصلی،مطبعة البابی الحلبی

مصر: ۱۳۵۵ھ/۱۹۳٦ء

اسرارالشریعة الاسلامیة ،

ابراهیم آفندی ، مصر ، مطبعه بولاق ، سن ندارد

اصول قانون العقوبات الدول العربیة ،

محمود مصطفی ، القاهرة : ۱۹٦۵ء

marfat.com

اکمال کمال المعلم ،
عبدالله محمد بن خلیفه دشتاني مالکي ،
دارالکتب العلمیة ، بیروت :(سن ندارد)
البحر الرائق ، شرح کنزالدقائق ،
زین الدین ابن نجیم ، مطبعة علمیة ، مصر : ١٣١١هـ ،
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ،
ابوبکرعلاء الدین بن مسعود الکاسانی ،
لاهور: مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری ، ١٩٨٧ء
و کراچي : ایچ ایم سعید اینڈ کو،
بدایة المجتهد ،
قاضی ابوالولید ابن رشد الاندلسی المالکی،دارالفکر، بیروت :(سن ندارد)
البدایه والنهایه ،
عمادالدین ابوالفداء حافظ اسماعیل ابن کثیر ،
نفیس اکیڈمي ، کراچی : ١٩٨٧ء
بلوغ المرام فی ادلة الاحکام ،
ابن حجر عسقلانی شافعی ، حافظ ابوالفضل احمد ،
بیروت : دار الکتاب العربی ، سن ندارد
تاج العروس ،
مرتضی حسین حنفی الزبیدی ، مطبعة الخیریة ،
مصر و بیروت : ١٣٠٦هـ
تاریخ الاسلام (السیاسی والدیني والثقافی والاجتماعی)
حسن ابراهیم حسن ، مکتبه النهضه المصریة ، مصر : ١٩٦٧ء
التاریخ الاسلامی العام ، علی ابراهیم حسن و حسن ابراهیم حسن ،
القاهرة : مکتبة النهضة المصریة ، ١٩٧٥ء
تاریخ ابن قاضي شهبة ،
تقی الدین ابي بکر بن احمد ابن قاضي شهبة ، الاسدی الدمشقي ،
دمشق : المعهد العلمي الفرنسي ، للدراسات العربیة ، ١٩٩٤ء

marfat.com

تاريخ ابوالفداء ،

ابوالفدا ، مطبع افغانی ، امرتسر ، انڈیا ۱۹۰۱ء

تاريخ بغداد ،

ابوبكر على بن احمد خطيب بغدادی، مكتبه سلفيه ،

المدينه المنوره : (سن ندارد)

تاريخ التشريع الاسلامي ،

محمد الخضري بك ، بيروت : دارلقلم ، لبنان ، ۱٤۰۳هـ / ۱۹۸۳ء

تاريخ التمدن الاسلامی ،

جرجي زيدان ، مطبعه الهلال ، مصر : ۱۹۳۵ء

تاريخ الجزائر العام ،

عبدالرحمن بن محمد الجيلالي، منشورات دارمكتبة الحياة ،

بيروت :۱۳۸٤هـ/۱۹٦٥ء

تاريخ الخلفاء ،

جلال الدين السيوطی ، مدينه پبلشنگ کمپنی ،

کراچی : فروری ،۱۹۷٦ء

التاريخ الخميس ،

حسين بن محمد دياربكري ، مؤسسة شعبان بيروت : ۱۲۸۳هـ

تاريخ الدولة الفاطميه (فی المغرب و مصر و سوريه وبلاد العرب.)

حسن ابراهيم حسن ، مكتبه النهضه المصريه ، القاهره : ۱۹۸۱ء.

التاريخ السياسي الاسلامي ،

حسن ابراهيم حسن ، مكتبه النهضه المصريه ، القاهره : ۱۹۸۱ء.

تاريخ الشرق الادنى القديم ،

محمد مهران بيّومی ، دارالمعرفه الجامعيه ، مدينة ، ۱۹۸٤ء

تاريخ الشعوب الاسلاميه ،

كارل بروكلمان ، بيروت : دارالعلم للملايين ، ۱۹٦٥ء

تاريخ طبري

ابو جعفر محمد بن جريرطبري ، نفيس اكيڈمي ، کراچی : ۱۹۷۷ء

marfat.com

تاريخ العراق بين الاحتلالين ،
عباس الغراوي ، انتشارات الشريف رضى،
قم ، ايران : ١٩٤٩، (١٣٦٩هـ)
تاريخ القانون ،
عبدالسلام الترمانيني ، جامعة حلب ، كليه الحقوق ، سوريا : ١٩٦٤ء -
تاريخ القضاء في الاسلام ،
محمود بن محمد بن عرنوس ، اداره فروغ اردو ، لاهور : ١٩٦٠ء
التاريخ الكبير ،
الامام ابوعبدالله محمد بن اسماعيل البخارى ،
دارالباز للنشر والتوزيع ، مكة المكرمة : ١٩٨٦ء
تاريخ المسلمين في شبه القارة الهنديه وحضارتهم ،
احمد محمود الساداتى ، مكتبة الآداب بالجماميز ، القاهرة : سن ندارد
التاريخ المعاصر ايران و افغانستان ،
محمود شاكر ، بيروت : المكتب الاسلامي ، ١٤١٢هـ/١٩٩٢ء
تاريخ المغرب الكبير،
محمد علي دبّور ،عيسى البابى الحلبى وشركاؤه ،
مصر: ١٣٨٢هـ/ ١٩٦٣ء
تاريخ مصر الحديث ،
عبدالمنعم ابراهيم الدسوقي ، مكتبه الخانجى ،
القاهرة : مصر ، ١٤٠٦هـ / ١٩٨٦ء
تبيين الحقائق ،
عثمان بن على الزيلعى ، المطبعة الاميرية ، القاهرة : ١٣١٥هـ
تفسير ابن كثير،
عمادالدين ابوالفدا، حافظ اسماعيل ابن كثير ،
امجد اكيڈمي ، لاهور : ١٤٠٣هـ/١٩٨٢ء
تفسير جامع البيان ،
ابو جعفر محمد بن جرير طبرى ، الطبعه الثالثه ،
مصطفى البابى، مصر: ١٣٧٣هـ

marfat.com

تفسير كبير ،

فخرالدين الرازي ، دارالفكر ، بيروت : ١٣٩٨ء

التفسير المظهرى ،

ثناء الله پانى پتى ، بلوچستان بک ڈپو ، کوئٹه : ١٣٠٦هـ /١٩٨٦ء

التقرير الاحصائي ،

عبدالرحمن بن عبدالله آل محمود ، رئاسة المحاكم الشرعيه والشوؤن الدينيه دولة قطر ١٤٠١-١٤٠٢هـ

تلك حدودالله ،

ابراهيم احمد الوقفى ، القاهرة : مطبعة الحرمين ، ١٩٨٨ء

التنظيم القضائي فى المملكة العربية السعودية ،

حسن عبدالله آل الشيخ ، اداره معارف اسلامى ، لاهور : ١٩٩٠ء

جامع الترمذى ،

ابوعيسى محمد بن عيسى الترمذى ،

نورمحمد كارخانه كتب ، كراچى : سن ندارد

الجامع الصحيح المسند المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم

ابو عبدالله محمد بن اسماعيل البخارى، فريد بك سٹال ، لاهور :١٩٨٢ء

الجريمه والعقوبة فى الفقه الاسلامى ،

ابوزهره محمد احمد مصرى ، ادارةالقرآن ، كراچى :١٤٠٧هـ/ ١٩٨٧ء

حجة الله البالغه ،

شاه ولى الله ، المكتبه السلفيه ، لاهور : ١٩٧٥ء

الحضارة الاسلامية في القرن الرابع الهجري ،

آدم متز ، مكتبه الخانجى ،القاهرة : ١٩٦٧ء

الحضارة الاسلامية (في العصور الوسطى) ،

عبدالمنعم ماجد ، القاهره : مكتبة انجلو المصرية ، ١٩٧٣ء

حكام مصر ،(من الفراعنه الى حسنى مبارك)

ناصر الانصاري ، القاهرة : دارالشروق ، ١٩٨٧ء

دائرة المعارف ،

بطرس البستانى ، دارالمعرفة ، بيروت : سن ندارد

marfat.com

دائرة المعارف ،القرن الرابع عشرالعشرين ،
محمد فريد وجدى ، بيروت : دارالمعرفة ، ١٩٦٧ء.
دراسات في النظم العربية والاسلامية ،
توفيق سلطان اليوزبكي ، جامعة الموصل ، العراق : ١٩٧٧ء / ١٣٩٧هـ
دليل السالك لمذهب الامام المالك
محمد محمد سعد ، الهند : دارالندوة ، سن ندارد
الدولة الاموية ،
محمد الخضري بك ، بيروت :مؤسسة دارالكتاب الحديث ، لبنان ،١٩٨٩ء
الدولة السعودية الثانية ،
ابوعلية عبدالفتاح ، دارة الملك عبدالعزيز ، الرياض : ١٣٩٤هـ/١٩٧٤ء
الدولة العثمانيه والشرق العربي ،
محمد انيس ، القاهرة : مكتبة الانجلو المصرية ، ١٩٨٥ء
دول الاسلام ،
الحافظ ابو عبدالله شمس الدين الذهبى،
مؤسسة الاعلمى،بيروت :١٤٠٥هـ/١٩٨٥ء
ذكر فتح الاندلس ،
عبدالرحمن بن عبدالكريم ،(م ٢٥٧هـ)
ايس عبدالرشيد تاجران كتب،لاهور: ١٩٣٣ء
روضة الطالبين و عمدة المفتين ،
نووى ، يحى بن شرف الدين ، بيروت : مكتب اسلامي ، سن ندارد
روضة القضاة وطريق النجاح ،
ابوالقاسم على بن محمد بن احمد الرجبى السمنانى،
موسسة الرسالة ،بيروت سن ندارد
سنن ابى داود ،
ابوداود سليمان بن اشعث ، مطبع مجتبائي ، لاهور : ١٤٠٥هـ
سنن الدارقطنى ،
ابوالحسن على بن عمر دارقطنى ، المطبع الفاروقى ، دهلى ، (سن ندارد)

marfat.com

الســنن الكبرى ،

ابوبكر احمد بن الحسين بن علي البيهقي ، دارالفكر ، بيروت : سن ندارد

سنن النسائي ،

ابوعبدالرحمن ، احمد بن اشعث النسائى،

كراچى: نورمحمد كارخانه كتب، سن ندارد

السياسة الشرعية ،

ابن تيمية ، كلام كمپني ، تيرتهه داس روڈ ، كراچى : (سن ندارد)

سياسة صلاح الدين الايوبى ،

دريد عبدالقادر نوري ، جامعة بغداد ، مطبعة الارشاد ، بغداد : ١٩٧٦م

شرائع الاسلام فى الفقه الاسلامى الجعفرى

الهذلى ، الحلى جعفر بن حسن بن ابى زكريا بن سعيد ،

بيروت : دار مكتبة الاحياء ، ١٩٧٨م

الشرائع العراقية القديمة ،

فوزى رشيد ، بغداد : وزارة الاعلام ، الجمهوريه العراقية (سن ندارد)

صبح الاعشى فى صناعة الانشاء ،

احمد بن على القلقشندى ، بيروت : دارالفكر ، ١٤٠٧هـ/١٩٨٧م.

صحيح مسلم بشرح النووى ،

ابوالحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيرى ، اليشابورى ،

بيروت : داراحياء التراث العربى ، سن ندارد

صحيح ابن حبان ،

ابن حبان ، المدينة المنورة : المكتبه السلفيه ، ١٣٩٠هـ / ١٩٧٠م

الطبقات الكبرى ، محمد ابن سعد ، دار صادر ، بيروت : ١٣٨٨هـ

الطحاوي ، شرح معاني الآثار،

ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوى ، مطبع مجتبائى ، لاهور: ١٤١٤هـ

عبقرية الاسلام فى عهد الحكم ،

دكتور منير العجلانى ، جامعة دمشق ، سن ندارد

العدّة ، شرح العمدة ، المقدسى ، بهاء الدين عبدالرحمن بن ابرهيم ،

بيروت : المكتبه العلميه ، سن ندارد

marfat.com

عمدة القاری ،

بدرالدین محمود بن احمد عینی، مصر : اداره الطباعه المنیریه ، ۱۳۴۸ھ

عیون الازھار فی فقه الأئمه الاطهار

المرتضی ، مهدی احمد بن یحی ، بیروت :دارالکتاب اللبنانی، سن ندارد

فتح الباری ،

ابن حجر عسقلانی شافعی ، حافظ ابو الفضل احمد ،

لاهور : دار نشر الکتب الاسلامیه ،۱۴۰۱ھ

فتح القدیر ،

کمال الدین محمد ابن الهمام ، المطبعه الامیریة ، القاهرة : ۱۳۱۵ھ -

فتوح البلدان ،

احمد بن یحي جابر الشهیر البلاذري ، نفیس اکیڈمي، کراچي : ۱۹۸۶ء

الفقه الاسلامي و ادلته ،

وهبه الزحیلي ، بیروت: دارالفکر ، سن ندارد

فقه ابوبکر،

محمد رواس قلعجی ،لاهور: اداره معارف اسلامی ، ۱۹۸۹ء

فقه عمر،

محمد رواس قلعجی ، لاهور : اداره معارف اسلامی ، جنوری ۱۹۹۰ء

فی اصول النظام الجنائ الاسلامی

محمد سلیم ، العوا ، القاهرة : دارالمعارف ، مایو ۱۹۸۳ء

فی تحقیق ما للهند ،

ابو الریحان محمد بن احمد البیرونی ، دائرة المعارف العثمانیه ،

حیدرآباد دکن : الهند

قاموس الکتاب المقدس ،

عبدالملك بطرس ، جون الکساندرطمسن ، ابراهیم مطر ،

مجمع الکنائس ، فی الشرق الادنی ، طبع دوم ، بیروت : ۱۹۷۱ء

القانون الجنائي السوداني ، لسنة ۱۹۹۱م ،

الدکتور، الطیب زین الدین ،

الجامعة الاسلامیه العالمیه اسلام آباد : ۱۴۱۲ھ

marfat.com

القانون الجنائي
علی راشد ، مطبوعة القاهره ، طبع دوم ١٩٧٤ء
القضاء والقضاة ،
ارسلان ، محمد شهير ، دارالارشاد ، بيروت :١٣٨٩هـ/١٩٦٩ء
قضاة دمشق ،
شمس الدين ابن طولون ، المجمع العلمی العربی ، دمشق : ١٩٥٦ء .
قطر المحيط ،
بطرس البستانی ، مكتبة لبنان ساحة رياض الصلح ، بيروت :(سن ندارد)
قوانين الاحكام الشرعية و مسائل الفروع الفقهية ،
محمد بن احمد ابن جزيّ ، دارالعلم للملايين ، بيروت : ١٩٦٨ء
الكامل لابن اثير ،
ابو الحسن علی بن ابوالكرم محمد بن محمد ابن اثير جزری ،
دارالطبع جامعه عثمانيه ، حيدرآباد دكن ، الهند : ١٩٣٨ء
كتاب الآثار ،
محمد بن حسن الشيبانی ، ادارة القرآن ، كراچی : سن ندارد
الكتاب الاحصائي لوزارة الداخلية للسنوات ١٣٨٦هـ - ١٣٩٥هـ ، الرياض :
وزارة الداخليه اداره العامه للتنظيم والبرامج الاحصاء المركزی ، ١٣٩٦هـ
كتاب الفقه علی المذاهب الاربعه ،
الجزيری ، عبدالرحمن ، دارلفكر ، بيروت ، لبنان : سن ندارد
كتاب المعارف ، محمد عبدالله بن مسلم ابن قتيبه ،
نورمحمد اصح الكتب ، كراچی : ١٩٨٨ء
كتاب المراسيل ،
ابوداود ، نورمحمد كارخانه تجارت كتب ، كراچی : سن ندارد ،
كنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال ،
علاء الدين المتقی بن حسام الدين الهندي ، بيروت :
مؤسسة الرسالة ، ١٤٠٩هـ / ١٩٨٩ء

marfat.com

لسان العرب ،
ابوالفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور الافريقى المصري ،
نشر ادب الحوزة ، قم ايران : ١٤٠٥هـ
لمن الحكم ،
سميع عاطف الزين ، دارالكتاب اللبنانى ، بيروت : ١٩٨٥ء
المبسوط ،
شمس الدين محمد بن احمد السرخسي ، دارالمعرفه ، بيروت : ١٣٩٨هـ ،
محاضرات فى تاريخ الامم الاسلاميه ، (الدولة العباسيه)
محمد الخضرى بك ، الطبعة السابعة ، بيروت : دارالمعرفه ،
لبنان ١٣٧٦هـ و مصر : المكتبة التجارية الكبرى ،١٣٧٦هـ
المحبر ،
محمد بن حبيب ، الهند ، حيدرآباد دكن :دائرة المعارف العثمانيه،١٩٤٢ء
المحلى ،
على بن احمد الاندلسى ابن حزم ، دارالآفاق الجديده ، بيروت ، سن ندارد ،
مختصر تفسير ابن كثير ، ابن كثير ،(اختصره ، محمد على صابونى)
دارالقرآن الكريم ، بيروت :(سن ندارد)
المدخل الى التاريخ العالم القديم ،
سامي سعيد احمد ،مطبعة الجامعة ، جامعة بغداد ،العراق :١٩٨٣ء
المدونه الكبرى ،
سحنون بن سعيد مالكى ، دارالفكر ، بيروت : ١٤٠٦هـ
مراصد الاطلاع ، على الامكنة والبقاع (اختصارمعجم البلدان لياقوت الحموى)
صفى الدين عبدالمومن بن عبدالحق البغدادى ،(م٧٣٩هـ)
دارالمعرفة ، بيروت: ١٣٧٤هـ /١٩٥٥ء
المستدرك ،
ابو عبدالله محمد بن عبدالله حاكم نيشاپوري ،
مكة المكرمة : دارالباز للنشر
المستصفى
محمد الغزالى ، مصر : المطبعه الاميريه ، بولاق ، ١٢٩٤هـ

marfat.com

مسند احمد ابن حنبل ،
احمد بن حنبل ، مکتب اسلامي ، بيروت : ١٣٩٨هـ
مصر الاسلامية وتاريخ الخطط المصرية ،
محمد عبدالله عنان ، القاهرة : مكتبة الخانجي ، ١٣٨٨هـ/ ١٩٦٩ء
مصنف ابن ابي شيبة ،...ابوبكر عبدالله بن محمد ابن ابي شيبه ،
ادارة القرآن ،كراچی :١٤٠٦هـ / ١٩٨٥ء
مصنف عبدالرزاق ، عبدالرزاق ، ابوبكر، ابن همام الصنعانی ،(م-٢١١هـ)
مجلس علمی ، کراچی : پاکستان ، ١٣٩٢هـ/ ١٩٧٢ء
المصنف ،
عبدالله بن همام صنعانی ، مکتب اسلامی ، بیروت : (سن ندارد)
معجم البلدان ،
شهاب الدين ابو عبدالله بن عبدالله ياقوت الحموي ،
بيروت : داراحياء التراث العربي ، ١٣٩٩هـ
المعجم الفلسفي ،
جميل صليبا ، دارالكتاب اللبنانی ، بیروت : ١٩٨٢ء
معجم متن اللغة ،
احمد رضا دمشقی ، دار مکتبة الحياة ، بيروت : ١٩٨٥ء
معدن الجواهر بتاريخ البصرة والجزائر
نعمان بن محمد بن العراق ، مجمع البحوث الاسلاميه،
اسلام آباد:١٣٩٣هـ/١٩٧٣ء
معين الاحكام فيما يتردد بين الخصمين من الاحكام
علاء الدين، ابوالحسن على بن خليل طرابلسی حنفی ،
مصر:مطبعه میمنه ، ١٣١٠هـ
المغرب عبرالتاريخ ،
ابراهيم حركات ،دار البيضاء، المغرب :
دار السلمى للطباعة والنشر١٣٨٤هـ/ ١٩٦٥ء

marfat.com

المغنى ، (فى الفقه الحنبلى)
موفق الدين ابو محمد عبدالله بن احمد قدامة حنبلى ،
بيروت : دارالفكر ، و مطبعه الامام بالقاهره ، ١٤٠٥هـ
المفردات ،
حسين بن محمد راغب الاصفهانى، المكتبه المرتضويه ، ايران : ١٣٤٢هـ
المفصّل فى تاريخ العرب قبل الاسلام ،
جواد على ، دارالعلم للملايين ، طبع سوم ، بيروت : ١٩٨٠
المقنع مع المغنى والشرح ،
ابوالقاسم عمر بن حسين بن عبدالله بن احمد الخرقى الحنبلى ، دارالفكر ،
بيروت : ١٤٠٥هـ
المنجد ،
لوئيس معلوف ، بيروت : المطبعه الكاثوليكيه ، ١٩٥٦ء
موسوعه التاريخ الاسلامى والحضارة الاسلامية ،
احمد شلبى ، مكتبة النهضة المصرية ، القاهرة : ١٩٨٩ء .
الموسوعة الجنائية ،
جندي عبدالملك بك ، دار احياء التراث العربي
بيروت : ١٣٦٠هـ / ١٩٤٢ء
مؤطا امام مالك ،
ابو عبدالله ، مالك ، ابن انس بن مالك ،
لاهور : اسلامي اكادمى ، ١٤٠٢هـ
مؤطا امام محمد ،
محمد بن حسن الشيبانى،مسلم اكادمى، محمد نگر،
لاهور: نومبر ١٩٨٥ء ١٤٠٦هـ
المؤنس في اخبار افريقيا وتونس ،
ابو عبدالله محمد بن ابوالقاسم ابن ابي دينار الرعينى القيراواني،
المكتبة العقيقية ، تونس : الطبعة الثالثه ، ١٣٨٧هـ

marfat.com

المهذب ،
ابواسحاق شيرازي شافعي ، دارالفكر، بيروت : سن ندارد
نصب الراية ، جمال الدين عبدالله بن يوسف الزيلعي الحنفي ،
مجلس علمي ، الهند : (سن ندارد)
النظم الاسلاميه ،
حسن ابراهيم حسن ، و علی ابراهیم حسن ، دارالاشاعت ،
کراچی : سن ندارد
نظم الممالك ،
خيرالدين تيه ، مطبع منشيي نولكشور، لكهنوء، الهند : مارچ ١٨٧٥.
نظام الحكم في الاسلام ،
محمد فاروق نبهان ، الكويت : مطبوعات جامعة الكويت، (سن ندارد)
نظام القضاء فی مصر العثمانیه فی القرن السابع عشر ،
جلال النحال ، جامعة شكاگو ، امريكه : ١٩٧٩.
النظام القضائي في بغداد فی العصر العباسی (١٤٥-٦٥٦هـ) ،
عبدالرزاق علي الانباری،مطبعة النعمان ،النجف الاشرف، العراق :١٩٧٥.
نظرة الى العقوبة فی الاسلام ،
ابوزهرة محمد احمد مصری ، مطبعة الازهر ، القاهره :١٣٨٧هـ/١٩٦٧.
نفح الطيب من غصن الاندلس الرطيب ،
شهاب الدين ، احمد بن محمد المقري ، التلمسانی ،
مصر : المكتبة التجارية الكبرى ، ١٣٦٧هـ /١٩٤٩.
نيل الاوطار،
محمد بن على الشوكاني، دارصادر ، بيروت : ١٩٨١.
الوجيز فی فقه الامام الشافعي
ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، القاهره :مطبعة الآداب والمؤيد،١٣١٧هـ
الولاة وكتاب القضاة ، ابو عمر محمد بن يوسف المصري ، الكندی،
القاهره :موسسة قرطبة ، مصر، سن ندارد
هدايه اولين ، ابو الحسن على بن ابي بكر مرغيناني حنفی ،
مکتبه امدادیه ملتان ، سن ندارد

marfat.com

کتابیات - اردو

آزاد کشمیر میں اسلامی قوانین کا نفاذ'
سردار محمد عبدالقیوم خان' الفاروق بک فاؤنڈیشن' لاہور: نومبر 1991
ابن خلدون اور امیر تیمور' ج قتل' (مترجمہ ضیاء الدین برنی) اردو اکیڈمی' سندھ' کراچی: 1967ء
اخبار الاندلس (History of The moors Empire in Europe) الیس پی اسکاٹ' ترجمہ از منشی محمد خلیل' طابع معتقد ولی الرحمٰن' جامعہ عثمانیہ' لاہور: 137ھ-
اسلام اور قائد اعظم'
محمد حنیف شاہد' انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹیٹوٹ' لندن: 1991ء'
اسلام کا ملکی اور عدالتی انصاف'
اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور 1956' 1962' 1973
مولوی محمد حسین اغلب' انڈین پریس' باہتمام لالہ بالک رام' لاہور: 1883ء
مجلس دستور ساز پاکستان' گورنمنٹ آف پاکستان پریس کراچی: سن ندارد
اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور 1956ء
مجلس دستور ساز پاکستان' گورنمنٹ آف پاکستان پریس' کراچی: 1956ء
اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ'
محمد متین ہاشمی' سنگ میل پبلیکیشنز' لاہور: 1988ء
محمد متین ہاشمی سنگ پبلیکیشنز' لاہور: 1988ء
اسلامی قوانین' (حدود' قصاص' دیت' تعزیرات)
تنزیل الرحمٰن' قانونی کتب خانہ' لاہور: سن ندارد
اسلامی نظام عدل کا نفاذ' مشکلات' ان کا حل'
محمد متین ھاشمی مرکز تحقیق دیال سنگھ' لاہور: سن ندارد
اسلامی نظریاتی کونسل' کی سہ سالہ رپورٹ' و سالانہ رپورٹ 1977 - 1976ء
اسلامی نظریاتی کونسل کی' رپورٹ برائے سال 1992ء

marfat.com

اسلامی نظریاتی کونسل' اسلام آباد: 1992ء
اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ عبوری رپورٹ 1978 - 1977ء
اسلامی نظریاتی کونسل' اسلام آباد: 1980ء
اسلامی عدل گستری'
عبدالحفیظ صدیقی' ادارہ ادبیات اردو' حیدر آباد دکن: مئی 1947ء
افریقہ ایک چیلنج'
احمد عبداللہ مسدوسی' مکتبہ خدام ملت' کراچی: 1964ء
اقضیۃ الرسول'
محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی' ادارہ معارف اسلامی' لاہور: 1978
انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ'
عبداللہ یوسف علی' کریم سنز' کراچی: 1967ء
ایران بعہد ساسانیاں'
آرتھر (اردو ترجمہ) ڈاکٹر محمد اقبال' انجمن ترقی اردو' دہلی: 1941ء

ب

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی نظام عدل گستری'
عبدالحفیظ' صدیقی' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد: 1969ء

پ

پاکستان کا نظریہ حکومت و سیاست'
ایس ایم شاہد' نیو بک پیلس' لاہور: سن ندارد
پیغام شیخ الاسلام' شبیر احمد عثمانی' کراچی' مکتبہ عثمانیہ' سن ندارد

ت

تاریخ ابن خلدون'
عبدالرحمٰن ابن خلدون (اردو ترجمہ از احمد حسین) نفیس اکیڈمی' کراچی: جون 1977ء

marfat.com

تاریخ اسلام،
محمود الحسن، چراغ حسن حسرت، سلور برڈٹ کمپنی، نیویارک: نیویارک: 1953ء
تاریخ الامت، اسلم، جیراج پوری، مکتبہ جامعہ نگر، نئی دہلی: فروری 1956ء
تاریخ اندلس،
عبدالقوی، ضیاء، ایجوکیشنل بک ڈپو، حیدر آباد، دکن: 1964ء
تاریخ ایران، قوم ماد تا آل ساسان،
مقبول بیگ بدخشانی، مجلس ترقی ادب، لاہور: سن ندارد
تاریخ تمدن اسلام،
جرجی زیدان، (اردو ترجمہ)، مطبع روز بازار، امرت سر، انڈیا سن ندارد
تاریخ دولت عثمانیہ (1914ء تک)
مارماڈیوک، پکتھال، حیدر آباد دکن: دارالطبع عثمانیہ، السند، 1939ء 1358ھ
تاریخ، سندھ عرب دور حکومت،
مبارک علی، نگارشات، 4 بیگم روڈ، لاہور: (سن ندارد)
تاریخ شاہ جہاں،
بنی پرشاد سکینہ، پروگریسو بکس، لاہور: 1988ء
تاریخ صقلیہ،
سید ریاست علی ندوی، دارالمعارف، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، انڈیا: 1354ھ / 1936ء
تاریخ طبری،
ابو جعفر محمد بن جریر طبری، نفیس اکیڈمی، کراچی: 1977ء
تاریخ عدالت آصفی،
میرباسط علی خان، شمس الاسلام پریس حیدر آباد دکن: انڈیا 1937ء
تاریخ فرشتہ،
محمد قاسم فرشتہ، علمی کتب خانہ لاہور: 1982ء
تاریخ فیروز شاہی،
ضیاء الدین برنی، (اردو ترجمہ ڈاکٹر سید معین الحق) لاہور: مرکزی اردو بورڈ، 1969ء

marfat.com

تاریخ ملت تاریخ مصر و مغرب اقصیٰ انتظام اللہ شہاب
ندوۃ المصنفین، جامع مسجد، دہلی: 1950ء
تاریخ ہسپانیہ
نصیر احمد ناصر، علمی کتاب خانہ، لاہور: 1966ء
تحریک پاکستان،
صاحبزادہ عبدالرسول، ایم آر برورز، لاہور: 1972ء
ترکان عثمانی،
محمد صابر، شہباز پرنٹرز، لارنس روڈ، کراچی: 1967ء
ترکی۔ قدیم و جدید،
خلیل احمد حامدی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور: 1972
تزک بابری،
ظہیر الدین محمد بابر (اردو ترجمہ رشید اختر ندوی) سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور: 1965
تزک جہانگیری،
نور الدین جہانگیر، (ترجمہ احمد علی رامپوری) سنگ میل پبلیکیشنز لاہور: 1967ء
تفہیم القرآن،
ابو الاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور: 1982
تمدن عرب،
گستاولی بان، (ترجمہ سید علی بلگرامی)، مقبول اکیڈمی، لاہور: 1936ء

ج

جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ،
تنزیل الرحمٰن، مطبوعات حرمت، راولپنڈی: ستمبر 1982ء

چ

چند یادیں چند تاثرات،
عاشق حسن بٹالوی، آئینہ ادب پبلشرز، لاہور: 1969ء

marfat.com

ح

حجۃ اللہ البالغہ' (اردو ترجمہ)
شاہ ولی اللہ' المکتبہ السلفیہ' لاہور: 1975
حرف اقبال' (تقاریر و بیانات اقبال)
لطیف احمد شیروانی' المنار اکادمی' لاہور: 1947
حضرت عثمان کے سرکاری خطوط'
خورشید احمد فارق' محمد علی کارخانہ کتب اسلامی' کراچی: سن ندارد)

خ

خطبہ صدارت'
علامہ محمد اقبال' آل انڈیا مسلم لیگ' الہ آباد: 1930ء
خطبات قائداعظم'
رئیس احمد جعفری' مکتبہ شعاع ادب' لاہور: 1961ء
خلافت اندلس'
ذوالفقار جنگ بہادر' دارالطبع سرکار عالی' حیدر آباد دکن: السند' 1904ء
خلافت امویہ اور ہندوستان'
قاضی اطہر مبارکپوری' فکر و نظر پبلیکشنز' سندھ اسلامک سنٹر' سکھر: اپریل 1986ء
خلافت راشدہ اور ہندوستان'
قاضی اطہر مبارکپوری' ندوۃ المصنفین' دہلی: ذوالحج 1391ھ / جنوری 1972ء
خلافت عباسیہ ہندوستان میں'
قاضی اطہر مبارکپوری' فکر و نظر پبلیکشنز' سندھ اسلامک سنٹر سکھر' اپریل 1986ء

د

دولت عثمانیہ'
ڈاکٹر محمد عزیز' معارف پریس' اعظم گڑھ انڈیا: (سن ندارد)

marfat.com

دور مغلیہ (1526 تا 1748ء)'
صلاح الدین ناسک' عزیز بکڈپو' لاہور: 1973ء
دولت مغلیہ کی ہیئت مرکزی'
ابن حسن' مجلس ترقی ادب' لاہور' 1958ء

ر

روایات تمدن قدیم'
علی عباس' مکتبہ خرد افروز' جہلم: اگست 1991ء

س

سلاطین ترکیہ'
اسٹینلے لین پول' ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی: ستمبر 1966ء
سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات'
خلیق احمد نظامی' ندوۃ المصنفین' الجمعیت پریس' دہلی: 1958ء
سلطنت دہلی کا نظم حکومت'
اشتیاق حسین قریشی' شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ' کراچی یونیورسٹی کراچی 1971ء
سلطنت مغلیہ کا مرکزی نظام حکومت'
ابن حسن' ترقی اردو بیورو' نئی دہلی: 1982ء
سوانح نظام الملک طوسی'
عبدالرزاق کانپوری' نامی پریس' کانپور: انڈیا' 1912ء
سیر الصحابہ'
معین الدین ندوی' ادارہ اسلامیات' لاہور: 1407 / 1987ء

ش

شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا'
قاسم محمود' شاہکار بک فاؤنڈیشن' کراچی: 1984ء

marfat.com

شرح صحیح مسلم،
غلام رسول سعیدی، فرید بکسٹال، لاہور: 1991ء
شریعت بل اور اس پر اعتراضات کا جائزہ،
قاضی حسین احمد، متحدہ شریعت محاذ، لاہور: اکتوبر 1986ء

ض

ضیاء النبی
پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور: 1413

ط

طبقات ابن سعد
محمد بن سعد، (اردو ترجمہ) نفیس اکیڈمی کراچی، 1981ء

ظ

ظہور پاکستان،
چوہدری محمد علی، مکتبہ کاروان، لاہور: (سن ندارد)

ع

عبرت نامہ اندلس،
رائن ہارٹ ڈوزی، حالی اکیڈمی، پانی پت، انڈیا: 1939ء
عجائب الاسفار، (سفرنامہ ابن بطوطہ)،
ابن بطوطہ، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد: 1404/1983ء
عہد قدیم مشرق و مغرب
سید سراج الاسلام، اورینٹ پبلشرز، کراچی: 1959

ف

فتاوی عالمگیری،
ملا نظام الدین، حامد اینڈ کو، لاہور: سن ندارد

marfat.com

ق

قانون روما'
احمد عبداللہ مسدوسی' مکتبہ خدام ملت' کراچی: 1964ء
قانون سلطنت'
نظام الملک طوسی' نامی پریس' کانپور انڈیا: 1912ء
قائداعظم گفتار و کردار'
سعید راشد' مکتبہ میری لائبریری لاہور: فروری 1986ء
تدوین قانون'
سرہنری سمیرمین' دارالطبع جامعہ عثمانیہ' حیدر آباد دکن: 1933ء
قدیم ہندوستان کی تاریخ جرم و سزا'
امداد صابری' بمبئی پریس' دہلی: 1945ء
قرار دادِ پاکستان تاریخ اور تجزیہ'
خواجہ رضی حیدر' ایوان آگہی' کراچی: دسمبر 1990ء
قرار داد مقاصد سے اسلامی قانون تک'
حفیظ الرحمٰن صدیقی' طاہر سنز' کراچی: 1981ء
قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب' (600 تا 1200ء)
منشی پریم چند' ہندوستان اکیڈمی' الہ آباد انڈیا: 1931ء-
قوانین اسلامی ممالک'
عبدالقیوم جالندھری' مکتبہ فکر و عمل' لائلپور: 1958ء

ک

کتاب الحدود'
غلام کبریا خان' ڈسٹرکٹ کورٹ' کوئٹہ: سن ندارد'
کتاب مقدس (نیا عہد نامہ' انجیل)
پاکستان بائبل سوسائٹی' لاہور

marfat.com

کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ' تورات)
پاکستان بائیبل سوسائٹی لاہور
کتاب الہند' ترجمہ فی تحقیق ما للہند'
البیرونی' ابوالریحان محمد بن احمد' (اردو ترجمہ از سید اصغر علی) انجمن ترقی اردو'
دہلی: ہند 1942ء نیز' دائرۃ المعارف العثمانیہ' حیدر آباد' دکن: الہند

م

مختصر رپورٹ' خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ'
پیر جماعت علی شاہ' مطبوعہ مراد آباد 1946ء
مسلم ثقافت ہندوستان میں'
عبدالمجید' سالک' طبع سوم' ادارہ ثقافت اسلامیہ' کلب روڈ' لاہور: 1982ء
مسلمان یوروپ میں'
احسان الحق سلیمانی' مقبول اکیڈمی' لاہور: 1988ء
مسلمانوں کے نظم مملکت' (النظم الاسلامیہ)
حسن ابراہیم حسن' و علی ابراہیم حسن' دارالاشاعت' کراچی' سن ندارد
مسلمانوں کا عروج و زوال
سعید اکبر آبادی' ادارہ اسلامیات' لاہور: اپریل 1983ء
معارف القرآن'
مفتی محمد شفیع' ادارۃ المعارف' کراچی: 1990ء
مقالات احسانی'
مناظر احسن گیلانی مجلس علمی' کراچی: 1959ء
مقالات شبلی'
سید سلیمان ندوی' مطبع معارف' اعظم گڑھ' انڈیا: 1956
مقدمہ تاریخ ہند موسوم بنظام سلطنت'
اکبر شاہ خان' نجیب آبادی' مکتبہ عبرت' نجیب آباد' الہند: مارچ 1935ء

marfat.com

ملت کا پاسباں'
قائد اعظم اکیڈمی' قائد اعظم اکیڈمی' کراچی' سن ندارد
الملک العادل سلطان نور الدین زنگی'
طالب ہاشمی' قومی کتب خانہ' لاہور: ستمبر 1937
منتخب التواریخ'
بدایونی' عبد القادر (اردو ترجمہ محمود احمد فاروقی) غلام علی اینڈ سنز' لاہور: 1962ء
مورس ان اسپین (مسلمانان اندلس)
اسٹینلے لین پول' دار الناظر پریس' اسحاق علوی پرنٹرز و پبلشرز' لکھنؤ' انڈیا: 1925ء

ن

النجم الثاقب فی اقضیتہ علی ابن ابی طالب'

نور الدین محمد عبد اللہ جہانگیر بکڈپو' نولکھا بازار' لاہور: 1360ھ
نقوش اقبال'
ابو الحسن علی' ندوی لکھنؤ: 1970ء

ھ

ہزار سال پہلے
مناظر احسن گیلانی' نفیس اکیڈمی' کراچی: 1964ء
ہندوستان کی قانونی تاریخ'
ام' پی' جین' ترقی اردو بیورو' نئی دہلی: 1982ء
ہندوستان کا شاندار ماضی
باشم' اے ایل' ترقی اردو بیورو' نئی دہلی: 1982
ہندوستان پر اسلامی حکومت'
مفتی' شوکت علی فہمی' دین و دنیا پبلشنگ کمپنی' دہلی' انڈیا: 1951
ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں'

قاضی اطہر مبارکپوری' پروگریسو بکس' لاہور: 1989ء

marfat.com

جرائد و مجلات:

ماہنامہ البلاغ' کراچی' محرم 1399ھ

ماہنامہ البلاغ' کراچی' ذی قعدہ 1399ھ

ماہنامہ بینات' کراچی' شعبان 1398ھ

ماہنامہ بینات' کراچی' ربیع الاول 1399ھ

ماہنامہ چراغ راہ' نظریہ پاکستان نمبر' جلد 14 شمارہ 12' 1960ء

ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور' فروری و مارچ 1979ء

ماہنامہ طلوع اسلام' لاہور' فروری 1989ء

ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد' شمارہ مارچ اپریل 1983ء (عدد خاص)

سہ ماہی منہاج' لاہور: جلد 8' شمارہ 4' اکتوبر 1990ء

روزنامہ نوائے وقت لاہور' اشاعت ملی' 28 جون 1990ء

روزنامہ نوائے وقت لاہور: 24 دسمبر 1962ء

روزنامہ جنگ کراچی: 14 اکتوبر 1950ء

marfat.com

کتابیات

افغانستان در مسیر تاریخ'
میر غلام محمد غبار' طبع دوم' مطبعہ دولتی کابل میزان' کابل: 1959ء
تاریخ افغانستان' عبدالحی حبیبی' دنیای کتاب' کابل: افغانستان' 1363ھ
تاریخ ایران'
سرجان میلکم' (فارسی' ترجمہ از اسماعیل حیرت ایرانی) بمبئی: دسمبر1872ء / 1989ھ
تاریخ اجتماعی ایران در عہد قاچاریہ'
سید عبداللہ' تہران' ایران: 1343ھ
تاریخ کامل ایران (فارسی)
عبداللہ رازی' اقبال' بہار ایران: 1347ھ
دار القضاء افغانستان'
عزیز الدین' پوپلزئی' وکیلی درانی' مطبعہ دولتی کابل کابل: 1369ھ
طبقات ناصری'
منہاج السراج' رامپور' سن ندارد
نظام حکومت ایران در دوران اسلامی' (از صدر اسلام تا عہد مغول)
دکتر مریم احمدی' موسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی' ایران: 1368ھ

marfat.com

Bibliography

1- A. M. Goichon;
Encyclopaedia of Islam
London, Luzac & Co, 1986.

2- American Journal of Archaeology, Vol. II. No.3 (July - Sept 1948)

3- Brig. Persi.
History of Persia. (London, 1949)

4- Edward. William. Lane,
An Account of the Manners & Customs of The Modern Egyptians,
(London, Alexander Gardner Publishers, 1898)

5- E. W, Lane,
Lexicon. (Lahore Ismail Book Centre, 1982)

6- E. W. Lane,
Modern Egyptians
London, Alexander Gardner Publishers, 1898

7- Encyclopaedia, Americana, New York, Americana Corporation, 1979

8- Encyclopaedia Britanica (London, William Benton Publishers, 1975)

9- Encyclopaedia of Relegion, (New York, Macmillan Publising Co, 1986)

10- G. B. Melleson,
Rulers of India, Akbar and the Rise of Mughal Epire.
(Lahore : Islamic Book Service, 1903 & 1979)

11- The Government of Pakistan Notification
SRO No. 745 (1)/79 Dtd. 22.8.1979.

12- Holy Bible, The New Testament.
(Karachi, The Bible Society of Pakistan)

13- Ibn-e- Hassan,
Centeral Structure of the Mughul Empire in northern India,
Lahore: Majlis Tarraqi Adab, 1958

14- Ishwari Parasad.
A Short History of Muslim Rule in India,
(Allah abad: The Indian Press, 1964)

15- Ishtiaq Hussain Qureshi,
The Administration of The Sultanate of Dehli,
(Karachi. Pakistan Historical Society, 4th Edition - 1958)

16- I. Hrbek,
General History of Africa 7th to 11th Century,
(California, Unesco. James Currey, 1992)

17- Jamil ud-din Ahmed,
Speaches and Writings of Mr. Jinnah.
Lahore: Sheikh Mohammad Ashraf & Co, 1952

18- Keith, A. Perriedale (Prof),
Speeches and documents on Indian Policy, 1750-1921
(London, Humphrey Milford, Oxford, 1922)

19- Mohammad Amin,
Islamization of Laws in Pakistan
(Lahore, Sang-e-Meel Publications, 25. 1989)

marfat.com

زیرِ نظر کتاب میں شرعی حدود کے نفاذ کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام آسمانی الہامی مذاہب میں جرائم حدود میں کس قسم کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ مشہور متمدن اقوام میں سزاؤں کی کیا صورت تھی۔ قدیم بابلی' مصری' ہندی' ایرانی' یونانی' رومانی اور چینی تمدن میں چوری' ڈکیتی' زنا وغیرہ جیسے جرائم کے لیے کس قسم کی سزائیں مقرر تھیں؟ انگریزی عملداری میں ان جرائم کی سزائیں کیا تھیں اور کن کن جرائم میں حدود سے بھی سخت سزائیں دی جاتی تھیں؟ عرب دورِ جاہلیت اور زمانہ قبل از اسلام میں نظامِ جرم و سزا کی کیا کیفیت تھی؟ عہدِ رسالت' عہدِ خلافتِ راشدہ' عہدِ بنی امیہ' عہدِ بنی عباس' مسلم اسپین' خود مختار اسلامی ریاستیں' شمالی افریقہ' مصر و شام' ایران و افغانستان' ترکوں کی اسلامی ریاست' ہندوستان کی مسلم حکومتیں اور خلافتِ عثمانیہ کے دور میں نفاذ حدود کے شواہد۔

جدید مسلم دنیا میں شرعی حدود کے نفاذ کی صورتِ حال' پاکستان میں عہدِ ضیاء الحق میں نفاذِ حدود کے عمل کا تنقیدی جائزہ۔ قیامِ پاکستان سے اب تک نفاذِ حدود کے سلسلہ میں برتا جانے والا اغماض اور مملکتِ خداداد پاکستان میں نفاذِ حدود کی کوشش کا جائزہ۔ نفاذِ حدود کے ذمہ دار اداروں' سینٹ' قومی اسمبلی' اسلامی نظریاتی کونسل' فیڈرل شریعت کورٹ' ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی' جامعہ اسلامیہ' شریعت فیکلٹی' لاء کمیشن' وزارتِ قانون اور پولیس کی کارکردگی کا جائزہ۔ آٹھویں ترمیم' شریعت بل اور دیگر آئینی قانونی موشگافیوں پر ایک نظر۔ نفاذِ حدود کو موثر بنانے کے لیے تجاویز اور آغازِ کتاب میں قرآن و سنت اور فقہا کے اقوال کی روشنی میں حدود کے مفاہیم۔ نفاذ کے طریقوں' شرائط اور دیگر فقہی احکام کا بیان۔ حدود سزاؤں کے سلسلہ میں اس اعتراض کا علمی محاکمہ کہ "حدود کی سزائیں سخت ہیں یا جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں"۔ نیز حدود سسٹم کو ناقابلِ عمل کہنے والوں کو دلائل سے جواب دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں علما' وکلا' اساتذہ' طالبانِ علم اور اسلامی مطالعہ سے شغف رکھنے والوں کے لیے خاصا مواد ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ عرب و عجم میں اپنی نوعیت کی یہ اولین اور منفرد کتاب ہے۔ "تاریخ نفاذِ حدود" پر دنیا بھر میں اب تک کسی نے اس انداز سے قلم نہیں اٹھایا اور نہ ایسی کوئی کتاب کسی بھی زبان میں اب تک منظرِ عام پر آئی ہے۔

Rs.300/=